بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (سورہ یونس:٦٢)

من عادى لي وليا فقد آذنته بالحرب (رواه البخاری: ٦٠٢١)

سلاسل تصوف

تاریخ، تعارف، خصوصیات اور حالات مشائخ

(مع تشریح اصطلاحات و مسائل تصوف)

اختر امام عادل قاسمی

بانی و مہتمم جامعہ ربانی منورواشریف بہار

دائرۃ المعارف الربانیۃ

جامعہ ربانی منورواشریف سمستی پور بہار

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب: سلاسل تصوف (تعارف، خصوصیات اور حالات مشائخ)

نام مصنف: مفتی اختر امام عادل قاسمی

صفحات: ۳۸۷

سن اشاعت:- ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۰۲۳ء

ناشر:- دائرۃ المعارف الربانیۃ جامعہ ربانی منوروا شریف سمستی پور بہار

قیمت:- ۴۵۰

ملنے کے پتے

☆مرکزی مکتبہ جامعہ ربانی منوروا شریف ،پوسٹ سوہما ، ضلع سمستی پور بہار 848207موبائل نمبر:9473136822

☆مکتبہ الامام، سی 212، امام عادل منزل، گراؤنڈ فلور، شاہین باغ، ابوالفضل پارٹ ۲، اوکھلا، جامعہ نگر، نئ دہلی 25موبائل نمبر:9934082422

فہرست مندرجات

سلسلہ نمبر	مضامین	صفحات
۱	عرض مؤلف	۷
۲	سلاسل تصوف کی حقیقت	۸
۳	ہر سلسلۂ تصوف کسی نہ کسی صحابی سے جاری ہوا	۸
۴	تصوف کے مشہور سلاسل	۱۰
۵	مختلف سلاسل کا مقصد اور خصوصیات	۱۲
۶	سلسلۂ قادریہ	۱۵
۷	سلسلۂ قادریہ کی تاریخ، ارتقاء اور خصوصیات وامتیازات	۱۵
۸	سلسلۂ قادریہ کا مزاج اور خصوصیات	۲۲
۹	ہندوستان میں سلسلۂ قادریہ کی آمد اور نفوذ	۲۵
۱۰	ہندوستان میں حضرت پیران پیرؒ کے خاندانی مشائخ کی آمد	۲۸
۱۱	سلسلۂ قادریہ رزاقیہ	۳۱
۱۲	تعارف، مزاج ومذاق اور خصوصیات	۳۱
۱۳	سلسلۂ قادریہ رزاقیہ کی بعض اہم خصوصیات	۳۹
۱۴	عرس بانسہ کی حقیقت	۴۰
۱۵	طبقۂ ملامتیہ یا قلندریہ سے قربت	۴۰
۱۶	غیر مسلموں کی مذہبی شخصیات سے ملاقاتیں	۴۳
۱۷	مشائخ سلسلۂ قادریہ رزاقیہ	۴۴
۱۸	نسبت ثانیہ–آبائی سلسلہ	۶۲
۱۹	سلسلۂ قادریہ مجیبیہ	۶۸

سلسلہ نمبر	مضامین	صفحات
۲۰	تعارف، مزاج ومذاق اور خصوصیات	۶۸
۲۱	خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف	۶۸
۲۲	حضرت مخدوم الانام سید قمیص الدین اعظم گیلانی قادری	۷۴
۲۳	نسبت حضرت مولانا محمد وارث رسول نما بنارسیؒ	۸۰
۲۴	نسبت خواجہ عمادالدین قلندرؒ	۸۰
۲۵	اعتکاف عمری	۸۱
۲۶	خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کا مزاج ومذاق اوراصول وخصوصیات	۸۱
۲۷	خانقاہ فریدیہ قادریہ پھلواری شریف	۸۲
۲۸	حضرت شاہ سعد اللہ فریدیؒ	۸۳
۲۹	مشائخ سلسلۂ قادریہ مجیبیہ	۹۰
۳۰	سلسلۂ نقشبندیہ	۱۰۵
۳۱	تعارف، ارتقاء اور خصوصیات	۱۰۵
۳۲	سلسلۂ خواجگان	۱۰۵
۳۳	سلسلۂ نقشبندیہ دو بڑے رجحانات کا نقطۂ اتصال	۱۰۵
۳۴	ہفت خواجگان نقشبندیہ	۱۰۶
۳۵	سلسلۂ نقشبندیہ کی توسیع وارتقاء اور دائرۂ اثر	۱۰۶
۳۶	سلسلۂ نقشبندیہ کی خصوصیات وامتیازات	۱۰۹
۳۷	سلسلۂ نقشبندیہ رحمانیہ (گنج مرادآباد)	۱۱۰
۳۸	مشائخ سلسلۂ نقشبندیہ رحمانیہ	۱۱۰
۳۹	شجرۂ منظومۂ خاندان عالیشان نقشبندیہ مجددیہ	۱۷۶

سلسلہ نمبر	مضامین	صفحات
۴۰	سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ خیریہ-تعارف اور خصوصیات	۱۷۹
۴۱	آستانۂ حضرت شاہ ابوالخیرؒ-پس منظر و پیش منظر	۱۷۹
۴۲	خانقاہ مظہریہ دہلی کی تعمیر و تولیت	۱۸۲
۴۳	خانقاہ کا آغاز	۱۸۳
۴۴	خانقاہ کی تشکیل جدید اور عروج و زوال	۱۸۴
۴۵	خانقاہ کی تعمیر جدید اور فتنوں کا آغاز	۱۸۶
۴۶	کوئٹہ-مرکز ثانی	۱۸۷
۴۷	مشائخ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ خیریہ	۱۸۸
۴۸	شجرۂ منظومہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ	۲۰۳
۴۹	سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ-تعارف اور خصوصیات	۲۰۷
۵۰	(خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی، کانپور اور گڑھول شریف)	۲۰۷
۵۱	مشائخ سلسلہ	۲۱۲
۵۲	شجرۂ طیبہ منظومہ سلسلۂ حضرات نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ	۲۲۲
۵۳	سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ-(خانقاہ مہدولی)	۲۲۷
۵۴	حضرت پنڈت جیؒ کی ایک عالی نسبت	۲۳۳
۵۵	علوئے نسبت کی اہمیت	۲۳۶
۵۶	حضرت پنڈت جیؒ کی ہجرت	۲۳۷
۵۷	وصیت نامہ حضرت پنڈت جیؒ-مندرجات پر ایک نظر	۲۳۷
۵۸	سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ توکلیہ محبوبیہ اصغریہ بشارتیہ کریمیہ	۲۳۹
۵۹	سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ توکلیہ محبوبیہ اصغریہ بشارتیہ کریمیہ" کی خصوصیات	۲۳۹

سلسلہ نمبر	مضامین	صفحات
۶۰	شجرۂ منظومہ خورد نقشبندیہ مجددیہ توکلیہ محبوبیہ اصغریہ بشارتیہ کریمیہ	۲۴۹
۶۱	سلسلۂ شاذلیہ۔تعارف، افکار و تعلیمات اور خصوصیات	۲۵۳
۶۲	سلسلۂ شاذلیہ کی مقبولیت۔خصوصیات وامتیازات	۲۵۵
۶۳	حزب البحر اور دلائل الخیرات	۲۵۵
۶۴	فقہ اور تصوف کا امتزاج	۲۵۵
۶۵	توحید، اسماء حسنیٰ اور وحدۃ الوجود	۲۵۶
۶۶	شیخ اکبر ابن عربیؒ اوران کے ناقدین کے بارے میں شاذلیہ کا رویہ	۲۵۶
۶۷	ذات رسالت مآب ﷺ سے رابطہ اور فنائیت	۲۵۸
۶۸	اتباع شریعت اور طریقت وشریعت کا امتزاج	۲۵۹
۶۹	اوراد مأثورہ کا اہتمام	۲۵۹
۷۰	عام طرز زندگی کی روش	۲۵۹
۷۱	اسقاط تدبیر	۲۶۰
۷۲	سلسلۃ الذہب۔سلسلۂ قطبیت	۲۶۱
۷۳	اصول خمسہ	۲۶۱
۷۴	سلسلۂ شاذلیہ کی پچیس (۲۵) اہم خصوصیات	۲۶۲
۷۵	سلسلۂ شاذلیہ کی بنیادی کتابیں	۲۶۴
۷۶	سلسلۂ شاذلیہ کا نفوذ وشیوع	۲۶۵
۷۷	قطب دہلی حضرت مولانا شاہ محمد برکت اللہ دہلوی الشاذلیؒ	۲۶۵
۷۸	ظاہری پیر طریق	۲۷۰
۷۹	نسبت شاذلیہ	۲۷۱

سلسلہ نمبر	مضامین	صفحات
۸۰	وقیع تصنیفات	۲۷۲
۸۱	"آثارالبرکۃ"سلسلۂ شاذلیہ کی ایک شاہکار کتاب	۲۷۲
۸۲	"آثارالبرکۃ" سے چند علمی، روحانی اور فکری تراشے	۲۷۲
۸۳	علم مکاشفہ اور علم معاملہ	۲۷۲
۸۴	ورثۂ انبیاء کا اصل مصداق	۲۷۴
۸۵	علماء اور صوفیاء سے خطاب	۲۷۴
۸۶	تذکرو تفکر	۲۷۵
۸۷	ذکر کی حقیقت	۲۷۶
۸۸	فقر، زہد اور قناعت وغیرہ درجات	۲۷۶
۸۹	وحدۃ الوجود	۲۷۷
۹۰	کرامات اولیاء کی حقیقت	۲۷۷
۹۱	سماع کی حقیقت	۲۷۸
۹۲	شجرۂ مبارکہ سلسلۂ شاذلیہ	۲۷۹
۹۳	سلسلۂ چشتیہ صابریہ رزاقیہ - تعارف اور خصوصیات	۲۸۳
۹۴	سلسلۂ چشتیہ	۲۸۳
۹۵	ہندوستان میں سلسلۂ چشتیہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے جاری ہوا	۲۸۸
۹۶	اجمیر شریف کی تاریخی اور مذہبی اہمیت	۲۸۸
۹۷	سلسلۂ چشتیہ کی خصوصیات وامتیازات	۲۸۹
۹۸	جذب وتاثیر	۲۸۹
۹۹	پرتوجمال	۲۹۰

سلسلہ نمبر	مضامین	صفحات
۱۰۰	ہندوؤں کے لئے وسیع النظری	۲۹۰
۱۰۱	غیر مسلموں کو ذکر کی تعلیم	۲۹۲
۱۰۲	سماع ایک روحانی علاج	۲۹۳
۱۰۳	آداب وشرائط سماع	۲۹۴
۱۰۴	سلسلۂ چشتیہ صابریہ رزاقیہ	۲۹۶
۱۰۵	مشائخ سلسلۂ چشتیہ صابریہ رزاقیہ	۲۹۸
۱۰۶	سلسلۂ چشتیہ نظامیہ رزاقیہ	۳۱۲
۱۰۷	سلسلہ چشتیہ صابریہ قدوسیہ مجددیہ	۳۱۶
۱۰۸	شجرۂ منظومہ عالیہ چشتیہ	۳۲۴
۱۰۹	بعض اہم مسائل ومصطلحات تصوف	۳۳۱
۱۱۰	تصوف کی حقیقت	۳۳۲
۱۱۱	بیعت کی ضرورت اور ثبوت	۳۳۳
۱۱۲	ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت	۳۳۴
۱۱۳	بیعت طریقت سنت ہے واجب نہیں	۳۳۵
۱۱۴	متعدد سلاسل وطرق اور اصول واصطلاحات	۳۳۵
۱۱۵	شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت	۳۳۵
۱۱۶	سلسلۂ نقشبندیہ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے اور باقی سلاسل حضرت علیؓ سے جاری ہونے کی حکمت	۳۳۷
۱۱۷	ایک شیخ سے بیعت ہونے کے بعد دوسرے شیخ کی طرف رجوع	۳۳۹
۱۱۸	پیر کامل کی تلاش	۳۴۰

سلسلہ نمبر	مضامین	صفحات
۱۱۹	ظاہری فائدہ یا لذت معیار نہیں ہے	۳۴۰
۱۲۰	یہ ایذائے شیخ اور بے برکتی کا سبب ہے	۳۴۱
۱۲۱	ارتداد طریق	۳۴۲
۱۲۲	پیر کی اجازت ورضا سے تبدیلی بیعت درست ہے	۳۴۳
۱۲۳	پیر کی وفات یا کسی دینی خلل کی بنیاد پر تبدیلیٔ بیعت کی اجازت ہے	۳۴۴
۱۲۴	مبتدی اور منتہی کا فرق	۳۴۵
۱۲۵	فیضان وترقی مرید کی قلبی حالت پر منحصر ہے، شیخ کی خواہش پر نہیں	۳۴۵
۱۲۶	اگر پیر کسی مرید کو اپنی بیعت سے خارج کردے	۳۴۶
۱۲۷	سلب نسبت کی حقیقت	۳۴۷
۱۲۸	علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین	۳۴۸
۱۲۹	قطب، غوث، ابدال، اوتاد وغیرہ— مفہوم اور مأخذ	۳۵۱
۱۳۰	ابدال کی تفصیل	۳۵۶
۱۳۱	اخیار، نقباء، نجباء اور اوتاد	۳۵۸،۳۵۷
۱۳۲	صحابہ کرام اور ائمہ عظام کے کلام میں ان کا مأخذ	۳۵۹
۱۳۳	غوث وقطب	۳۶۱
۱۳۴	قطب الاقطاب، غوث الاغواث، غوث اعظم	۳۶۲
۱۳۵	ناسوت، ملکوت، جبروت، لاہوت، ہاہوت، ہفت منزل	۳۶۵
۱۳۶	لطائف عشرہ	۳۶۷
۱۳۷	مصطلحات صوفیہ	۳۶۸
۱۳۸	اصطلاحات نقشبندیہ – مراقبات	۳۷۸،۳۸۰

عرض مؤلف

تصوف کی دنیابہت پرپیچ اورایک بحرناپید اکنار ہے ،علاوہ یہ خالص عملی چیز ہے ، نقوش و حروف سے اسے سمجھنا ناممکن ہے ،جب تک اس دنیامیں انسان قدم نہیں رکھے گا اس کی گہرائیوں اور حقیقتوں کا پتہ نہیں چل سکے گا،ساحل کے تماشائی بیرونی مناظر سے صرف لطف اندوز ہوسکتے ہیں ،اور قیاس آرائیاں کرسکتے ہیں ، معرفت کی منزل نہیں پاسکتے ،امت کے بڑے طبقہ نے اس کے لئے اپنی زندگیاں وقف کردیں ،اس طبقہ میں ایسے ایسے لوگ شامل تھے ،جن کے علم وفضل اور تقویٰ وتقدس کی قسمیں کھائی جاسکتی تھیں ،یہ وہ طبقہ ہے جس کی سربراہی ساری امت نے تسلیم کی ہے ،اوراپنی پلکیں ان کے احترام میں بچھائی ہیں ، اسی طبقہ کو صوفیاء کہاجاتا ہے ،صوفیاء کا سلسلہ نبی کریم ﷺ تک پہونچتا ہے ،ان کی ایک خوبصورت تاریخ ہے ،اوراس تاریخ پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں ،یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اس میں انہی کتابوں کا عطر نچوڑدیا گیاہے،اورضمناً تصوف کے بہت سے مسائل و اصطلاحات کی تشریحات بھی آگئی ہیں۔

یہ کوئی مستقل کتاب نہیں ہے،بلکہ میری کتاب "حیات قطب الہند "کاایک حصہ ہے،لیکن اس کی علمی اور تاریخی اہمیت کے پیش نظر بعض احباب کی خواہش پر اس کو مستقل کتابی صورت میں شائع کیاجارہاہے،تاکہ اس سے زیادہ سے زیادہ نفع اٹھایاجاسکے،اللہ پاک اسے قبول فرمائے اور نفع عام کاذریعہ بنائے آمین

اختر امام عادل قاسمی

جامعہ ربانی منورواشریف، سمستی پور بہار

۲۰ / صفر المظفر ۱۴۴۵ھ م ۸ / ستمبر ۲۰۲۳ء

سلاسل تصوف کی حقیقت

علم باطن بھی علم شریعت ہی کا ایک حصہ ہے، ظاہری احکام کی معرفت کا نام علم ظاہر ہے اور قلب، نفس، اور اخلاق سے وابستہ احکام کے جاننے کا نام علم باطن یا احسان ہے، جس طرح شریعت جسم ظاہر کی تطہیر کا حکم دیتی ہے اسی طرح جسم باطن کے تزکیہ وتصفیہ کا بھی پابند بناتی ہے، بقول حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ نفس کے نفع وضرر کے ادراک کا نام فقہ ہے:

وعرفه الإمام الأعظم بأنه معرفة النفس مالها وما عليها لكنه يتناول الاعتقاديات كوجوب الإيمان والوجدانيات أي الأخلاق الباطنة و الملكات النفسانية والعمليات كالصلاة والصوم[1]،

اسی لئے ہر دور کے علماء اور مشائخ نے علم باطن کو بے انتہا اہمیت دی، اور علم ظاہر کی طرح علم باطن کو بھی پورے اہتمام کے ساتھ حاصل کیا۔

ہر سلسلۂ تصوف کسی نہ کسی صحابی سے جاری ہوا

تصوف کے ہر سلسلے کا ایک روحانی شجرہ موجود ہے، جو کسی نہ کسی صحابی کے توسط سے نبی کریم ﷺ تک پہونچتا ہے، یوں تو ہر صحابی رشد وہدایت کا چراغ ہے، لیکن روحانیت واحسان کے باب میں چند صحابہ کو خصوصی شہرت حاصل ہوئی، اور تصوف کے مختلف سلسلے ان سے جاری ہوئے، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ (ولادت غالباً ۳۸۱ھ یا ۴۰۰ھ یا ۴۰۱ھ مطابق ۹۹۱ء یا ۱۰۰۹ء یا ۱۰۱۰ء - وفات ۴۶۵ھ تا ۴۶۹ھ / ۱۰۷۳ء تا ۱۰۷۶ء)[2] کے بقول:

---- حواشی ----

[1] - البحر الرائق شرح كنز الدقائق ج ۱ ص ۹ المؤلف : زين الدين بن إبراهيم بن نجيم ، المعروف بابن نجيم المصري (المتوفى : 970هـ) * رد المحتار على "الدر المختار : شرح تنوير الابصار"ج ۱ ص ۱۵۳ المؤلف : ابن عابدين ، محمد أمين بن عمر (المتوفى : 1252هـ)

[2] - اسم گرامی "علی" اور ابو الحسن کنیت ہے، سلسلۂ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے، شجرۂ نسب اس طرح ہے:

"حضرت مخدوم علی، بن عثمان، بن سید علی، بن عبد الرحمن، بن شاہ شجاع، بن ابو الحسن علی، بن حسین اصغر، بن سید زید شہید، بن حضرت امام حسنؓ، بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ آپ کی ولادت افغانستان کے شہر "غزنی" میں غالباً ۳۸۱ھ یا ۴۰۰ھ یا ۴۰۱ھ

ھ مطابق ۹۹۱ءیا۱۰۰۹ءیا۱۰۱۰ء میں ہوئی، آپ نے علم ظاہر حضرت ابوالعباس بن محمد شقانیؒ اور دیگر اساتذہ سے حاصل کیا، آپ بطن مادر ہی سے ولی کامل پیدا ہوئے تھے، لیکن روحانی تعلیم میں آپ کے مرشد حضرت ابوالفضل محمد بن الحسن الختلیؒ (م ۴۶۰ھ / ۱۰۶۸ء) تھے، آپ ان سے سلسلۂ جنیدیہ میں بیعت ہوئے، جیساکہ خود آپ نے کشف المحجوب میں اس کا ذکر کیاہے، ان کے وصال کے بعد اور بھی کئی معاصر مشائخ سے استفادہ کیا، مثلاً ابوالقاسم بن قاسم عبداللہ الگر گانیؒ، ابوالقاسم امام قشیریؒ، حضرت شیخ احمد حمادی سرخسیؒ، حضرت ابوجعفر محمد بن المصباح الصیدلانیؒ، حضرت ابوسعید ابوالخیر شیخ ابواحمد المظفر بن احمد بن حمدانؒ، کے علاوہ صرف خراسان میں تین سو (۳۰۰) مشائخ کا خود داتا گنج بخشؒ نے کشف المحجوب میں ذکر کیاہے، جن سے آپ کو ملاقات حاصل تھی، حضرت خضر علیہ السلام سے بھی استفادہ کیا۔ آپ حنفی المذہب تھے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا نام انتہائی عقیدت کے ساتھ لیاہے۔

آپ کی شادی والدین کی زندگی میں ہوئی تھی، مگر اہلیہ مزاج شناش نہ تھیں، اس لئے ان کی وفات کے بعد شادی نہیں کی، گیارہ (۱۱) سال کے بعد ایک خاتون کے غائبانہ حسن وکمال کے اسیر ہوئے، لیکن اللہ پاک نے دستگیری فرمائی، اور اس عورت کا خیال دل سے ہمیشہ کے لئے نکل گیا۔

آپ نے کئی کتابیں تحریر فرمائیں، آپ کی شہرۂ آفاق تصنیف کشف المحجوب سے معلوم ہوتاہے کہ یہ آپ کی آخری تصنیف ہے، اور اس سے قبل نو (۹) کتابیں آپ نے اور لکھی تھیں، لیکن اب ان میں سے کوئی دستیاب نہیں ہے، بعض کے سرقہ اور دوسروں کا اپنی طرف منسوب کرلینے کا واقعہ حضرت نے خود لکھاہے، بہرحال ان نو تصانیف کے نام یہ ہیں:

۱- دیوان، اس کو کسی نے اپنی طرف منسوب کرلیا (کشف المحجوب ص ۲) ۲- کتاب فناوبقا، ۳- اسرار الخرق والمؤونات، ۴- الرعایۃ بحقوق اللہ تعالیٰ۔ اس نام کی ایک تصنیف شیخ احمد بن خضرویہؒ (م ۲۴۰ھ) کی بھی ہے جو کشف المحجوب کے مآخذ میں شامل ہے، اور اسی نام کی ایک کتاب ابوعبداللہ الحارث بن اسد المحاسبی (م ۲۴۳ھ) کی تصنیف بھی ہے، جو لندن سے چھپ چکی ہے۔ ۵- کتاب البیان لاہل العیان، ۶- نحو القلوب، ۷- منہاج الدین، طریقت، تصوف، اور مناقب اصحاب صفہ پر مشتمل ہے، اور حسین بن منصور حلاجؒ کا حال بھی بیان کیاہے۔ دیوان کی طرح اسے بھی کسی نے اپنی طرف منسوب کرلیا۔ ۸- ایمان، ۹- شرح کلام منصورؒ۔

ایک کتاب کشف الاسرار کے نام سے حضرت داتا گنج بخشؒ کی طرف منسوب ہے، مگر تحقیق کے مطابق وہ جعلی ہے، حضرت کی کتاب نہیں ہے۔

البتہ کشف المحجوب آپ کی سب سے اہم تصنیف ہے، جو مسائل شریعت وطریقت اور حقیقت ومعرفت کا ایک بیش بہا گنجینہ ہے، اور اولیاء متقدمین کے حالات بابرکات اور ان کی مقدس تعلیمات کا بہترین خزینہ ہے، نیز فارسی زبان میں تصوف واحسان پر لکھی جانے والی یہ سب سے پہلی کتاب ہے۔ ہر دور کے اکابر اولیاء اللہ نے اس کو ایک بے مثل کتاب قرار دیاہے۔ یہ کتاب آپ نے اپنی عمر کے آخری حصہ میں تصنیف کی، اور اس کا تین چوتھائی حصہ یقیناً لاہور میں لکھا۔

کشف المحجوب کے مطالعہ سے پتہ چلتاہے کہ انہوں نے پاک وہند کے اکثر شہروں کی سیاحت کی تھی، اور آخری اقامتگاہ بننے کا شرف لاہور کی خاک کو حاصل ہوا، آپ کے لاہور آمد کی تاریخ میں اختلاف ہے، مگر قرین قیاس یہ ہے کہ ۴۵۱ھ / ۱۰۵۹ء میں لاہور تشریف لائے۔ حضرت داتا صاحبؒ نے لاہور تشریف لاتے ہی اپنی فرودگاہ کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد

"خلفاء راشدین میں سے ہر خلیفہ سلوک کے مختلف پہلوؤں کا نمائندہ ہے، حضرت ابو بکرؓ مشاہدہ کے، حضرت عمرؓ مجاہدہ کے، حضرت عثمانؓ خلولۃ یا خلۃ (دوستی) کے، اور حضرت علیؓ حقیقت کے نمائندہ تھے، چنانچہ حضرت ابو بکرؓ سے سلسلۂ نقشبندیہ، سلسلۂ یسویہ، اور سلسلۂ بیک تاشی شروع ہوئے، حضرت عمرؓ سے سلسلۂ رفاعیہ اور سلسلۂ عقیلیہ اور حضرت عثمانؓ سے سلسلۂ زینیہ کا آغاز ہوا، ان کے علاوہ بیشتر سلسلے حضرت علیؓ کے ذریعہ جاری ہوئے[3]۔

تصوف کے مشہور سلاسل

ابتدا میں تصوف کے مشہور سلاسل چند تھے، پھر ان سے شاخ در شاخ کئی سلسلے وجود میں آئے، چند بنیادی سلسلے ان کے بانیان کے سنین وفات کی ترتیب پر درج ذیل ہیں:

☆نقشبندیہ: حضرت یوسف ہمدانیؒ (م ۱۱۴۰ء)، خواجہ محمد اتا یسویؒ (م ۱۱۶۶ء)، حضرت عبد الخالق غجدوانیؒ (م ۱۱۷۹ء)۔ بعد میں حضرت خواجہ محمد بہاء الدین نقشبندؒ (م ۱۳۸۸ء) کی نسبت سے مشہور ہوا، اس کو سلسلۂ خواجگان بھی کہتے ہیں، تمام سلاسل میں یہ سب سے قدیم ترین سلسلہ ہے، لیکن ہندوستان میں یہ سلسلہ سب سلسلوں کے بعد پہونچا، ہندوستان میں یہ سلسلہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ (م ۱۶۰۳ء) کے ذریعہ پہونچا، پھر حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ (م ۱۶۲۴ء) نے اس کو نقطۂ ارتقا

تعمیر کرائی، آپ کی تاریخ وفات میں بھی سخت اختلاف ہے، قرین صحت ۴۶۵ھ تا ۴۶۹ھ / ۱۰۷۳ء تا ۱۰۷۶ء ہے۔ مزار پر انوار لاہور میں مرجع خلائق ہے، ظہیر الدولہ سلطان ابراہیم بن مسعود بن محمود نے آپ کا مزار تعمیر کرایا، اور یہ بھی لکھا کہ حضرت کے ساتھ جو دو قبریں ہیں وہ شیخ احمد حمادی سرخسیؒ اور شیخ ابو سعید ہجویریؒ کی ہیں۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا   ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

(کشف المحجوب (مترجم از ابو الحسنات سید محمد احمد قادریؒ) ص ۱۴ تا ۶۵ مؤلفہ حضرت داتا گنج بخش لاہوریؒ، دیباچہ از حکیم محمد موسیٰ امرتسری، تحقیق و تخریج و تدوین: ڈاکٹر خالق داد ملک، و ڈاکٹر طاہر رضا بخاری، ناشر مکتبہ شمس و قمر جامعہ حنفیہ لاہور، فروری ۲۰۱۲ء / ربیع الاول ۱۴۳۳ھ)

3 ۔ کشف المحجوب (کلام المرغوب) ص ۱۷۲ تا ۱۸۰ مؤلفہ حضرت سید علی بن عثمان ہجویریؒ معروف بہ داتا گنج بخشؒ، ناشر: مکتبہ شمس و قمر لاہور، ۱۴۳۳ھ / ۲۰۱۲ء۔

تک پہونچایا۔

☆ قادریہ: حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ (م ۱۱۶۶ء)

☆ سہروردیہ: حضرت ضیاء الدین ابو نجیب سہروردیؒ (م ۱۱۶۸ء) مگر اصل بانی ان کے بھتیجے حضرت شہاب الدین سہروردیؒ (م ۱۲۳۴ء) ہیں۔

☆ یسویہ: حضرت احمد الیسویؒ (م ۱۱۶۶ء) سیلانی۔ خانہ بدوشانہ۔

☆ رفاعیہ: حضرت احمد ابن الرفاعیؒ (م ۱۱۸۲ء)

☆ شاذلیہ: حضرت ابو الحسن شاذلیؒ (م ۱۲۵۸ء) سے منسوب ہے۔

☆ کبراویہ: حضرت نجم الدین کبریؒ (م ۱۲۲۱ء)

☆ چشتیہ: حضرت ابو اسحاق شامیؒ (م ۹۴۰ء)، لیکن اس کی شہرت واشاعت حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ (م ۱۲۳۶ء) کے ذریعہ ہوئی، برصغیر تک محدود۔

☆ مولویہ: حضرت جلال الدین رومیؒ (م ۱۲۷۳ء) اناطولیہ تک محدود۔

☆ بدویہ: حضرت احمد البدویؒ (م ۱۲۷۶ء) مصر تک محدود"[4]

ہندوستان میں سب سے پہلے چشتیہ سلسلہ کی داغ بیل رکھی گئی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی سجزیؒ پرتھوی راج کے عہد میں ہندوستان تشریف لائے، اور اجمیر کو اپنا مستقر بناکر سلسلہ کا کام شروع کیا، چشتیہ سلسلہ کے بعد سہروردیہ سلسلہ ہندوستان میں پہونچا، حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ۱۱۹۲ء میں بمقام ارور پیدا ہوئے، بغداد میں شیخ سہروردیؒ سے خلافت حاصل کرکے ہندوستان آئے اور ملتان میں سہروردیہ سلسلہ کی خانقاہ قائم کی، اسی زمانے میں ایک اور سلسلہ "فردوسیہ" ہندوستان میں قائم ہوا، جس کا مرکز بہار شریف تھا، اس سلسلے کو ہندوستان میں لانے والے تو شیخ بدر الدین سمرقندیؒ خلیفہ شیخ سیف الدین باخرزیؒ تھے، لیکن اس کو پروان چڑھانے کا کام حضرت شیخ شرف الدین یحیٰ منیریؒ نے انجام دیا، ان کے مکتوبات تصوف کا بیش قیمت ذخیرہ ہیں۔

-----حواشی---

4 - تاریخ مشائخ نقشبندیہ (للہیہ) ص ۲۷ مؤلفہ پروفیسر صاحبزادہ محمد عبد الرسول للہی، ناشر مکتبہ زاویہ لاہور، ۲۰۰۷ء۔

پندرہویں صدی کے وسط میں قادریہ اور شطاریہ سلسلے ہندوستان میں قائم ہوئے، قادریہ سلسلہ کو شاہ نعمت اللہ قادریؒ نے ہندوستان میں قائم کیا، سید محمد غوث گیلانیؒ، مخدوم شیخ عبد القادر ثانیؒ، سید موسیٰؒ، اور شیخ عبد الحقؒ نے اس سلسلہ کو عہد مغلیہ میں فروغ دیا۔

شطاریہ سلسلہ شاہ عبد اللہ شطاریؒ (م ۱۴۵۸ء) نے قائم کیا تھا، سید محمد غوث گوالیاریؒ، اور شیخ وجیہ الدین علوی گجراتیؒ نے اس کو ہندوستان میں ترقی دی، جہانگیر کے بعد اس سلسلہ کا اثر ہندوستان میں بہت کم ہو گیا تھا۔

سب سے آخر میں اکبر کے عہد حکومت میں حضرت خواجہ باقی باللہ کے ذریعہ سلسلۂ نقشبندیہ ہندوستان میں پہونچا، جس کو حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مقبول عام بنایا[5]۔

مختلف سلاسل کا مقصد اور خصوصیات

مختلف سلاسل کے مقاصد، نقطۂ اشتراک اور ان کی خصوصیات پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت مولانا قیام الدین محمد عبد الباری فرنگی محلیؒ (م ۴/ رجب المرجب ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۷/ جنوری ۱۹۲۶ء)[6] اپنی کتاب "فیوض حضرت بانسہؒ" میں رقمطراز ہیں:

> "مفاد سلوک و تصوف جسے میں سمجھا ہوں یہ ہے کہ انسان آیت: والذین آمنوا اشد حباًللہ[7] (ترجمہ: جو ایمان لائے ہیں وہ اللہ کی محبت بہت رکھتے ہیں) کا مصداق ہو جائے اور: قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ[8] (ترجمہ: کہہ دیجئے! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم کو دوست رکھے) کا پورا امتثال کر لیا جاوے، یہی دو آیتیں ہیں جو مدار تصوف ہیں۔

یہ امر ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ ان تمام اوصاف سے متصف تھے، جو اللہ کو پسند

---- حواشی --

5 -تاریخ مشائخ چشت ص ۱۵۷، ۱۵۸، مؤلفہ خلیق احمد نظامی، ناشر: مشتاق بک کارنر لاہور۔

6 -حضرت مولانا شاہ قیام الدین محمد عبد الباری فرنگی محلیؒ کے حالات کے لئے اس حقیر کی کتاب "حیات ابو المحاسن" کا مطالعہ کریں۔

7 -بقرۃ: ۱۶۵

8 -آل عمران: ۳۱

ہیں ، اور جن کا حکم اللہ نے قرآن میں دیا ہے۔۔۔۔۔ حضرت کی اتباع یہی ہے کہ آپ کے عادات واطوار واعمال واحکام سب کی موافقت ہو جائے۔۔۔۔۔یہ مرتبہ جب انسان کو حاصل ہو جاتا ہے تو جو اس کے ساتھ لگاؤ پیدا کرتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات سے وابستہ ہو جاتا ہے۔۔۔۔الحاصل منتہائے کار تصوف "محبت "ہے، اور غایت سلوک تسلیم ہے، اور حقیقت امر" اتباع سنت "ہے، یہی مقاصد ہیں جن کی تحصیل کے لئے ارشادات مشائخ کی حاجت اور پیر کی ضرورت ہے، شیخ طبیب روحانی ہے ، جو امراض قلبی وجوارح دونوں کا معالج ہے۔۔۔۔اب ان اطبائے روحانی نے مختلف علاج اور متنوع طرق اپنے تجربے اور استعداد طالب کے موافق تجویز کئے ہیں۔

یہی اطبائے قلوب قبل بعثت سلطان الانبیاء والاولیاء (صلوات اللہ علیہ) نبوت پر سرفراز ہوئے ، اور بعد بعثت خلعت ولایت ان کو ملا۔۔۔۔جب تک مرتبۂ نبوت تمام نہیں ہوا تھا، نبی ورسول آتے رہے، جب وہ تمام ہو گیا، تو اولیاء اللہ، خلفائے رسول اللہ ہوتے رہے، اور ہوتے رہیں گے۔

اوپر ہم تصوف وسلوک کا مدار بتا آئے ہیں کہ محبت الٰہی اتباع سنت، تسلیم وسرنگونی، ان امور کو حاصل کرنا تصوف ہے، اور ان کے منازل کو طے کرنا سلوک ہے، اس کو ذہن نشیں کر کے طرق قادریہ وچشتیہ ونقشبندیہ کے فرق کو آدمی سمجھ سکتا ہے، کہ ظاہری فرق ہے اور مقصود واحد ہے، اس کے قبل ہم بتا دینا چاہتے ہیں، کہ کبار مشائخ اہل تصوف مقاصد مذکورہ بالا کے درمیان تقدم اور تأخر کو کوئی اہم نہیں سمجھتے۔۔۔۔تاہم بعض نے مبتدی کے لئے اتباع کو مقدم سمجھا ہے ، اور بعض نے محبت کو تقدم دیا ہے۔

علوم اولیاء اللہ کی تو کوئی انتہاء نہیں ہے مگر ان کے فیضان سے جس قدر مجھے ان امور میں بہرہ ہوا ہے، میں کہہ سکتا ہوں کہ حضرات قادریہ ونقشبندیہ نے صورت اول

کو پسند کیا ہے، کہ پہلے اتباع پھر محبت ، اور حضرات چشتیہ نے پہلے محبت پھر اتباع کو مناسب سمجھا ہے، پھر حضرات قادریہ نے اتباع امور باطنی کی اہم سمجھی ہے اور حضرات نقشبندیہ نے اتباع امور ظاہری کی پہلے ضروری قراردی ہے، جو ارباب ارشاد ہیں اوران کو ان سلاسل سے برابر کا تعلق ہے، تو وہ طالب کے ظرف کو دیکھ کر تعلیم دیتے ہیں، اور سالک کی کمی کو پورا کرتے ہیں[9]۔

اس کے بعد سلاسل کی تفصیلات ملاحظہ فرمائیں:-

---۔حواشی۔---

9 ۔تذکرہ حضرت سید صاحب ص ۳۵تا ۳۷ مؤلفہ محمد رضا انصاری صاحب، تقسیم کار: دانش محل امین الدین پارک لکھنؤ، ۱۹۸۶ء۔

(۱)

سلسلۂ قادریہ

سلسلۂ قادریہ کی تاریخ، ارتقاء اور خصوصیات وامتیازات

سلسلۂ قادریہ محبوب ربانی حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانیؒ (ولادت شب اول رمضان المبارک سنہ ۴۷۰ھ مطابق ۲۳/ مارچ سنہ ۱۰۷۸ء ۔وفات ۱۱ یا ۱۷/ ربیع الثانی سنہ ۵۶۱ھ مطابق ۲۰ یا ۲۶/ فروری سنہ ۱۱۶۶ء)[10] کی طرف منسوب ہے۔

---حواشی---

10 ۔حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی شخصیت تاریخ اسلام میں محتاج تعارف نہیں ہے، لیکن بطور تبرک کچھ ضروری حالات لکھے جاتے ہیں:

آپ کی پیدائش زیادہ تر مؤرخین کے مطابق شب اول رمضان المبارک سنہ ۴۷۰ھ مطابق ۲۳/ مارچ سنہ ۱۰۷۸ء کو ہوئی ،(العبر فی خبر من غبر للذھبیؒ ج ۴ ص ۱۷۵ ☆ سیر اعلام النبلاء للذھبیؒ ج ۲۰ ص ۴۴۳ وغیرہ اکثر کتب تاریخ وسیر میں یہی تاریخ درج ہے) بعض کتابوں میں ۱۹ یا ۲۲ شعبان المعظم کا ذکر ملتا ہے (تذکرہ مشائخ قادریہ، دین پوری، ص ۵۵) کئی حضرات نے سن ولادت سنہ ۴۷۱ھ لکھا ہے (المنتظم لابن الجوزیؒ ج ۱۰ ص ۲۱۹ ☆ الکامل لابن اثیرؒ ج ۹ ص ۹۴ ☆ تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس للشیخ حسین بن محمد الدیار بکریؒ ج ۲ ص ۳۶۶) جبکہ کئی مؤرخین نے سن ولادت سنہ ۴۹۰ھ یا سنہ ۴۹۱ھ بھی تحریر کیا ہے (کتاب الذیل علیٰ طبقات الحنابلۃ لابن رجبؒ (سنہ ۷۳۶ھ تا سنہ ۷۹۵ھ) رقم: ۱۳۴ ☆ فوات الوفیات لمحمد بن شاکر الکتبی) واللہ اعلم بالصواب

آپ کی ولادت ایران کے صوبہ کرمانشاہ کے شہر مغربی گیلان کے ایک چھوٹے سے گاؤں "نیف" میں ہوئی، گیلان کو کیلان اور جیلان بھی کہتے ہیں۔ جیلان بغداد کے جنوب میں چالیس (۴۰) کیلو میٹر کے فاصلے پر تاریخی شہر مدائن کے قریب واقع ہے۔اس کے شمال میں روسی سرزمین تالیس واقع ہے، جنوب میں برز کا پہاڑی سلسلہ ہے، جو اس کو آذربائیجان اور عراق عجم سے علٰحدہ کرتا ہے، جیلان یا گیلان کو ویلم بھی کہا جاتا ہے، اسی کو جیل یا گیل بھی کہتے ہیں۔

علامہ یاقوت حمویؒ نے آپ کا مولد عراقی گاؤں «بشتیر» کو قرار دیا ہے (معجم البلدان)

آپ پدری اور مادری دونوں جانب سے حسنی اور حسینی ہیں، والد کی طرف سے آپ کا نسب حضرت امام حسنؓ سے اور والدہ کی طرف سے حضرت امام حسینؓ سے جا ملتا ہے ،والد ماجد کا نام نامی مشہور روایت کے مطابق حضرت ابو صالح موسیٰ اور دادا کا نام

جنگی دوست حسنی گیلانیؒ ہے،(التاج المکلل من جواہر مآثر الطراز الآخر والاول لصدیق حسن خان القنوجیؒ ص ۱۲۶☆الاعلام للزرکلی ج ۴ ص ۴۸) بعض لوگوں نے والد کا نام عبد اللہ اور دادا کا نام ابو صالح لکھا ہے، جب کہ کچھ حضرات نے والد کا نام ابو صالح اور دادا کا نام عبد اللہ اور پڑدادا کا نام جنگی دوست بتایا ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ ،کنیت ام الخیر اور لقب امۃ الجبار ہے، آپ کے نانا شیخ عبد اللہ صومعیؒ گیلان کے اکابر اولیاء اللہ میں تھے اور مستجاب الدعوات تھے۔

اسی کے ساتھ آپ کو دادی (ام سلمہ) کی طرف سے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے اور پڑدادی (حفصہ) کی طرف سے حضرت عمر بن الخطابؓ سے بھی قرابت پائی جاتی تھی،

اتنی نوع بنوع خاندانی عظمتوں کے باوجود آپ کبھی اس کا اظہار نہیں فرماتے تھے، بلکہ اپنے بچوں کو اس سے روکتے تھے

بچپن میں ہی یتیم ہو گئے تھے

معتبر تاریخی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ بچپن میں ہی یتیم ہو گئے تھے ،آپ کی ولادت کے کچھ ہی دنوں کے بعد آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا تھا(نفحات الانس للجامیؒ ص ۵۷۵ تا ۵۸۷☆سیرت غوث اعظم ص ۳۵ مؤلفہ مولانا ابو البیان محمد داؤد فاروقی نقشبندی مجددی ،ناشر :خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی ،سنہ ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳ء☆الشیخ عبد القادر الجیلانی الامام الزاہد القدوۃ ص ۹۲ مؤلفہ الدکتور عبد الرزاق الکیلانی، ناشر :دار القلم دمشق، سنہ ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۴ء)

آپ اپنے والدین کی آخری اولاد تھے، آپ سے بڑے ایک بھائی عبد اللہ تھے، اور جب آپ کی ولادت ہوئی اس وقت آپ کی والدہ کی عمر ساٹھ (۶۰) سال کی تھی، ظاہر ہے کہ یہ عام طور پر عورتوں کے لئے سن ایاس کی عمر ہوتی ہے،(قلائد الجواہر ص ۳ ☆الشیخ عبد القادر الجیلانی الامام الزاہد القدوۃ ص ۹۲ مؤلفہ الدکتور عبد الرزاق الکیلانی، ناشر :دار القلم دمشق، سنہ ۱۴۱۴ھ)اگرچہ ابن العماد الحنبلی نے دوسرے بھائی کو آپ کا چھوٹا بھائی قرار دیا ہے(شذرات الذہب لابن العماد الحنبلیؒ ج ۴ ص ۱۹۹) لیکن قرین قیاس یہی ہے کہ آپ ہی چھوٹے تھے۔

والد کے انتقال کے بعد آپ کی پوری تربیت والدہ اور نانا جان نے کی۔

بچپن سے ہی آثار ولایت نمایاں تھے، عام طور پر بچے کھیل کود کے شوقین ہوتے ہیں لیکن آپ بچپن ہی سے لہو و لہب سے دور رہے، بعض لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو ولایت کا علم کب ہوا؟ تو آپ نے جواب دیا کہ دس (۱۰) برس کی عمر میں جب میں مکتب پڑھنے کے لیے جاتا تھا تو ایک غیبی آواز آیا کرتی تھی جس کو اہلِ مکتب بھی سُنا کرتے تھے کہ:

افسحو الولی اللہ ترجمہ: اللہ کے ولی کے لیے جگہ کشادہ کر دو۔

تحصیل علم کے لئے بغداد کا سفر

جیلان میں تعلیم کا کوئی ماحول نہیں تھا، زیادہ سے زیادہ چھوٹے چھوٹے مکاتب تھے، یہاں عربی زبان کا بھی رواج نہیں تھا، ممکن ہے ٹوٹی پھوٹی عربی بولی جاتی ہو، لیکن دور بھیجنا بھی ماں کو گوارا نہ تھا، آخر سنہ ۴۸۸ھ / ۱۰۹۵ء میں جب آپ کی عمر اٹھارہ (۱۸) سال ہو گئی، تحصیلِ علم کے لئے والدہ نے آپ کو ایک قافلہ کے ساتھ بغداد روانہ کیا، جس میں چالیس (۴۰) دینار انہوں نے کپڑے

میں سی دیئے تھے، اور راستہ میں ہمدان کے قریب ڈاکوؤں کا مشہور واقعہ پیش آیا، جس میں آپ کی راستبازی کی بنا پر نہ صرف اہل قافلہ محفوظ رہے، بلکہ ڈاکوؤں کو بھی توفیق توبہ نصیب ہوئی (قلائد الجواہر ص ۹) اسی سال حضرت ابو الفضل عبد الواحد التمیمی کی وفات ہوئی ،اوراسی سال امام غزالی مدرسہ نظامیہ بغداد کی صدارت تدریس ترک کر کے شام وحجاز کی طرف روانہ ہوگئے تھے، یہ خلیفہ مستظہر باللہ (عہد حکومت ۴۸۷ھ تا ۵۱۲ھ) کا دور تھا، یہاں آپ کی کسی سے شناشائی نہ تھی ،بغداد اس وقت دنیا کا سب سے بڑا شہر تھا، یہاں آپ نے حدیث ابو غالب محمد بن الحسن الباقلانی، ابو محمد جعفر بن احمد السراج (م ۵۰۹ھ)، ابو بکر احمد بن المظفر، ابو القاسم علی ابن بیان الرزار، ابو طالب بن یوسف، ابو سعد محمد ابن خشیش، اورابوالزینی سے پڑھی، علم فقہ اور تفسیر قاضی ابو سعید (یا ابو سعد) المخرمی (م ۵۲۸ھ)، ابو الخطاب محفوظ بن احمد الکلوذانی الحنبلیؒ، ابو الوفا علی بن عقیلؒ (م ۵۱۳ھ) اورابوالحسن محمد بن القاضی ابو یعلیٰ الفراء الحنبلیؒ سے حاصل کیا، ادب، بلاغت اور بیان ابوزکریا یحیٰ التبریزیؒ (م ۵۰۲ھ) سے پڑھا۔

آپ کے اساتذہ میں ابو الغنائم محمد بن محمد بن علی الفرسیؒ، عبد الرحمن بن احمد بن یوسفؒ اورابوالبرکات ھبۃ اللہ المبارکؒ وغیرہ کو بھی شمار کیا جاتا ہے آپ نے مذہب حنبلی اور شافعی دونوں کی تعلیم حاصل کی، اور وقفہ وقفہ سے تینتیس (۳۳) سال تک سلسلۂ تعلیم جاری رہا۔

حضرت شیخ کے پیران طریق

طریقت کی تعلیم اکثر اصحاب سیر و تاریخ کے مطابق شیخ ابو الخیر حماد بن مسلم الدباسؒ (م ۵۲۵ھ / ۱۱۳۱ء)، ابو محمد جعفر بن احمد السراجؒ (م ۵۰۹ھ) اور قاضی ابو سعید (یا ابو سعد) مبارک بن علی بن حسین مخرمیؒ (م ۵۱۱ھ / ۱۱۱۷ء) سے حاصل کی، خرقۂ خلافت حضرت ابو سعید مخرمیؒ سے حاصل ہوا۔

"مخرم" بغداد کا ایک محلہ ہے جہاں بنو بویہ کے محلات تھے، یزید بن مخرم کے نام پر یہ محلہ منسوب ہے، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے منذریؒ اور طبقات ابن رجب کے حوالے سے صراحت کی ہے، (الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، مجموعۂ رسائل امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ج ۶ ص ۲۳۱) اور بھی کئی مؤرخین نے اس کی تصریح کی ہے، بعض لوگوں نے مخزومی لکھا ہے یہ غلط ہے۔

تقریباً تمام ہی قدیم تذکرہ نگاروں نے حضرت شیخ کے ان مشائخ اور پیران طریق کا ذکر کیا ہے، مثلاً یہ حوالے دیکھئے:

*وصحب الشيخ أحمدالدباس وأخذعنه علم الطريق((الوافي بالوفيات ج٦ص٢٠٩المؤلف: صلاح الدين خليل بن أيبك الصفدي (المتوفى : 764هـ)

*وصحب الشيخ حماد الدباس الزاهد، ودرس بمدرسة شيخه المخرمي، وأقام بها إلى أن مات، ودفن بها(ذيل طبقات الحنابلة ج ١ ص ١١٨المؤلف : عبد الرحمن بن أحمد بن رجب الحنبلي (المتوفى : 795هـ

*وصحب الدباس،ثم إن الله أظهره للخلق،وأوقع له القبول العظيم،(سيرأعلام النبلاءج ٢٠ص٤٤٤المؤلف:شمس الدين أبوعبدالله محمدبن أحمدبن عثمان بن قَايْمازالذهبي(المتوفى:748هـ)

ابن الملقنؒ نے اپنی کتاب "کتاب الاولیاء" میں پورا شجرۂ طریقت اس طرح نقل کیا ہے:

"ابو محمدعبدالقادربن ابی صالح الجیلی عن ابی سعیدالمبارک بن علی المخرمی ، عن الشیخ ابی الحسن علی بن محمدبن یوسف بن عبداللہ القرشی ،عن ابی الفرج عبدالرحمن بن عبداللہ الطرسوسی ،عن ابی الفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز التمیمی ،عن والدہ الشیخ عزالدین عن الشبلی عن الجنید،عن سری السقطی ،عن معروف الکرخی ،عن داؤدالطائی ،عن حبیب العجمی ،عن الحسن البصری ،عن علیؓ ،عن رسول اللہ ﷺ اوعن الجنیدعن جعفرالحذاء عن ابی عمر الاصطخری ، عن ابی تراب النخشبی،عن شقیق البلخی عن ابراہیم بن ادھم عن موسیٰ بن یزید الراعی،عن اویس القرنی عن عمرؓ وعلیؓ عن رسول اللہ ﷺ (طبقات الاولیاء لابن الملقن ص۴۹۴)

بعض تذکرہ نگاروں نے اس میں تین مشائخ طریق کا اور اضافہ کیا ہے،

۱- شیخ ابو یوسف بن ایوب بن یوسف بن الحسین بن وہرۃ الھمدانیؒ (م ۵۳۵ھ)

۲- حضرت تاج العارفین ابوالوفاء محمد بن محمد بن زید بن حسن المرتضیٰ العریضیؒ (م ۴۷۰ھ)

۳- آپ کے والد ماجد حضرت سیدنا ابو صالح موسیٰ جنگی دوست حسنی گیلانیؒ

(سیرت پیر مجیب ص۱۰۸ مؤلفہ مولانا ہلال احمد قادری پھلواروی، ناشر دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف ۲۰۰۵ء)

اول الذکر میں کوئی استبعاد نہیں، آپ نے بلاشبہ ان سے استفادہ کیا ہوگا، حضرت ہمدانیؒ کا ذکر آپ کے حالات میں کئی مقام پر آیا ہے، حافظ ابن حجرؒ نے غبطۃ الناظر میں اور علامہ ظہیر الدینؒ نے الفتح المبین وغیرہ میں اس بات کا ذکر کیا ہے۔

لیکن مؤخر الذکر دونوں بزرگوں سے بیعت وتربیت باطنی کا حصول بہت مستبعد ہے،اس لئے کہ حضرت ابوالوفاء العریضی کی سن وفات ۴۷۰ھ ہے، جب کہ حضرت شیخؒ کا یہ سن ولادت ہے۔

جہاں تک ان کے والد ماجد سے نسبت کا معاملہ ہے تو تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ وہ شیخ کی کم سنی ہی میں انتقال کر گئے تھے، صغر سنی میں القاء نسبت باطنی، اور فیضان روحانی تو ممکن ہے، مگر باقاعدہ بیعت اور تربیت روحانی متصور نہیں ہے، بیعت کے لئے بلوغ نہیں شعور وتمیز کی عمر درکار ہے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی اس نسبت آبائی کو مستبعد قرار دیا ہے (الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، مجموعۂ رسائل امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ج۶ ص ۲۳۲ مرتبہ مفتی عطاء الرحمن قاسمی)

حضرت شاہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ نے اپنے شجرۂ روحانی کے بارے میں غنیۃ الطالبین ،فتوح الغیب اور مجالس ستین میں جو کچھ لکھا ہے وہی معتبر ہے، باقی بعد میں تیار کئے جانے والے شجرے مستند نہیں ہیں، حضرت شاہ صاحبؒ حضرت قاضی مخرمیؒ کو حضرت شیخ کا پیر تسلیم کرتے ہیں، حضرت شاہ صاحب کی گفتگو سے اشارہ ملتا ہے کہ خود حضرت شیخ جیلانیؒ نے اپنی کتابوں میں اپنے والد کے سلسلہ کا ذکر نہیں کیا ہے (الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، مجموعۂ رسائل امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ج۶ ص ۲۳۱)

اسی لئے حضرت مولانا جامیؒ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے بھی آپ کے شیوخ طریق میں آپ کے والد ماجد کا ذکر نہیں کیا ہے، بلکہ شیخ مخرمیؒ کا ذکر کیا ہے، اور والد کے تعلق سے صراحت کی ہے کہ وہ شیخ کے بچپن ہی میں انتقال کر گئے تھے (دیکھئے نفحات الانس للجامیؒ مترجم ص ۷۵۵ تا ۷۵۸ ☆ اخبار الاخیار ص ۳۳ تا ۵۵ مؤلفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، ترجمہ: مولانا

سبحان محمود و مولانا محمد فاضل، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، ۲۰۰۴ء)

لیکن سیرت پیر مجیب کے مؤلف محترم مولانا ہلال احمد قادریؒ نے حضرت مولانا شاہ امان اللہ قادری پھلوارویؒ کی تحقیق کے مطابق بعض خاندانی شجرات (مثلاً: الکوکب الظاہر فی مناقب الغوث عبدالقادر، مؤلفہ سید ابوالہدیٰ آفندی رفاعی ☆جواہر السلوک مؤلفہ سید شاہ عبد اللطیف معروف بہ سید شاہ محی الدین قادری نقوی ویلوری ☆اور مقامات دستگیری مؤلفہ مولوی عبدالرحیم ضیا حیدرآبادی وغیرہ) کی بنیاد پر حضرت شیخ کی آبائی نسبت کا ذکر کیا ہے (سیرت پیر مجیب ص ۱۰۸ تا ۱۱۹)

اسی طرح مؤرخ لاہور جناب محمد دین کلیم قادری صاحب نے بھی اپنی کتاب تذکرۂ مشائخ قادریہ میں اس آبائی نسبت کا ذکر کیا ہے، بلکہ حیرت انگیز طور پر انہوں نے تاریخ بیعت وخلافت بھی -ماہ رجب ۴۸۸ھ- درج کر دی ہے (تذکرۂ مشائخ قادریہ ص ۵۵) یعنی گویا حضرت شیخؒ کے اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر تک ان کے والد صاحب باحیات تھے، تب تو یتیم ہونے والی مشہور روایت ہی غلط ٹھہرے گی۔

بہر حال فی الجملہ القاء نسبت اور اجراء فیض کا انکار نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف میں ایک نسبت آبائی بھی جاری ہے، جو وہاں حضرت محمد وارث رسول نما بنارسیؒ کے ذریعہ پہونچی ہے، جس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آرہی ہے۔

ریاضت ومجاہدہ

علم ظاہر و باطن کی تکمیل کے بعد قریب پچیس (۲۵) سال (بعض لوگوں نے چودہ (۱۴) سال لکھا ہے) تک آپ نے عراق کے صحراؤں اور جنگلوں میں سخت عبادت و ریاضت کی، بڑی تکلیفیں اٹھائیں، درختوں کے پتے اور چھالیں کھا کر زندگی بسر کی، فاقے کئے، یہاں تک کہ آپ کو "عبدالقادر دیوانہ" کہا جانے لگا تھا، ایک بار ایسی بے ہوشی ہوئی کہ لوگوں نے مردہ سمجھ لیا، اور تجہیز و تکفین کی تیاری بھی کرنے لگے ((سیر أعلام النبلاء ج ۲۰ ص ۴۴۴ المؤلف : شمس الدين أبوعبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (المتوفى : 748ھ* الطبقات الكبرىٰ للشعرانی ج ۱ ص ۱۲۶)

حضرت خضرؑ کے ساتھ ہم طعامی کا شرف بھی حاصل ہوا۔

بے نظیر خطابت اور بے مثال وجاہت

اسی اثنا قطب وقت حضرت یوسف ہمدانیؒ (م ۵۳۵ھ) بغداد تشریف لائے، اور ان سے ملنے کے لئے خلق خدا کا ہجوم ہوا، آپ بھی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے، اور اپنے جملہ مسائل ومشکلات حضرت کے سامنے پیش فرمائے، حضرت نے آپ کے ساتھ شفقت کا معاملہ فرمایا، اور کہا کہ آپ وعظ وخطابت شروع کریں، آپ نے عرض کیا کہ حضرت میں ایک عجمی شخص ہوں، میری کیا مجال کہ بغداد کے اہل علم اور اہل زبان کے سامنے لب کشائی کر سکوں، حضرت نے فرمایا کہ نہیں آپ نے بہت سے علوم حاصل کئے ہیں، آپ کرسی پر بیٹھ کر وعظ شروع کریں، میں آپ میں اس کی جڑ دیکھ رہا ہوں، جو ایک دن تناور درخت بنے گا (سیر أعلام النبلاء ج ۲۰ ص ۴۳۹ المؤلف: شمس الدين أبوعبد الله محمد بن أحمدبن عثمان بن قَايْماز الذهبي (المتوفى: 748ھ)

چنانچہ ۵۲۱ھ / ۱۱۲۷ء میں آپ نے اپنے استاذ اور شیخ حضرت ابوسعید مخرمیؒ کے مدرسہ (جو بغداد کے باب الازج پر واقع تھا) میں درس وتدریس اور وعظ وخطابت کا سلسلہ شروع کیا، پھر جلد ہی آپ کی شہرت ونیک نامی بغداد اور دور دراز تک پہونچ

گئی، لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوا کہ مدرسہ میں تل رکھنے کی جگہ نہیں ہوتی تھی، اللہ پاک نے ایسی وجاہت و قبولیت عطا فرمائی جو بڑے بڑے بادشاہوں کو نصیب نہیں ہوئی، شیخ موفق الدین ابن قدامہؒ صاحب المغنیؒ کہتے ہیں کہ: میں نے کسی شخص کی آپ سے بڑھ کر دین کی وجہ سے تعظیم ہوتے نہیں دیکھی، بادشاہ اور وزراء آپ کی مجالس میں نیاز مندانہ حاضر ہوتے اور ادب سے بیٹھ جاتے، علماء و فقہاء کا تو کچھ شمار نہ تھا، ایک ایک مجلس میں چار چار سو (۴۰۰) دواتیں ہوتی تھیں، جو آپ کے ارشادات قلمبند کرنے کے لئے لائی جاتی تھیں، شرکاء مجلس کی تعداد ستر ہزار تک بتائی جاتی ہے، آپ فرماتے تھے کہ شروع میں تو گھبراہٹ ہوئی، لیکن حضرت ہمدانیؒ کی پیشین گوئی پوری ہوئی (**سير أعلام النبلاء ج ۲۰ ص ۴۳۹ المؤلف: شمس الدين أبوعبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي (المتوفى : 748ھ)**

ایک بار آپ نے خود فرمایا کہ میرے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد پانچ ہزار (۵۰۰۰) ہے، اور توبہ کرنے والے ایک لاکھ سے متجاوز ہیں۔

اس عظمت و وجاہت اور وسعت علم کے باوجود آپ بے حد متواضع اور کریم تھے، مدرسہ میں آپ تیرہ (۱۳) علوم وفنون کی کتابیں پڑھاتے تھے، آپ کے علمی تبحر کا اعتراف علامہ جمال الدین ابن الجوزیؒ کو بھی تھا، (قلائد الجواہر ص ۳۸)

اسی مدرسہ کے ایک حصے میں آپ نے باقاعدہ خانقاہ بھی بنوائی تھی جہاں سیکڑوں طالبین ہر وقت موجود ہوتے تھے۔

مسلکاً آپ حنبلی تھے، لیکن فتویٰ مذہب شافعی اور مذہب حنبلی دونوں کے مطابق دیتے تھے۔

حضرت شیخؒ نے بغداد میں کل تہتر (۷۳) سال گذارے، اور عباسی خلفاء میں پانچ (۵) ان کی نظروں کے سامنے یکے بعد دیگرے مسند خلافت پر بیٹھے جس وقت وہ بغداد میں رونق افروز ہوئے اس وقت خلیفہ مستظہر باللہ ابو العباس (عہد حکومت ۴۸۷ھ تا ۵۱۲ ھ) کا دور تھا، اس کے بعد بالترتیب المسترشد (عہد حکومت ۵۱۲ھ تا ۵۲۹ھ)، الراشد (عہد حکومت ۵۲۹ھ تا ۵۳۰ھ)، المقتفی لامر اللہ (عہد حکومت ۵۳۰ھ تا ۵۵۵ھ)، اور المستنجد باللہ (عہد حکومت ۵۵۵ھ تا ۵۶۶ھ) تخت سلطنت پر متمکن ہوئے۔

شیخ نے ایک دن بر سر منبر جب کہ مجلس میں دو سو (۲۰۰) کے قریب اولیاء اللہ موجود تھے، یہ اعلان فرمایا کہ "میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے"، شیخ علی ہیبتیؒ نے اٹھ کر عملاً اس بات کی تائید کی، اور دیگر حضرات نے بھی سر تسلیم خم کیا، داراشکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں ان تمام مشائخ اور اولیاء اللہ کے اسماء گرامی بھی نقل کئے ہیں، جو اس مجلس میں موجود تھے (دیکھئے: سفینۃ الاولیاء فارسی ص ۶۱ تا ۹۱ مؤلفہ داراشکوہ)

شیخ کا جسم نحیف، قد متوسط، رنگ گندمی، آواز بلند، سینہ کشادہ، ڈاڑھی لمبی چوڑی، چہرہ خوبصورت، سر بڑا اور بھنوئیں ملی ہوئی تھیں۔

ازواج واولاد

شیخ نے مختلف اوقات میں چار (۴) شادیاں کیں، ازدواجی زندگی کا آغاز ۳۵ برس کی عمر میں کیا، اس لئے کہ آپ کے بڑے صاحبزادے شیخ عبد اللہؒ کی ولادت ۵۰۸ھ کی ہے (قلائد الجواہر ص ۴۴) ظاہر ہے کہ اس سے ایک دو سال قبل شادی ہوئی ہو گی

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تاریخ اسلام کی جلیل القدر ہستیوں میں سے ایک ہیں آپ کی ذات سے ملت اسلامیہ کو جو نفع عظیم پہونچاوہ تاریخ کا روشن باب ہے، وہ اپنے دور میں سب سے زیادہ شریعت اسلامیہ پر عمل کرنے والے اوردعوت وتبلیغ اوراتباع سنت کے علمبر دار تھے۔ آپ کی علمی وروحانی مجالس میں اتنااثر تھاکہ بے شمارلوگوں کی زندگیاں بدل گئیں،لاکھوں لوگوں کوتوفیق توبہ نصیب ہوئی،اورہزاروں غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوگئے، روحانی طاقت،اخلاقی سربلندی اور علمی

چاروں ازواج کے نام یہ ہیں:

☆سیدہ بی بی مدینہ بنت سید میر محمد ☆سیدہ بی بی صادقہ بنت سید محمد شفیع ☆سیدہ بی بی مومنہ ☆سیدہ بی بی صادقہ۔

شیخ کی چار (۴) ازواج سے انچاس (۴۹) اولاد پیدا ہوئی، جن میں ستائیس (۲۷) لڑکے اور ۲۲ لڑکیاں تھیں، ان میں صرف چودہ (۱۴) لڑکے زندہ رہے، باقی سب (یعنی چودہ بیٹے اوراکیس بیٹیاں) آپ کی حیات ہی میں انتقال کرگئے (قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر للشیخ محمد بن یحیٰ التادفی الحنبلی الحلبی (م ۹۶۳ھ) ص ۴۲ ☆الوافي بالوفيات ج ٦ ص ٢٠٩ المؤلف:صلاح الدين خليل بن أيبك الصفدي (المتوفى : 764ھ)

حضرت شیخ کا انتقال نواسی (۸۹) یانوے سال کی عمر میں ہفتہ کی شب ۱۱ / ربیع الثانی ۵۶۱ھ مطابق ۱۳ / فروری ۱۱۶۶ء کو ہوا، بعض نے ۸، ۹، ۱۳، اور ۱۷ بھی لکھاہے، تدفین آپ کے مدرسے کے احاطہ میں ہوئی،وہ مدرسہ آج بھی مدرسۂ قادریہ کے نام سے معروف ہے۔

آپ نے طالبینِ حق کے لیے اپنے صاحبزادگان، نامور خلفاء کے علاوہ بہت سی گرانقدر کتابیں بھی یادگار چھوڑیں، ان میں سے کچھ کے نام درج ذیل ہیں:

☆غنیۃ الطالبین ☆الفتح الربانی والفیض الرحمانی ☆ملفوظات ☆فتوح الغیب ☆جلاء الخاطر من کلام الشیخ عبدالقادر ☆ورد الشیخ عبد القادر الجیلانی ☆بہجۃ الاسرار ☆الحدیقۃ المصطفویہ ☆الرسالۃ الغوثیۃ ☆آداب السلوک و التوصل الیٰ منازلِ السلوک ☆ جغرافیۃ الباز الاشہب ☆حزب الرجاء والانتہاء ☆معراج لطیف المعانی ☆یواقیت الحکم ☆ المواہب الرحمانیۃ ☆وصایا الشیخ عبدالقادر ☆ سرالاسرار فی التصوف ☆رسائل الشیخ عبدالقادر ☆دیوان الشیخ عبدالقادر (فارسی) ☆الفیوضات الربانیۃ ☆تنبیہ الغبی الیٰ رویۃ النبی ☆الرد علی الرافضۃ ☆حزب عبدالقادر الکیلانی ☆مسک الختام (تفسیر القرآن) وغیرہ۔

آپ کے حالات وخدمات اور تعلیمات پر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں، ڈاکٹر عبدالرزاق الکیلانی نے اکہتر (۷۱) مشہور کتابوں کی فہرست پیش کی ہے (الشیخ عبدالقادر الجیلانی-عربی-ص ۳۱۶ مؤلفہ ڈاکٹر عبدالرزاق الکیلانی ☆نفحات الانس للجامیؒ ص ۵۵۷ تا ۵۸۷ ☆ خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۱۵۵ تا ۱۶۷ مؤلفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ ☆ تاریخ دعوت وعزیمت ج ۱ ص ۱۹۷ تا ۲۲۴ مؤلفہ حضرت مولاناسید ابوالحسن علی ندویؒ، ناشر: مجلس نشریات اسلام کراچی، بحوالہ وفیات الاعیان، مرآۃ الجنان للیافعی، البدایۃ والنہایۃ لابن کثیرؒ، الطبقات الکبریٰ للشعرانیؒ، طبقات الحنابلۃ لابن رجب، البدایۃ والنہایہ للبستانیؒ)

اثر و نفوذ کے ذریعہ آپ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے، کہ آپ کے عہد میں ان کی نظیر ملنا مشکل ہے بلکہ آپ کے بعد بھی تاریخ انسانی میں اتنی ہمہ جہت اور جامع شخصیت کم ہی پیدا ہوئی۔

سلسلۂ قادریہ کا مزاج اور خصوصیات

آپ نے جس طریق اصلاح و تجدید کی بنیاد رکھی، اور روحانی مشرب و مسلک کو اختیار کیا، وہی سلسلہ آپ کے بعد سلسلۂ قادریہ کے نام سے مشہور ہوا، گو کہ اس کا سر رشتہ بھی پچھلے اکابر (مثلاً: شیخ شبلیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، شیخ سری سقطیؒ، اور حضرت معروف کرخیؒ جیسے اکابر یا ان کے آبائی سلسلہ) سے پیوست ہے، لیکن آپ کی خدمات کے گہرے نقوش نے اس کو قادریہ کے نام سے ممتاز کیا، اور آپ کے ذریعہ یہ سلسلہ پورے عالم میں پھیل گیا، بڑے بڑے اکابر و اعیان نے اس سے وابستگی کو اپنے لئے باعث فخر و شرف سمجھا، اس کے متبعین خطۂ عرب کے علاوہ ہندوپاک، بنگلہ دیش، ترکی، بلقان اور مشرقی و مغربی افریقہ ہر جگہ بڑی تعداد میں موجود ہیں، مقبولیت و شہرت اور تاثیر کے لحاظ سے یہ دنیا کے چند بڑے سلاسل تصوف میں سے ایک ہے۔

اس سلسلہ کا خلاصہ اتباع سنت، اور نفاذ شریعت ہے، علامہ شعرانیؒ لکھتے ہیں کہ:

"طریقتہ التوحید وصفاً وحکماً وحالاً، وتحقیقہ الشرع ظاہراً و باطناً[11]

اس طریق کی بنیاد سات چیزوں پر ہے: ۱-مجاہدہ ۲-توکل ۳- حسن خلق، ۴-شکر، ۵-صبر، ۶- رضا، ۷-اور صدق[12]۔

اسی طرح اس طریق کے حاملین اپنے حالات و واردات اور جذبات و مکشوفات پر قابو رکھتے ہیں، اور ان کے اظہار سے حتی الامکان گریز کرتے ہیں، جذب یا مغلوب الحالی اس سلسلہ کے مذاق کے خلاف ہے[13]، سلسلۂ قادریہ بنیادی طور پر سماع اور حال و قال جیسے اعمال و اشغال سے بھی خالی ہے، خود حضرت

---حواشی---

11 -الطبقات الکبریٰ للشعرانی ج ۱ص ۱۲۹

12 - آپ کی تصنیفات و تعلیمات سے ماخوذ مثلاً: فتوح الغیب، مقالہ ۷۵، الفتح الربانی مجلس ۲۵، الغنیۃ ج ۲ ص ۱۸۲،

شیخ جیلانیؒ نے اپنی کتاب "غنیۃ الطالبین" میں مریدین کو ہدایت فرمائی ہے کہ مریدین سماع کا اہتمام نہ کریں

اور نہ اس کو معمول بنائیں، لیکن اگر اتفاقاً ایسی نوبت آجائے تو حرج نہیں، پھر ادب سے دل کو خدا کی طرف متوجہ کر کے بیٹھ جائیں:

"علی المریدین ان لایتکلفواالسماع ولایستقبلوہ بالاختیار، فاذااتفق السماع ای بدون قصد فمن حق المستمع ان یقعد بشرط الادب ذاکراً لربہ بقلبہ ---[14]

یہ عارضی کیفیات واحوال ہیں جو سلسلہ کے بعض بزرگوں پر کبھی کسی وجہ سے طاری ہوتے ہیں، مگر یہ اصل طریق کا حصہ نہیں ہیں[15]۔

---

13 -سلسلۂ قادریہ کی مشہور خانقاہ "خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف" کے ممتاز بزرگ اور بانی خانقاہ تاج العارفین حضرت پیر مجیبؒ (۱۰۹۸ھ / ۱۶۸۷ء تا ۱۱۹۱ھ / ۱۷۷۷ء) کے صاحبزادے حضرت شاہ نعمت اللہ قادریؒ (م ۱۲۴۷ھ / ۱۸۳۱ء) مقامات ومکاشفات کے بیان کرنے سے روکتے تھے، اور فرماتے تھے کہ یہ چیزیں ظاہر کرنے کی نہیں ہیں، اصل چیز ریاضت ومحنت ہے، ورنہ حالات وکیفیات تو اولیاء اللہ کی نگاہوں کی برکت سے جانوروں میں بھی پیدا ہو جاتی ہیں، بلکہ پیڑوں اور پتھروں میں بھی ان کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے، چنانچہ حضرت نجم الدین کبریٰؒ کے کتے، سید اشرف جہانگیرؒ کی بلی، اور میر ابوالعلیٰؒ کے سرمست ہاتھی کے واقعات مشہور ہیں،---اور جو چاہے جاکر راجگیر کی پہاڑیوں میں مخدوم الملک شرف الدین بہاریؒ کی چلہ گاہ میں دیکھ لے کہ ہر پتھر ان کے اثر سے ایسا سرمست ہے کہ گویا کسی زندہ صاحب دل کے سامنے ہو، اس کے باوجود پتھروں، بلی اور کتے کو اس اثر کی بنا پر عارف نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ لذت عرفان انسانیت سے وابستہ ہے، اور انسانیت بغیر کسب وسلوک کے میسر نہیں ہوتی۔(بستان الاکرم ترجمہ تذکرۃ الکرام ص ۲۸۲ تا ۲۸۴ مؤلفہ حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحیوٰۃ قادری پھلورویؒ (۱۱۹۴ھ / ۱۷۸۰ء تا ۱۲۴۷ھ / ۱۸۳۱ء)، ترجمہ سید محمد اسد علی خورشید، ناشر دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ، ۲۰۰۸ء)

14 -غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۱۷۹

15 -"خانقاہ مجیبیہ کے بانی "حضرت پیر مجیبؒ سے جب آپ کے بعض احباب نے خانقاہ میں سماع جاری کرنے کی درخواست کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

"قادریہ رانہ انکاراست نہ ازیں کار، باز ملازمت امر غیر ضروری چہ ضرور---یعنی سلسلۂ قادریہ میں سماع سے نہ انکار ہے اور نہ اس کی ضرورت، پھر ایک امر غیر ضروری کی پابندی کیا ضروری ہے"

(بستان الاکرم ترجمہ تذکرۃ الکرام ص ۱۲۵ مؤلفہ حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحیوٰۃ قادری پھلورویؒ (۱۱۹۴ھ / ۱۷۸۰ء تا ۱۲۴۷ھ

۱۸۳۱ء)،ترجمہ سید محمد اسد علی خورشید،ناشر دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ،۲۰۰۸ء)

حضرت پیر مجیبؒ کے شیخ حضرت مولانا سید محمد وارث رسول نمابنارسیؒ (۱۰۸۷ھ / ۱۶۷۶ء تا ۱۱۶۶ھ / ۱۷۵۳ء) بھی سماع کے قائل نہ تھے، لیکن اس کو حرام وناجائز بھی نہیں سمجھتے تھے، حضرت رسول نمابنارسیؒ کا سلسلہ قادریہ قمیصیہ تھا،ان کے بعض احباب نے بھی خانقاہ میں سماع کی فرمائش کی تھی تو آپ نے حکمت سے لبریز جواب ارشاد فرمایا:

"سماع مروحۂ عشق است، آتش عشق را مشتعل وملتہب می گرداند آں راکہ حاجت بہ مروحہ نیست خود آتش عشق وے شعلہ انگیز است، وآہ جاں گدازی جہاں سوز حاجت بہ سمع ندارد"

ترجمہ: سماع عشق الٰہی کے لئے پنکھے کی طرح ہے جو عشق کی آگ کو مشتعل کرتا ہے جس شخص کو پنکھے کی حاجت نہیں ہے، اور اس کے عشق کی آگ خود ہی بھڑکی ہوئی ہے، اور اس کی آہ جاں گداز جہاں سوز ہے، اس کو سماع کی حاجت نہیں ہے" (نغمات الانس فی مجالس القدس ص ۱۰۳ تا ۱۰۶ مؤلفہ مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری پھلواروی، ناشر دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ، ۱۴۳۷ھ / ۲۰۱۶ء)

خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف میں بھی حضرت پیر مجیبؒ کے شروع دور میں سماع اور قوالی وغیرہ کا کوئی رواج نہیں تھا، اس لئے کہ آپ کی آبائی نسبت نیز بنارس والی نسبت قادریہ کی تھی، البتہ جب آپ کو نسبت چشتیہ کا فیضان حاصل ہوا، اور بعض منامات و الہامات کے ذریعہ سماع کی تلقین کی گئی تو آپ نے اپنے ہی دور میں سماع کو جاری فرمادیا تھا، تذکرۃ الکرام اور سیرت پیر مجیب وغیرہ میں اس کا ذکر موجود ہے کہ:

"ایک شب آپ عالم خواب یا عالم معاملات میں خواجۂ بزرگ خواجہ معین الحق والدینؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے، حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ مجلس سماع صوفیہ منعقد کرنا چاہئے، حضرت خواجہ بزرگ کے ساتھ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاءؒ بھی تشریف فرما تھے، اس ارشاد کے کچھ دنوں بعد پھر دونوں بزرگوں نے آپ کو مجلس سماع قائم کرنے کا حکم دیا، آپ نے اس بار بھی اس طرف کوئی توجہ نہیں دی، تیسری بار خواجۂ بزرگؒ نے آپ سے فرمایا، اگر آپ سماع نہیں سنتے اور مجلس صوفیہ نہیں کرتے، تو میرے سلسلے میں کسی کی بیعت بھی نہ لیجئے، اس حکم سے آپ کو سخت تردد ہوا کہ کیا کرنا چاہئے؟ طریقۂ عالیہ قادریہ میں سماع کی ضرورت نہیں ہے، اور حضرت خواجہؒ کا یہ ارشاد ہے، اسی تردد کے درمیان ایک شب بارگاہ نبویؐ سے بھی انعقاد سماع صوفیہ کی اجازت ملی، چنانچہ اسی دن سے گیارہویں اور بارہویں کی مجالس مقرر فرمائی گئیں اور ربیع الاول و ربیع الثانی اور بست و یکم رمضان شریف کے اعراس کے انعقاد کو لازم فرمایا گیا"

(بستان الاکرم ترجمہ تذکرۃ الکرام ص ۱۲۵ مؤلفہ حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحیوٰۃ قادری پھلوارویؒ (۱۱۹۴ھ / ۱۷۸۰ء تا ۱۲۴۷ھ / ۱۸۳۱ء)، ترجمہ سید محمد اسد علی خورشید، ناشر دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ، ۲۰۰۸ء ☆ سیرت پیر مجیبؒ ص ۲۸۶ مؤلفہ مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری پھلواروی، ناشر: دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ، ۱۴۳۴ھ / ۲۰۱۳ء طبع دوم)

ہندوستان میں سلسلۂ قادریہ کی آمد اور نفوذ

☆ہندوستان میں سلسلۂ قادریہ کے سب سے قدیم بلکہ اولین بزرگ حضرت سید نورالدین مبارک غزنویؒ (ولادت ۵۵۵ھ / ۱۱۶۰ء - وفات ۶۳۲ھ / ۱۲۳۵ء) ہیں[16]، وہ حضرت شیخ شہاب الدین

اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ خانقاہ مجیبیہ میں اس کے بعد سے آج تک اس ضمن میں جو کچھ نظر آرہا ہے وہ سلسلۂ چشت کا فیضان ہے، سلسلۂ قادریہ کا نہیں۔

16 - اسم گرامی نورالدین المبارک ہے، والد ماجد کا نام عبد اللہ شرف الحسینی الغزنوی ہے، غزنہ میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو ونما پائی، آپ کو بچپن میں پیدائش کے دوسرے ہی دن ایک بڑے بزرگ شیخ محمد اجل شیرازیؒ (جو مستجاب الدعوات اور بلند پایہ ولی تھے) سے فیض نعمت حاصل ہوا، پہلے اپنے ماموں شیخ عبد الواحد ابن شہاب احمد الغزنویؒ سے تعلیم حاصل کی، پھر بغداد کا سفر کیا اور وہاں حضرت شہاب عمر بن محمد السہروردیؒ صاحب "العوارف" کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ایک زمانہ تک صحبت میں رہ کر علوم ظاہرہ وباطنہ میں کمال پیدا کیا، پھر غزنہ واپس ہوئے اور حسن قبول اور شہرت تام حاصل کی، شہاب الدین غوری بھی آپ کا معتقد تھا، ہندوستان کی جنگوں میں اس نے دعائیں لیں، اور آپ کی برکت سے کامیابیاں حاصل کیں، آپ کو اس نے شیخ الاسلام کے منصب پر فائز کیا، اور "امیر دہلی" کا خطاب دیا، آپ اس منصب پر عرصہ تک فائز رہے، حکمراں طبقہ آپ کے ساتھ بے انتہا عقیدت رکھتا تھا، اور آپ کی ہدایات کو قبول کرتا تھا، قاضی شہاب الدین دولت آبادی (۷۶۱ھ تا ۸۴۸ھ) نے ہدایۃ السعداء میں لکھا ہے کہ سلطان شمس الدین التمش (م ۱۴/ شعبان المعظم ۶۳۳ھ مطابق ۲۹/ اپریل ۱۲۳۶ء) صدر مجلس کے مقام پر آپ کو بٹھاتا تھا، آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا تھا اور جنگوں میں آپ سے برکت حاصل کرتا تھا۔ فوائد الفواد (ملفوظات حضرت نظام الدین اولیاء) میں ہے کہ ایک روز شیخ نظام الدین ابو المؤیدؒ (۶۷۲ھ تا ۷۲۵ھ) کی بزرگی کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے حضرت نظام الدین اولیاءؒ (۶۳۱ھ تا ۷۲۵ھ) نے فرمایا کہ ایک دفعہ بارش نہ ہوئی، آپ کو لوگوں نے پکڑ لیا کہ دعائے باراں کیجئے، آپ منبر پر تشریف لائے اور بارش کے لئے دعا کی، پھر آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ اے اللہ اگر تو نے بارش نہ برسائی تو میں اس سے پہلے کسی بھی آبادی میں نہ جاؤں گا، یہ کہہ کر منبر سے نیچے اتر آئے، حق تعالیٰ نے بارش نازل فرمادی، اس کے بعد سید قطب الدین صاحب (بختیار کاکیؒ م ۱۴/ ربیع الاول ۶۳۳ھ مطابق ۳/ دسمبر ۱۲۳۵ء) کی آپ سے ملاقات ہوئی، سید صاحب نے آپ سے کہا کہ آپ کے بارے میں ہماری عقیدت بہت پختہ ہے، اور ہمیں معلوم ہے کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کو نیاز کامل حاصل ہے، لیکن آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ "اگر تو نے بارش نہ برسائی تو میں اس سے پہلے کسی بھی آبادی میں نہ جاؤں گا" حضرت شیخ نظامؒ نے جواب دیا کہ چونکہ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ بارش برسے گی، اس لئے میں نے کہہ دیا، سید صاحبؒ نے دریافت کیا کہ آپ کو یہ یقین کیسے حاصل ہو گیا؟ فرمایا کہ ایک دفعہ سلطان کے دربار میں نشست کے مسئلہ پر میرا اور سید نورالدین مبارک سے تھوڑی ان بن ہو گئی تھی، اس موقعہ پر میں نے ان کو کوئی ایسی بات کہہ دی، جس سے سید نورالدین کبیدہ خاطر ہو کر چلے گئے، اسی وقت مجھ سے دعائے بارش کے لئے کہا گیا، میں نے ان کے پاس جا کر کہا کہ آپ تو مجھ سے رنجیدہ خاطر ہیں، اگر آپ مجھ سے راضی ہو جائیں تو دعا کروں گا ورنہ نہیں کروں گا، ان کے خلوت خانہ سے آواز آئی کہ میں تم سے

سہروردی (م ۶۳۳ھ / ۱۲۳۶ء) کے خلیفہ تھے، اور حضرت سہروردیؒ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے خلیفہ تھے، حضرت سید نور الدینؒ ایک بڑے روحانی مقتدا اور دہلی کے شیخ الاسلام تھے، حضرت سلطان شمس الدین التمش (م ۱۴/ شعبان المعظم ۶۳۳ھ مطابق ۲۹/ اپریل ۱۲۳۶ء) کے زمانہ میں آپ کو "میر دہلی" کہا جاتا تھا۔ ان کا وصال سلطان شمس الدینؒ کے وصال سے ایک سال قبل ہوا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سلسلۂ قادریہ ساتویں صدی ہجری کے اوائل ہی میں حضرت پیران پیرؒ کے وصال کے پچاس (۵۰) سال بعد ہندوستان پہونچ گیا تھا۔

☆حضرت نور الدین مبارکؒ کے بعد ایک بڑا نام حضرت مخدوم عبد الرشید حقانیؒ (ولادت ۵۶۹ھ / ۱۱۷۴ء - وفات ۶۶۹ھ / ۱۲۷۱ء)[17] کا بھی ملتا ہے، بعض اہل علم نے ان کا ذکر کیا ہے، کہ ان

راضی ہوں، جاکر دعا کرو۔

آپ کی وفات پہلی شب محرم ۶۳۲ھ مطابق ۲/ اکتوبر ۱۲۳۴ء) کو ہوئی، اور پرانی دہلی میں حوض شمسی کے مشرقی جانب مدفون ہوئے۔ (اخبار الاخیار ص ۶۶ تا مؤلفہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ، ترجمہ مولانا سبحان محمود اور مولانا محمد فاضل صاحب، ناشر: مدینہ پبلشنگ کمپنی، الاعلام بمن فی الھندمن الاعلام ج ۱ ص ۱۱۶ مؤلفہ حضرت مولانا عبد الحی لکھنویؒ، ناشر: دار ابن حزم، ۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء)

17 - **سلطان العارفین حضرت مخدوم سیّد عبد الرشید حقانیؒ** آپ علوم ظاہری و باطنی سے مالا مال تھے، بیک وقت حافظ قرآن، قاری، مفسر، عالم، محدث، عارف، ولی اور غوث زماں تھے آپ کا شمار ان ہستیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے ساری زندگی اسلام کی سربلندی اور عشق مصطفٰی کی شمع روشن کرنے میں گزاری، آپ کا زمانہ اولیائے کرام کا زمانہ کہلاتا ہے۔ مشہور بزرگ شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی، شیخ فرید الدین گنج شکر، شاہ شمس تبریزی، لال شہباز قلندر، جلال الدین رومی اور جلال الدین سرخ بخاری، بو علی شاہ قلندر، پیر موسی نواب ؒ وغیرہ ان کے ہم عصر اولیاء تھے۔

آپ کا خاندانی تعلق ساداتِ بنی ہاشم سے تھا۔ آپ کے آباء و اجداد میں سے ایک بزرگ جو **سلطان شاہ حسین** کے نام سے موسوم تھے، رفقاء سلطان سبکتگین و محمود غزنوی میں شامل تھے، جنھیں ان بادشاہوں کے دربار میں ایک خصوصی مقام حاصل تھا، آپ سلطان محمود غزنوی کے تیسرے حملے کے وقت اس کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے،

سلطان محمود غزنوی نے جابجا اپنے قلعے اور چھاؤنیاں قائم کئے تو ایک قلعہ کوٹ کروڑ میں بھی قائم کیا۔ قلعہ کوٹ کروڑ کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ اس میں ایک کروڑ بار سورہ مزمل کی تلاوت کی گئی تھی اور اب یہ جگہ حضرت کی اولاد میں سے ایک معروف روحانی بزرگ **سید صدر الدین محمد یوسف** المعروف لعل عیسن کروڑ کے نام سے مشہور ہے۔ سلطان محمود غزنوی نے یہ قلعہ **سلطان شاہ حسین** کو نذرانۂ عقیدت کے طور پر پیش کیا اس علاقے میں ایک بڑی جاگیر آپ کے حوالے کی۔ آپ بڑے صاحب

کمال بزرگ تھے، غریبوں کی خدمت کرتے اور ظالم کے ساتھ سختی سے پیش آتے تھے، کروڑ کے علاقے میں آپ کے خاندان کو بڑی عزت و تکریم حاصل تھی۔

مخدوم عبدالرشید حقانی کے دادا کو تاریخ میں وہ امتیاز حاصل ہے جو پوری تاریخ میں شاید ہی کسی کو حاصل ہو کیونکہ آپ کے فرزند اکبر سے برصغیر پاک وہند میں سلسلۂ قادریہ کی بنیاد پڑی اور فرزند اصغر سے سلسلہ سہروردیہ کو دوام حاصل ہوا۔

آپ کی ولادت ۵۶۹ھ / ۱۱۷۴ء میں کوٹ کروڑ کے مقام پر (جس کا پرانا نام دیپال گڑھ تھا) میں ایک کامل بزرگ، ولی اللہ اور قاضی القضاء مخدوم سیّد وحید الدین احمد غوث اور سیّدہ جنت جیلانی (آپ بی بی شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی کی نسل سے تھیں) کے ہاں ہوئی۔ پیدائش کے وقت ہی سے بزرگی کے آثار نمایاں تھے۔ آپ کے والدین نے آپ کا نام "رشید الدین" رکھا۔

آپ نے خالص علمی و روحانی اور صوفیانہ ماحول میں آنکھیں کھولیں اور بہت کم عمری میں مروجہ علوم کے مراحل طے کر لئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد حضرت مخدوم سید وحید الدین احمد غوثؒ اور مولانا ناصر الدین بلخیؒ سے کوٹ کروڑ میں ہی حاصل کی، ۱۵ / سال کی عمر میں قرآن پاک کا حفظ مکمل کر لیا۔ بعد ازاں آپ نے ملتان کا رخ کیا جو اس وقت عالم اسلام کا ایک عظیم گڑھ بن چکا تھا، بعد ازاں مزید حصول علم کے لیے آپ اپنے سات خدمت گاروں کے ہمراہ ملتان سے مکہ، مدینہ، خراسان، بغداد، بخارا، ہمدان اور بلخ کا سفر کیا، مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اور مدینہ پاک میں روضہ رسول ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور پانچ سال تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے اور وہاں موجود جید علماء سے علم حاصل کیا پھر مختلف وفود کو حدیث وفقہ سے متعلق درس بھی دیتے رہے۔ پانچ سال مدینہ میں رہنے کے بعد آپ مکہ تشریف لے گئے اور حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد بیت المقدس کا رخ کیا اور وہاں انبیا کرام کے مزارات پر حاضری دی، وہاں کے بڑے بڑے علماء و مشائخ سے کسب فیض کیا، اور قبلہ اول میں کچھ عرصہ قیام کیا۔

بیت المقدس میں علماء و مشائخ کی صحبت میں رہنے کے بعد آپ جب ہمدان پہنچے تو آپ بے مثل عالم کی حیثیت حاصل کر چکے تھے۔ اس وقت ہمدان شریف کے اندر سیّد علی بن یوسف ہمدانی موجود تھے جن سے ملاقات کا آپ کو اشارہ ملا تھا۔ مخدوم عبدالرشید حقانی جب آپ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دور سے دیکھتے ہی فرمایا "اے سیدی! آپ نے اتنی دیر لگا دی، میں کئی دنوں سے آپ کا منتظر ہوں"۔ آپ نے ادب سے گردن جھکا لی اور شیخ کامل نے حلقہ ارادت میں شامل کر لیا۔ آپ تین سال تک بطور خلیفہ اپنے مرشد کامل کی خدمت میں رہے، پھر مرشد کے حکم پر ملتان سے جانب مشرق آکر قیام کیا۔ اور یہاں ۲۸ کلومیٹر کے فاصلے پر ابوالفتح مڑل سے قطعہ اراضی خرید کر جنگل و بیابان میں ایک مسجد اور دینی و اخلاقی درس گاہ کی بنیاد رکھی جسے برصغیر میں پہلی اقامتی درس گاہ ہونے کا اعزاز و شرف حاصل ہوا۔ (پہلے یہاں نرسنگ پسر ایسر دیو کا ستھان تھا) اس درس گاہ کا مقصد علمائے حق و مبلغین اسلام اور صوفیائے کرام کی ایک ایسی جماعت تیار کرنا تھا جو لوگوں کی اخلاقی و نظریاتی روحانی و دینی تربیت دینے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہو، یہ درس گاہ جلد ہی اقامتی یونیورسٹی کی حیثیت اختیار کر گئی۔ اس میں علوم دنیاوی کے ساتھ ساتھ علوم دینی فلسفہ و منطق معقولات و منقولات کا علم بھی سکھایا اور پڑھایا جاتا تھا۔ نہایت قلیل عرصہ میں مخدوم حقانی کے علم و رشد اور فقر و لایت کا چرچا چہار دانگ عالم میں پھیل گیا۔ اکناف عالم سے سعید روحیں کھچ کھچا کر یہاں جمع ہونے لگیں حتیٰ کہ قال اللہ و قال الرسول سے ملتان کے درو

کے ذریعہ بر صغیر میں سلسلۂ قادریہ کی بڑی اشاعت ہوئی ان کا مزار ملتان (پاکستان) کے قریب آپ کے نام سے منسوب قصبہ "مخدوم رشید" میں مرجع خلائق ہے، اس قصبے کا پرانا نام "ماڑی پور" تھا[18]۔

ہندوستان میں حضرت پیران پیرؒ کے خاندانی مشائخ کی آمد

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے صاحبزادگان یا پوتے پڑپوتوں میں سے کسی بھی فرد کا ہندوستان آنا ثابت نہیں ہے، البتہ آپ کے خاندانی مشائخ کی آمد کا سلسلہ ہندوستان میں نویں صدی ہجری سے شروع ہوا، جیسا کہ مشہور قادری بزرگ حضرت سید نعمت اللہ ولی قادری (م ۸۳۴ھ / ۱۴۳۱ء) کا تذکرہ ملتا ہے، وہ بڑے صاحب کشف و کرامت اور سلسلۂ قادریہ میں بلند درجہ کے حامل تھے، ان کے ورود ہند کی قطعی تاریخ تو معلوم نہیں ہے، لیکن صاحب تاریخ فرشتہ نے ان کی وفات ۸۳۴ھ / ۱۴۳۱ء

دیوار گونجنے لگے۔ آپ کی مجلس میں علماء و مشائخ جمع ہوتے تھے۔ ایک بار ایسا ہوا آپ کی مجلس میں علماء و مشائخ کی ایک جماعت بحث و مناظرہ میں سرگرم تھی حتیٰ کہ سہ پہر گزر گئی کہیں شام کو جا کر اجلاس برخاست ہوا۔ یہ معمول بلا تاخیر روزانہ جاری رہتا تھا۔ یہاں سے فارغ التحصیل علماو فضلاء نے اکناف عالم میں پھیل کر تبلیغ اسلام اور اشاعتِ دین کا لازوال کارنامہ انجام دیا۔ آپ کی تعلیمات کا عکس آج بھی ان علاقوں کی تہذیبی و ثقافتی زندگی میں نمایاں دکھائی دیتا ہے۔

عمر کے آخری حصے میں گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی اور ہمہ وقت یاد الٰہی میں مصروف رہتے اور مریدین سے بھی صرف خاص اوقات میں ملاقات فرماتے، ایک دن آپ اپنے حجرے میں یاد الٰہی میں مصروف تھے، کہ ایک نورانی چہرے والے بزرگ ہاتھ میں ایک پھول لیے آپ کے حجرے کے باہر تشریف لائے اور حجرے کے باہر آپ کے پوتے مخدوم سلطان ایوب قتالؒ سے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ پھول حضرت کی خدمت میں پیش کر دو، مخدوم سلطان ایوب قتالؒ پہلے تو ہچکچائے اور اس کے بعد وہ پھول لے کر اپنے دادا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا سنایا۔ مخدوم حقانیؒ نے اس پھول کو سونگھا اور اشارہ سمجھ گئے کہ پروردگار کا بلاوا آگیا ہے۔ آپ نے دو رکعت نفل پڑھی اور آخری سجدے میں ۶۶۹ھ / ۱۲۷۱ء میں اپنی جان جان آفرین کے حوالے کر دی، آپ کے نام سے منسوب قصبہ مخدوم رشید میں قائم کردہ مدرسہ سے ملحقہ اپنے حجرے میں تدفین عمل میں آئی (حضرت مخدوم عبد الرشید حقانیؒ جلد اول، حقانی اکیڈمی، مخدوم رشید ملتان۔☆ سوانح سلطان العارفین، غوث زماں حضرت مخدوم عبد الرشید حقانیؒ ،انٹرنیٹ ویکی پیڈیا سے ماخوذ)

18 - انٹرنیٹ ویکی پیڈیا سے ماخوذ: بحوالہ حضرت مخدوم عبد الرشید حقانیؒ جلد اول، حقانی اکیڈمی، مخدوم رشید ملتان۔☆ سوانح سلطان العارفین، غوث زماں حضرت مخدوم عبد الرشید حقانی۔

درج کی ہے[19]،اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نویں صدی ہجری کے آغاز یا آٹھویں صدی ہجری کے اواخر میں تشریف لائے ہونگے۔

☆صاحب خزینۃ الاصفیاء نے حضرت شیخ سید اسماعیل بن سید ابدال گیلانیؒ(م ۹۹۴ھ / ۱۵۸۶ء مزار قلعہ رتھوڑ) کے حالات کے ضمن میں صاحب اخبارالاخیار کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

"سب سے پہلے سید اسماعیلؒ کے بزرگ ہندوستان تشریف لائے،ان سے پہلے حضرت غوث کی اولاد میں سے کسی نے ہندوستان کی جانب رخ نہیں کیا تھا، اگر کیا بھی تھا تو قیام نہیں کیا تھا، آپ کی ذات بابرکات سے ایک خلق کثیر نے علم وہدایت سے حصۂ وافر حاصل کیا"[20]

☆حضرت سید عطاء اللہ گیلانی بغدادیؒ ۸۴۰ھ / ۱۴۳۶ء میں بغداد سے بہار شریف تشریف لائے تھے،سلسلۂ چشتیہ کا خرقہ انہوں نے حضرت نور قطب عالم پنڈویؒ سے حاصل کیا تھا،ان کا نسبی سلسلہ بھی یہاں قائم ہوا اور سلسلۂ طریقت بھی جاری ہوا،وفات ۸۶۰ھ / ۱۴۵۶ء میں ہوئی،مزار مبارک بہار شریف میں ودیاندی کے کنارے ہے[21]۔

☆صوبہ بہار کے دوسرے قادری النسب بزرگ حضرت سیدنا امیر محمد قادری بغدادیؒ ہیں،جو امجھر شریف ضلع اورنگ آباد(بہار) میں اقامت پذیر ہوئے،ان کے ورود ہند کی تاریخ حسب روایت خاندانی ۸۴۶ھ / ۱۴۴۲ء ہے،وفات ۹۴۰ھ / ۱۵۳۳ء میں ہوئی،ان کا خاندان صوبۂ بہار میں مشہور و معروف ہے،اور سلسلۂ طریقت بھی جاری ہے[22]۔

☆اسی طرح مشہور قادری بزرگ حضرت سید محمد غوث قادری حلبی گیلانیؒ(م ۹۳۳ھ / ۱۵۲۷ء)۸۸۷ھ / ۱۴۸۲ء میں ہندوستان تشریف لائے،اوراچ(موجودہ پاکستان) کے مقام پر قیام

---- حواشی---

19 ۔خزینۃ الاصفیاء ج ا ص ۱۸۸،۱۸۹ مؤلفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ۔

20 ۔خزینۃ الاصفیاء ج ا ص ۲۰۹ مؤلفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ۔

21 ۔سیرت پیر مجیبؒ ص ۱۰۴،۱۰۵ مؤلفہ مولانا ہلال احمد قادری

22 ۔سیرت پیر مجیبؒ ص ۱۰۵ مؤلفہ مولانا ہلال احمد قادری

فرمایا، اور سلسلۂ قادریہ میں کافی شہرت پائی[23]۔

☆حضرت سید تاج الدین محمود قادریؒ تقریباً ۸۹۹ھ / ۱۴۹۴ء میں بنگال تشریف لائے، جو ساتویں پشت میں حضرت غوث اعظمؒ کے پوتے ہیں، انہوں نے یہاں سلسلۂ قادریہ جاری کیا پھر کچھ عرصہ بعد بغداد واپس ہوگئے اور یہاں تزکیہ وارشاد کی خدمت اپنے صاحبزادے حضرت سید ابوالحیات قادریؒ کے سپرد کر گئے، سید ابوالحیات اوران کے قابل فخر فرزند حضرت سید قمیص اعظم قادریؒ (م ۹۹۲ھ / ۱۵۸۴ء) سے ہندوستان میں سلسلۂ قادریہ کو بہت فروغ ملا، خاص طور پر بنگال، بہار، پنجاب، یوپی اور سندھ میں ان کی نسل اور سلسلۂ طریق دونوں کی بڑی اشاعت ہوئی، یہ سلسلہ قادریہ قمیصیہ کہلاتا ہے، جس میں غوث اعظمؒ کی آبائی نسبت (سید ابوصالح موسیٰ جنگی دوستؒ) کو ترجیح حاصل ہے، اس سلسلہ کی اشاعت پنجاب میں حضرت قمیصؒ کی اولادواحفاد سے، یوپی میں حضرت مولاناسیدوارث رسول نمابنارسیؒ سے اور بہار میں خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کے ذریعہ ہوئی[24]۔

☆اس موقعہ پر اسی دور کے خانوادۂ قادری کے مشہور ومعروف بزرگ حضرت سید بہاء الدین گیلانیؒ المعروف بہاول شیر قلندر (م ۹۷۳ھ / ۱۵۶۶ء) کا ذکر بھی بطور خاص کیا جانا چاہئے جو بغداد سے

---حواشی---

23 - مشاہیر واکابر سادات حسنی سے ہیں، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے نسبت آبائی رکھتے ہیں، عبادت وریاضت اور زہد وتقویٰ میں یکتائے روزگار تھے، والد ماجد کا نام سید شمس الدین بن سید شاہ میر بغدادی گیلانیؒ ہے، حلب میں پیدا ہوئے، تعلیم وتربیت والد ماجد سے حاصل کی، پھر مختلف ممالک کی سیر وسیاحت کرتے ہوئے کچھ دن لاہور میں قیام فرمایا، پھر حلب واپس ہوئے اور والد ماجد سے اقلیم ہند میں کسی جگہ سکونت اختیار کرنے کی اجازت طلب کی، والد صاحب کی وفات کے بعد خراسان اور ملتان ہوتے ہوئے ۸۷۰ھ میں اوچ کے مقام پر سکونت اختیار کی، اس وقت شاہ حسین لنگاہی (م ۹۰۸ھ) ملتان وسندھ کا حاکم تھا اور سلطان سکندر لودھی (م ۹۲۳ھ) بادشاہ ہند تھا، یہ دونوں آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے، آپ کے وجود مسعود سے سلسلۂ قادریہ ہندوستان میں پھیلا، آپ شاعر بھی تھے، قادری تخلص کرتے تھے، حاکم ملتان شاہ حسین لنگاہی نے خواب میں حضرت غوث پاک کے اشارہ پر اپنی دختر کا نکاح آپ سے کردیا، مگر اس سے کوئی اولاد نہ ہوئی، کچھ عرصہ کے بعد ممتاز بزرگ سید ابوالفتح حسینیؒ کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح ہوا جن سے چار لڑکے پیدا ہوئے، حضرت سید محمد غوث کی وفات ۹۲۳ھ میں ہوئی، مزار مبارک اوچ میں زیارت گاہ خلائق ہے (خزینۃ الاصفیاء ج اص ۱۸۹ تا ۱۹۱ مؤلفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ)

24 - سیرت پیر مجیبؒ ص ۱۰۵ تا ۱۰۷ مؤلفہ مولانا شاہ ہلال احمد قادری پھلواروی۔

آکر ہندوستان کے شہر بدایون (یوپی) میں آباد ہوگئے تھے، کہاجاتا ہے کہ مشائخ قادریہ میں ان سے زیادہ لمبی عمر کسی نے نہیں پائی، مشہور ہے کہ کم وبیش دوسو(۲۰۰) سال کی عمر پائی، روایت ہے کہ ایک سو(۱۰۰) برس کی عمر میں آپ کوڈاڑھی نکلی تھی، تین مرتبہ بارہ بارہ (۱۲)سال کی خلوت میں بیٹھے تھے، ایک دفعہ حالت استغراق وجذب وسکر میں اتنا طویل عرصہ ایک غار میں بیٹھے کہ جس پتھر کے ساتھ پشت تکیہ گاہ تھی جب وہاں سے اٹھے تو پشت کا کچھ چمڑا اس پتھر کے ساتھ لگا رہ گیا، یہ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کا عہد تھا[25]۔

سلسلۂ قادریہ رزاقیہ

تعارف، مزاج ومذاق اور خصوصیات

سلسلۂ قادریہ ہی کی ایک شاخ سلسلۂ قادریہ رزاقیہ ہے جو حضرت سید شاہ عبد الرزاق بے کمر

---- حواشی ----

25 ۔اسم گرامی "بہاء الدین" اور لقب "بہاول شیر" ہے، والد کا نام سید محمود بن سید علاء الدین تھا، سلسلۂ نسب حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی تک پہونچتا ہے، بغداد میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ماجد اور پھوپھی نقل مکان کر کے ہندوستان آکر شہر بدایون میں سکونت پذیر ہوئے، تعلیم وتربیت اپنے والد بزرگوار سے پائی، والد کی وفات کے بعد پھوپھی نے جو اپنے وقت کی زاہدہ وعابدہ خاتون تھیں سایۂ عاطفت میں لے لیا، علم وفضل، زہد وتقویٰ، عبادت ومجاہدہ اور خوارق وکرامات میں مشائخ قادریہ میں درجۂ بلند رکھتے تھے، جذب وسکر اور ذوق وشوق کا طبیعت پر غلبہ تھا، آپ نے بڑی لمبی عمر پائی، آپ کی ایک کرامت یہ نقل کی جاتی ہے کہ ایک دفعہ آپ خلوت سے اٹھ کر اس مقام پر آبیٹھے جہاں اب قصبہ حجرہ آباد ہے، اس وقت یہاں دریا بہتا تھا، دریا کے کنارے آپ نے ایک جھونپڑی بنائی اور عبادت میں مصروف ہوگئے، زمینداران قوم دھول جن کی ملکیت میں وہ زمین تھی، نے آپ کو وہاں سے اٹھ جانے کے لئے کہا، حضرت نے وہاں سے کچھ دور جا کر قیام کر لیا، وہاں بھی یہی معاملہ پیش آیا، حضرت کو جلال آگیا، اور دریا کو حکم دیا کہ یہاں سے ہٹ جائے اور ہمارے رہنے کے لئے جگہ خالی کردے، دریا اسی وقت وہاں سے دور چلا گیا، اور درمیان میں ایک بلند ٹیلہ نمودار ہوا، جس پر آپ نے قیام فرمایا، زمینداروں نے یہ منظر دیکھا تو معافی مانگی اور حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوگئے، ۱۸/ شوال المکرم ۹۷۳ھ مطابق ۱۷/ مئی ۱۵۶۶ء کو بعہد جلال الدین محمد اکبر وفات پائی اور کم وبیش دوسو سال کی عمر پائی (خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۱۹۸، ۱۹۹ مؤلفہ مفتی غلام سرور لاہوری)

بانسویؒ (ولادت ۱۰۴۴ھ یا ۱۰۴۶ھ یا ۱۰۴۸ھ / ۱۶۳۴ء یا ۱۶۳۶ء یا ۱۶۳۸ء۔ وفات ۵ / شوال المکرم ۱۱۳۶ھ مطابق ۶ / جولائی ۱۷۲۴ء) مقام بانسہ شریف ضلع بارہ بنکی یوپی)[26] کی طرف منسوب ہے۔

۔۔۔۔ حواشی ۔۔۔

26۔ حضرت سید شاہ عبد الرزاق بے کمر بانسویؒ سلسلۂ قادریہ کے اکابر مشائخ میں گذرے ہیں، حسینی سادات سے ہیں، پچیس (۲۵) واسطوں سے آپ کا نسب حضرت امام محمد باقرؓ تک پہونچتا ہے، آپ کے مورث اعلیٰ سید معین الدین اولاد سید امیر کلال جو سلسلۂ نقشبندیہ کے پیر تھے، بدخشاں سے خلجی دور حکومت میں وارد ہوئے تھے، سلطان دہلی نہایت اعزاز سے پیش آیا اور مبارز خاں کے خطاب سے نوازا، اور ایک بغاوت کو فرو کرنے کے انعام میں ان کے صاحبزادہ سید معزالدین کو سلطان نے سورجپور بہریلہ کی ریاست بطور انعام دے دی، جو چار پانچ پشتوں تک اس خاندان میں باقی رہی، بعد میں مغلوب خاندان کے ایک شخص نے تقرب سلطانی کے ذریعہ اس ریاست کو دوبارہ حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کرلی، اور آپ کے پورے خاندان کو شہید کر دیا، صرف دو مستورات اپنے میکے گئی ہوئی تھیں وہ بچ گئیں، اور وہ حاملہ تھیں، ان میں ایک آپ کی دادی تھیں، ان سے آپ کے والد سید عبد الرحیم پیدا ہوئے، اور اس طرح یہ خاندان مٹنے سے بچ گیا، کچھ تھوڑی بہت زمینداری بھی رہ گئی۔

آپ اپنے والد کے تیسرے فرزند ہیں، ولادت عہد شاہجہانی ۱۰۴۸ھ مطابق ۱۶۳۸ء میں (تقریباً۔ عمر کے بارے میں اختلافات کے پیش نظر) موضع رسول پور متصل موضع محمود آباد (مضافات قصبہ دریاباد ضلع بارہ بنکی) میں ہوئی، والدین کی وفات کے بعد اپنے ننیہال بانسہ شریف میں بود وباش اختیار کی، جہاں ترکہ میں کچھ زمینداری ان کی والدہ کے حصے میں آئی تھی، آپ کے چھوٹے بھائی سید محمد یسین اپنے ددیہال رسول پور ہی میں رہے، جہاں ان کے والد کی زمینداری تھی، آپ کے بھائی سید ابوتراب بھی بانسہ ہی منتقل ہو گئے، آپ کا گھرانہ کوئی علمی یا روحانی گھرانہ نہیں تھا، اور نہ آپ کے آباء واجداد میں کسی کو روحانیت سے کوئی رابطہ تھا، زمیندارانہ ماحول تھا، علاقے کے بڑے زمینداروں اور کبھی سرکاری اہلکاروں سے آویزشیں بھی رہا کرتی تھیں، ظاہر ہے کہ اس ماحول میں بچوں کی تعلیم وتربیت کی طرف دھیان دینا بہت مشکل امر تھا، اسی لئے آپ کے پوتے شاہ غلام حسن رزاقی رودولویؒ کا بیان ہے کہ:

"حضرت سید صاحب نے قرآن شریف سورۂ الہاکم التکاثر (پارۂ عم) تک بس پڑھا تھا"

الغرض اسی دنیاوی ماحول میں آپ نے ناظرہ قرآن کریم تک ابتدائی تعلیم گاؤں رسول پور کے مقامی مکتب میں حاصل کی، بقیہ تعلیم کے لئے "ردولی شریف" (ضلع بارہ بنکی۔ رسول پور سے چودہ (۱۴) کوس کی دوری پر واقع ہے) کا سفر کیا، جو آپ کی معتبر سوانح کے مطابق تعلیم سے زیادہ خاندان کے دشمنوں سے آپ کی حفاظت کے لئے اختیار کیا گیا تھا۔۔۔۔ آپ کے والد نے ایک خادم (نائی) ساتھ کر دیا تھا ابھی راستے ہی میں (موضع چندن پور متصل علی آباد رودولی سے چار کوس قبل) تھے کہ نائی نے آپ کو ایک درخت کے نیچے بٹھا کر گاؤں میں ایک رشتہ دار عورت کی خبر گیری کے لئے چلا گیا، تاکہ سید صاحب کے لئے کچھ کھانے پینے کا بھی انتظام کرے، اسی دوران آپ کے دشمن گھرانے کے ایک شخص کی آپ پر نظر پڑی اور آپ کو اکیلا پا کر غلط ارادہ سے آگے بڑھنا چاہا کہ اچانک رجال غیب میں سے ایک درویش شخصیت نمودار ہوئی، جن کا اسم گرامی معتبر تذکروں کے مطابق شاہ عنایت اللہ سیاحؒ تھا

،انہوں نے آپ کونام لے کر پکارا،اس سے آپ کو کچھ سکون ملا،اوراس سوار دشمن نے فرار میں عافیت سمجھی ،درویش نے وہیں درخت کے نیچے مغرب کی نماز پڑھی ، نماز کے بعد درویش نے اپنا برتن دیا کہ سامنے تالاب سے پانی لے آؤ، آپ نے خدمت انجام دی،درویش نے دریافت کیا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے ؟ آپ کے ہاتھ میں اس وقت "یوسف زلیخا" کتاب تھی، آپ نے کتاب کا نام بتایا،درویش نے کہا کہ تم کو کیا مطلب کہ یوسفؑ کیسے تھے ؟ اور زلیخا نے کیا کیا تھا؟ اللہ نے تمہیں اپنے کام کے لئے پیدا کیا ہے۔اسی دوران ایک شخص اپنی بھینس ڈھونڈ تا ہوا ادھر آنکلا، شاہ صاحب نے کہا: جاوہ تیرے گھر پر ہے ،وہ واپس ہوا تو واقعی بھینس کو گھر پر پایا، اظہار تشکر کے لئے تھوڑا کھانا لے کر شاہ صاحب کے سامنے پیش کیا،وہ کھانا انہوں نے سید صاحب کو دے دیا کہ تم کھا جاؤ،رات زیادہ ہوگئی تھی مگر وہ نائی واپس نہیں آیا، اللہ پاک نے سید صاحب کی حفاظت کے لئے شاہ صاحب کو فرشتۂ رحمت بنا کر بھیج دیا، سردیوں کی رات تھی، شاہ صاحب نے اپنی گلیم آپ پر ڈالدی اور فرمایا، سوجاؤ، آپ سوگئے ، آخر شب اس نائی کی آہٹ محسوس ہوئی تو درویش نے اپنی کملی کھینچ لی اور روانہ ہونے کے لئے تیار ہو گیا ، سید صاحب کی آنکھ کھل گئی ، آپ پر ان کے احسان اور بزرگی کا نقش بیٹھ چکا تھا، آپ نے ان کے ہمراہ چلنے کی خواہش ظاہر کی ، مگر انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ابھی تم بچے ہو، تمہارے گھر والے پریشان ہوجائیں گے ، آپ نے پوچھا، پھر کب ملاقات ہوگی ، انہوں نے کہا، اب ہماری ملاقات دکن میں ہوگی ،اس کے بعد وہ مرد غیب تھوڑی دور آگے جاکر روپوش ہو گیا۔

سید صاحبؒ درویش کے چلے جانے کے بعد ملازم کے ہمراہ گھر واپس ہو گئے ، مگر اس کے جملوں اور تھوڑی دیر کی مصاحبت کا اثر ان پر باقی رہا(تذکرۂ حضرت سید صاحب بانسویؒ ص ۴۰ تا ۵۴ مرتبہ محمد رضا انصاری)

اسی کا نتیجہ تھا کہ کتابوں سے ان کی الفت ختم ہوگئی، اور جان ودل کسی دلدار کی تلاش کے لئے بے چین ہو گئے، بقول شاعر ؎

صد کتاب وصد ورق درنار کن　　　جان ودل باجانب دلدار کن

کچھ دنوں کے بعد ان کے قلب میں تصوف واحسان کا رجحان بڑی شدت کے ساتھ پیدا ہوا، اور وہ کسی مرد کامل کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگے ، اسی درمیان معاشی مقاصد کے تحت انہوں نے دکن کا سفر اختیار کیا، اور وہاں سات سال مقیم رہ کر بانسہ واپس ہوئے ، اس دوران والدین رحلت کر چکے تھے ، آپ کے بھائیوں نے آپ کی شادی کرادی، مگر ایک سال کے بعد ہی پھر سیاحت کے لئے نکل گئے ، آپ کو مرد خدا کی تلاش تھی ، خواب میں حضرت علیؓ کی زیارت ہوئی ، اوراحمد آباد حضرت میر عبد الصمد خدا نماؒ کی خدمت میں حاضری کا حکم ملا، چنانچہ آپ احمد آباد گجرات کے لئے نکل پڑے ، احمد آباد حضرت میر عبد الصمدؒ (خدا نما) کی خدمت میں حاضر ہوئے ، تو انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا: کہ عبد الرزاق ! تمہارا مجھے بہت انتظار تھا، آپ ان سے بیعت ہو گئے ، اور طریقۂ صوفیا کی تعلیم حاصل کی اور مشرف بخلافت ہو کر واپس ہوئے ، واپسی پر انہیں حکم ملا کہ دہلی میں میرے دوست حضرت سید حسن رسول نما(م ۱۱۰۳ ھ /۱۶۹۲ء) سے ملتے ہوئے جاؤ، چنانچہ آپ تعمیل حکم میں دہلی پہونچے اور ڈھونڈ ھتے ہوئے حضرت حسن رسول نماؒ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے، حضرت حسن رسول نما نے آپ کو دیکھ کر اپنے لوگوں کے سامنے ارشاد فرمایا:

"اس مرد سپاہی کو دیکھو بے محبوب نہیں رہتا، پگڑی اپنی بیچتا ہے محبوب کو بغل میں لئے ہے"

بوقت رخصت حضرت حسن رسول نمانے ہدایت فرمائی کہ "ایسانہ ہوناچاہئے کہ خوب شکم سیر ہو کر کھائے اور پیر پھیلا کر سورہے اور کسی فقیر کو بدنام کرے"

وہاں سے رخصت ہو کر بریلی میں اپنا تھیلہ سات (۷) روپے میں فروخت کیا، پھر موضع تلہڑیا شاہجہاں پور کی مسجد میں قیام کیااور وہاں سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک شیخ سے استفادہ کرکے بانسہ تشریف لائے، اور یہاں اپنی مسند ارشاد قائم کی، اور خالص متوکلانہ زندگی گذاری، کسی کے عطایاپر تکیہ نہ کیا، سپاہی کی نوکری کرتے تھے، جو کمایااس میں سے خود بھی کھایااور دوسروں کی ضروریات بھی پوری کیں، ایک بار سید صاحب کے توکل اور کمالات روحانی کی خبر سن کر بادشاہ دہلی محمد شاہ(۱۱۳۰ھ تا۱۱۶۱ھ /۱۷۱۸ء تا۱۷۴۸ء) نے پانچ مواضعات کی سند معافی ازراہ عقیدت جاری کردی، اور یہ سند مولوی سید شاہ محمد نافع کے توسط سے آپ کو بھیجی، آپ نے فرمان لے کرچاک کرڈالا، اور فرمایا کہ "ملکیت خالق ورزاق میں کس چیز کی کمی ہے جو میں مخلوق سے کسی چیز کاطالب بنوں "(قطب الاقطاب سید شاہ عبد الرزاق بانسوی قدس سرہ الاصفی مع شجرۂ بیعت وخلافت ص ۷ تا۱۷ مؤلفہ جناب محی الدین قادری الرزاقی عرف غوثو میاں، اشاعت جدید: بہ اہتمام صوفی خلیفہ مشرف علی فتح گڑھ، فروری ۲۰۱۱ء / صفر المظفر ۱۴۳۲ھ بحوالہ کرامات رزاقیہ، وبحر ذخار، ملفوظ رزاقی وغیرہ)

آپ بڑے صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے، اس لئے خلق خدا کا کافی رجوع ہوا، متعدد اکابر علماء بھی آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے، مثلاً ملا نظام الدین بن قطب الدین سہالویؒ(بانی درس نظامی)، مولانا محمد رضا، شیخ احمد عبد الحق، شیخ کمال الدین بن محمد دولت فتحپوری اور شیخ اسماعیل بن ابراہیم الحسینی البلگرامی وغیرہ۔

آپ کی وفات اٹھاسی (۸۸) سال کی عمر میں (علیٰ اختلاف الروایت- ایک روایت بانوے سال کی بھی ہے) ۵/ شوال المکرم ۱۱۳۶ھ م ۶/ جولائی ۱۷۲۴ء کو محمد شاہ دہلوی کے عہد حکومت میں ہوئی، اور بانسہ شریف محلہ کٹرا میں مدفون ہوئے(الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام للعلامۃ السید عبدالحی بن فخرالدین الحسنی(متوفیٰ ۱۳۴۱ھ م ۱۹۲۳ء) ج ۶ ص ۷۴۶ ط دار ابن حزم بیروت ۱۴۲۰ھ م ۱۹۹۹ء۔ وتذکرۂ حضرت سید صاحب بانسویؒ ص ۴۰ تا ۵۴ مرتبہ محمد رضا انصاری)

آپ کو "بے کمر" آپ کی ایک مشہور کرامت کی بناپر کہا جاتا ہے، جس کا ذکر آپ کے اکثر تذکرہ نگاروں نے کیا ہے، آپ کے سب سے معتبر سوانح نگار اور مشہور مرید وخلیفہ حضرت ملا نظام الدین فرنگی محلیؒ بانی درس نظامی تحریر فرماتے ہیں:

> "ایک عالم دین کی مجلس میں معجزات زیر بحث تھے، اس معجزے پر جو حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہراءؓ سے (صحابۂ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کی ساعت کے ذریعہ) منقول ہے کہ: حضرت بی بی فاطمہؓ نے مشاہدہ فرمایا کہ پیغمبر خدا صلوات اللہ علیہ وآلہ کی چادر مبارک پیچھے سے سامنے کھینچتے تو جسم اطہر حائل نہ ہوتا، بلا تکلف ایک طرف سے دوسری طرف چلی آتی، لوگ حیرت کا اظہار کررہے تھے، (یقین نہیں کررہے تھے) حضرت شیخ قدس سرہ الاصفیٰ نے (حضرت سید صاحبؒ نے جو اس محفل میں تشریف فرما تھے) فرمایا:
>
> "حضرت رسول خدا صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ الطاہرین کے فیض سے آج بھی آپ کی امانت کے حاملین سے جو آپ کے باطنی خلفاء ہیں ایسا ہونا ممکن ہے، پھر فرمایا کھینچو میری چادر! لوگوں نے (حضرت کی

کمر میں لپٹی چادر کو) کھینچا اور ایسا ہی انہوں نے پایا۔ چادر کے دونوں سرے کو لوگوں نے پکڑ کر کھینچا اندام مبارک رکاوٹ ثابت نہیں ہوا (مناقب ۵۲، ۵۳)

یہ واقعہ کہاں اور کس پس منظر میں پیش آیا ملا صاحبؒ نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے، لیکن "کرامات رزاقیہ" میں یہ واقعہ تھوڑی تفصیل کے ساتھ موجود ہے:

"حضرت موہان (ضلع اناؤ) میں تشریف رکھتے تھے، ندی کے کنارے پر (سئی ندی پر حسب صراحت ملفوظ رزاقی) وضو کر رہے تھے، کہ اتنے میں حضرت کو الہام ہوا، کہ امت محمد ﷺ میں ایک شخص معجزۂ پیغمبر کا انکار کرتا تھا، اس سبب سے اس کا ایمان تلف ہو سکتا ہے، جاؤ اور اس کے ایمان کی حفاظت کرو۔
حضرت بموجب حکم کے وہاں تشریف لے گئے، (مولانا) ابو الفتح (جن کا نام سید حبیب تھا، قصبہ نیوتنی ضلع اناؤ کے رہنے والے تھے، اور قاضی ضیاء الدین قاضی جیا نیوتنوی متوفی ۹۸۹ھ / ۱۵۸۱ء کی اولاد سے تھے) ایک طالب علم کو پڑھاتے تھے، حضرت مولوی سے ملے، اور ان کی مجلس سے علیحدہ بیٹھ گئے، اور مولوی اس طالب علم کو حدیث پڑھانے لگے، اور اس کے معنٰی کئے (ارواحنا اجسادنا و اجسادنا ارواحنا) کہ جسد (جسم) میرا مثال روح کے ہے۔۔۔ تو اس طالب علم نے کہا: جسد اور گوشت اور پوست تو یہی آنجناب میں تھا اور روح منزہ چیز ہے، جسد اس کے برابر نہیں۔۔۔۔
حضرت نے فرمایا: میاں طالب علم! جس طرح مولوی کہتے ہیں اسی طرح ہے، کہ ذات پیغمبر ایسی ہو گذری ہے، کہ بیان سے باہر ہے۔
طالب علم نے کہا: میاں سپاہی! تم اپنی سپاہ گری کی باتیں کرو۔
حضرت چپ رہے، پھر مولوی صاحب اس کو سمجھانے لگے۔
حضرت نے پھر فرمایا: میاں طالب علم! جو مولوی کہتے ہیں، سچ ہے۔
پھر اس نے وہی جواب دیا،۔۔۔ پھر اس کو مولوی پڑھانے لگے، پھر وہ طالب علم وہی کہتا۔
تب حضرت نے فرمایا: میاں طالب علم! ان کی توجہ سے ان کی امت میں بھی ایسے لوگ ہیں کہ ان کا جسد اور روح یکساں ہے۔
طالب علم نے کہا: تم بھی ان کی امت میں ہو، تمہارا جسد و روح یکساں ہے؟
حضرت نے فرمایا: ہاں! ان کی توجہ سے ہمارا جسد اور روح برابر ہے۔
تو وہ طالب علم اٹھا، حضرت کی چادر جو گوٹ (کمر، پنڈلیوں اور بازو کے اوپر ڈالے) مارے بیٹھے تھے، کھینچ لی، (اور بے روک نکل آئی)
اس کے جی میں آیا کہ خدا جانے انہوں نے کس طرح چادر ڈالی ہو گی، تب حضرت نے فرمایا: تمہارے جی میں شبہ ہو گا، تم اپنی چادر ڈالو اور کھینچو۔

آپ نے سلسلۂ قادریہ کو اس وقت سنبھالا جب ہندوستان میں ہر طرف چشت اہل بہشت کا غلغلہ تھا، آپ کے ذریعہ یہ سلسلہ پورے برصغیر میں پھیل گیا، بے شمار لوگ آپ کے دامن تربیت سے وابستہ ہوئے، آپ کے خلفاء کی تعداد تیئیس (۲۳) بتائی جاتی ہے جن میں آپ کے دونوں صاحبزادے بھی شامل ہیں، یہ حضرات آپ کی نسبت اور فکر کو لے کر اطراف عالم میں پھیل گئے[27]، ان میں چند سلسلوں کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی اوران کے فیوض عالیہ آج تک جاری ہیں:

اس نے اپنی چادر ڈالی اور کھینچی چادر نکل آئی تو طالب علم کو یقین ہو گیا۔۔۔۔۔۔

مولوی ابوالفتح اٹھے اور پکار کے کہا، جس کو مرید ہونا ہو سو ہووے، پھر ایسا شخص نہیں ملے گا، میں تو خیر آباد کے قطبی میاں سے بیعت ہو چکا ہوں، مگر پیر ارشاد ان کو بناؤں گا اور اپنے گھر گئے اور اپنے بیٹے کو لے آئے اور مرید کرا دیا" (تذکرہ حضرت سید صاحب بانسویؒ ص ۱۵۰ تا ۱۵۲ بحوالہ کرامات رزاقیہ ص ۲۵، ۲۶ نواب محمد خاں شاہجہاں پوری، مطبع مرقع عالم ہردوئی ۱۳۱۹ھ ☆ قطب الاقطاب سید شاہ عبد الرزاق بانسوی قدس سرہ الاصفی مع شجرۂ بیعت وخلافت ص ۱۲ تا ۱۴ مؤلفہ جناب محی الدین قادری الرزاقی عرف غوثو میاں، اشاعت جدید: بہ اہتمام صوفی خلیفہ مشرف علی فتح گڑھ، فروری ۲۰۱۱ء / صفر المظفر ۱۴۳۲ھ)

27 - آپ کے تیئیس (۲۳) خلفاء کے اسماء گرامی یہ ہیں:

(۱) حضرت سید شاہ غلام دوست محمدؒ ابن حضرت بانسہؒ (م ۱۱۹۰ھ / ۱۷۷۶ء)، سلسلۂ بانسہ کی سب سے زیادہ اشاعت آپ ہی کے ذریعہ ہوئی، آپ نے اپنے تینوں صاحبزادگان: ☆حضرت سید شاہ کرم اللہؒ (م ۱۲۰۷ھ / ۱۷۹۳ء) ☆سید شاہ رحمت اللہؒ (م ۱۷ / رمضان المبارک ۱۲۹۷ھ مطابق ۲۲ / اگست ۱۸۸۰ء) ☆قطب وقت سید شاہ غلام علیؒ (م ۱۲۲۲ھ / ۱۸۰۷ء) کو اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا، ان تینوں صاحبزادوں میں حضرت شاہ غلام علیؒ سب سے زیادہ کثیر الفیض ہوئے۔

(۲) استاذ الہند ملا نظام الدین محمد فرنگی محلیؒ بانی درس نظامی (م ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء) آپ بھی انتہائی کثیر الفیض خلیفہ تھے، بحر العلوم حضرت مولانا عبد العلی فرنگی محلیؒ آپ کی مسند علمی وروحانی کے جانشین ہوئے۔

(۳) شیخ احمد عبد الحق فرنگی محلیؒ (م ۱۱۶۷ھ / ۱۷۵۴ء) برادر زادۂ ملا نظام الدین فرنگی محلیؒ، آپ ہی کے سلسلہ کی آخری کڑیوں میں قریب ایک سو (۱۰۰) سال قبل امام الہند حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ ہوئے، جو اپنی نوع بنوع خدمات وتحریکات کی وجہ سے آج بھی زندۂ جاوید ہیں۔

(۴) سید شاہ میر محمد اسمٰعیل بلگرامی ثم مسولویؒ (م ۱۱۶۳ھ / ۱۷۵۰ء) ان سے بھی سلسلہ کی غیر معمولی اشاعت ہوئی۔

(۵) شاہ محمد اسحاق خان شاہجہاں پوریؒ (م ۲۲ / ذی الحجہ ۱۱۷۰ھ مطابق ۶ / ستمبر ۱۷۵۷ء) مرید صادق اور فانی الشیخ تھے، آپ سے بھی سلسلۂ رزاقیہ کی بڑی اشاعت ہوئی۔

(۶)شاہ لعل سر گروہ آزادان، آپ کو شمالی پہاڑی علاقہ نینی تال کی ولایت دی گئی تھی، وہیں موضع کودیاں والا میں مدفون ہیں، سن وفات معلوم نہیں ہے، اس علاقے میں آپ کا سلسلہ جاری وساری ہے۔

(۷)سید شاہ منگرے میاں رودولویؒ ابن حضرت بانسہؒ، حضرت سید صاحبؒ کی تیسری بیوی کی واحد اولاد ہیں، آپ کا وصال یوم جمعہ ۶ / محرم الحرام ۱۱۶۶ھ مطابق ۱۲ / نومبر ۱۷۵۲ء کو ہوا، مزار مبارک محلہ صوفیانہ قصبہ رودولی ضلع بارہ بنکی (یوپی)میں مرجع خلائق ہے۔

(۸)حاجی حافظ محمد مقیم سرحدیؒ، متوطن پنجاب، جالیسر میں مقیم ہوگئے تھے، چھ (۶)مرتبہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، وفات ۶ / شوال المکرم ۱۱۵۰ھ مطابق ۲۶ / جنوری ۱۷۳۸ء کو ہوئی، مزار مبارک بانسہ شریف ہی میں ہے۔

(۹)سید تراب علیؒ، سکنہ روناہی ضلع فیض آباد کے رہنے والے تھے، بڑے صاحب کشف تھے، باقی حالات معلوم نہ ہوسکے۔

(۱۰)ملا محمد رضا فرنگی محلیؒ، برادر اصغر استاذ الہند ملا نظام الدین فرنگی محلیؒ، ابتدا میں حضرت سید صاحب کے بڑے منکر تھے، اور اپنے بھائی ملا نظام الدین کی بیعت بانسہ پر اعتراض کرتے تھے، لیکن پھر بعض مبشرات ومنامات کے بعد حضرت بانسویؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ حضرت سے اجازت وخلافت ملنے کے کچھ عرصہ بعد مدینہ منورہ ہجرت کرگئے، وہاں ایک عرصہ تک مسجد نبوی میں درس حدیث دیا، اور وہیں وفات پائی، جنۃ البقیع میں مدفون ہیں، تاریخ وفات معلوم نہیں ہے، انہوں نے مسلم الثبوت کی ایک شرح لکھی تھی (نزہۃ الخواطر ج۶ ص ۸۱۶ مؤلفۂ مولانا عبد الحی لکھنویؒ)

(۱۱)ملا کمال الدین فتح پوریؒ سہالی کے رہنے والے تھے، ملا نظام الدین فرنگی محلیؒ کے شاگرد تھے، بڑے عالم دین اور بحر العلوم تھے، ابتدا میں حضرت بانسہ کے معتقد نہ تھے، پھر مرید ہوئے اور آپ کے حالات ومشاہدات پر ایک کتاب "مناقب رزاقیہ" تحریر فرمائی، آپ کی وفات ستر (۷۰)سال کی عمر میں ۱۴ / محرم الحرام ۱۱۷۵ھ مطابق ۱۴ / اگست ۱۷۶۱ء کو ہوئی، فتح پور (بارہ بنکی)میں آبادی سے باہر آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

(۱۲)شاہ رحمت اللہ صاحبؒ (امروہہ)، قصبہ امروہہ سے بارہ کوس تک کا علاقہ آپ کے زیر ولایت تھا، ۱۵ / ربیع الاول ۱۱۶۲ھ مطابق ۴ / مارچ ۱۷۴۹ء کو وصال فرمایا، امروہہ میں آپ کا مزار ایک باغ میں محلہ قریشیان کے پاس زیارت گاہ خلق ہے۔

(۱۳)شاہ ولی اللہ رسول نماؒ (جبالاپور مصطفٰے آباد رام پور) بڑے صاحب کشف وکرامات تھے، استغراقی کیفیت غالب تھی، سن وفات معلوم نہیں۔

(۱۴)قاضی فیض اللہؒ (رامپور)، آپ شہر مصطفٰے آباد عرف رامپور کے قاضی وقت تھے، اور تاحیات قاضی رہے، بلکہ ان کی نسل میں بھی یہ عہدہ برقرار رہا، آپ کے زمانے میں رامپور کے والی نواب علی محمد خان تھے، رام پور کے محلہ کوچہ قاضی میں آپ کا مزار ہے، سن وفات معلوم نہ ہوسکا۔

(۱۵)شاہ منگرے میاںؒ (بڑاگاؤں، ضلع بارہ بنکی)، بڑے صاحب مقام بزرگ تھے، مزار مبارک بڑاگاؤں ضلع بارہ بنکی میں ہے، سن وفات معلوم نہ ہوسکا۔

☆سلسلۂ رحمانیہ لکھنؤ، صوفی عبد الرحمن لکھنویؒ

☆سلسلۂ مجیبیہ فرخ آباد، صوفی محمد طالب حسین شاکری فرخ آبادیؒ۔

☆سلسلۂ وارثیہ دیوہ شریف بارہ بنکی، حضرت حاجی شاہ وارث علیؒ۔

☆سلسلۂ افتخاریہ کلکتہ بنگال، حضرت مولانا محمد افتخار الحق صدیقیؒ[28]۔

☆سلسلۂ امیریہ حسنیہ اسحاقیہ، بتوسط خانقاہ منورواشریف بہار، حضرت مولانا امیر الحسن قادریؒ [29]

---

(۱۶)شاہ رحمت اللہ وسواسیؒ، جالیسر پنجاب کے رہنے والے تھے، سید صاحب کے صاحبزادے سید شاہ غلام دوست محمدؒ کی تعلیم وتربیت پر مامور رہے، تاریخ وفات اور مدفن معلوم نہ ہو سکا۔

(۱۷)شاہ ابوالخیر سدھاری میاں قدوائیؒ (دریابادی)، مخدوم محمد آبکش صاحب ولایت دریاباد کی اولاد سے تھے، بڑے صاحب کشف وکرامات تھے مزار مبارک احاطہ پیارے بی بی دریاباد میں واقع ہے سن وفات معلوم نہیں ہے۔

(۱۸)شاہ محمد مرادؒ، بڑاگاؤں، بارہ بنکی کے رہنے والے تھے، صاحب مقام تھے، سن وفات معلوم نہیں ہے

(۱۹)شاہ انور لکھنویؒ۔

(۲۰)مولوی عبد اللہ صاحبؒ

(۲۱)مولوی نعیم اللہ صاحبؒ (سہارن پور)

(۲۲)شاہ ہیبت اللہ قدوائیؒ،

(۲۴)شاہ غلام حسین قدوائیؒ، آپ کا مزار درگاہ بانسہ کے احاطہ میں ہے۔

ان میں اول الذکر نو(۹)اصحاب کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔

قطب الاقطاب سید شاہ عبد الرزاق بانسوی قدس سرہ الاصفی مع شجرۂ بیعت وخلافت ص ۱۲ تا ۱۴ مؤلفہ جناب محی الدین قادری الرزاقی عرف غوثو میاں، اشاعت جدید: بہ اہتمام صوفی خلیفہ مشرف علی فتح گڑھ، فروری ۲۰۱۱ء / صفر المظفر ۱۴۳۲ھ)

[28] ۔سوانح حیات سلسلۂ بانسہ شریف، یہ چھبیس (۲۶) صفحات کا ایک رسالہ ہے، میرے پاس اس کا ایک نسخہ موجود ہے، جس میں چند مشہور سلاسل رزاقیہ کے شجرات جمع کئے گئے ہیں، مگر اس رسالہ کا سرورق غائب ہے اس لئے اس کے مرتب اور ناشر وغیرہ کی تفصیلات معلوم نہ ہو سکیں۔

[29] ۔یہی نسبت حضرت منورویؒ تک پہونچی، اورآپ کے ذریعہ اشاعت پذیر ہوئی، حضرت مولانا امیر الحسن قادریؒ آپ کے نانا تھے ،ان کو یہ نسبت بانسہ شریف سے ملی تھی۔

سلسلۂ قادریہ رزاقیہ کی بعض اہم خصوصیات

☆سلسلۂ قادریہ رزاقیہ میں اتباع شریعت کے ساتھ عشق وسر مستی اور فنائیت ودنیا بے زاری کا رنگ بہت گہرا ہے، اس سلسلہ کے اکثر اکابر دنیا سے بے تعلق اور منصب وشہرت کی دوڑ سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔

☆توکل اس سلسلہ کا خاص وصف ہے، لوگوں سے امیدیں قائم کرنا بلکہ اکثر ان کے تحائف قبول کرنے سے بھی یہ لوگ احتیاط کرتے ہیں، اور اپنی محنت سے رزق کے حصول کا اہتمام کرتے ہیں۔

☆اس سلسلہ کو اہل علم کے یہاں بھی بڑی قبولیت حاصل ہوئی، گو کہ اس طریق کے مرشد اول زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے، لیکن شروع سے ہی اس سے بڑے بڑے اصحاب علم و تصنیف وابستہ رہے ہیں، پورا فرنگی محل خاندان جس نے اس ملک کو ایک مضبوط تعلیمی نظام دیا حضرت بانسویؒ کے وقت سے ہی اسی سلسلہ سے وابستہ رہا ہے، اور یہ تسلسل آج بھی قائم ہے۔

☆اس سلسلہ کا خاص فیض یہ ہے کہ جو سالکین سلسلۂ رزاقیہ کے حقیقی مذاق سے آشنا ہو جاتے ہیں ان کو علم لدنی اور علم الاسرار سے بھی حصۂ وافر مل جاتا ہے اور اکثر ان کی زبان سے کلمات حکمت جاری ہونے لگتے ہیں۔

☆اس سلسلہ کے اکابر عام سادہ لباس میں رہتے ہیں، ان کا کوئی مخصوص لباس یا وضع قطع نہیں ہے، ایک عام دیہاتی طرز زندگی میں بھی بڑے بڑے کاملین ہوئے ہیں، خود حضرت بانسویؒ عام سپاہیانہ لباس میں رہتے تھے، ان کو دیکھ کر اندازہ کرنا مشکل تھا کہ یہ کوئی اللہ والے بھی ہو سکتے ہیں۔

☆اس سلسلہ کا ایک اہم امتیاز یہ بھی ہے کہ مشاغل دنیا کے ساتھ بھی مدارج سلوک طے کئے جا سکتے ہیں، مرید کے لئے فوری طور پر تمام کاموں سے کنارہ کش ہو کر خلوت گزیں ہونا یا چلہ کشی اختیار کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ اپنی مفوضہ ذمہ داریوں کی ادائیگی کے ساتھ بھی اشغال باطنی کی انجام دہی ممکن ہے، جیسا کہ حضرت بانسویؒ جب حضرت میر عبد الصمد خدا نما (م ١١/ ربیع الثانی ١٠٩١ھ مطابق ٢٦/ اکتوبر ١٦٩٧ء) سے بیعت ہوئے تو آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو چلہ کشی کا حکم نہیں دیا، بلکہ

فرمایا کہ "ان کو چلہ کشی کی حاجت نہیں ہے جو اولیاء کو خلوت اور چلہ کشی میں حاصل ہوتا ہے وہ ان کو گھوڑے کی پیٹھ پر حاصل ہو گا"[30]

عرس بانسہ کی حقیقت

☆سلسلۂ قادریہ کے عام مزاج کے مطابق سلسلۂ رزاقیہ میں بھی سماع و قوالی وغیرہ شامل نہیں ہے، گو کہ ذاتی طور حضرت بانسویؒ کو سماع کا ذوق تھا، لیکن غالباً اس کو ان کی خاص کیفیت پر محول کیا گیا اور سلسلہ میں داخل نہیں کیا گیا، ان حضرات کے یہاں عرس کا لفظ بکثرت بولا جاتا ہے، مگر وہ آج کل کے مروجہ معنیٰ میں نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب صرف تاریخ مقررہ پر قرآن خوانی، ایصال ثواب اور تقسیم تبرک تک محدود ہے، جیسا کہ سلسلۂ رزاقیہ کے محرم اسرار، صاحب نسبت اور محقق عالم دین حضرت مولانا قیام الدین عبد الباری فرنگی محلیؒ (جو خود خانقاہ بانسہ کے منتظمین میں سے بھی ہوتے تھے) نے اپنی کتاب "عرس حضرت بانسہؒ" میں اس کی وضاحت کی ہے، لکھتے ہیں:

> "عرس میں شب ششم کو قرآن خوانی ہوتی ہے، اور تقسیم تبرک کیا جاتا ہے، اور کچھ نہیں ہوتا، محفل سماع کا دستور آستانہ کی طرف سے نہیں ہے، اگرچہ کہ حضرت کو ذوق سماع سے بہت تھا، یہ تفصیل ہے عرس حضرت بانسہ کی رضی اللہ عنہ و عن اتباعہ اجمعین"[31]

طبقۂ ملامتیہ یا قلندریہ سے قربت

☆سلسلۂ رزاقیہ کی ایک اور بڑی خصوصیت اس کی وسیع المشربی ہے، یہاں صوفیاء کے اس طبقہ کا بھی ہر طرح احترام کیا جاتا ہے بلکہ یگگونہ قربت پائی جاتی ہے جن کو اصطلاح میں "ملامتیہ طبقہ "یا قلندر" کہا جاتا ہے، اور ارباب معارف کی تقسیم میں اس کو "امناء" کا بھی نام دیا گیا ہے۔

---حواشی---

30 - قطب الاقطاب سید شاہ عبد الرزاق بانسوی قدس سرہ الاصفی مع شجرۂ بیعت و خلافت ص ۱۱ مؤلفہ جناب محی الدین قادری الرزاقی عرف غوثو میاں، اشاعت جدید: بہ اہتمام صوفی خلیفہ مشرف علی فتح گڑھ، فروری ۲۰۱۱ء / صفر المظفر ۱۴۳۲ھ)

31 - عرس حضرت بانسہ ص ۲۹ مؤلفہ حضرت مولانا قیام الدین عبد الباری فرنگی محلیؒ، ناشر قادری بک ایجنسی لکھنؤ، ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۷ء

ملامتیہ فرقہ عارفین حق کا وہ گروہ ہے جو اپنے احوال کو نہ صرف لوگوں سے چھپاتا ہے بلکہ اپنے نقائص کو ظاہر بھی کرتا ہے، تاکہ لوگ اس سے قریب نہ ہوں اور ان کی مشغولی حق میں خلل واقع نہ ہو، شمائم امدادیہ میں ہے:

"اور جاننا چاہئے کہ "امناء" ملامتیہ ہیں، اور وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے باطنی حالات سے کوئی اثر ظاہر پر ظہور نہیں کرتا ہے، بلکہ ظاہر ان کا اکثر ارباب ظاہر کی نظر میں خلاف شریعت معلوم ہوتا ہے، اور حاشا کہ کوئی امر خلاف شرع شریف کرے کیونکہ مدار ترقی باطن و قرب الٰہی وابستہ اتباع سنت سنیہ پر ہے، ۔۔۔اور جو کہ نظر ارباب ظواہر میں معلوم ہوتا ہے، قصور وادراک ان کا ہے نہ نقصان بزرگاں ۔۔ ۔۔ نفس الامر میں فی الواقع مخالف شرع ہونا امر دیگر ہے، اور نظر ناقصاں میں کچھ خلاف معلوم ہونا امر دیگر ہے، والعیب فی الاول لافی الثانی (برائی پہلی شکل میں ہے نہ کہ دوسری میں) اور ان کا اس رنگ میں رہنا بھی ایک بھید ہے کہ اس کا اظہار خلاف مصلحت عظیم ہے البتہ یہ لوگ رشد و ہدایت کے قابل نہیں ہیں اگرچہ بعض خواہش مند تعلیم و تلقین بھی ان سے ہوتے ہیں، لیکن راقم (مؤلف رسالہ نفحات مکیہ) کے گمان میں ان کے مسترشدین کو خوف ضرر ہی بہت ہے بمقابلہ امید نفع کے، واللہ سبحانہ اعلم و علمہ اکمل واتم"

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے الفاظ میں:

"ایک شخص نے حاضرین سے عرض کیا کہ صوفی کون ہے اور ملامتی کون ہے؟ فرمایا: صوفی وہ ہے کہ سوائے اللہ کے دنیا و خلق سے مشغول نہ ہو اور رد و قبول مخلوق کی پرواہ نہ رکھے، اور مدح و ذم اس کے نزدیک برابر ہو اور ملامتی وہ ہے کہ نیکی کو

چھپائے اور بدی کو ظاہر کرے"[32]

حضرت عبد الرحمن جامیؒ لکھتے ہیں:

"ملامتیہ گروہ وہ کہلاتا ہے جو اخلاص کے معنی اور صدق کے قاعدے کی نگرانی میں پوری جدوجہد کرتا ہے، اور اپنی عبادت و ریاضت کو مخلوق کی نظروں سے چھپانا لازم سمجھتا ہے، اسی کے ساتھ اعمال خیر کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرتا، جس طرح گنہ گار اپنے گناہ کے افشاء سے ڈرتا ہے اسی طرح یہ گروہ اپنی عبادت اور لوازم بندگی کے اظہار اور افشاء سے ڈرتا ہے، تاکہ اخلاص کا قاعدہ نہ ٹوٹ جائے۔

یہ گروہ بہت ہی نادر الوجود اور شریف الحال ہے لیکن مخلوق کے وجود کا حجاب کامل طور پر ان کی نظروں سے نہیں اٹھا ہے، اس لئے وہ جمال توحید کے مشاہدہ اور عین تفرید مجرد کے معائنہ میں پردہ کے اندر بیٹھے ہیں، اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اپنے احوال و اعمال کو مخلوق کی نظر سے مخفی رکھنا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ وہ ابھی تک مخلوق کے وجود اور اپنے نفس کو دیکھتے ہیں، اور یہ امر توحید کے مقصد میں مانع ہے، اور نفس انسانی بھی منجملہ اغیار کے ہے، تو ابھی تک وہ خودی کو دیکھ رہے ہیں، اور اپنے اعمال و احوال کے مطالعہ میں اس طرح مصروف ہیں، کہ غیروں کو اپنے سے جدا نہیں کر سکے ہیں"[33]

چونکہ اس گروہ کے ظاہر سے عام لوگوں کے گمراہ ہونے کا اندیشہ رہتا ہے اس لئے علماء ان کی بے قید باتوں پر نکیر بھی کرتے رہے ہیں، مگر وہیں پر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان میں بڑے بڑے کاملین بھی ہوئے ہیں، اسی لئے سلسلۂ رزاقیہ میں ان پر تنقید کرنے سے احتیاط برتی گئی ہے، اور ان کے

---- حواشی --

32 ۔ شمائم امدادیہ ترجمہ اردو نفحات مکیہ من مآثر امدادیہ ص ۴۱، ۴۲، ۵۲، ۵۳ (احوال وافادات حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ (م ۱۳۱۷ھ / ۱۸۹۹ء) مؤلفہ مولانا عبد الغنی بہاری عظیم آبادیؒ و مترجمہ جناب حاجی محمد مرتضیٰ خان، باہتمام محمد نثار حسین نثار مالک قومی پریس و پیام یار بماہ ذی قعدہ ۱۳۱۴ھ در قومی پریس مطبوع لکھنؤ مطبوع شد)

33 ۔ نفحات الانس ص ۱۵۵ مؤلفہ حضرت جامیؒ، ترجمہ شمس بریلوی۔

اعمال واحوال میں تاویل کی راہ دکھائی گئی ہے، حضرت بانسویؒ گو کہ سلسلۂ قادریہ کے مقتدا تھے، اور فرقۂ ملامتیہ کے آدمی نہیں تھے، لیکن فرقۂ ملامتیہ کے افراد سے ان کے گہرے روابط تھے، اوران حضرات کے پاس عقیدت ومحبت کے ساتھ تشریف لے جاتے تھے، مثال کے طور پر لکھنؤ میں حضرت شاہ دوسیؒ (م ۲۷/ جمادی الثانیہ ۱۲۲۲ھ مطابق ۲۲/ اگست ۱۸۰۷ء) نامی ایک بزرگ رہتے تھے، جو بظاہر جوا کھیلتے تھے، مگر حضرت بانسویؒ وہاں تشریف لے جاتے تھے، اس سلسلے کے کئی واقعات آپ کے حالات میں موجود ہیں[34]۔

غیر مسلموں کی مذہبی شخصیات سے ملاقاتیں

بلکہ بعض ایسے واقعات بھی ملتے ہیں جن میں آپ نے غیر مسلموں کے مذہبی پروگراموں میں شرکت کی اوران کے گذشتہ اوتاروں اور بزرگوں (مثلاً: مہاتمابدھ، کرشن جی، رام چندرجی، کنھیا، کبیر وغیرہ) کی ارواح سے ازروئے کشف ملاقاتیں کیں[35]۔

صوفیاء کی یہی وہ وسیع النظری اور حکمت عملی تھی، جس سے ہندوستان میں اسلام کی اشاعت میں کافی مدد ملی، ورنہ اس ملک میں ایسی متعصب اور توہم پرست قوم آباد ہے کہ اس سے کسی خیر کی امید کرنا بہت مشکل ہے، اوران کی ہدایت کی توقع رکھنا اس سے بھی زیادہ مشکل۔

اپنی انہی خصوصیات کی بناپر سلسلۂ قادریہ رزاقیہ افراط وتفریط سے پاک اور نقطۂ اعتدال پر قائم ہے، اور عوام وخواص دونوں طبقے میں افادیت وتاثیر کا حامل ہے۔

---- حواشی ----

34 - قطب الاقطاب سید شاہ عبد الرزاق بانسوی قدس سرہ الاصفی مع شجرۂ بیعت وخلافت ص۱۵ تا ۱۷ مؤلفہ جناب محی الدین قادری الرزاقی عرف غوثومیاں، اشاعت جدید: بہ اہتمام صوفی خلیفہ مشرف علی فتح گڑھ، فروری ۲۰۱۱ء / صفر المظفر ۱۴۳۲ھ ☆ تذکرہ حضرت سید صاحب بانسویؒ ص۷۱ تا ۸۱ مؤلفہ مولانا محمد رضا انصاری

35 - تفصیل کے لئے دیکھئے: تذکرہ حضرت سید صاحب بانسویؒ ص۲۷۵ تا ۳۰۳ مؤلفہ مولانا محمد رضا انصاری، بہت سے واقعات اس ضمن میں نقل کئے گئے ہیں،

مشائخ سلسلۂ قادریہ رزاقیہ

خانقاہ فرنگی محل اور خانقاہ منورواشریف دونوں جگہ یہ سلسلہ جاری ہے، خانقاہ فرنگی محل میں یہ نسبت خود صاحب سلسلہ حضرت بے کمر بانسویؒ کے خلیفۂ اول حضرت ملا نظام الدین فرنگی محلیؒ کے ذریعہ شروع ہوئی، جب کہ منورواشریف میں یہ نسبت حضرت قطب الہند مولانا الحاج حکیم احمد حسن منورویؒ کے نانا محترم اور شیخ طریق حضرت مولانا سید شاہ امیر الحسن قادریؒ (م ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء) کے ذریعہ پہونچی

(۱) حضرت مولانا سید شاہ امیر الحسن قادریؒ (م ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء)

آپ حضرت سید محمد اسحاق صاحبؒ کے مجاز و خلیفہ ہیں، جو حسینی النسب تھے، اور سلسلۂ بانسہ کے اکابر میں تھے، حضرت امیرؒ نے اپنے اشعار میں بانسہ شریف کے ساتھ اپنی بے پناہ عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے، مشہور نظم "بارہ ماسہ" میں آپ نے اپنے پیر طریق (حضرت سید محمد اسحاقؒ) کا بھی ذکر کیا ہے:

ہے پی میرا حسینی شاہ اسحاقؒ
میرا کعبہ ہے اس کا ابروئے طاق
مٹادے گا وہی ہستی کا ساماں
پھر ہوگا جلوہ گر خود ماہ تاباں
امیرؔ اب ختم کر غم کی کہانی
رہے گی تیری دائم یہ نشانی[36]

آپ ہر سال پابندی کے ساتھ بانسہ شریف تشریف لے جاتے تھے، جس کی تفصیل میری کتاب "تذکرۂ حضرت آہ مظفرپوریؒ" میں موجود ہے[37]۔

---- حواشی ----

36 ۔ تذکرہ حضرت آہ مظفرپوریؒ ص ۱۹۴، ۱۹۵ مؤلفہ اختر امام عادل قاسمی

37 ۔ تذکرۂ حضرت آہ مظفرپوریؒ ص ۱۴۲ تا ۱۴۴۔

(۲) حضرت سید محمد اسحاق صاحبؒ ابن حضرت سید عبد اللہ موتی میاںؒ[38]

حضرت سید عبد الرزاق بانسویؒ سے روحانیت کے کئی سلسلے جاری ہوئے ان میں حضرت سید محمد اسحاق صاحبؒ کا سلسلہ "سلسلۂ ذہبیہ" کہلانے کا مستحق ہے، اس لئے کہ یہ سلسلہ نسبی (اباً عن جد) بھی ہے اور روحانی بھی، اس لئے کہ سید اسحاق صاحبؒ حضرت سید شاہ شیر علیؒ (م ۲۹ / شعبان المعظم ۱۲۵۳ھ مطابق ۲۷ / نومبر ۱۸۳۷ء) کے خلیفہ ہیں اور وہ حضرت سید شاہ عبد الرزاق بانسویؒ کے پڑپوتا ہیں، بلکہ غالب گمان یہ ہے کہ سید محمد اسحاق صاحبؒ کو بھی حضرت بانسویؒ سے خاندانی قرابت رہی ہوگی، اور خاندان کی یہ شاخ کسی وجہ سے ٹونک چلی گئی ہوگی، مگر آپ کے والد ماجد حضرت موتی میاںؒ رامپور میں مدفون ہیں، رامپور میں بھی حضرت بانسویؒ کے خاندان کے کچھ لوگ آباد ہوگئے تھے، واللہ اعلم بالصواب

(۳) حضرت سید شاہ شیر علیؒ (م ۲۹ / شعبان المعظم ۱۲۵۳ھ مطابق ۲۷ / نومبر ۱۸۳۷ء)

آپ قطب الوقت سید شاہ غلام علی رزاقی بانسویؒ نبیرۂ حضرت بانسویؒ کے صاحبزادے ہیں،

---- حواشی ----

38 - آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی سید عبد اللہ عرف موتی میاںؒ تھا، وہ ٹونک کے رہنے والے تھے، اور ان کو حضرت سید شاہ غلام علی رزاقی بانسویؒ نبیرۂ حضرت سید شاہ عبد الرزاق بانسویؒ سے خرقۂ خلافت حاصل ہوا تھا، علاوہ حضرت سید شاہ قطب الدین قطبی میاں شاہجہاپوریؒ (م ۱۵ / ربیع الاول ۱۱۷۷ھ مطابق ۲۲ / ستمبر ۱۷۶۳ء) سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی جو حضرت شاہ محمد اسحاق خان شاہجہاں پوریؒ (م ۲۲ / ذی الحجہ ۱۱۷۰ھ مطابق ۶ / ستمبر ۱۷۵۷ء) اور وہ حضرت بانسویؒ کے خلیفہ تھے۔

حضرت موتی میاںؒ کا انتقال بروز جمعہ ۲۴ / رجب المرجب ۱۳۰۳ھ مطابق ۲۷ / اپریل ۱۸۸۶ء کو ہوا، مزار مبارک قادری باڑہ رامپور میں ہے، آپ کے تین صاحبزادے صاحب ارشاد ہوئے ☆سید غلام رزاقؒ ☆سید اسحاقؒ ☆ اور سید عبد القادرؒ، ان تینوں صاحبزادگان کو حضرت سید شاہ شیر علی ابن سید شاہ غلام علی رزاقی بانسویؒ (م ۲۹ / شعبان المعظم ۱۲۵۳ھ مطابق ۲۷ / نومبر ۱۸۳۷ء) سے اجازت وخلافت حاصل تھی، (قطب الاقطاب سید شاہ عبد الرزاق بانسوی قدس سرہ الاصفی مع شجرۂ بیعت وخلافت ص ۱۵ تا ۱۷ مؤلفہ جناب محی الدین قادری الرزاقی عرف غوثو میاں، اشاعت جدید: بہ اہتمام صوفی خلیفہ مشرف علی فتح گڑھ، فروری ۲۰۱۱ء / صفر المظفر ۱۴۳۲ھ)

ان صاحبزادگان کے مدفن اور تواریخ وفات کا علم نہیں ہوسکا، غالب گمان یہ ہے کہ والد کے ساتھ رامپور میں یا بانسہ میں مدفون ہونگے، اسی طرح قرین قیاس یہ بھی ہے کہ حضرت موتی میاںؒ حضرت بانسویؒ ہی کے افراد خاندان میں سے تھے واللہ اعلم بالصواب

درگاہ اسحاق میاں گاڑی پورہ شاہجہاں پور کے احاطے میں مدفون ہیں۔

(۴)قطب الوقت سید شاہ غلام علی رزاقی بانسویؒ(م۲۹ / شوال المکرم ۱۲۲۲ھ مطابق ۱۷/ دسمبر ۱۸۰۸ء)ابن حضرت سید شاہ غلام دوست محمد بانسویؒ

(۵)حضرت سید شاہ غلام دوست محمد بانسویؒ(م۵ / جمادی الثانیہ ۱۱۹۰ھ مطابق ۲۱ / جولائی ۱۷۷۶ء-مزار درگاہ بانسہ)ابن حضرت قطب الاقطاب سید عبد الرزاق بے کمر بانسویؒ

(۶)حضرت قطب الاقطاب سید عبد الرزاق بے کمر بانسویؒ(بانسہ شریف، ضلع بارہ بنکی، یوپی۔ ولادت ۱۰۴۴ھ یا ۱۰۴۶ھ یا ۱۰۴۸ھ / ۱۶۳۴ء یا ۱۶۳۶ء یا ۱۶۳۸ء-وفات ۵ / شوال المکرم ۱۱۳۶ھ م ۶ / جولائی ۱۷۲۴ء

(۷)حضرت سید شاہ میر عبد الصمد خدا نماؒ(م ۱۱ / ربیع الثانی ۱۱۰۹ھ مطابق ۲۶ / اکتوبر ۱۶۹۷ء)[39]

حضرت سید شاہ عبد الرزاق صاحب بانسویؒ نے حضرت سید میر عبد الصمد خدا نماؒ کے حکم پر حضرت حسن رسول نماؒ(۱۱۰۳ھ / ۱۶۹۱ء دہلی)[40] سے بھی کسب فیض کیا تھا،جب آپ حضرت سید میر

---- حواشی --

39 - آپ کا مزار مبارک احمد آباد میں لال دروازے کے قریب زیر دیوار جیل خانہ ہے، مزار شریف پر برگد کا درخت ہے(تذکرۂ حضرت سید احمد صاحب بانسویؒ ص ۱۰۱ بحوالہ افضل الشمائل از مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ مطبوعہ ص ۲۰)

40 - حضرت سید حسن رسول نما قادری اویسیؒ بارہویں صدی ہجری کے مایہ ناز فقیر صوفی بزرگ ہیں۔ آپ صوبہ ہریانہ کے ایک گاوں نارنول میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل نام جو آپ کی سوانح عمری میں درج ہے "سید کاظم نجفی الاخوندی"ہے، آپ کے والد گرامی کا نام نامی حضرت سید اسعد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہے، آپ کا شجرۂ نسب ۳۱ / اکتیس واسطوں سے حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتاہے۔ آپ حسنی والحسینی سید ہیں۔ حضرت امام نقی ہادی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ حضرت جعفر الذکی رحمۃ اللہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ حضرت سلطان الفقراء حضور موسی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ اویسیہ جاری فرمایا۔ آپ کے خاندان میں یہی طریقہ جاری وساری ہے۔ آپ کا سلسلۂ طریقت چھ (۶)واسطوں سے حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے ملتا ہے(آزاد دائرۃ المعارف ویکی پیڈیا بحوالہ "فوائح العرفان سوانح سید حسن رسول نما رحمۃ اللہ علیہ "باب اول)

آپ اولیاء کبار میں سے تھے، آپ کا لقب "رسول نما"اس لئے پڑا کہ آپ کو دربار رسالت میں ایسا تقرب حاصل تھا کہ آپ جس کو چاہتے تھے حضرت سرور کائنات ﷺ کی زیارت سے مشرف کرادیتے تھے،۱۱۰۳ھ (۱۶۹۱ء) میں آپ کا وصال

عبد الصمد خدا نماؒ سے اجازت و خلافت سے سرفراز ہو کر احمد آباد سے رخصت ہونے لگے تو پیر و مرشد نے ان کو ہدایت کی کہ:

" ہمارے دوست حضرت سید حسن رسول نماؒ دہلی میں قیام رکھتے ہیں، ان سے ملتے ہوئے جانا (شاید معرفت کی کوئی منزل وہاں سے وابستہ رہی ہو) اسی حکم کی تعمیل میں حضرت شاہ عبد الرزاق صاحبؒ گجرات سے سیدھے دہلی حضرت سید حسن رسول نماؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور استفادۂ باطنی کیا، چلتے وقت حضرت رسول نماؒ نے ارشاد فرمایا کہ "جاتے ہو تو آرام سے راتیں نہ بسر کرنا، فقیر کو بدنام نہ کرنا" یہ ارشاد پیر و مرشد کے دوست کا دل میں ایسا اثر کیا کہ آخر وقت تک رات کو آرام نہ کیا"[41]

اس لئے حضرت سید حسن رسول نماؒ کا شمار بھی آپ کے مشائخ طریق میں ہوتا ہے۔

ہوا، قطب روڈ پہاڑ گنج سے ذرا آگے آپ کا مزار مہبط انوار الٰہی ہے، آپ کے مزار کے سراہنے سنگ مرمر کی تختی پر بخط نسخ یہ شعر کندہ ہے۔

حسن رسول نما افتخار آل حسین   اویس قرنی ثانی و ثالث حسنین

آپ کی درگاہ ایک بڑے وسیع پختہ احاطے کے اندر ہے، جس کا شاندار دروازہ ہے، اس کی تعمیر ۱۱۰۳ھ (۱۶۹۱ء) میں بادشاہ عالمگیر کے عہد حکومت میں ہوئی، درگاہ مسقف نہیں ہے، زیر آسمان ہے، اور خام ہے، البتہ حاشیہ پختہ بنادیا گیا ہے، آپ ہی کے قریب آپ کے صاحبزادے ناصر علی اور دو پوتوں کی بھی قبریں ہیں اور وہ بھی خام ہیں، ان قبروں کے گرد ایک خوبصورت آہنی کٹہرا ہے، درگاہ کے گرد چاروں کونوں پر چار دروازے اور نو نو در کی غلام گردش ہے جو ستر (۷۰) فٹ مربع ہے اس کے دروازے پر بخط نسخ یہ مصرعہ تاریخ وفات سنگ مرمر کی تختی پر کندہ ہے:

ع۔رسول نما بارسول باقی شد۔   کتبہ العبد المذنب یاقوت رقمخان عرف عباد اللہ ۱۱۰۳ھ۔

اصل درگاہ سے باہر کمپاؤنڈ کے اندر درگاہ کے متوسلین کے مکانات اور قبریں ہیں۔

(واقعات دار الحکومت دہلی ج ۲ ص ۳۵، ۵۵۸، ۵۵۷ مصنفہ بشیر الدین احمد دہلویؒ ایم، آر، اے، ایس، لندن، اول تعلقہ دار (کلکٹر) پنشنر سرکار عالی نظام، شمسی مشین پریس آگرہ میں محمد بشیر الدین خان و محمد شمس الدین خان کے اہتمام سے چھپی، ۱۹۱۹ء)

41 - عرس حضرت بانسہؒ ص ۱۲ مؤلفہ معشوق العاشقین حضرت مولانا قیام الدین عبد الباری فرنگی محلیؒ، شائع کردہ: قادری بک ایجنسی نمبر ۸۱ وکٹوریا اسٹریٹ لکھنؤ، ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء۔

(۸)حضرت شاہ ہدایت اللہ خدا نما قادریؒ(م ٦ / جمادی الثانیہ ١٠٦٥ھ مطابق ١٢ / اپریل ١٦٥٥ء
)[42]

(۹)حضرت سید شاہ حسین خدا نماؒ، برہان پور(م ١٦ / رمضان المبارک ٩١٥ھ مطابق ٦ / جنوری ١٥١٠ء یا ٧ / محرم الحرام ١٠٨٧ھ مطابق ٢١ / مارچ ١٦٧٦ء)[43]

(١٠)حضرت شاہ امان اللہ ملتانی امانی برہان پوریؒ(م ٢ / محرم الحرام ٩١٩ھ مطابق ١٩ / مارچ ١٥١٣ء
)مزار مبارک دہلی میں ہے۔

(١١)حضرت شاہ ابراہیم بھکریؒ (بھکّر)(م ٢٣ / ذی الحجہ ٩٩٨ھ یا ٩١١ھ مطابق ٢٢ / اکتوبر ١٥٩٠ء یا ٢٦ / مئی ١٥٠٦ء)مزار مبارک برہان پور میں اتاولی ندی سے متصل شاہ بھکاری کے مقبرے کے قریب ہے(راستہ دولت میدان)[44]

(١٢)حضرت شاہ ابراہیم ملتانیؒ (م ١٢ یا ١٤ / رجب المرجب ٩٠٠ھ مطابق ١٦ یا ١٨ / اپریل ١٤٩٥ء
)مزار مبارک ملتان میں ہے۔

(١٣)حضرت میراں سید بخش اللہ شیخ فرید بھکریؒ۔ بھکر(م ١٥ / رمضان المبارک ٨٩٥ھ مطابق ١٠ / اگست ١٤٩٠ء)

(١٤)حضرت سید شاہ جلال قادریؒ (م ٧ / شعبان المعظم ٨٨٩ھ مطابق ٧ / ستمبر ١٤٨٤ء)[45]

----حواشی--

42 -مزار مبارک کہماج عرب میں ہے(تذکرۃ الصلحاء)

43 -اول الذکر مولوی عبدالحی بدایونیؒ کی روایت کے مطابق ہے، اوریہی زیادہ قرین قیاس ہے، جب کہ ثانی الذکر "تذکرۃ الصلحاء "اوروفیات الاخیار" میں منقول ہے، مزار مبارک برہان پور میں ہے(قطب الاقطاب سید عبدالرزاق بے کمر بانسویؒ ص ٤٤ مؤلفہ جناب محی الدین قادری رزاقیؒ)

شجرۂ وارثیہ و شجرۂ سہروردیہ مؤلفہ جناب علی احمد صابر چشتی سہروردی، نقشبندی قادری آساپوری میں شاہ حسین خدا نماؒ کا سن وفات ٧ / محرم الحرام یا ٧ / صفر المظفر ٩٢٩ھ مطابق ٥ / دسمبر ١٥٢٢ء یا ٤ / جنوری ١٥٢٣ء تحریر کیا گیا ہے، اور مزار ملتان بتایا گیا ہے(ص ٧)

44 - شجرۂ وارثیہ (ص ٧)میں تاریخ وفات ٢٣ / ذی الحجہ ٩١١ھ درج ہے۔

(۱۵)حضرت سید شاہ میر محمد قادری ؒ(م ۲۰/رجب المرجب ۸۲۵ھ مطابق ۱۸/جولائی ۱۴۲۲ء) مزار بیدر دکن میں احاطہ درگاہ ملتانی پاشاہ میں ہے۔

(۱۶)حضرت شاہ بہاء الدین انصاری قادریؒ(م ۱۷/شوال المکرم ۷۱۷ھ مطابق ۳۰/دسمبر ۱۳۱۷ء یا ۳/ربیع الاول ۸۰۴ھ مطابق ۱۹/اکتوبر ۱۴۰۱ء)مزار دولت آباد میں مشرقی جانب مزار حضرت شاہ ابی العباسؒ واقع ہے۔

(۱۷)حضرت سید شاہ ابوالعباس احمد قادری ؒ(م ۱۷/رجب المرجب ۷۸۵ھ مطابق ۲۲/ستمبر ۱۳۸۳ء)دولت آباد اورنگ آباد دکن[46]

(۱۸)حضرت سید شاہ میر حسن قادریؒ(م ۲۶/صفر ۷۸۱ھ مطابق ۲۰/جون ۱۳۷۹ء یا ۱۷/شوال المکرم ۷۱۷ھ مطابق ۳۰/دسمبر ۱۳۱۷ء)[47]

(۱۹)حضرت سید شاہ موسیٰ قادری بغدادی ؒ(م ۱۳/رجب المرجب ۷۶۳ھ مطابق ۱۵/مئی

---

45 -شاہ جلال قادریؒ کا مزار کہاں ہے؟ محمد رضا انصاری صاحبؒ نے گجرات لکھا ہے(تذکرۂ حضرت سید صاحب بانسویؒ ص ۱۰۲) جب کہ جناب محی الدین قادری رزاقی صاحب نے دیوبند تحریر کیا ہے(قطب الاقطاب سید عبدالرزاق بے کمر بانسویؒ ص ۴۴ مؤلفہ جناب محی الدین قادری رزاقیؒ)واللہ اعلم بالصواب

46 - قطب الاقطاب سید عبدالرزاق بے کمر بانسویؒ ص ۴۴،۴۳ مؤلفہ جناب محی الدین قادری رزاقی ☆ تذکرۂ حضرت سید صاحب بانسویؒ ص ۱۰۱ تا ۱۰۴ مؤلفہ محمد رضا انصاری صاحب ☆ شجرۂ وارثیہ و شجرۂ سہروردیہ (ص ۷)مؤلفہ جناب علی احمد صابر چشتی سہروردی ،نقشبندی قادری آساپوری(ایک قدیم مطبوعہ فارسی نسخہ میرے پاس موجود ہے)

47 - حضرت سید شاہ حسن بغدادیؒ کی ولادت بغداد میں ہوئی، آپ کے والد ماجد کا نام حضرت شیخ سید موسیٰؒ ہے، آپ خاندان جیلانی کے ایک فرد ہیں ، آپ کو خرقۂ خلافت اپنے والد ماجد سے عطا ہوا، ہر وقت عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے،۲۶/صفر ۷۸۱ھ مطابق ۲۰/جون ۱۳۷۹ء کو وصال فرمایا، مزار بغداد میں ہے(تاریخ مشائخ قادریہ مجیدیہ ص ۷۴ تنویر احمد خان قادری ☆ شجرۂ وارثیہ و شجرۂ سہروردیہ (ص ۷)مؤلفہ جناب علی احمد صابر چشتی سہروردی ،نقشبندی قادری آساپوری)البتہ آساپوری صاحب نے تاریخ وفات ۳/شعبان ۷۶۰ھ مطابق ۷/جولائی ۱۳۵۹ء درج کی ہے، جناب محی الدین رزاقی صاحب نے تاریخ وفات ۱۷/شوال المکرم ۷۱۷ھ مطابق ۳۰/دسمبر ۱۳۱۷ء بتائی ہے اور مزار ہرات میں نقل کیا ہے(قطب الاقطاب سید عبدالرزاق بے کمر بانسویؒ ص ۴۴ مؤلفہ جناب محی الدین قادری رزاقی) مگر قرین قیاس یہ ہے کہ مزار بغداد میں ہو گا، اس لئے کہ یہ بغداد کا سلسلۃ الذہب ہے۔

۱۳۶۲ء یا ۲۱ / شوال المکرم ۷۴۴ھ مطابق ۱۴ / مارچ ۱۳۴۴ء)[48]۔

(۲۰) حضرت سید شاہ علی القادریؒ (م ۲۳ / شوال المکرم ۷۳۹ھ مطابق ۱۱ / مئی ۱۳۳۹ء یا ۱۵ / صفر ۷۳۷ھ مطابق ۲۰ / ستمبر ۱۳۳۶ء)[49]

(۲۱) حضرت میر سید احمدؒ برادر حضرت میر سید محمد بغدادیؒ (۲۵ / ذی الحجہ ۷۲۹ھ مطابق ۲۷ / اکتوبر ۱۳۲۹ء)[50]

البتہ حضرت شاہ علی قادریؒ کو اپنے والد ماجد حضرت ابو نصر محمدؒ سے براہ راست بھی اجازت وخلافت حاصل ہے۔

---- حواشی --

48 - آپ حضرت سید شاہ علی القادریؒ کے صاحبزادے ہیں ،یعنی خاندان جیلانیؒ کے ایک فرد ،اسم گرامی محمد موسیٰ ہے، ولادت بغداد میں ہوئی، اپنے والد ماجد سے ہی خلافت حاصل کی، بڑے کامل، عبادت وریاضت میں بے مثال اور صاحب تصرف بزرگ تھے، بے شمار لوگوں نے آپ سے فیض پایا، آپ کا وصال ۱۳ / رجب المرجب ۷۶۳ھ مطابق ۱۵ / مئی ۱۳۶۲ء یا ۲۱ / شوال المکرم ۷۴۴ھ مطابق ۱۴ / مارچ ۱۳۴۴ء کو ہوا، مزار مبارک بغداد میں ہے (تاریخ مشائخ قادریہ مجیدیہ ص ۴۷ تنویر احمد خان قادری ☆ شجرۂ وارثیہ و شجرۂ سہر وردیہ (ص ۷) مؤلفہ جناب علی احمد صابر چشتی سہر وردی، نقشبندی قادری آساپوری) جبکہ محمد رضا انصاری صاحب نے " الاسرار العالیۃ (مخطوطہ) کے حوالے سے لکھاہے کہ مزار بیجاپور سے باہر علی پور میں ہے (تذکرہ حضرت سید صاحب ص ۱۰۲) قرین قیاس یہ ہے کہ اول الذکر روایت زیادہ درست ہو، اس لئے کہ تسلسل کے ساتھ یہ سب خانوادۂ جیلانیؒ کے ہی افراد ہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

49 - آپ حضرت شیخ سید محی الدین ابو نصر محمدؒ کے صاحبزادے ہیں ،یعنی خاندان جیلانیؒ کے چشم وچراغ ،ولادت بغداد میں ہوئی ،اپنے والد گرامی اور دیگر علماء ومشائخ سے فقہ وحدیث کی تعلیم حاصل کی، اپنے والد ماجد سے بیعت وخلافت رکھتے تھے، علوم ظاہری و باطنی کے امام تھے، بڑے عابد، سخی، عالی ہمت اور صاحب فہم وفراست تھے، ہر لمحہ عبادت و ریاضت میں بسر فرماتے، ۲۳ / شوال المکرم ۷۳۹ھ مطابق ۱۱ / مئی ۱۳۳۹ء کو وصال فرمایا (تاریخ مشائخ قادریہ مجیدیہ ص ۴۶ تنویر احمد خان قادری ☆ شجرۂ وارثیہ و شجرۂ سہر وردیہ (ص ۸) مؤلفہ جناب علی احمد صابر چشتی سہر وردی، نقشبندی قادری آساپوری)

50 - شجرۂ وارثیہ و شجرۂ سہر وردیہ (ص ۸) مؤلفہ جناب علی احمد صابر چشتی سہر وردی، نقشبندی قادری آساپوری۔

جناب محی الدین صاحب نے اپنے شجرہ میں ان کی تاریخ وفات ۹ / صفر ۱۰۸۸ھ مطابق ۱۲ / اپریل ۱۶۷۷ء درج کی ہے جو ظاہر ہے کہ یہاں منطبق نہیں ہو سکتی (قطب الاقطاب سید عبد الرزاق بے کمر بانسویؒ ص ۴۴ مؤلفہ جناب محی الدین قادری رزاقیؒ)

جناب محمد رضا انصاری صاحب لکھتے ہیں کہ:

"سید علی قادریؒ (نمبر ۲۰) کے بارے میں بعض شجروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو سید محمد قادریؒ سے بیعت واجازت تھی، اور سید محمد قادریؒ کو حضرت سید حسنؒ سے اوران کو میر سید احمدؒ (نمبر ۲۱) سے، مگر مناقب رزاقیہ مصنفۂ ملا نظام الدین میں یہ واسطے نہیں لکھے گئے ہیں یا سہو کاتب سے رہ گئے یا اختلاف طرق سے"[51]

(۲۲) حضرت سید شیخ محی الدین ابو نصر محمدؒ (م ۶، یا ۱۲، یا ۱۸ شوال ۶۵۶ھ یا ۶۲۳ھ مطابق ۱۲ یا ۱۸ یا ۲۴ / اکتوبر ۱۲۵۸ء یا ۲۷ / ربیع الاول ۶۵۶ھ مطابق ۹ / اپریل ۱۲۵۸ء یا ۱۷ / ذی قعدہ ۶۵۶ھ مطابق ۲۱ / نومبر ۱۲۵۸ء)[52]۔

آپ حضرت سید ابو صالح عماد الدین عبد اللہ نصر قادریؒ (ولادت ۲۴ / ربیع الثانی ۵۶۲ھ مطابق ۲۳ / فروری ۱۱۶۷ء - وفات ۶ / شوال المکرم ۶۴۳ھ مطابق ۲ / مارچ ۱۲۴۶ء یا ۲۷ / رجب المرجب ۶۳۲ھ مطابق ۲۳ / اپریل ۱۲۳۵ء)[53] کے صاحبزادے ہیں، اور وہ حضرت سید عبد الرزاقؒ کے صاحبزادے ہیں، اس طرح آپ حضرت غوث اعظمؒ کے پڑپوتے ہیں۔

---حواشی---

51 - تذکرۂ حضرت سید صاحب بانسویؒ ص ۱۰۲ بحوالہ افضل الشمائل ص ۲۲ وفیوض حضرت بانسہ ص ۵۰ مصنفات حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ

52- آپ کی ولادت بغداد میں ہوئی، والد ماجد کا نام عماد الدین ابو صالح نصر ہے، اپنے والد سے اکتساب علم کیا، حضرت حسن بن علی ، ابو اسحاق یوسف بن ابی حامد، اور ابو الفضل محمد بن عمرو غیرہ سے حدیث پڑھی، اعلیٰ درجہ کے محقق، محدث اور مدرس تھے، عراق کے مفتی مقرر ہوئے، آپ شکل وشباہت میں اپنے جد امجد حضرت غوث اعظمؒ کے مشابہ تھے، چار صاحبزادگان یادگار چھوڑے، ان میں صاحبزادہ حضرت شیخ سید علیؒ کو خلافت سے نوازا، ۲۷ / ربیع الاول ۶۵۶ھ مطابق ۹ / اپریل ۱۲۵۸ء یا ۶، یا ۱۲، یا ۱۸ شوال ۶۵۶ھ یا ۶۲۳ھ مطابق ۱۲ یا ۱۸ یا ۲۴ / اکتوبر ۱۲۵۸ء کو وصال فرمایا مزار حدیدہ نزد بغداد شریف میں ہے (تذکرۂ مشائخ قادریہ مجیدیہ ص ۴۶ تنویر احمد خان)

53 - اسم گرامی عبد اللہ نصر، کنیت ابو صالح اور لقب عماد الدین ہے، آپ کے والد ماجد حضرت سید عبد الرزاقؒ حضرت غوث اعظمؒ کے فرزند ہیں، آپ کی ولادت ۱۴ / ربیع الثانی ۵۶۴ھ مطابق ۲۱ / جنوری ۱۱۶۹ء کو بغداد میں ہوئی، تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی ، والد ماجد کے علاوہ اپنے چچا حضرت عبد الوہابؒ سے حدیث کی تعلیم حاصل کی، دیگر علماء مثلاً: ابو الحسین بن یوسفؒ، شہدۃ بنت

(۲۳)حضرت قطب العراق سید عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ[54] (ولادت ۱۸/ذی قعدہ ۵۲۸ھ مطابق ۱۵/ستمبر ۱۱۳۴ء -وفات دوشنبہ ۶/شوال المکرم ۶۰۳ھ مطابق ۱۲/مئی ۱۲۰۷ء یا ۶/شوال ۶۲۳ھ مطابق ۶/اکتوبر ۱۲۲۶ء)ابن حضرت غوث اعظمؒ بغداد شریف۔

احمدؒ، ابوالعلاء الھمدانیؒ، ابوموسیٰ المدینیؒ، اورابوہاشم الروشانیؒ وغیرہ سے بھی فقہ وحدیث کی کتابیں پڑھیں، آپ بہت بڑے عالم، عارف، محقق اور محدث تھے، حنبلی المسلک تھے، شریعت وطریقت کے جامع تھے، شریعت کے خلاف کوئی چیز گوارانہ تھی، اپنے جدامجد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مدرسہ قادریہ کے مہتمم تھے، ۸/ذی قعدہ ۶۲۲ھ مطابق ۱۷/نومبر ۱۲۲۵ء کو خلیفہ ظاہر بامر اللہ نے آپ کو بغداد کے قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز کیا، اپنے حلقے میں پہلی بار یہ منصب آپ ہی کو حاصل ہوا، اسی کے ساتھ آپ او قاف اور جملہ مساجد و مدارس (مدرسہ نظامیہ سمیت) کے بھی وزیر رہے، ان تمام اداروں میں عزل ونصب کے تمام اختیارات آپ کے ہاتھ میں تھے، اتنے بلند منصب پر فائز ہونے کے باوجود آپ کے رہن سہن اور تواضع واخلاق میں کوئی فرق نہیں آیا، جامع مسجد آپ پیدل جاتے تھے، خلیفہ ظاہر کے بعد جب اس کا لڑکا خلیفہ مستنصر باللہ گدی نشین ہوا تو اس نے ۲۳/ذی قعدہ ۶۲۳ھ مطابق ۲۱/نومبر ۱۲۲۶ء کو آپ کو اس عہدہ سے برطرف کردیا، اس کے بعد آپ نے درس وتدریس کو اپنا مشغلہ بنالیا، ایک بڑی جماعت نے آپ سے فقہ وحدیث کی تعلیم حاصل کی۔

خلیفہ مستنصر باللہ نے آپ کو پھر ایک بار عہدۂ جلیلہ پر فائز کردیا، کلیسائے روم کو خلیفہ نے ایک بڑی خانقاہ میں تبدیل کردیا تھا، آپ وہیں دین کی خدمت کرتے تھے، آپ کے پاس جو رقم آتی وہ آپ غرباء میں تقسیم کردیا کرتے تھے، بڑے خوش اخلاق اور شیریں بیان تھے، اختلافی مسائل پر بہت نرم اور مؤثر گفتگو کرتے تھے، آپ کا وصال ۱۶/شوال المکرم ۶۳۳ھ مطابق ۲۹/جون ۱۲۳۶ء یا ۲۷/رجب المرجب ۶۳۲ھ مطابق ۲۳/اپریل ۱۲۳۵ء کو ہوا، مزار بغداد میں حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے احاطے میں واقع ہے (الشیخ عبدالقادر الجیلانی، الامام الزاھد القدوۃ ص ۲۷۸، ۲۷۹ مؤلفہ الدکتور عبدالرزاق الکیلانی، ناشر دارالقلم بیروت، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء بحوالہ قلائد الجواہر ص ۴۵ ☆ تذکرۂ مشائخ قادریہ مجیدیہ ص ۴۵ تنویر احمد خان)

54 - اسم گرامی "عبدالرزاق "کنیت: عبدالرحمن، وابوالفرح، لقب: تاج الدین، حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے فرزند رشید تھے، آپ کی ولادت ۱۸/ذی قعدہ ۵۲۸ھ مطابق ۱۵/ستمبر ۱۱۳۴ء کو بغداد میں ہوئی، والد ماجد ہی کے زیر سایہ تمام علوم ظاہری وباطنی مکمل کئے، والد صاحب کے علاوہ حضرت ابوالحسن محمد بن الصائغؒ، حضرت قاضی ابوالفضل محمد بن ناصر الحافظؒ، حضرت ابو کاظم قاسم سعیدؒ اور ابوالمظفر محمد الہاشمیؒ سے بھی کئی علوم حاصل کئے، بڑے عالم حافظ اور محدث اور جامع علوم وفنون تھے، ملک عراق کے مفتی تھے، مسلکاً حنبلی تھے، آپ کے تلامذہ میں دبیثیؒ، حافظ ابن النجارؒ صاحب التاریخ، النجیب عبداللطیفؒ، التقی البلدانیؒ، الضیاء المقدسیؒ اور ابوبکر ابن نقطہؒ جیسے بڑے علماء کے نام ملتے ہیں، رسالہ جلاء الخواطر ملفوظات حضرت غوث الاعظمؒ آپ ہی کا تالیف کردہ ہے، ایک دن والد صاحب کی مجلس میں آسمان پر مردان غیب کی زیارت کی، آپ کے پانچ فرزند اور دو صاحبزادیاں تھیں، دوشنبہ ۶/شوال المکرم ۶۰۳ھ مطابق ۵/مئی ۱۲۰۷ء) کو وفات پائی، اور باب حرب میں مدفون ہوئے، خزینۃ الاصفیاء میں سن وفات ۵۹۵ھ/۱۱۹۹ء

"مناقب رزاقیہ مصنفۂ ملا نظام الدین میں یہی ترتیب درج ہے، مگر بعض شجروں میں سید محمد (نمبر ۲۲) کے بارے میں ہے کہ ان کو بیعت واجازت اپنے والد حضرت ابو صالح قادریؒ سے تھی، اور حضرت ابو صالح کو اپنے والد ماجد قاضی القضاۃ حضرت سید عبد الرزاق (نمبر ۲۳) سے"[55]

(۲۴) حضرت قطب الملۃ محبوب ربانی محی الدین حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ (ولادت شب اول رمضان المبارک ۴۷۰ھ مطابق ۲۳/مارچ ۱۰۷۸ء۔ وفات ۱۱ یا ۱۷/ربیع الثانی ۵۶۱ھ مطابق ۲۰ یا ۲۶/فروری ۱۱۶۶ء) بغداد شریف

(۲۵) حضرت قاضی ابو سعید المبارک المخرمیؒ (یکم یا ۱۰/محرم الحرام ۵۰۸ھ مطابق ۱۳/جون ۱۱۱۴ء، یا ۷ ۲/شعبان المعظم ۵۱۳ھ مطابق ۹/دسمبر ۱۱۱۹ء یا ۵۱۷ھ/۱۱۲۳ء مدرسہ قادریہ باب الازج بغداد[56]

درج کی گئی ہے، جبکہ تاریخ مشائخ قادریہ مجیدیہ میں تاریخ وفات شوال ۶۲۳ھ/اکتوبر ۱۲۲۶ء لکھی گئی ہے، مگر پہلی تاریخ راجح ہے، اس لئے کہ معتبر تواریخ (تکملۃ الاکمال ج ۲ ص ۴۹۲، اور التاج المکلل للقنوجی ص ۲۲۰ وغیرہ) میں اس کا ذکر ہے واللہ اعلم بالصواب (خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۱۸۰، ۱۸۱ مفتی غلام سرور ☆ الشیخ عبد القادر الجیلانی، الامام الزاهد القدوۃ ص ۲۷۲، ۲۷۳ مؤلفہ الدکتور عبد الرزاق الکیلانی، ناشر دار القلم بیروت، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء ☆ قطب الاقطاب حضرت سید عبد الرزاق ص ۴۳ مرتبہ محی الدین قادری ☆ تاریخ مشائخ قادریہ مجیدیہ ص ۴۳، ۴۴ تنویر خان قادری بدایونی)

55 ۔ تذکرۂ حضرت سید صاحب بانسویؒ ص ۱۰۲ بحوالہ افضل الشمائل ص ۲۳ والاسرار العالیۃ۔ مخطوطہ

56 ۔ اسم گرامی "مبارک بن علی بن حسین مخرمی (اور بقول بعض مخزومی) ہے، کنیت ابو سعید ہے، بعض کتابوں میں آپ کی کنیت ابو یوسف بھی بتائی گئی ہے (سفینۃ الاولیاء داراشکوہ) حضرت شیخ ابو الحسن قریشی ہنکاریؒ کے نامور مرید اور خلیفۂ اعظم ہیں، اٹھارہ (۱۸) سال اپنے شیخ کی خدمت میں رہے، اور خدمت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، حدیث قاضی ابو العلاءؒ سے اور فقہ شیخ ابو جعفر بن موسیٰؒ سے پڑھی، اپنے زمانہ کے سلطان الاولیاء، برہان الاصفیاء، قدوۂ عارفاں، زبدۂ سالکاں، پیر طریقت، واقف رموز حقیقت اور جامع علوم ظاہر و باطن تھے، مذہباً حنبلی تھے، حضرت خضر کے رفیق و مصاحب اور حضرت شیخ جیلانیؒ کے پیر خرقہ تھے، آپ کے خلفاء میں حضرت شیخ جیلانیؒ کے علاوہ کسی کا ذکر نہیں ملتا، قلائد الجواہر میں ہے کہ شیخ مبارک مخرمیؒ نے فرمایا کہ ایک دوسرے سے تبرک حاصل کرنے کے لئے میں نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو اور انہوں نے مجھے خرقہ پہنایا تھا، بغداد میں مدرسۂ باب الازج آپ ہی کا تعمیر کردہ ہے، آپ نے یہ مدرسہ اپنی زندگی میں حضرت شیخ جیلانیؒ کے حوالے کر دیا تھا، اور یہی مدرسہ حضرت جیلانیؒ کی شہرت وارشاد کا ذریعہ بنا، یکم یا ۱۰/محرم الحرام ۵۰۸ھ مطابق ۱۳/جون ۱۱۱۴ء، یا ۷ ۲/شعبان المعظم ۵۱۳ھ مطابق ۹/دسمبر ۱۱۱۹ء یا ۵۱۷

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے حضرت شیخ ابوالخیر حماد بن مسلم بن ذروۃ الدباسؒ (م ماہ رمضان ۵۳۱ھ یا ۵۳۵ھ مطابق ۳۰/مئی ۱۱۳۷ء یا ۱۷/اپریل ۱۱۴۱ء)[57] اور حضرت خواجہ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانیؒ (ولادت ۴۴۰ھ یا ۴۴۱ھ مطابق ۱۰۴۹ء یا ۱۰۵۰ء۔ وفات ۲۲/ربیع الاول یا ۲۷/رجب ۵۳۵ھ مطابق ۱۱/نومبر ۱۱۴۰ء یا ۱۴ مارچ ۱۱۴۱ء)[58] سے بھی کسب فیض کیا ہے۔

ھ/۱۲۳ء کو وفات ہوئی اور اسی مدرسہ کے احاطے میں مدفون ہوئے (خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۱۴۹، ۱۵۰ مفتی غلام سرور لاہوری ☆تذکرۂ مشائخ قادریہ ص ۹۰، ۹۱ دین کلیم قادری ☆ تاریخ مشائخ قادریہ مجیدیہ ص ۳۹ مؤلفہ تنویر خان قادری بدایونی)

57 - اسم گرامی "حماد بن مسلم دباس" اور ابو عبد اللہ کنیت ہے، دباس دوشاب فروش یعنی انگور یا کھجور کا شیرہ بیچنے والے کو کہتے ہیں، جو باسی اور ترش ہو چکا ہو، اسی اعتبار سے اس کو دوش آب یعنی باسی کہا جاتا ہے، نیز اس کے معنی ٹھنڈا پانی بیچنے والے کے بھی ہیں، اپنے زمانے کے پیران کبار میں تھے، حضرت شیخ جیلانیؒ نے آپ سے اکتساب فیض کیا ہے، اوائل عمر میں آپ ان کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے، اور اسی زمانے میں آپ نے پیش گوئی فرمائی تھی، کہ اس عجمی نوجوان کا قدم اپنے وقت کے تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہوگا، ان پڑھ تھے لیکن اللہ پاک نے علم لدنی کی دولت سے مالامال کیا تھا، کم و بیش آپ کے بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) مریدین تھے، ماہ رمضان ۵۳۱ھ یا ۵۳۵ھ مطابق ۳۰/مئی ۱۱۳۷ء یا ۱۷/اپریل ۱۱۴۱ء میں وفات پائی (خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۱۵۱ مفتی غلام سرور لاہوری)

حضرت حمادؒ کے دو شیخ تھے: شیخ منصور بطائحیؒ ☆ اور ابو سعید مغربیؒ، دونوں سلسلۂ طریق حسب ذیل ہیں:

(۱) شیخ حمادؒ کو شیخ منصور بطائحیؒ سے، ان کو شیخ طلحہ ابو محمد انصاری شنبکیؒ سے، ان کو شیخ ابو بکر بن ہوازن البطائحیؒ سے، ان کو سہل بن عبد اللہ تستریؒ سے، ان کو ذوالنون مصریؒ سے، ان کو سفیان بن عیینہؒ سے، ان کو عمرو بن دینار الجمعیؒ سے، ان کو عبد اللہ بن عباسؓ سے، اور امام حسن بصریؒ سے، اور ان دونوں کو امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے۔

شیخ منصور بطائحیؒ کے اور بھی کئی ذیلی طریق ہیں، تطویل کی وجہ سے ان کو ترک کیا جاتا ہے۔

(۲) شیخ حمادؒ کو شیخ ابو سعید مغربیؒ سے، ان کو شیخ ابو بکر احمد بن عثمان مغربیؒ سے، ان کو شیخ ابوالفضل عبد الواحد سے، ان کو شیخ احمد بن اسمعیل مکیؒ سے، ان کو شیخ ابو بکر شبلیؒ سے، ان کو جنید بغدادیؒ سے، پھر یہ حضرت علیؓ تک چلا جاتا ہے (آثارات پھلواری شریف، موسوم بہ اعیان وطن ص ۱۳۶، ۱۳۷ مؤلفہ حکیم مولانا سید شاہ محمد شعیب نیر پھلواروی، ناشر: دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ، ۱۹۴۷ء)

58 - بڑے عالم و عارف اور اپنے وقت کے بلند پایہ مشائخ میں تھے، ساٹھ (۶۰) سال سے زیادہ مسند ارشاد پر متمکن رہے، کچھ عرصہ کوہ زرا (حوزان کے قریب) میں بھی مقیم رہے۔

آپ کی ولادت موضع "بُوزَنجِرد" (ہمدان کے نواحی میں ایک دیہات ہے) میں ۴۴۰ھ یا ۴۴۱ھ (۱۰۴۹ء-۱۰۵۰ء) میں ہوئی، اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں بغداد آئے، اور یہاں حضرت ابو اسحاق شیرازیؒ سے فقہ، اصول فقہ اور علم الخلاف کی کتابیں پڑھیں، قاضی ابوالحسین محمد بن علی بن مہتدی باللہ، ابوالغنائم عبد الصمد بن علی بن مامون، ابو جعفر محمد بن احمد بن مسلمہ وغیرہ سے

(۲۶) حضرت شیخ ابو الحسن علی ہنکاریؒ (ولادت ۴۰۹ھ / ۱۰۱۷ء - وفات یکم محرم ۴۸۶ھ مطابق ۶ فروری ۱۰۹۳ء یا ۴۸۴ھ / ۱۰۹۱ء) موصل ہنکاریہ [59]

سماع حدیث کیا، علاوہ اصفہان اور سمرقند کے دیگر مشائخ حدیث سے بھی استفادہ کیا۔

علم باطن میں مشہور قول کے مطابق آپ کو شیخ بو علی فارمدیؒ سے نسبت حاصل تھی، ان کو حضرت ابو القاسم گرگانیؒ سے، ان کو حضرت ابو عثمان مغربیؒ سے، ان کو حضرت ابو علی رودباریؒ سے، اور ان کو سید الطائفہ جنید بغدادیؒ سے۔

آپ شیخ ابو عبد اللہ یوسف الجوینی نیشاپوریؒ اور شیخ حسن سمنانیؒ کی صحبت میں بھی رہے، اور حضرت نیشاپوریؒ سے خرقہ خلافت بھی حاصل ہوا۔ حضرت نیشاپوریؒ کو نسبت حاصل ہوئی شیخ ابو طالب مکیؒ سے، ان کو شیخ ابو بکر شبلیؒ سے، اور ان کو سید الطائفہ جنید بغدادیؒ سے (آثارات پھلواری شریف، موسوم بہ اعیان وطن ص ۱۳۶، ۱۳۷ مؤلفہ حکیم مولانا سید شاہ محمد شعیب نیر پھلوارویؒ، ناشر: دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ، ۱۹۴۷ء)

آپ کا شمار تصوف کے بلند پایہ مشائخ میں ہوتا ہے، مرو میں آپ کا قیام عرصہ تک رہا، وہاں آپ کی خانقاہ مرجع خلائق تھی، آپ کی مجلس میں بڑے بڑے علماء و صلحاء بیٹھتے تھے، وقفہ وقفہ سے آپ ہرات میں بھی رہے، ایک مرتبہ (غالباً ۵۱۵ھ) آپ بغداد تشریف لے گئے اور مدرسہ نظامیہ میں مجلس وعظ منعقد ہوئی، اسی موقعہ پر حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ بھی آپ کی ملاقات سے شرفیاب ہوئے، اور کسب فیض کیا، اور آپ ہی کے حکم پر حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے وعظ کہنا شروع فرمایا، جس کا ذکر شیخ نے خود اپنے خطبات میں کیا ہے، حضرت ہمدانیؒ نے آپ سے فرمایا کہ:

> "تم میں وعظ کہنے کی صلاحیت و قابلیت موجود ہے، بر سر منبر لوگوں کو وعظ سنایا کرو، کیونکہ میں تم میں ایک جڑ دیکھتا ہوں، جو عنقریب درخت ہو جائے گی" (تذکرۂ مشائخ خیریہ ص ۹۴)

یوں تو آپ کی ذات سے بڑی تعداد میں خلائق فیضیاب ہوئی، لیکن آپ کے دو خلفاء ایسے ہیں جن سے دو اہم سلسلے پھیلے، اول حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ اور دوم حضرت احمد یسویؒ، اول الذکر سے سلسلۂ نقشبندیہ جاری ہوا، اور مؤخر الذکر سے سلسلۂ یسویہ منسوب ہوا، ترک صوفیاء کے لئے وہ ایک نمونہ تھے، حضرت احمد یسویؒ "حضرت ترکستان" کہلائے۔

حضرت ہمدانیؒ کی طرف بہت سی کرامات منسوب ہیں، آپ کا وصال ہرات سے مرو آتے ہوئے ہرات و بغشور کے مابین موضع "بامئین" میں بروز دوشنبہ ۲۲ / ربیع الاول (یا ۲۷ / رجب) ۵۳۵ھ م ۱۱ / نومبر ۱۱۴۰ء / ۱۴ مارچ ۱۱۴۱ء) میں ہوا، اور وہیں تدفین بھی ہوگئی، کچھ عرصے کے بعد آپ کے مریدوں میں سے ابن النجار کی کوششوں سے آپ کا جسد مبارک مرو لے جایا گیا اور حظیرہ میں دفن کیا گیا۔ (تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ ص ۹۳ تا ۹۶ مؤلفہ علامہ نور بخش توکلی، تذکرۂ مشائخ خیریہ ص ۲۴۴ تا ۲۴۸ مؤلفہ مولانا محمد صادق قصوریؒ ☆ تاریخ مشائخ نقشبندیہ ص ۱۹۷ تا ۲۰۳ مؤلفہ عبد الرسول للہی)

59 - اسم گرامی علی بن محمود (محمد) بن جعفر القرشی الہنکاری ہے، ایک نام ابراہیم بھی بتایا گیا ہے، لقب ابو الحسن ہے، حضرت ابو سفیان ابن الحارث کی اولاد میں ہیں، ہنکار موصل کے قریب ایک قصبہ ہے، ولادت ۴۰۹ھ / ۱۰۱۷ء یا ۴۰۹ھ / ۱۰۱۹ء میں ہوئی، علوم

(۲۷)حضرت شیخ ابوالفرح یوسف طرطوسی ؒ (م ۳/ شعبان المعظم ۴۴۷ھ مطابق ۲/ نومبر ۱۰۵۵ء)طرطوس(بلاد شام)[60]

(۲۸)حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد تمیمیؒ ابن حضرت شیخ عبدالعزیز یمنی ؒ(م ۳۰/ جمادی الثانیہ ۴۲۵ھ مطابق ۲۶/ مئی ۱۰۳۴ء)مقبرہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ بغداد[61]۔

بعض شجرات میں شیخ عبدالواحد یمنیؒ اور شیخ ابوبکر شبلیؒ کے درمیان ان کے والد شیخ عبدالعزیز یمنیؒ (۱۱/ ذی الحجہ ۳۳۲ھ مطابق ۴/ اگست ۹۴۴ء) کا واسطہ ذکر کیا گیا،جب کہ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ شیخ عبدالواحد یمنیؒ اپنے والد شیخ عبدالعزیزؒ سے بیعت نہیں تھے،بلکہ صرف ازراہ عقیدت ان کا نام شجرہ میں ڈال دیا گیا تھا۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ شیخ عبدالعزیز یمنیؒ شیخ عبدالواحد یمنیؒ کے بھائی تھے والد نہیں تھے۔[62]

متداولہ کی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت شیخ محمد بن شیخ یوسفؒ سے حاصل کی،اور خرقۂ خلافت حضرت ابوالفرح طرطوسیؒ سے حاصل ہوا،صاحب خوارق وکرامات،مقتدائے زمانہ،صائم الدہر اور قائم اللیل تھے،بعد نماز عشاء تا تہجد دو قرآن کریم ختم کرتے تھے،بے شمار مشائخ سے آپ کی ملاقات تھی،بعض اکابر نے آپ کو شیخ الاسلام کا خطاب دیا تھا،آپ کی نظر عنایت سے ہزاروں لوگ صاحب کمال ہوگئے،وفات یکم محرم ۴۸۶ھ مطابق ۶ فروری ۱۰۹۳ء یا ۴۸۴ھ/ ۱۰۹۱ء کو ہوئی،مزار بغداد کے گاؤں "ہنکار" میں ہے(خزینۃ الاصفیاء ج ا ص ۱۴۹ ☆ تذکرۂ مشائخ قادریہ ص ۹۰ ☆ تاریخ مشائخ قادریہ مجیدیہ ص ۳۸)

60 - اسم گرامی یوسف،کنیت ابوالفرح تھی،اپنے زمانے کے قدوۂ اولیاء وزبدۂ مشائخ میں شمار ہوتے تھے،توکل اور تجرید و تفرید پر تمام عمر ثابت قدم رہے(خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور ص ۱۴۸ ☆ تذکرۂ مشائخ قادریہ مجیدیہ ص ۳۷)

61 - کنیت ابوالفضل ہے،والد کا نام عبدالعزیز بن حرث بن اسد تھا،حضرت شیخ ابوبکر شبلیؒ کے مرید اور خلیفۂ اعظم تھے،آپ کے والد ماجد اور پیر حضرت شیخ ابوالقاسم ابراہیم نصر آبادیؒ حضرت ابوبکر شبلیؒ کے صحبت یافتہ تھے،پہلے شیخ خراسان حضرت ابوالقاسم نصر آبادیؒ سے اکتساب فیض کیا،پھر حضرت شبلیؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور سرفراز خلافت ہوئے،آپ کا مذہب اہل سنت و الجماعت اور مسلک جنیدیہ تھا،فقہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مقلد تھے،شیخ کے وصال کے بعد مسند آرائے ارشاد ہوئے، پورے عالم عرب کی سیاحت کی،کئی بار حرمین شریفین کی زیارت کی،البتہ زیادہ تر قیام بغداد میں رہا،۲۶ یا ۳۰/ جمادی الثانیہ ۴۲۵ھ مطابق ۲۶/ مئی یا ۲/ جون ۱۰۳۴ء کو وصال فرمایا،حضرت امام احمد بن حنبل کے مقبرہ میں مدفون ہیں(خزینۃ الاصفیاء ج ا ص ۱۴۰ مؤلفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ ☆ تذکرۂ مشائخ قادریہ ص ۸۸ مرتبہ دین کلیم قادری ☆ تذکرہ مشائخ قادریہ مجیدیہ ص ۳۷ مؤلفہ تنویر خان قادری بدایونی،ناشر تاج الفحول اکیڈمی بدایوں، ۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۴ء)

شیخ عبد الواحد یمنی کو ابن حجر وغیرہ اپنے "اثبات" میں تمیمی اور ایسے ہی عبد العزیز یمنی کو تمیمی لکھتے ہیں، یہ بنی تیم کی طرف (جو عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے) نسبت ہے[63]

(۲۹) حضرت شیخ ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ (م ۲۷/ ذی الحجہ ۳۳۴ھ مطابق ۳۰/ جولائی ۹۴۶ء یا ۱۰/ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ) شبل بغداد[64]

62- تذکرۂ حضرت سید صاحب بانسوی ص ۱۰۴ بحوالہ الاسرار العالیہ (مخطوطہ)

63 - تذکرۂ حضرت سید صاحب بانسوی ص ۱۰۴ بحوالہ افضل الشمائل ص ۲۷

64 - اسم گرامی جعفر بن یونس ہے، بعض لوگوں نے دلف بن جعفر اور بعض نے دلف بن مجد د بھی لکھا ہے، مگر شیخ سلمی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق آپ کے مزار کے کتبہ پر جعفر بن یونس لکھا ہوا ہے، کنیت ابو بکر تھی، خراسانی النسل ہیں، موضع اشبیلیہ کے رہنے والے تھے، لیکن پیدائش اور پرورش بغداد میں ہوئی، جائے ولادت "سامرا" ہے، "اسروشنہ" میں قیام تھا، آپ کے والد ماجد خلیفۂ بغداد کے حاجب (صدر چوبدار) تھے، خود شیخ شبلی نہاوند کے حاکم تھے، ایک مرتبہ خلیفہ نے آپ کو بلوا کر حسن خدمت کے صلے میں خلعت فاخرہ سے سرفراز کیا، وہاں سے رخصت ہو کر دربار سے نکلے ہی تھے کہ اتفاقاً چھینک آئی، اور آپ نے اسی خلعت سے ناک صاف کر لی، آپ کے بعض درباری مخالفین نے خلیفہ کے یہاں اس کو بے ادبی کے طور پر شکایت کی، خلیفہ نے ناراض ہو کر آپ کو منصب سے معزول کر دیا، اس حادثہ نے شیخ کی زندگی بدل دی، آپ نے سوچا کہ جب ایک شخص اپنی خلعت کی بے حرمتی پر اسے معزول کر سکتا ہے، تو حاکم مطلق کی دی ہوئی نعمتوں کی ناقدری پر کیا سزا ملے گی؟، آپ نے ترک دنیا اختیار کر لی، اور حضرت ابو الحسین محمد بن اسماعیل خیر النساج رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۳۲۱ھ/ ۹۳۳ء) کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام مکروہات دنیا سے توبہ کی، حضرت خیر النساج رحمۃ اللہ علیہ نے توبہ کرانے کے بعد آپ کو سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیا، کیونکہ آپ ان کے قرابت داروں میں سے تھے، آپ نے حضرت کی خدمت میں رہ کر علم و عرفان کا بلند درجہ حاصل کیا، بڑے مجاہدات کئے، برسوں گلی کوچوں میں گداگری کی زندگی اختیار کی، یہاں تک کہ یکتائے روزگار ہو گئے، خود حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ آپ پر فخر کرتے تھے کہ "ہر قوم کے لئے ایک تاج ہوتا ہے، اور میرا تاج شبلی ہیں۔

علامہ سلمی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول: "تم شبلی کو اس آنکھ سے مت دیکھو جس سے تم دوسرے لوگوں کو دیکھتے ہو، شبلی اللہ کی آنکھوں میں سے ایک آنکھ ہے"۔

آپ بڑے عالم اور حافظ حدیث تھے، پوری مؤطا مالک حفظ تھی (جس کے کچھ نمونے طبقات الصوفیۃ للسلمی رحمۃ اللہ علیہ میں موجود ہیں) مسلکاً مالکی تھے، اکثر بیمار رہتے تھے، کہتے ہیں کہ بائیس (۲۲) مرتبہ اسپتال میں داخل کئے گئے، ستاسی (۸۷) سال کی عمر میں ۲۷/ ذی الحجہ ۳۳۴ھ مطابق ۳۰/ جولائی ۹۴۶ء کو وفات پائی، وفات سے قبل ہی موت کی خبر پھیل گئی تھی، اور جوق در جوق لوگ حاضر ہونے لگے تھے، حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ "حیرت ہے کہ مردے زندہ کے جنازہ کے لئے آرہے ہیں" مزار مبارک بغداد میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

بعض شجروں میں خواجہ ابوالفرج یوسف طرطوسیؒ (نمبر ۲۷) اور حضرت ابوبکر شبلیؒ (نمبر ۲۹) کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے، عجب نہیں کہ شیخ طرطوسیؒ نے براہ راست حضرت شبلیؒ سے بھی فیض پایا ہو، واللہ اعلم بالصواب[65]

(۳۰) حضرت سید الطائفہ خواجہ ابوالقاسم جنید بغدادی ؒ (م جمعہ ۲۷/رجب المرجب ۲۹۷ھ یا ۳۰۴ھ مطابق ۱۵/اپریل ۹۱۰ء یا ۹۱۶ء) بغداد[66]

حضرت شبلیؒ فرماتے تھے کہ تصوف یہ ہے کہ تم اپنے حواس پر قابو رکھو اور اپنے ساتھیوں کی حفاظت کرو، تصوف کا مطلب الفت پیدا کرنا اور مہربانی کرنا ہوتا ہے، اسی طرح آپ کا یہ قول بھی بہت مشہور ہے کہ آزادی دل کی آزادی کا نام ہے اور بس۔

لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ کون سی چیز بہت عجیب ہے؟ فرمایا: وہ دل جو اپنے خدا کو پہچانتے ہوئے بھی گناگار رہے (آپ کے بہت سے اقوال طبقات الصوفیہ اور نفحات الانس وغیرہ میں موجود ہیں)

(طبقات الصوفیہ للسلمی ص ۲۳۷ تا ۲۴۶ ☆ نفحات الانس للجامی ص ۳۸۶ تا ۳۹۰ ☆ خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور ص ۲۴۴ تا ۲۴۷)

65 - تذکرۂ حضرت سید صاحب بانسوی ص ۱۰۴ بحوالہ افضل الشمائل ص ۲۷

66 - اسم گرامی جنید، کنیت ابوالقاسم، لقب سید الطائفۃ اور طاؤس العلماء تھا، قواریری وزجاج اور خراز بھی آپ کو کہا جاتا تھا، اس لئے کہ آپ کے والد محمد بن جنید انحراز آبگینہ فروش تھے، نہاوند کے رہنے والے تھے لیکن ولادت وپرورش بغداد میں ہوئی، تعلیم ظاہری حضرت ابوثورؒ (جو حضرت امام شافعیؒ کے اکابر تلامذہ میں تھے) اور شیخ محمد بن علی قصابؒ سے حاصل کی، کہا جاتا ہے کہ عقیدہ میں آپ حضرت ابوثورؒ کے متبع تھے، اور مسلک فقہی میں حضرت سفیان ثوریؒ کے مقلد تھے، آپ کی شہرت اپنے علاقے کے مفتی اور محدث کی حیثیت سے بھی تھی، اونچے درجہ کے واعظ بھی تھے، گفتگو کے وقت آپ کے منہ سے نور نکلتا محسوس ہوتا تھا، آپ حضرت سری سقطیؒ کے بھانجے تھے، اور انہی کے مرید وخلیفہ بھی تھے، ان کے علاوہ حضرت شیخ حارث محاسبیؒ، اور شیخ محمد قصابؒ کی صحبتوں سے بھی فیضیاب ہوئے، آپ کو ولایت میں درجۂ امامت حاصل ہوا۔ حضرت سری سقطیؒ سے کسی نے پوچھا کہ "کیا کسی مرید کا درجہ اپنے پیرو مرشد سے بڑھ سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں کیوں نہیں۔۔۔ جنید بغدادی کا درجہ مجھ سے بہت بلند ہے"

شیخ ابوجعفر حدادؒ فرماتے تھے کہ "اگر عقل کو مردانہ صورت دی جاتی، تو جنیدؒ کی شکل میں ہوتی"

حضرت ردیمؒ، حضرت شیخ ابوالحسن نوریؒ، حضرت شیخ شبلیؒ جیسے مشائخ نے آپ سے روحانی استفادہ کیا، آپ سے نسبت رکھنے والوں کو "جنیدیہ" کہا جاتا ہے۔

آپ نے کامل تیس (۳۰) سال تک عشاء کی نماز پڑھ کر اور ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر اللہ اللہ کیا اور اسی عشاء کے وضو سے نماز صبح ادا کی،۔۔۔ آپ نہ سماع سنتے تھے، نہ وجد کرتے تھے، شریعت کے بے انتہا پابند تھے، ایک دن مجلس میں توحید کے متعلق کلام فرما رہے تھے، کہ ایک مرید نے نعرہ لگایا، شیخ نے اسے منع فرمایا اور کہا کہ اگر تم نے دوبارہ ایسی حرکت کی، تو تمہیں مجلس سے خارج کر دیا جائے گا، یہ کہہ کر پھر اپنے کلام میں مشغول ہو گئے، اس نوجوان میں تاب ضبط نہ تھی، دوبارہ نعرہ لگایا، شیخ جنیدؒ نے اس

(۳۱)حضرت خواجہ ابوالحسن شیخ سری سقطی ؒ (م ۳/رمضان المبارک ۲۵۰ھ مطابق ۱۱/اکتوبر ۸۶۴ء یا ۲۵۱ھ مطابق ۸۶۵ء یا ۲/۷ /رمضان المبارک ۲۰۵ھ مطابق ۹/مارچ ۸۲۱ء یا ۲۵۳ھ مطابق ۸۶۷ء)بغداد[67]

(۳۲)حضرت خواجہ ابو محفوظ معروف کرخیؒ(ولادت ربیع الاول ۱۵۶ھ / فروری ۷۷۳ء-وفات ۲یا۸ / محرم الحرام ۲۰۰ھ مطابق ۱۵یا۲۱ /اگست ۸۱۵ء بعض مؤرخین نے ۲۰۶ھ / ۸۲۱ء بیان کیاہے)کرخ،بغداد کا ایک محلہ ہے[68]

کی طرف نگاہ گرم سے دیکھا،وہ اسی وقت ہلاک ہو گیا،لوگوں نے جاکر دیکھا تو جل کر راکھ ہو چکا تھا۔آپ کے حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ بڑے صاحب کمال و جلال تھے،بروز جمعہ ۲۷/رجب المرجب ۲۹۷ھ (۱۵/اپریل ۹۱۰ء)وفات پائی،ہفتہ کے دن مدفون ہوئے،مزار اقدس بغداد میں زیارت گاہ خلائق ہے،بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کی زبان پر تسبیح جاری تھی،چار انگلیوں کو باندھے ہوئے تھے،بڑی انگلی کھولے ہوئے تھے،بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی،آنکھیں بند کیں اور واصل بحق ہو گئے(طبقات الصوفیہ للسلمی ؒص ۱۱۱تا۱۱۶☆خزینۃ الاصفیاء ج ا ص ۱۳۵تا۱۴۳☆نفحات الانس للجامی ؒص ۲۴۱تا۲۴۵)

67 -اسم گرامی:سری بن مغلس(یاابن المغلس)،اور کنیت ابوالحسن ہے،حضرت شیخ معروف کرخیؒ کے نامور خلیفہ تھے،اپنے عہد کے مقتدائے زماں،شیخ وقت،صاحب علم اور امام اہل طریقت تھے،آپ کے خلیفۂ اکبر حضرت جنید بغدادیؒ جن کو آپ کی طویل صحبت و خدمت(تقریباً ستر سال تک)نصیب ہوئی فرماتے ہیں،کہ میں نے حضرت سری سے زیادہ کسی کو عابد و زاہد نہیں دیکھا،ستر(۷۰)سال کے دوران میں نے مرض الموت کے سوا آپ کو کبھی لیٹے ہوئے نہیں دیکھا۔سب سے پہلے بغداد میں آپ ہی نے بر سر منبر حقائق توحید بیان کئے،عراق و عجم کے اکثر مشائخ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل تھے،پیشہ تجارت تھا،خوردہ فروشی کی دکان تھی،متفرق چیزیں بیچا کرتے تھے،اسی لئے سقطی سے مشہور ہوئے،سقطی خوردہ فروش،بساطی اور متفرق چیزیں بیچنے والے(جنرل اسٹور)کو کہتے ہیں،دکان بازار میں تھی جس پر پردہ ڈال رکھا تھا،ہر روز ایک ہزار رکعت نماز نفل ادا کرتے تھے،دس دینار پر نصف دینار سے زیادہ نفع نہیں لیتے تھے،ایک دفعہ بازار میں آگ لگ گئی،لیکن آپ کی دکان محفوظ رہی،اس سے آپ بہت رنجیدہ ہوئے کہ سب کی دکانیں ختم ہو گئی،میری کیوں بچ گئی؟بالآخر آپ نے اپنی دکان کا سارا مال راہ خدا میں خرچ کر دیا،۳/رمضان المبارک ۲۵۰ھ مطابق ۱۱/اکتوبر ۸۶۴ء کو وفات پائی،طبقات الصوفیہ میں ۲۵۱ھ ہے،جبکہ نفحات الانس میں تاریخ تو وہی ہے لیکن سن ۲۵۳ھ ہے(طبقات الصوفیہ للسلمی ؒص ۴۸تا۵۲☆نفحات الانس للجامی ؒص ۲۰۷،۲۰۸☆خزینۃ الاصفیاء ج ا ص ۱۳۱تا۱۳۵)

68 -اسم گرامی:معروف،اور کنیت ابو محفوظ ہے،آپ کی ولادت ربیع الاول ۱۵۶ھ / فروری ۷۷۳ء میں ہوئی،والد کا نام فیروز،یا فیروزان یا علی الکرخی تھا،مضافات بغداد کے ایک گاؤں کرخ کے رہنے والے تھے،پہلے اپنے والدین کے مذہب ترسا پر تھے،ترسا رومی زبان کا لفظ ہے اس کا اطلاق نصاریٰ و آتش پرست دونوں پر ہوتا ہے،حضرت علی رضاؒ کے ہاتھ پر مشرف باسلام

(۳۳)حضرت خواجہ ابو سلیمان شیخ داؤد بن نصر طائی ؒ (م ۹/ رمضان ۱۷۴ھ مطابق ۲۲/ جنوری ۷۹۱ء یا ۲۸/ ربیع الاول ۱۶۲ھ مطابق ۲۶/ دسمبر ۷۷۸ء یا ۱۶۵ھ /۷۸۲ء) بغداد[69]

(۳۴)حضرت شیخ حبیب العجمیؒ (م ۹/ رمضان المبارک ۱۳۰ھ مطابق ۱۵/ مئی ۷۴۸ء یا ۳/ ربیع

ہوئے، پھر آپ کے والدین بھی حضرت علی رضاؒ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوگئے، اور حضرت علی رضاؒ نے آپ کے والد کا اسلامی نام اپنے نام پر "علی" رکھا، حضرت معروف کرخی کو حضرت علی رضاؒ کے ساتھ بے پناہ عقیدت تھی، حضرت نے بھی آپ کی ایسی تربیت فرمائی کہ امام طریقت اور مقتدائے حقیقت بن کر دین و دنیا دونوں میں معروف ہوگئے، علوم ظاہری حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ (متوفیٰ ۱۵۰ھ /۷۶۷ء) سے حاصل کئے، طریقت میں حضرت حبیب راعیؒ کے مرید و خلیفہ تھے جو حضرت سلمان فارسیؓ کے تربیت یافتہ تھے، حضرت معروف تجرید و تفرید اور بے سر و سامانی میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے، حضرت داتا گنج بخش شیخ علی ہجویریؒ (متوفی ۴۶۵ھ /۱۰۷۳ء) صاحب کشف المحجوب نے لکھا ہے کہ "شیخ معروفؒ کے مناقب و فضائل بے شمار ہیں، علوم میں قوم کے مقتدا اور امام ہیں حضرت معروف کرخی فرماتے تھے کہ "صالحین کی تعداد تو بہت ہوتی ہے لیکن ان میں صادقین کم ہی ہوتے ہیں"۔

۲ یا ۸/ محرم الحرام ۲۰۰ھ /۲۱/ اگست ۸۱۵ء کو بعہد مامون الرشید وفات پائی، بعض مؤرخ ۲۰۶ھ بیان کرتے ہیں، شیعوں نے آپ کے جسم کی ہڈیاں توڑ دی تھیں، اور آپ درد کی تاب نہ لا کر انتقال فرما گئے، وفات کے بعد یہود و نصاریٰ نے دعویٰ کیا کہ شیخ ہماری قوم کے آدمی ہیں، ہم تجہیز و تکفین کریں گے، مسلمانوں نے انکار کیا، نزاع بڑھی، خدام نے عرض کیا کہ شیخ کی وصیت یہ ہے کہ جو ہمارا جنازہ زمین سے اٹھائے گا ہم اسی سے ہیں، اس پر یہود و نصاریٰ نے باری باری جنازہ اٹھانے کی کوشش کی، مگر اٹھا نہ سکے، پھر مسلمان آئے انہوں نے جنازہ اٹھایا اور جس جگہ شیخ نے وفات پائی تھی اسی جگہ اسلام کے طریق کے مطابق دفن کیا گیا، مزار مبارک بغداد میں ہے (خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۱۲۶ تا ۱۳۰ ☆ طبقات الصوفیہ ص ۷۰ تا ۷۳ ☆ نفحات الانس للجامیؒ ص ۱۸۶ تا ۱۸۷)

69 - ابو سلیمان کنیت ہے حضرت حبیب عجمیؒ کے جلیل القدر خلفاء میں ہیں، حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ /۷۶۷ء) سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا، بیس (۲۰) سال تک آپ کے درس میں رہے اور اس پر فخر کرتے تھے، حضرت امام اعظمؒ بھی آپ کے مکان پر تشریف لاتے تھے، مشائخ متقدمین میں سے تھے، علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل تھا، علم فقہ میں آپ کو امام الفقہاء کہا جاتا تھا، آخری عمر میں گوشہ نشین ہوگئے تھے، کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید عالم شہزادگی میں حضرت امام ابو یوسفؒ کے ہمراہ آپ کے مکان پر تشریف لائے، مگر آپ نے اندر آنے کی اجازت نہ دی، بالآخر والدہ ماجدہ کی سفارش پر آپ نے ان حضرات سے ملاقات فرمائی، آپ کا وصال ۹/ رمضان ۱۷۴ھ مطابق ۲۲/ جنوری ۷۹۱ء یا ۲۸/ ربیع الاول ۱۶۲ھ مطابق ۲۶/ دسمبر ۷۷۸ء یا ۱۶۵ھ /۷۸۲ء کو بغداد میں ہوا، اور وہیں مدفون ہوئے، (تذکرہ مشائخ قادریہ ص ۷۸، ۷۹ مؤلفہ جناب محمد دین کلیم قادری، ناشر مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۹۷۵ء /۱۳۹۵ھ ☆ اور بعض تواریخ وفات شجرۂ طریقت حضرت سید عبد الباری شاہؒ ص ۱۹ مرتبہ جناب ڈاکٹر مطیع الرحمن صاحبؒ، ۱۳۹۳ھ /۱۹۷۳ء سے بھی لی گئی ہیں)

الاول ۱۵۶ھ مطابق ۴/ فروری ۷۷۳ء) بصرہ[70]

(۳۵) حضرت تاج العرفاء خواجہ ابوسعید حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۲۱ھ / ۶۴۲ء - وفات یکم یا ۴/ محرم الحرام ۱۱۰ھ یا ۱۱۱ھ مطابق ۱۱/ مئی ۷۲۸ء یا ۷۲۹ء) بصرہ[71]

----حواشی--

70 - اسم گرامی حبیب اور کنیت ابو محمد تھی، ابتدا میں لاکھوں روپے کا سودی کاروبار کرتے تھے، مگر اللہ پاک نے ان کو حضرت حسن بصریؒ کی مجلس میں پہونچایا اور ان کے ایک وعظ نے ان کی کایا پلٹ کر رکھدی، حضرت حسن کے ہاتھ پر توبہ کی اور بیعت ہوئے، اور اپنے تمام قرضداروں کے قرض معاف کر دیئے، پھر اللہ پاک نے ایسا صاحب مقام بنایا کہ بڑے مشائخ آپ کے پاس تشریف لاتے تھے، خود حضرت حسن بصریؒ بھی اکثر و بیشتر آپ کے پاس آیا کرتے تھے، ان کے علاوہ حضرت امام شافعیؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ آپ کے ملنے والوں میں شامل تھے، ۱۵۶ھ / ۷۷۳ء میں وصال فرمایا، بعض کے نزدیک آپ کا سال وفات ۹/ رمضان المبارک ۱۳۰ھ مطابق ۱۵/ مئی ۷۴۸ء روز دوشنبہ ہے۔

(قطب الاقطاب سید عبدالرزاق بے کمر بانسویؒ ص ۴۳ مؤلفہ جناب محی الدین قادری رزاقیؒ بحوالہ وفیات الاخیار ص ۳۳ ☆ تذکرہ مشائخ قادریہ ص ۷۷، ۷۸ مؤلفہ جناب محمد دین کلیم قادری، ناشر مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۹۷۵ء / ۱۳۹۵ھ)

71 - اسم گرامی حسن، کنیت ابو محمد، ابوسعید اور ابوالنصر ہے، آپ کے والد کا نام یسار تھا (جو بصرہ اور واسط کے درمیان ایک قصبہ عیسان کے رہنے والے تھے، قید ہو کر انصار کے غلام بنے) حضرت زید بن ثابتؓ کے مولیٰ تھے، وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے تھے، اور والدہ ماجدہ کا نام بی بی خیرۃ تھا جو حضرت ام المؤمنین ام سلمہؓ کی باندی تھیں، آپ کی ولادت حضرت فاروق اعظمؓ کے وصال سے دو سال قبل ۲۱ھ / ۶۴۲ء میں مدینہ منورہ میں ہوئی، جس دن آپ کی ولادت ہوئی اسی دن آپ کی والدہ آپ کو لے کر حضرت امیر المؤمنین عمر ابن الخطابؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، حضرت عمرؓ نے اپنے دست مبارک سے آپ کے منہ میں کھجور کا لعاب ٹپکایا، اور فرمایا کہ اس کا نام حسن رکھو اس لئے کہ یہ خوبصورت بچہ ہے، آپ کی تربیت میں حضرت ام سلمہؓ کا بڑا حصہ ہے، شیر خوارگی کے ایام میں آپ کی والدہ کبھی کام میں مشغول ہوتیں اور آپ رونے لگتے تو حضرت ام سلمہؓ اپنے پستان مبارک سے آپ کا منہ لگالیتیں، اور اس طرح آپ کو سکون ہو جاتا، آپ نے ایک سو تیس (۱۳۰) صحابہ کی زیارت کی، جن میں سات (۷) بدری صحابہ ہیں۔

حضرت ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر چودہ (۱۴) سال کی عمر میں بیعت ہوئے، اس کے بعد وہ کوفہ اور بصرہ کی طرف چلے گئے، آپ موتی جواہر اور مروارید کی تجارت کرتے تھے، جب حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے تو ساری دولت فقراء میں تقسیم فرمادی، وہ اپنے وقت کے بڑے امام، محدث اور فقیہ تھے، علم و عمل میں کوئی ان کا ہمسر نہیں تھا، تقریر کا بھی بڑا ملکہ تھا، ہفتہ میں ایک بار وعظ ہوتا تھا، عوام کی بہت بڑی تعداد آپ کا وعظ سننے کے لئے جمع ہوتی تھی، جس میں اپنے زمانے کے صلحاء و اتقیاء بھی شریک ہوا کرتے تھے، ہمیشہ باوضو رہتے تھے، مستجاب الدعوات اور بڑے صاحب کشف و کرامات تھے آپ کی وفات ہشام بن عبدالملک کے دور حکومت میں یکم یا ۴/ محرم الحرام ۱۱۰ھ یا

(۳۶)حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ (ولادت ۱۳/رجب المرجب بعد ازواقعۂ فیل تیس (۳۰)سال -وفات ۲۱/رمضان المبارک ۴۰ھ مطابق ۳۰/جنوری ۶۶۱ء) نجف اشرف[72]

(۳۷)سید المرسلین خاتم النبیین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ (م ۱۲/ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۹/جون ۶۳۲ء) گنبد خضراء مدینہ منورہ[73]

اس طرح یہ سلسلہ چھتیس (۳۶) واسطوں سے سرکار دوعالم ﷺ تک پہونچتاہے، اور بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان چھتیس میں سے دس (۱۰) حضرات خاندان نبوت کے افراد ہیں، جن میں اباً عن جد(باپ داداکے ذریعہ)نسبت منتقل ہوتی چلی آئی ہے،اس بناپراس کو سلسلۂ ذہبیہ (سنہرا سلسلہ)کہنابجاہے۔

نسبت ثانیہ-آبائی سلسلہ

سلسلۂ قادریہ جو حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی نسبت سے قادریہ کہلاتا ہے، حضرت معروف

۱۱۱ھ مطابق ۱۱/مئی ۷۲۸ء یا ۷۲۹ء کو ہوئی، بعض لوگوں نے ۵/رجب ۱۲۱ھ مطابق ۲۶/ستمبر ۷۳۰ء لکھاہے، مگر پہلی تاریخ زیادہ درست ہے، آپ کے تین صاحبزادے اور پانچ خلفاء ہوئے جن میں حضرت حبیب عجمی اور خواجہ عبد الواحد بن زید کافی ممتاز ہیں (خزینۃ الاصفیاء ج ص ۱۱ تا ۱۶ مؤلفہ مفتی غلام سرور☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۱۴ تا ۱۲۱ مؤلفہ حضرت مولانا شیخ محمد زکریا صاحبؒ ،ناشر: کتب خانہ اشاعت العلوم سہارن پور، ۱۳۹۳ھ)

72 -نام نامی " علی بن ابی طالب "کنیت: ابو الحسن، ابو تراب، اور لقب: اسد اللہ، حیدر، صفدر اور کرار ہے، والدہ ماجدہ کانام فاطمہ بنت اسد ہے، آپ کی ولادت بروز جمعہ مکہ معظمہ اور بقول بعض خانۂ کعبہ میں ۱۳/رجب المرجب بعد ازواقعۂ فیل تیس (۳۰) سال ہوئی ،بعثت نبوی کے وقت آپ کی عمر شریف صرف گیارہ (۱۱) سال تھی، اور نابالغ لڑکوں میں سب سے پہلے آپ نے اسلام قبول کیا، ۳۵ھ یا ۳۶ھ میں مسند خلافت پر متمکن ہوئے، کل مدت خلافت پانچ سال تین ماہ رہی، بعض مؤرخین نے آپ کا دور خلافت چار سال نو ماہ لکھاہے، وفات ۱۷ یا ۲۱/رمضان المبارک ۴۰ھ م ۲۶ یا ۳۰/جنوری ۶۶۱ء کو ہوئی، آپ کی شخصیت سلسلۂ تصوف کے ماویٰ و مرجع کی ہے، آپ کے فضائل ومناقب پر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں، آپ کی ذات عظمیٰ ہر تعارف سے بلند وبرتر ہے (خزینۃ الاصفیاء ج ا ص ۵۹ تا ۷۰)

73 - سیرت طیبہ پر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں، اس حقیر کی بھی ایک کتاب "مقام محمود" کے نام سے شائع ہوچکی ہے، قارئین ان کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

کرخیؒ (نمبر ۳۲) سے اس کا ایک اور سلسلہ بھی ہے، وہ اس طرح:

(۳۳) حضرت معروف کرخیؒ نے فیض حاصل کیا امام علی موسیٰ رضاؒ (ولادت: ۱۵۲ھ مطابق ۷۶۹ء اور بقول بعض ۱۱/ ربیع الاول ۱۵۳ھ مطابق ۱۷/ مارچ ۷۷۰ء۔ وفات ۲۱/ رمضان ۲۰۳ھ مطابق ۲۵/ مارچ ۸۱۹ء یا ۹/ صفر ۲۰۳ھ یا ۲۰۵ھ یا ۲۰۶ھ، یا ۲۲۸ھ (مطابق ۱۹/ اگست ۸۱۸ء یا ۸۲۰ء یا ۸۲۱ء یا ۸۴۲ء) یا ۲۰۲ھ (مطابق ۸۱۷ء) یا ۱۹/ صفر المظفر ۲۰۳ھ مطابق ۲۷/ اگست ۸۱۸ء) سے[74]۔

(۳۴) انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت امام ابوالحسن موسیٰ کاظمؒ (ولادت ۷/ صفر المظفر ۱۲۸ھ مطابق ۱۱/ اکتوبر ۷۴۵ء۔ وفات ۵/ رجب ۱۸۳ھ مطابق ۱۲/ اگست ۷۹۹ء یا ۲۵/ رجب ۱۸۳ھ

---- حواشی --

74 - اسم گرامی "علی بن موسیٰ "کنیت "ابوالحسن " اور القاب: رضا، صابر، زکی، ضامن، مرتضیٰ ہیں، آپ امام جعفر صادقؓ کے پوتا ہیں، والدہ ماجدہ کا نام مؤرخین نے "تخمینہ، شمانہ، ام النبیین، اور استقراء لکھا ہے، وہ حضرت کاظم کی والدہ "بی بی حمیدہ "کی کنیزک تھیں، ایک رات حضرت حمیدہؒ نے سرکار دوعالم ﷺ کو خواب میں دیکھا، آپ نے فرمایا: کہ اپنی کنیزک تخمینہ کو اپنے بیٹے موسیٰ کے نکاح میں دے دو، عنقریب اس جوڑے سے ایک آفتاب طلوع ہو گا جس کی شعائیں رہتی دنیا تک جگمگاتی رہیں گی، وہ لڑکا روئے زمین کے بہترین انسانوں میں سے ہو گا۔

چنانچہ حضرت تخمینہؒ کے بطن سے آپ کی ولادت مدینہ پاک میں ۱۵۲ھ (۷۶۹ء) اور بقول بعض گیارہ (۱۱) ربیع الاول ۱۵۳ھ (۱۷/ مارچ ۷۷۰ء) میں بہ عہد مہدی عباسی ہوئی۔ ۲۵/ سال کی عمر میں آپ منصب امامت پر فائز ہوئے۔ بڑے عالم، مفتی اور مناظر تھے، حضرت خواجہ معروف کرخیؒ، حضرت بایزید بسطامیؒ، حضرت امام محمد تقیؒ، اور حضرت ابوالقاسم مکیؒ جیسے مشائخ عظام آپ کے دربار کے فیض یافتہ اور پروردہ ہیں۔

خلیفہ مامون نے آپ کو اپنا ولی عہد بنایا تھا، اور اپنی بیٹی سے نکاح بھی کیا، درباری حاسدوں نے آپ کی اس تکریم و تعظیم کے خلاف بڑی بڑی سازشیں کیں، لیکن اللہ پاک نے ان سب کو ذلیل کیا، اور آپ کی کئی کرامات اس دوران ظاہر ہوئیں، پھر مامون کی زندگی میں ہی انچاس (۴۹) سال کی عمر میں ۹/ رمضان المبارک ۲۰۸ھ (۱۸/ جنوری ۸۲۴ء) کو آپ انتقال فرما گئے، غالباً مامون نے زہر دے دیا تھا، بعض کتابوں میں سن وفات ۲۱/ رمضان ۲۰۳ھ (مطابق ۲۵/ مارچ ۸۱۹ء) مذکور ہے، بعض تذکروں میں تاریخ وفات ۹/ صفر ۲۰۳ھ یا ۲۰۵ھ یا ۲۰۶ھ، یا ۲۲۸ھ (مطابق ۱۹/ اگست ۸۱۸ء یا ۸۲۰ء یا ۸۲۱ء یا ۸۴۲ء) بھی درج ہے، ابن خلکان نے سال وصال ۲۰۲ھ (مطابق ۸۱۷ء) لکھا ہے، روضہ طوس کے قصبہ شاہ آباد میں واقع ہے، اس کو اب مشہد مقدس (بغداد) بھی کہا جاتا ہے، پانچ (۵) فرزند: حضرت محمد جواد، حضرت جعفرؒ، حضرت حسینؒ، حضرت ابراہیمؒ، حسنؒ اور ایک صاحبزادی یادگار چھوڑے (خزینۃ الاصفیاء ج ا ص ۱۰۰ تا ۱۰۹ ☆ تذکرۂ مشائخ قادریہ ص ۷۴ تا ۷۶ مؤلفہ محمد دین کلیم قادری، مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۹۷۵ء/ ۱۳۹۵ھ ☆ تذکرۂ مشائخ قادریہ مجیدیہ ص ۲۷، ۲۸ مؤلفہ تنویر خان قادری بدایونی، ناشر: تاج الفحول اکیڈمی بدایوں ۱۴۳۶ھ/ ۲۰۱۴ء)

مطابق یکم ستمبر ۷۹۹ء) سے[75]۔

(۳۵)انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت امام جعفر صادقؒ (ولادت ۱۳ یا ۱۷ / ربیع الاول ۸۰ھ مطابق ۲۱ یا ۲۴ / مئی ۶۹۹ء ۔وفات ۱۵ / رجب المرجب ۱۴۸ھ یا ۱۴۹ھ مطابق ۶ / ستمبر ۷۶۵ء یا ۷۶۶ء ، یا ۲۴ / شوال المکرم ۱۴۸ھ مطابق ۱۳ / دسمبر ۷۶۵ء) سے[76]۔

---- حواشی-----------------------------

75 - اسم گرامی "موسیٰ" اور لقب "کاظم" کنیت: ابوالحسن اور ابوابراہیم ہے، ولادت ۷ / صفر المظفر ۱۲۸ھ (۱۱ / اکتوبر ۷۴۵ء) کو بمقام ابوا (مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک مقام ، جہاں حضرت آمنہؓ کی قبر مبارک ہے) ہوئی، والد کا نام حضرت امام محمد جعفر صادقؒ اور والدہ کا نام حضرت ام ولد بی بی حمیدہ بربریہؒ ہے، مستجاب الدعوات تھے، آپ کی وفات کے بعد قبر شریف کے پاس بھی اجابت دعا کی تاثیر برقرار رہی، زاہد، قانع، متوکل اور فیاض تھے، بڑے صابر و شاکر اور متحمل المزاج تھے ، اسی وجہ سے آپ کا لقب کاظم (غصہ پی جانے والا) پڑ گیا، دنیوی لحاظ سے بھی نہایت متمول اور صاحب وجاہت تھے، مگر یہ دولت اکثر غرباء میں خرچ ہوتی تھی ، طریقت و شریعت کے مشکل مسائل وقت کے علماء آپ سے حل کیا کرتے تھے، ریاضت و مجاہدہ میں بھی کوئی آپ کا ہم پلہ نہ تھا، تمام اہل عرب و عجم آپ کی قیادت و امامت کو باعث فخر سمجھتے تھے، آپ کے بیس یا اکیس یا پچیس صاحبزادے اور اٹھارہ (۱۸) یا بائیس یا اٹھائیس صاحبزادیاں کئی بیویوں سے تھیں، صاحبزادوں میں حضرت علی موسیٰ رضا سب سے بڑے تھے، آپ کے خلفاء میں حضرت علی موسیٰ رضاؒ اور حضرت شیخ مطلبیؒ بہت ممتاز ہوئے۔

ہمیشہ حکومت کی نگاہ میں آپ کھٹکتے رہے، خلیفہ مہدی عباسی نے آپ کو عراق طلب کیا تھا، لیکن پھر مدینہ باعزت واپس بھیج دیا، مگر ہارون رشید کا زمانہ آیا تو مدینہ کے ایک سفر میں آپ کو اپنے ساتھ بغداد لیتا گیا، اور قید خانہ میں ڈال دیا، کئی بار آپ پر قاتلانہ حملے ہوئے، لیکن آپ بال بال محفوظ رہے، یہاں تک کہ کھجور میں زہر کے ذریعہ ملا کر آپ کو کھلا دیا گیا، جس سے بدن مبارک سرخ اور پھر سیاہ ہو گیا، اور بالآخر ۵ / رجب ۱۸۳ھ (۱۲ / اگست ۷۹۹ء) اور بعض کتابوں کے مطابق ۱۸۸ھ مطابق ۸۰۳ء کو آپ کی وفات ہو گئی، عمر مبارک چون یا پچپن سال تھی، مزار شریف بغداد معلی میں واقع ہے (خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۹۵ ☆ تذکرۂ مشائخ قادریہ مجیدیہ ص ۲۵، ۲۶ ☆ تذکرۂ مشائخ قادریہ ص ۷۳)

76 - آپ کا اسم گرامی جعفر، کنیت ابو عبد اللہ اور لقب صادق ہے، آپ امام محمد باقر ابن زین العابدین بن امام حسین بن حضرت علیؓ کے صاحبزادے ہیں، آپ کی والدہ ام فروہؒ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ کی صاحبزادی تھیں، یعنی حضرت ابو بکر صدیق کی پڑپوتی تھیں اور پر نواسی بھی، آپ کی ولادت باسعادت ۱۳ یا ۱۷ / ربیع الاول ۸۰ھ (۲۱ یا ۲۴ / مئی ۶۹۹ء) کو مدینۂ منورہ میں ہوئی، علم باطن میں آپ کو دو سلسلوں سے نسبت حاصل تھی:

۱- ایک سلسلہ جو زیادہ مشہور ہے، اور نقشبندیت کی بنیاد عموماً اسی پر رکھی جاتی ہے، وہ آپ کے نانا حضرت قاسم بن محمدؒ کا ہے، ان کو نسبت حاصل ہوئی حضرت سلمان فارسیؓ سے، ان کو حضرت ابو بکر صدیقؓ سے، ان کو سرور دو عالم ﷺ سے۔

اسی نسبت کی بنا پر حضرت امام جعفر صادقؒ فرماتے تھے، کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مجھ کو دوہری ولادت کا رشتہ ہے۔

(۳۶)انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقرؒ(ولادت ۵۷ھ مطابق ۶۷۶ء اور بقول بعض ۵۸ھ —وفات ۷/ذی الحجہ ۱۱۲ھ مطابق ۲۳/فروری ۷۳۱ء) سے[77]۔

۲-دوسرا ان کا آبائی سلسلہ ہے، یعنی امام جعفر کو نسبت حاصل ہوئی اپنے والد امام محمد باقرؒ سے، ان کو اپنے والد امام زین العابدینؒ سے، ان کو اپنے والد حضرت امام حسینؓ سے، ان کو اپنے والد امیر المؤمنین حضرت علیؓ سے، اور ان کو حضرت رسول پاک ﷺ سے۔(الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۲۳۸، ۲۲۸)

آپ چودہ (۱۴) سال اپنے دادا حضرت امام زین العابدینؒ، چونتیس (۳۴) سال اپنے والد امام باقرؒ، اور ستائیس (۲۷) سال اپنے نانا حضرت امام قاسمؒ کے سایۂ تربیت میں رہے، اس طرح آپ کو ان تینوں سرچشموں سے فیضیاب ہونے کا موقعہ ملا، آپ تبع تابعین میں سے ہیں، آپ کے عہد میں اہل بیت کرام میں کوئی آپ کا ہمسر نہ تھا، مشہور حفاظ حدیث میں سے تھے، علامہ ابن سعد آپ کو "کثیر الحدیث "اور حافظ ذہبی "سادات اور اعلام حفاظ "میں لکھتے ہیں، حدیث میں آپ کے اساتذہ والد بزرگوار امام محمد باقرؒ، محمد بن منکدرؒ، عبید اللہ بن ابی رافعؒ، عطاء، عروہؒ، قاسم بن محمدؒ، نافعؒ، اور امام زہریؒ جیسے کبار محدثین ہیں، اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ، حضرت شعبہؒ، سفیان بن عیینہؒ، سفیان ثوریؒ، ابن جریجؒ، ابو عاصمؒ، امام مالکؒ، وغیرہ ائمہ آپ کے تلامذہ ہیں، جملہ علوم پر آپ کو دسترس حاصل تھی، حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے تھے کہ میں نے اہل بیت میں امام جعفرؒ سے بڑا فقیہ کسی کو نہیں دیکھا، بڑے زاہد، متقی، خدا ترس اور رقیق القلب تھے، آپ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنی قسمت کے حصے پر قناعت کرتا ہے، وہ مستغنی رہتا ہے، اور جو دوسرے کے مال کی طرف نظر اٹھاتا ہے وہ فقیر مرتا ہے۔

آپ اپنے دور میں مرجع خاص وعام تھے، بڑے بڑے اکابر نے آپ سے کسب فیض کیا، صاحب کرامات تھے، بہت سے واقعات آپ کی طرف منسوب ہیں، آپ نے بنو امیہ اور بنو عباس دونوں دور دیکھے، آپ کی وفات حسرت آیات ۱۵/رجب المرجب یا ماہ شوال ۱۴۸ھ/۱۴۹ھ مطابق ۲۹/اگست ۷۶۶ء/۷۶۵ء کو اڑسٹھ سال کی عمر میں مدینہ پاک میں ہوئی، اور جنت البقیع میں آرام فرما ہیں(**الاعلام قاموس تراجم لاشهر الرجال والنساء من العرب والمستعربين والمستشرقين ج ۲ ص ۱۲۶ تأليف خير الدين الزركلي دار العلم – بيروت** بحوالہ: **نزهة الجليس للموسوي 2: 35 ووفيات الاعيان 1: 105 والجمع 70واليعقوبي115:3وصفة الصفوة 2: 94 وحلية الاولياء 3: 192**-*تذکرۂ مشائخ خیریہ ص ۲۱۲تا۲۱۹ ☆ تذکرۂ نقشبندیہ توکلیہ ص ۵۷تا ۶۳ بحوالہ تذکرۃ الحفاظ للذہبی، تہذیب التہذیب للعسقلانی، طبقات کبریٰ للشعرانیؒ، صواعق محرقہ لابن حجرؒ، شواہد النبوۃ للجامی، تذکرۃ الاولیاء للعطار، کشف المحجوب ہجویریؒ)

77 -اسم گرامی "محمد بن علی بن امام حسینؓ، لقب باقر اور کنیت ابو جعفر ہے، ۵۷ھ مطابق ۶۷۶ء اور بقول بعض ۵۸ھ میں مدینہ منورہ میں ولادت ہوئی، والدہ ماجدہ کا اسم گرامی "فاطمہ بنت حسن بن علی المرتضیٰؓ" ہے، آپ نے حضرت جابرؓ اور حضرت انسؓ کا زمانہ پایا، آپ تابعین میں شامل ہیں، صحاح ستہ میں آپ سے روایات نقل کی گئی ہیں، علوم ظاہری وباطنی اپنے والد ماجد حضرت امام زین العابدینؒ، حضرت ابن مسیبؒ اور ابن حنفیہؒ سے حاصل کئے، آپ کا لقب باقر اس لئے پڑا کہ آپ نے علم کو شق کیا اور اس کی

(۳۷)انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت امام علی زین العابدینؒ(ولادت ۳۳ سنہ ھ / ۶۵۳ سنہ ء اور دوسری روایت کے مطابق ۵۰ سنہ ھ / -وفات ۱۸ / محرم الحرام ۹۴ سنہ ھ مطابق ۲۴ / اکتوبر ۱۲ سنہ ء یا ۹۹ سنہ ھ مطابق ۷۱۷ سنہ ء یا ۹۵ سنہ ھ مطابق ۱۳ سنہ ء سے [78]۔

(۳۸)انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت سیدنا امام حسینؓ(ولادت ۴ / شعبان المعظم ۳ سنہ ھ یا ۴ سنہ ھ مطابق ۶۲۴ سنہ ء یا ۶۲۵ سنہ ء-شہادت ۱۰ / محرم ۶۱ سنہ ھ مطابق ۱۰ / اکتوبر ۶۸۰ سنہ ء) سے [79]۔

جڑ کو پہچانا،عابد وزاہد اور شب بیدار تھے، آپ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے، خزینۃ الاصفیاء میں ہے کہ آپ کی وفات بروز دوشنبہ ۷ / ذی الحجہ ۱۱۲ سنہ ھ (۲۳ / فروری ۷۳۱ سنہ ء) ہوئی، علامہ شعرانیؒ اور مدائنیؒ نے ۱۱۷ سنہ ھ مطابق ۷۳۵ سنہ ء لکھا ہے، یحیٰ بن معینؒ نے ۱۱۸ سنہ ھ م ۷۳۶ سنہ ء، امام بخاریؒ نے امام جعفر صادقؒ کے قول کے مطابق ۱۱۴ سنہ ھ / ۷۳۲ سنہ ء تحریر کیا ہے، جو کہ ہشام اموی کا عہد تھا، حافظ ابن حجرؒ نے بھی یہی لکھا ہے، (تذکرہ مشائخ قادریہ ص ۶۹، ۷۰ مؤلفہ دین محمد قادریؒ ☆ خزینۃ الاصفیاء ج اص ۸۰ تا ۸۴)

78 - اسم گرامی علی بن حسینؓ بن حیدر کرار علی المرتضیٰؓ، کنیت: ابو بکر، ابو الحسن اور ابو محمد، اور لقب: سجاد اور زین العابدین ہے، والدہ ماجدہ کا اسم گرامی بی بی شہر بانو بنت یزدجرد بن نوشیرواں عادل ہے، ولادت مدینہ منورہ میں ۳۳ سنہ ھ / ۶۵۳ سنہ ء اور دوسری روایت کے مطابق ۵۰ سنہ ھ / ۶۷۰ سنہ ء میں ہوئی، آپ نے اکابر صحابہ مثلاً حضرت امام حسینؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت مستورؓ، حضرت ابو رافعؓ، اور ازواج مطہرات میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت صفیہؓ وغیرہ سے ظاہری وباطنی علوم حاصل کئے، طبقۂ تابعین کے تمام بزرگ آپ کی عظمت کے قائل تھے، آپ کم سنی سے ہی فصیح اللسان تھے، واقعۂ کربلا کے بعد حضرت امام حسینؓ کے لڑکوں میں صرف آپ تنہا باقی رہ گئے تھے، اس وقت آپ کی عمر تیرہ (۱۳) سال تھی اور بیمار تھے، آپ کے آٹھ (۸) فرزند تھے، کوئی لڑکی پیدا نہ ہوئی، انہی فرزندوں سے آج ساری دنیا میں حسینی سادات پھیلے ہوئے ہیں، نہایت کریم اور عبادت گذار تھے، خلق خدا میں آپ کا اونچا مقام تھا، روایت میں ہے کہ ہشام بن عبد الملک حج کے لئے مکہ معظمہ حاضر ہوا، تو لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے حجر اسود تک نہ پہونچ سکا، مجبوراً منبر پر چڑھ کر اس نے خطبہ دیا، اسی اثنا حضرت زین العابدین تشریف لائے، تو سارا مجمع بغیر کہے سنے کائی کی طرح چھٹ گیا، اور لوگوں نے حجر اسود کو آپ کے لئے خالی کر دیا، مشہور شاعر فرزدق نے اس واقعہ سے متأثر ہو کر فی البدیہ اشعار کہے، اس کی پاداش میں ہشام نے اس کو بمقام عسفان قید کر دیا ہے، علامہ عبد الوہابؒ نے آپ کا سن وفات ۹۹ سنہ ھ مطابق ۷۱۷ سنہ ء تحریر کیا ہے، اور سن شریف اٹھاون (۵۸) سال بتایا ہے، شہزادہ داراشکوہ نے ۹۵ سنہ ھ مطابق ۷۱۳ سنہ ء لکھا ہے، بعض نے ۱۸ / محرم الحرام ۹۴ سنہ ھ مطابق ۲۴ / اکتوبر ۷۱۲ سنہ ء لکھا ہے، مزار پر انوار جنت البقیع میں حضرت امام حسنؓ کے روضۂ اطہر کے پہلو میں ہے (تذکرہ مشائخ قادریہ ص ۶۷، ۶۸ مؤلفہ: جناب دین کلیم قادری)

79 - اسم گرامی: حسین، کنیت: ابو عبد اللہ، ابو الائمہ، اور لقب: شہید، سید، سید الشہداء ہے، آپ کی ولادت ۴ / شعبان المعظم ۳ سنہ ھ یا ۴ سنہ ھ (مطابق ۲۲ / جنوری ۶۲۵ سنہ ء یا ۶۲۶ سنہ ء) کو بروز منگل مدینہ پاک میں ہوئی، صرف چھ (۶) ماہ والدہ کے پیٹ میں رہے، حضور ﷺ کے حکم پر آپ کا نام حسین رکھا گیا، شہادت میدان کربلا میں جمعہ کے دن ۱۰ / محرم الحرام ۶۱ سنہ ھ / ۱۰ / اکتوبر ۶۸۰ سنہ ء کو ہوئی

(۳۹)انہوں نے اپنے والد ماجد امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ (ولادت ۱۳/ رجب المرجب بعد از واقعۂ فیل تیس (۳۰)سال-وفات ۱۷یا۲۱/ رمضان المبارک ۴۰ھ مطابق ۲۶ یا ۳۰/ جنوری ۶۶۱ء) سے۔

(۴۰)اور انہوں نے سید المرسلین خاتم النبیین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ (م ۱۲/ ربیع الاول ۱۱ھ مطابق ۹/ جون ۶۳۲ء) سے [80]

سلسلۂ قادریہ رزاقیہ کی یہ شاخ انتالیس (۳۹) واسطوں سے سرکار دوعالم ﷺ تک منتہی ہوتی ہے، جن میں سترہ (۱۷) حضرات خاندان نبوت کے ایسے افراد ہیں جن میں اباً عن جد (باپ دادا کے ذریعہ) نسبت منتقل ہوتی چلی گئی ہے، اس طرح سلسلہ کی یہ شاخ بھی گو کہ نسبتاً لمبی ہے لیکن سلسلۃ الذھب ہے۔

، آپ کے حالات ومناقب پر بے شمار کتابیں لکھی گئیں، آپ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے (خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۷۲ تا ۷۵)

80 - قطب الاقطاب سید عبد الرزاق بے کمر بانسویؒ ص ۴۵ مؤلفہ جناب محی الدین قادری رزاقیؒ ☆ تذکرۂ حضرت سید صاحب بانسویؒ ص ۱۰۵، ۱۰۶ مؤلفہ محمد رضا انصاری

(۲)

سلسلۂ قادریہ مجیبیہ

تعارف، مزاج ومذاق اور خصوصیات

خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف

پھلواری شریف شروع سے ہی خدا رسیدہ بزرگوں اور علماء کی سرزمین رہی ہے، حضرت مخدوم منہاج الدین راستیؒ (م ذی الحجہ ۷۸۷ھ / جنوری ۱۳۸۶ء)[81] خلیفۂ حضرت مخدوم شرف الدین بہاریؒ نے اس کو "بستان نجات" فرمایا اور حضرت رسول نما بنارسیؒ اس کو "قصبۂ ناجیہ" فرماتے تھے، اس

---حواشی---

81 - حضرت راستیؒ سادات حسینی میں سے ہیں، گیلان (ایران) کے رہنے والے تھے، فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں گیلان سے بہار شریف تشریف لائے، اور حضرت مخدوم الملک مخدوم شرف الدین یحیٰ منیریؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے، اور اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے، ان کے راستی کہلانے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ "راستی" ان کے والد ماجد کا لقب تھا، انہوں نے ان کو ہندوستان روانہ کرتے وقت فرمایا تھا کہ جب تم کو لوگ راستی کہہ کر پکارنے لگیں تو سمجھ لینا کہ میں سفر آخرت پر روانہ ہو چکا ہوں، چنانچہ ایسا ہی ہوا سب سے پہلے ان کے مرشد مخدوم جہاںؒ نے ہی ان کو "راستی بیا" کہہ کر مخاطب کیا، حضرت مخدوم بہاریؒ کی ہدایت کے مطابق انہوں نے پھلواری شریف میں قیام فرمایا، ایک روایت یہ ہے کہ خود حضرت مخدوم ساتھ تشریف لائے تھے، اس وقت یہ بالکل کوردہ دیہات تھا، انہوں نے حضرت مخدومؒ سے شکوہ بھی کیا کہ اس کوردہ دیہات میں تو کوئی طالب ہی نہیں ہے، میں کس کی تربیت کروں گا؟ حضرت مخدوم بہاریؒ کی طرف سے جواب ملا کہ وہ بہت مردم خیز جگہ ہے اس خاک سے بے شمار اولیاء اللہ اٹھیں گے، حقیقت میں وہ جگہ بستان نجات ہے، ان کا وصال ذی الحجہ ۷۸۷ھ / جنوری ۱۳۸۶ء میں ہوا، قبر مبارک پھلواری شریف میں زیارت گاہ خاص وعام ہے، ان کی اولاد پھلواری شریف میں آباد ہوئی، ان کی اولاد میں بکثرت علماء وفقہاء پیدا ہوئے، اور سلسلۂ فردوسیہ کی خلافت وجانشینی بھی صدیوں ان کے خاندان میں جاری رہی، ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۴ء تک راستی خاندان سے ہی قاضی منتخب ہوتے رہے، اب ان کی خانقاہ تو موجود نہیں ہے، البتہ ایک عیدگاہ ان کے زمانے کی یادگار باقی ہے، مقبرہ اور عیدگاہ کی تولیت انہی کے خاندان میں اب تک چلی آرہی ہے (☆ آثارات پھلواری-اعیان وطن ص ۳ تا ۶ مؤلفہ حکیم محمد شعیب نیر پھلوارویؒ ☆ سیرت پیر مجیب ص ۱۱، ۱۲ مؤلفہ مولانا شاہ ہلال احمد قادری بحوالہ تذکرۃ الکرام)

کے ابتدائی دور کی تاریخ محفوظ نہیں ہے، بعض قدیم مقابر کی موجودگی سے معلوم ہوتا ہے کہ آٹھویں صدی ہجری سے قبل بھی بعض اکابر اشاعت اسلام کے لئے یہاں آچکے ہیں، ان میں حضرت عاشق شہیدؒ، حضرت حاجی حرمینؒ اور مخدوم اللہ دادؒ مشہور ہیں، یہ تو چند کے نام معلوم ہیں، ورنہ معلوم نہیں کتنے اولیاء اور علماء اس خاک میں پوشیدہ ہیں، حضرت مولانا سید محمد وارث رسول نما بنارسیؒ فرماتے تھے، کہ:

"وہ ایسی جگہ ہے جس کی قدر و منزلت آخرت ہی میں معلوم ہوگی کہ کیسے کیسے اولیاء و صلحاو کاملین وہاں سے اٹھیں گے"[82]

آخری صدیوں میں اس سرزمین کی قدر و منزلت کو خانقاہ مجیبیہ نے بڑھایا، خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ ہندوستان کی چند بڑی خانقاہوں میں سے ایک ہے جہاں صدیوں سے معرفت و روحانیت کا چشمہ جاری ہے، جس کی طویل علمی اور روحانی تاریخ رہی ہے، جس کے بطن سے بڑی بڑی تحریکات و انقلابات نے جنم لئے اور طاقت حاصل کی، جہاں کے سجادگان کو معنوی دنیا میں وہ جاہ و تمکنت حاصل رہی ہے کہ بڑے بڑے کجکلاہ یہاں ادب کے ساتھ حاضری کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے ہیں، یہ علم اور معرفت کی بستی ہے، اس مٹی سے ایسے ایسے علماء، صوفیا، مشائخ، اور اصحاب علم و دانش پیدا ہوئے، کہ ایک زمانہ نے ان کے علم و فضل کا اعتراف کیا، واقعی یہ علم و نور کی پھلواری ہے، جس کی خوشبو کی لہریں اور نور کی لکیریں فضائے بسیط میں پھیل چکی ہیں، اس خانقاہ نے اپنے اقدار و روایات کے تحفظ کے ساتھ تعلیم و تربیت اور اصلاح و ارشاد کے میدان میں جو مثالی خدمات انجام دی ہیں اس کی نظیر ملنا صوبہ بہار ہی نہیں ہندوستان کے طول و عرض میں بہت مشکل ہے۔

اس خانقاہ کی بنیاد تاج العارفین حضرت مخدوم سید شاہ محمد مجیب اللہ قادریؒ (ولادت ۱۱/ ربیع الثانی ۱۰۹۸ھ یا ۱۰۹۵ھ مطابق ۲۳/ فروری ۱۶۸۷ء یا ۱۶۸۴ء- وفات ۲۰/ جمادی الثانیہ ۱۱۹۱ھ مطابق ۲۵/ جولائی ۱۷۷۷ء)[83] نے قریب ۱۱۲۴ھ / ۱۷۱۲ء میں رکھی، یہ وہی دور ہے جب ہندوستان میں

---- حواشی ----------------------------------

82 - سیرت پیر مجیبؒ ص ۱۰ مؤلفہ مولانا شاہ ہلال احمد قادری، بحوالہ تذکرۃ الکرام ص ۶۸ مؤلفہ مولانا شاہ ابو الحیات قادری پھلورویؒ

83 - اسم گرامی "محمد مجیب اللہ" اور لقب "تاج العارفین" ہے، والد ماجد کا نام سید شاہ ظہور اللہ (۱۰۶۳ھ تا ۱۱۰۴ء / ۱۶۵۳ء تا ۱۶۹۳ء) ہے، امیر محمد حسین بن امیر عطاء اللہ کی اولاد امجاد میں ہیں، آپ کا نسب باپ کی طرف سے حضرت علی بن عبد اللہ ابن جعفر طیارؓ تک

اور ماں کی طرف سے حضرت امام باقرؒ نبیرۂ سیدنا امام حسینؓ و نواسۂ سیدنا امام حسنؓ تک پہونچتا ہے، (پورا سلسلۂ نسب اعیان وطن اور سیرت پیر مجیبؒ میں موجود ہے)

آپ کی ولادت ۱۱/ ربیع الثانی ۱۰۹۸ھ یا ۱۰۹۵ھ مطابق ۲۳/ فروری ۱۶۸۷ء یا ۱۶۸۴ء کو ہوئی، پانچ (۵) سال کی عمر میں والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، والد کے وصال کے بعد آپ کی پوری کفالت اور تعلیم تربیت پھوپھاجان حضرت مخدوم برہان الدین لعل میاںؒ (م ۱۵/ ذی قعدہ ۱۱۰۷ھ مطابق ۱۵/ جون ۱۶۹۶ء) نے کی، تعلیم کا آغاز پھوپھاجان کے پاس ہوا، قرآن کریم اور فارسی کی تعلیم ان سے حاصل کی، نو(۹) سال کی عمر تھی کہ پھوپھاجان نے بھی داغ مفارقت دیا، حضرت مخدوم برہان الدینؒ نے اپنی زندگی ہی میں آپ کو اپنے صاحبزادے حضرت خواجہ عمادالدین قلندرؒ کے حوالے کر دیا تھا، حضرت خواجہ عمادالدین قلندرؒ آپ کے حقیقی پھوپھی زاد بھائی تھے، لیکن عمر میں باپ بیٹے کا فرق تھا، انہوں نے اولاد کی طرح آپ کی پرورش کی، حضرت خواجہ ایک متبحر عالم دین تھے، ان سے آپ نے عربی صرف و نحو، منطق، علم کلام، علم البلاغۃ، علم البیان، فقہ، طبعیات والٰہیات وغیرہ علوم فنون کی تحصیل کی، حضرت خواجہ پر ذکر و شغل کا بہت غلبہ تھا، اس لئے کبھی مہینوں سبق بند رہتا تھا، اس زمانے میں مولانا شاہ محمد مخدوم پھلوارویؒ (م ۲۶/ ربیع الثانی ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۶/ دسمبر ۱۷۵۹ء) خلیفۂ حضرت بنارسیؒ بنارس میں حضرت مولانا محمد وارث رسول نماؒ کے پاس تعلیم حاصل کر رہے تھے، انہوں نے آپ کو منتہی کتابوں کی تکمیل کے لئے بنارس چلنے کا مشورہ دیا، چنانچہ حضرت خواجہؒ کی اجازت سے آپ ۱۱۱۵ھ/ ۱۷۰۳ء میں بنارس کے لئے روانہ ہوئے، اور بنارس میں میر فرزند علی غازی پوری کے گھر قیام کیا، کچھ دنوں کے بعد حضرت بنارسیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت بنارسیؒ کی درسگاہ اس وقت ملک کی چند مشہور درسگاہوں میں سے ایک تھی، وہ ایک دینی درسگاہ بھی تھی اور روحانی تربیت گاہ بھی، آپ ان کی شخصیت سے بے حد متأثر ہوئے، ان سے علم ظاہر بھی حاصل کیا اور علم باطن میں بھی ان کو اپنا مرشد و رہنما بنایا، آپ حضرت کی صفت رسول نمائی سے بے انتہا متاثر تھے، کہتے ہیں کہ ان کا کوئی کام حکم نبوی کے بغیر نہیں ہوتا تھا، ظاہر ہے کہ یہ وہ کیفیت ہے کہ شاید و باید ہی اس کی نظیر مل سکے، آپ کو حضرت سے اس درجہ عقیدت تھی کہ کبھی سواری سے بنارس تشریف نہ لے جاتے تھے، ہمیشہ پیادہ پا دس (۱۰) دن میں بنارس پہونچتے تھے، حضرت رسول نماؒ نے بھی آپ کے ساتھ خصوصی شفقت و عنایت کا معاملہ فرمایا، اور آپ کو اپنے گھر کے ایک فرد کا درجہ دیا، آپ حضرت بنارسیؒ کی خدمت میں تقریباً سات (۷) سال رہے، اور اس دوران شریعت و طریقت دونوں علوم کی تحصیل کی، ۱۱۲۲ھ/ ۱۷۱۰ء میں تکمیل کے وقت آپ کی عمر ۲۴ سال تھی، حضرت نے آپ کو جملہ نسبتوں میں اجازت و خلافت عطا فرمائی اور اپنا وارث و جانشین مقرر کیا، پھر ایک وقت آیا کہ حضرت بنارسیؒ نے اپنے مکاتیب (۱۱۶۱ھ/ ۱۷۴۸ء) کے ذریعہ آپ کو اعظم الخلفاء، تاج العارفین، شیخ الزماں، آفتاب طریقت، آفتاب ہدایت اور شیخ الطریقت جیسے جلیل القدر خطابات سے سرفراز فرمایا۔

بنارس سے واپسی پر آپ کے استاذ، پیر اور مربی خواجہ عمادالدین قلندرؒ نے بھی اپنی نسبت قادریہ سے آپ کو سرفراز فرمایا اور ۱۱۲۳ھ/ ۱۷۱۱ء میں حضرت خواجہؒ کی طرف سے بھی اجازت و خلافت حاصل ہوئی۔ حضرت خواجہ کو سلسلۂ قادریہ مجائیہ میں بیعت تھی یہ حضرت قطب الدین بینادل جونپوریؒ (م ۹۲۵ھ/ ۱۵۱۹ء) کا سلسلہ ہے۔

ان کے علاوہ کچھ سلسلوں کی اجازتیں خاندان کے معمر بزرگ حضرت سید شاہ معزالدین چشتیؒ (م ۱۱۲۷ھ/ ۱۷۱۵ء)

قطب الاقطاب حضرت سید شاہ عبد الرزاق بے کمر بانسوی ؒ(م ۱۱۳۶ھ / ۱۷۲۴ء)، حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی جہان آبادی ؒ (۱۱۴۱ھ یا ۱۱۴۲ھ / ۱۷۲۸ء یا ۱۷۲۹ء)، استاذ الہند ملا نظام الدین فرنگی محلی ؒ(م ۱۱۶۱ھ / ۱۷۴۸ء)، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ (م ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء)، حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید ؒ(م ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء)، حضرت علامہ غلام علی آزاد بلگرامی ؒ(م ۱۲۰۰ھ / ۱۷۸۶ء) اور شاہ رکن الدین عشق ؔعظیم آبادی ؒ(م ۱۲۰۳ھ / ۱۷۸۹ء) جیسی عظیم ہستیاں مسند علم و ارشاد سجائے ہوئی تھیں، اور ان کے فیوض کے چشمے اقطاع عالم میں جاری تھے، ایسی عظیم الشان ہستیوں کے درمیان اپنی شناخت قائم کرنا اور انفرادیت ثابت کرنا آسان بات نہیں تھی، لیکن اللہ پاک نے اس خانقاہ کو ایسی قبولیت و عظمت سے نوازا کہ آج تک اس کا چشمۂ فیض پوری توانائی کے ساتھ رواں دواں ہے۔

خانقاہ مجیبیہ میں تمام سلاسل کی تعلیم ہوتی ہے، لیکن سلسلۂ قادریہ کا رنگ غالب ہے، سلسلۂ

نے عطا فرمائیں، بعض طریقوں کی اجازت حضرت شاہ معز الدین چشتی ؒ کے نواسے حضرت ملا محمد عتیق محدث بہاری ؒ(ولادت ۱۰۷۵ھ / ۱۶۶۴ء - وفات ۱۱۳۵ھ / ۱۷۲۳ء) سے ملی۔

اس طرح خاندان کے تین بزرگوں — حضرت خواجہ قلندر، حضرت شاہ معز الدین ؒ، اور حضرت ملا محمد عتیق محدث ؒ — سے چشتیہ، سہروردیہ، فردوسیہ، قلندریہ، مداریہ، زاہدیہ، امامیہ، طیفوریہ، شطاریہ وغیرہ سلاسل کی اجازتیں حاصل ہوئیں۔

علاوہ دو معاصر مشائخ حضرت شیخ سلطان نقشبندی مجددی ؒ(م ۲۷/ رجب المرجب ۱۱۲۶ھ / ۷/ اگست ۱۷۱۴ء) اور حضرت شاہ قاسم ابو العلائی ؒ(م ۱۱۵۴ء / ۱۷۴۱ء) سے سلسلۂ نقشبندیہ کی اجازت حاصل ہوئی۔

اس طرح آپ کی شخصیت ایک جامع النسبت اور مجمع الکمالات شخصیت بن گئی۔

حضرت خواجہ قلندر ؒ کی وفات (۱۱۲۴ھ) کے بعد آپ نے خانقاہ مجیبیہ کی بنیاد ڈالی، جو آپ کی حیات طیبہ ہی میں شہرت و عظمت کے نقطۂ عروج پر پہونچ گئی، آپ نے طویل عمر پائی، ترانوے (۹۳) یا چھیانوے (۹۶) سال کی عمر علیٰ اختلاف الروایۃ، آخر عمر تک کوئی قابل ذکر عارضہ آپ کو لاحق نہیں ہوا، بڑھاپے کی وجہ سے کچھ ثقل سماعت کا اثر ہو گیا تھا، اونچا سننے لگے تھے، زکام آپ کو بہت پہلے سے رہا کرتا تھا، وفات سے ایک سال قبل ۱۱۹۰ھ / ۱۷۷۶ء میں آپ پر فالج کا اثر ہوا، مگر علاج سے صحتیاب ہو گئے، ۲۰/ جمادی الثانیہ ۱۱۹۱ھ مطابق ۲۵/ جولائی ۱۷۷۷ء (سیرت پیر مجیب میں انگریزی تاریخ کی تطبیق یا کتابت میں شاید سہو ہوا ہے، ۱۷۷۵ء لکھا ہے) کو دوپہر کے بعد وفات پائی، آپ کے فرزند ارجمند حضرت شاہ نعمت اللہ صاحب ؒ کی مملوکہ زمین میں بوقت نماز عصر مدفون ہوئے، آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر سنگ وخشت سے نہ بنائی جائے، بعد از وفات خواب میں بھی آپ نے فرمایا، کہ میری قبر خام رہے گی، مگر پھر حضرت شاہ نعمت اللہ قادری ؒ کی خواہش پر آپ نے پسماندگان کی رائے پر چھوڑ دیا (ماخوذ از سیرت پیر مجیب ؒ مؤلفہ مولانا شاہ ہلال احمد قادری ؒ)

قادریہ کی یہاں دو نسبتیں ہیں، ایک حضرت پیر محمد مجیبؒ کو اپنے پھوپھی زاد بھائی اور مربی حضرت خواجہ عمادالدین قلندرؒ (ولادت ۱۰۶۵ھ مطابق ۱۶۵۵ء-وفات ۲۰ / جمادی الاولیٰ ۱۱۲۴ھ مطابق ۲۴ / جون ۱۷۱۲ء[84] سے حاصل ہوئی، یہ قادریہ کی وہ نسبت ہے، جو حضرت غوث اعظمؒ تک حضرت ابو سعید مخزمیؒ کے حوالے سے پہونچتی ہے، اس کے ساتھ بعض ذیلی نسبتیں بھی ہیں، یہی نسبت ہندو پاک میں قادریہ کی دیگر خانقاہوں میں بھی رائج ہے۔

-----حواشی---

84 - آپ حضرت شاہ برہان الدین لعل میاںؒ کے صاحبزادے ہیں، علم و فضل اور فقر و تصوف میں آپ کا مرتبہ بہت بلند تھا، آپ کی ولادت ۱۰۶۵ھ مطابق ۱۶۵۵ء میں ہوئی، یہ اورنگ زیب کی حکومت کا ابتدائی دور تھا، حصول علم کے لئے والد ماجد کی اجازت سے نو عمری ہی میں گھر سے نکل کھڑے ہوئے، اور ایک طویل عرصہ تک دہلی، لاہور، اور سادھورہ (پنجاب) میں رہ کر علوم و فنون کی تکمیل کی، انتیس (۲۹) سال کی عمر میں بہ مقام لاہور تحصیل علم سے فراغت پائی، اور پھر دو سال استاذ کے ہی مدرسہ میں تدریسی خدمت انجام دی، پھر لاہور سے روانہ ہو کر سادھورہ پہونچے، اور حضرت سید المستغرقین شاہ محمد فاضل قلندرؒ (م ۹ / رمضان المبارک ۱۱۰۴ھ مطابق ۱۳ / مئی ۱۶۹۳ء) سے شرف بیعت حاصل کیا، شاہ محمد فاضلؒ حضرت سید قمیص قادریؒ کے پوتے اور حضرت سید ابو المکارمؒ کے صاحبزادے تھے، حضرت خواجہ قلندرؒ کو آپ سے پہلے سے ہی عقیدت تھی، بیعت کے بعد کچھ عرصہ پیر کی صحبت میں رہے، یہاں تک حضرت شیخ نے آپ کو اپنے تمام سلاسل کی تحریری اجازت و خلافت عطا فرمائی، اور ارشاد فرمایا کہ: شاہ عمادالدین! تم اب مشیخت کے مرتبے کو پہونچ چکے ہو، میں تمہارے والد کے دل کو تمہارے لئے بے چین اور مضطرب پاتا ہوں، اس لئے میری خوشی اسی میں ہے کہ اپنے والد بزرگوار کو اپنے دید سے مسرور کرو" آپ کو خرقۂ خلافت پہنایا، اور مصلیٰ، تسبیح، عمامہ اور عصا مرحمت فرما کر رخصت کیا، رخصت کے وقت یہ بھی فرمایا کہ اگر اثنائے راہ میرے متعلق کوئی خبر معلوم ہو تو واپس نہ ہونا، چنانچہ جونپور پہونچ کر حضرت شیخؒ کے وصال کا آپ کے قلب پر انکشاف ہوا، لیکن حسب ہدایت اپنا سفر صبر و تحمل کے ساتھ جاری رکھا، بھوجپور پہونچ کر ایک سیاح سے حادثۂ رحلت کی تصدیق ہو گئی، اب ضبط تاب نہ رہی، بہت روئے لیکن مرشد کے حکم کے مطابق سفر جاری رکھا اور تقریباً پچیس (۲۵) سال کے دورانیہ کے بعد ۱۱۰۴ھ / ۱۶۹۳ء میں آپ پھلواری شریف واپس لوٹے، والد ماجد نے ایک جمعیت کے ساتھ قصبہ سے باہر نکل کر آپ کا استقبال کیا، اور تمام چیزیں آپ کے حوالہ فرما کر گوشہ گیر ہو گئے۔

آپ کی ریاضت و چلہ کشی، اور زہد و قناعت بے نظیر تھی، آپ کے ملبوسات میں صرف ایک پیرہن، ایک لنگی، ایک پاجامہ، اور ایک تاج کے سوا اور کچھ نہ تھا، بڑے صاحب کرامات و تصرفات تھے، بہت سے سلسلوں کے جامع تھے، انسٹھ (۵۹) سال کی عمر میں ۲۰ / جمادی الاولیٰ ۱۱۲۴ھ مطابق ۲۴ / جون ۱۷۱۲ء کو آپ کی وفات ہوئی، اور والد ماجد مخدوم برہان الدینؒ کے پائینتی میں مدفون ہوئے، آپ کے دو صاحبزادے تھے، حضرت شاہ غلام نقشبندؒ، اور حضرت شاہ انعام الدینؒ، آپ کا سلسلہ حضرت تاج العارفین پیر مجیبؒ کے ذریعہ جاری ہے (سیرت پیر مجیب ص ۲۹ تا ۳۴ مؤلفہ مولانا شاہ ہلال احمد قادری)

(۲) دوسری نسبت قطب العصر حضرت مولانا محمد وارث رسول نما قادری بنارسیؒ (ولادت ۱۰۸۷ھ / ۱۶۷۶ء - وفات ۱۱ / ربیع الثانی ۱۱۶۶ھ / ۱۴ / فروری ۱۷۵۳ء)[85] سے حاصل ہوئی ہے، اور یہ واحد نسبت ہے جو حضرت غوث اعظمؒ تک ان کے والد ماجد حضرت ابو صالح موسیؒ کے ذریعہ اباً عن جد

---- حواشی --

85 - اسم گرامی "محمد وارث" اور "رسول نما بنارسی" سے مشہور ہیں، والد ماجد کا نام "سید عنایت اللہ صاحب" ہے، آپ کے اجداد میں سید احمد توختہ تمثال الرسول (م ۶۰۲ھ /) ہندوستان کی سرزمین پر سادات عظام میں آنے والے ممتاز بزرگوں میں سے ہیں، ان کی ولادت شہر ترمذ میں ہوئی تھی، اور وہیں نشو ونما پائی، والد کے انتقال کے بعد وہ ہندوستان تشریف لائے، ان کا مزار مبارک لاہور میں ہے۔

حضرت رسول نما بنارسیؒ کا اصل وطن نونہرہ پارہ ضلع غازی پور تھا، آپ کے والد ماجد قاضی سید عنایت اللہ صاحبؒ عہد عالمگیری میں بنارس کے قاضی تھے، اس مناسبت سے آپ تحصیل علم کے لئے بنارس تشریف لائے، پھر فراغت کے بعد درس و تدریس کی وجہ سے یہیں اقامت اختیار کرلی۔

نسب مبارک حضرت امام حسینؓ تک پہونچتا ہے (پورا نسب نامہ تذکرۃ الکرام اور اعیان وطن میں موجود ہے) آپ کی ولادت ۱۰۸۷ھ / ۱۶۷۶ء میں ہوئی، "خلیفۂ رسول اللہ" سے تاریخ ولادت نکلتی ہے۔

درسیات کی تکمیل ملا محمد علیؒ سے کی، جو اپنے عہد کے بہت بڑے جید اور متبحر عالم تھے، اور ان کا سلسلۂ تلمذ قاضی بیضاویؒ تک پہونچتا تھا، (پورا سلسلۂ تلمذ اعیان وطن میں موجود ہے)

علم حدیث میں آپ حضرت حیات سندھیؒ کے شاگرد تھے، اور وہ حضرت عبد اللہ سالم بصریؒ کے شاگرد تھے، حضرت سالم بصریؒ کی سند مشہور ہے۔

بچپن ہی سے جب آپ کی عمر سات (۷) سال کی تھی، عشق نبوی ﷺ کا جذبہ دل میں پیدا ہوا، اور رفتہ رفتہ بڑھتا گیا، اس وقت عارف کامل شیخ وقت مرجع طالبین مولانا سید شاہ رفیع الدینؒ نے جو آپ کو رشتہ میں دادا ہوتے تھے، آپ کی امید افزا حالت دیکھ کر کچھ شغل قلبی کی تعلیم فرمادی، اس سے غیر مترقبہ ترقیات ہونے لگیں، نیز علوم ظاہری کی تعلیم بھی ساتھ ساتھ ہوتی رہی، شغل قلبی کی مداومت کی وجہ سے سوزش عشق اس قدر بڑھ گیا کہ جذب کی حالت پیدا ہونے لگی، آپ کے والد ماجد کے ایک عارف کامل دوست حضرت شاہ غلام محمدؒ نے اس حالت کا اندازہ کرتے ہوئے آپ کے والد سے فرمایا کہ ان کی ترقیات تحمل سے زیادہ ہو رہی ہیں، مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں جذب نہ ہوجائے، میں ان کو ایک ورد بتادیتا ہوں جس سے حالت قابو میں آجائے گی، انہوں نے آپ کو ایک درود طریقہ کی تعلیم دی جس کی برکت سے آپ درجۂ دوام حضوری و مرتبۂ رسول نمائی پر فائز ہوئے، پھر براہ راست دربار رسالت سے آپ کو تلقینات ہونے لگیں، تکمیل سلوک کے بعد بحکم بارگاہ نبویؑ حضرت مولانا سید شاہ رفیع الدین قادریؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور اجازت و خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے، (آپ کا پورا شجرۂ روحانی (قادریہ قمیصیہ) حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ تک اعیان وطن میں موجود ہے)

پہونچتی ہے، یہ سلسلۂ وارثیہ قمیصیہ کہلاتی ہے، سلسلۂ وارثیہ میں حضرت غوث پاکؒ کی آبائی نسبت کو ترجیح حاصل ہے، اور یہی نسبت خانقاہ مجیبیہ کا اصل امتیاز ہے، حضرت مولانا محمد وارث رسول نماؒ نے آپ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا، اور اس خانقاہ کی تعمیر کے پس منظر میں اس نسبت خاصہ کی توسیع و اشاعت شامل ہے، جیسا کہ خانقاہ مجیبیہ کی تاریخ سے اندازہ ہوتا ہے، جناب مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری صاحبؒ نے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

حضرت مخدوم الانام سید قمیص الدین اعظم گیلانی قادریؒ

ہندوستان میں سلسلۂ وارثیہ قمیصیہ کے مرکز النسبت حضرت مخدوم الانام سید قمیص الدین اعظم گیلانی قادریؒ (ولادت ۸۹۷ھ / ۱۴۹۲ء - وفات ۳ / ذی قعدہ ۹۹۲ھ مطابق ۵ / نومبر ۱۵۸۴ء) ہیں، وہ حضرت غوث پاکؒ کی اولاد میں ہیں، سلسلۂ نسب اس طرح ہے: سید قمیص اعظم قادریؒ بن سید ابوالحیات قادری بن حضرت سید تاج الدین محمود بن حضرت سید بہاء الدین محمد بن حضرت سید جلال

آپ کا خطاب "رسول نما" مشہور ہے، آپ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرایا کرتے تھے، اس کی کیفیت یہ تھی کہ جب کوئی خواہشمند ہوتا تو اس کو ساڑھے تین ماہ تک استخارہ کی ہدایت فرماتے، اگر امیدوار اس ہدایت پر عمل تو اس مدت میں زیارت کی سعادت حاصل کرلیتا۔

آپ کی خصوصیات میں یہ درج کیا گیا ہے کہ آپ کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر سبز رنگ میں اسم پاک محمدؐ منقوش تھا۔ آپ کی وفات بنارس میں ۱۱ / ربیع الثانی ۱۱۶۶ھ / ۱۴ / فروری ۱۷۵۳ء کو ہوئی، آپ کا مزار بنارس کے محلہ "مولوی جی کے باڑے" میں ایک سنگی چبوترہ پر ہے۔ یہ محلہ آپ ہی کے نام پر منسوب ہے، آپ نے کئی تصنیفات یادگار چھوڑیں: حاشیہ میر زاہد، ملا جلال، وشرح تہذیب و تفسیر، اوراد حدیثیہ، اور رسالہ فقہیہ۔

آپ کے مستقل خلفاء سترہ (۱۷) ہیں، ان میں سب سے ممتاز نام حضرت تاج العارفین پیر محمد مجیبؒ کا ہے، بنارس کی درگاہ کا انتظام و انصرام (خصوصاً عرس کے زمانے میں) آج بھی خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کی نگرانی میں ہے (آثارات پھلواری شریف المعروف بہ اعیان وطن ص ۱۲۷ تا ۱۳۰ مرتبہ مولانا سید شاہ حکیم محمد شعیب نیرؒ، ناشر: دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ ☆ تذکرۃ الانساب ص ۱۴۸، ۱۴۹ مؤلفہ پیرزادہ مولانا سید امام الدین احمد نقوی گلشن آبادی (م ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ء، تسہیل و ترتیب: محمد افروز قادری چریا کوٹی ساؤتھ افریقہ، ناشر و تقسیم کار: رفاعی مشن ناسک، مہاراشٹر، ۱۴۳۷ھ / ۲۰۱۶ء ☆ تذکرۂ مشائخ بنارس ص ۴۷ تا ۸۴ مؤلفہ مولانا مفتی عبد السلام نعمانیؒ، تحقیق و تعلیق: مولانا عبد الباطن نعمانی، ناشر: مفتی پرنٹنگ اینڈ پبلی کیشنز وارانسی، ۱۴۳۴ھ / ۲۰۱۳ء)

الدین احمد بن حضرت سید داؤد بن حضرت سیدنا جمال الدین علی بن حضرت سید ابو صالح نصر بن حضرت سید الآفاق عبد الرزاق بن حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانیؒ۔

سید قمیص اعظمؒ کے جد امجد سید تاج الدین محمودؒ خواب میں حضرت غوث اعظم کے ایماء پر بغداد سے براہ ایران و کابل ہندوستان تشریف لائے تھے، اور اس وقت بنگال کے دار السلطنت "گورکھ تھا" میں اقامت اختیار فرمائی تھی، ایک عرصے تک بنگال میں لوگوں کی دینی تربیت اور اصلاح باطن کا کام انجام دیا، حاکم بنگال سید حسین شاہؒ نے بھی آپ کی شہرت سنی تو حاضر ہو کر داخل سلسلہ ہوا، آپ کی شخصیت سے متأثر ہو کر اپنے وزیر کے ذریعہ اپنی لڑکی کے رشتہ کا پیغام آپ کے پاس بھیجا، لیکن آپ نے فرمایا کہ میرا ایک لڑکا ابو الحیوٰۃ بغداد میں ہے، تمہاری لڑکی کی نسبت ہم اپنے لڑکے ابو الحیوٰۃ سے طے کرتے ہیں، چنانچہ حاکم نے آپ سے خط لے کر چند آدمیوں کو بغداد روانہ کیا، چار (۴) سال پر حضرت سید ابو الحیاتؒ بنگال پہونچے، اور ان کی شادی حاکم بنگال کی لڑکی سے ہوئی، شادی کے بعد حضرت سید تاج الدین محمودؒ نے اپنے صاحبزادے کو بنگال میں رہنے کا حکم دے کر خود بغداد واپس ہو گئے، یہیں ۸۹۷ھ / ۱۴۹۲ء میں سید ابو الحیوٰۃؒ کے قابل فخر اور عظیم المرتبت صاحبزادے حضرت قمیص قادریؒ پیدا ہوئے[86]،

---حواشی---

86 - حاکم بنگال سید حسین شاہ کی صاحبزادی سے حضرت ابو الحیات قادریؒ کی شادی اور ان سے حضرت قمیص قادریؒ کے تولد کا تذکرہ جناب مولانا شاہ ہلال احمد قادریؒ نے کیا ہے، ان کے مضمون کا مأخذ جس کا ذکر انہوں نے حاشیہ میں کیا ہے ماہنامہ المجیب خانقاہ پھلواری شریف کا خصوصی شمارہ "حالات حضرت قمیص اعظم قادریؒ نمبر (جمادی الثانیہ ۱۳۸۰ھ مطابق دسمبر ۱۹۶۰ء ج ۱ شمارہ ۱۰) مضمون حضرت عارف باللہ مولانا شاہ محمد امان اللہ قادریؒ، ہے،

حضرت حکیم محمد شعیب نیر صاحبؒ نے "آثارات پھلواری شریف" میں اس کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے (دیکھئے: آثارات پھلواری شریف المعروف بہ اعیان وطن ص ۱۵)

لیکن خزینۃ الاصفیاء مؤلفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ کے مطابق شیخ ابو لحیات قادریؒ کا نکاح سادھورہ میں شیخ نصر اللہ کی دختر سے ہوا تھا، جن کے بطن سے سید قمیص الدین پیدا ہوئے، شیخ نصر اللہ بھی اپنے زمانے کے مؤقر علماء وصلحاء میں شمار ہوتے تھے (دیکھئے خزینۃ الاصفیاء ص ۲۰۸، ۲۰۹ ج ۱)

میں نے سیرت پیر مجیب کے مؤلف محترم جناب مولانا شاہ ہلال احمد قادریؒ سے اس تعلق سے وضاحت چاہی تو انہوں نے مجھے جواب دیا:

" السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

انہوں نے ظاہری اور باطنی تمام نعمتیں اپنے والد ماجد سے پائیں اور والد کے وصال کے بعد ان کی مسند ارشاد کو آباد کیا، آپ کا فیض بہت عام ہوا اور ملک سے بیرون ملک تک پہونچا۔

حضرت شاہ قمیصؒ کی شادی آپ کے ماموں سید نصیب شاہؒ کی لڑکی سے ہوئی تھی، وہ بہت سخت مزاج اور سخت کلام تھیں، ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، وہ جلد ہی انتقال کر گئیں، اس کے کچھ دنوں کے بعد انہوں نے حرمین شریفین کا سفر کیا اور سات (۷) سال مکہ معظمہ میں مقیم رہے، وہاں سے بغداد پہونچے اور بغداد میں کچھ عرصہ قیام کے بعد ہندوستان واپس تشریف لائے اور مشرقی پنجاب کے ایک قصبہ "سادھورہ" (یاسالورہ) (جواب ہریانہ ضلع جمنا نگر میں ہے) میں اقامت گزیں ہو گئے، سادھورہ کے قیام میں آپ کی دوسری شادی سید نصر اللہ واسطی کی صاحبزادی بی بی عائشہؒ سے ہوئی، یہ بہت عفیفہ

۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۰ء میں ہمارے پیر و مرشد حضرت شاہ امان اللہ قدس سرہ نے سیدنا قمیص قادری قدس سرہ کے حالات سادھورہ ضلع ہریانہ میں قمیصی خاندان کے لوگوں سے طلب فرما کر ایک مقالہ مرتب فرمایا تھا، کچھ خاندانی حالات پھلواری میں لوگوں کو معلوم تھے کیونکہ حضرت شاہ بدرالدین صاحب قدس سرہ کے نانا سید شاہ احمد اللہ قمیصی النسب تھے۔ یہ مقالہ ماہنامہ المجیب جمادی الاخری ۱۳۸۰ھ دسمبر ۱۹۶۰ء جلد ا شمارہ ۱۰ میں شائع ہوا تھا، اس مقالے کی ترتیب میں گولڑہ اسلام آباد سے بھی حضرت نے مراسلت فرمائی تھی۔

حضرت سید ابوالحیوۃ قادری کی شادی خاندانی روایات کے مطابق سید حسین شاہ کی صاحبزادی سے ہوئی جن سے حضرت قمیصؒ تھے، سید نصر اللہ واسطی کی لڑکی سے قمیص قادری کی شادی ہوئی تھی اور یہ ان کا دوسرا نکاح تھا ان ہی اہلیہ کے بطن سے خاندان قمیصی ہے، خزینۃ الاصفیاء کے مصنف کو اشتباہ ہوا۔ حضرت پیر و مرشد کا وہ مقالہ میری کتاب سوانح حضرت شاہ امان اللہ قادری، میں مکمل موجود ہے، سیرت پیر مجیب کے صفحہ ۱۳۶ کے حاشیہ میں المجیب کا حوالہ موجود ہے" والسلام

ہلال احمد قادری، شب ۹ / رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ مطابق ۳ / مئی ۲۰۲۰ء، بذریعۂ واٹس ایپ۔

شاہ ہلال احمد صاحب نے پھر مجھے حضرت شاہ امان اللہ قادری پھلورویؒ کا وہ مقالہ بھی بھیج دیا، جو ان کی سوانح میں شامل تھا، اس مقالہ سے مولانا ہلال کی مذکورہ بالا باتوں کی تصدیق ہوئی، اور حضرت شاہ قمیص اعظمؒ کے حالات میں کئی نئی چیزوں کا علم ہوا۔

مجھے بھی لگتا ہے کہ صاحب خزینۃ الاصفیاء سے سہو ہوا ہے، اس لئے کہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ سید نصر اللہ کی صاحبزادی سے شاہ محمد قمیصؒ کی شادی ہوئی تھی (نہ کہ ان کے والد ابوالحیات کی) (اخبار الاخیار ص ۴۲۹، ۴۳۰ مؤلفہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ، اردو ترجمہ: علامہ سبحان محمود و علامہ فاضل، ناشر: اکبر بک سیلرز لاہور، ۲۰۰۴ء)

وصالحہ اور ایثار و قربانی والی خاتون تھیں، یہ صاحب اولاد ہوئیں، ان کے بطن سے تین صاحبزادے: شاہ محمد قمیصیؒ، شاہ احمد قمیصیؒ، شاہ ابوالمکارم قمیصیؒ پیدا ہوئے۔

حضرت شاہ قمیصؒ کی پوری زندگی تبلیغ اسلام، ارشاد و تربیت اور احیاء دین میں گذری، بہت ہی صاحب کرامات تھے آپ کی ایک کرامت بہت مشہور ہے کہ کسی بت خانہ کے پاس گذرتے تو سارے بت آپ کے آگے سربسجود ہو جاتے، ایک راجہ کے خاص بت کدے میں تشریف لے گئے تو وہاں بھی ایسا ہی ہوا، عین اسی وقت راجہ آگیا، راجہ یہ منظر دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔

تبلیغ وارشاد ہی کے ضمن میں آپ بنگال تشریف لے گئے تھے کہ وہاں ۳/ ذی قعدہ ۹۹۲ھ مطابق ۵/ نومبر ۱۵۸۴ء کو آپ کا انتقال ہو گیا، "امام فضل" سے آپ کی تاریخ وفات (۹۹۲ھ) نکلتی ہے، جنازہ تین سو (۳۰۰) فقراء کی معیت میں حسب وصیت سادھورہ لایا گیا، راستہ میں ایک منزل بہار شریف بھی پڑی، بہار شریف کے محلہ گڈھ میں ایک محفوظ مقام پر جنازہ رکھا گیا، اس طرح مہینوں کی مسافت طے کر کے جنازہ سادھورہ پہونچا، یہاں آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے[87]۔

سید قمیص قادریؒ کا سلسلۂ طریقت ان کے تین خلفاء سے جاری ہوا، آپ کے فرزند اکبر حضرت سید محمد قمیصیؒ، حضرت مخدوم بدر عالم شہباز پوریؒ (م ۱۵/ شعبان المعظم ۱۰۱۲ھ مطابق ۱۷/ جنوری ۱۶۰۴ء)[88] اور حضرت سید عبدالرزاق المعروف بہ شیخ بہلولؒ[89]، ان میں بڑے صاحبزادے سید شاہ محمد قمیصیؒ سب سے ممتاز ہوئے[90]۔

---حواشی---

87 - آثارات پھلواری شریف المعروف بہ اعیان وطن ص ۱۵، مرتبہ مولانا سید شاہ حکیم محمد شعیب نیرؒ، ناشر: دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ بحوالہ اخبار الاخیار ☆ سیرت پیر مجیب ص ۱۳۶، ۱۳۷ مؤلفہ مولانا شاہ ہلال احمد قادری ☆ اخبار الاخیار ص ۴۲۹، ۴۳۰ مؤلفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ☆ سوانح حضرت مولانا سید شاہ امان اللہ قادری ص ۷۷ ۳ مؤلفہ شاہ ہلال احمد قادری)

88 - مخدوم بدرالدین بدر عالم بڑے پایہ کے بزرگ تھے، آپ کا سلسلۂ نسب حضرت علیؓ تک پہونچتا ہے، آپ کا خطاب "اشک نوش اور پشمینہ پوش" تھا، کیونکہ آپ کی غذا آش جو، اور پوشاک کملی تھی، ۹۵۴ھ/ ۱۵۴۷ء میں آپ اپنے والد ماجد حضرت صدرالدین صدر جہاںؒ واہل وعیال کے ہمراہ پھلواری شریف سے متصل گاؤں شہباز پور میں تشریف لائے، اور یہیں اقامت اختیار کر لی، آپ اور آپ کے والد ماجد دونوں ہی حضرت قمیص قادریؒ کے مرید و خلیفہ اور مجاز مطلق تھے، مخدوم بدر عالمؒ اپنے والد کی طرف سے بھی مجاز تھے، جب حضرت قمیص قادریؒ بنگال روانہ ہونے لگے تو صوبۂ بہار میں اپنا جانشین انہوں نے مخدوم شاہ بدر عالم کو مقرر فرمایا، چنانچہ

غازی پور کے حسینی سادات کے چشم و چراغ قطب غازی پور حضرت سید محمد المعروف بہ سید پیارےؒ نے حضرت سید محمد قمیصیؒ سے طریقت کی تعلیم حاصل کی، اور اجازت و خلافت سے سر فراز ہوئے ،حضرت سید شاہ محمد پیارےؒ ملک السادات امیر مسعود غازیؒ (م ۷ / رجب المرجب ۷۶۷ھ مطابق ۲۷ / مارچ ۱۳۶۶ء)[91] کی اولاد میں تھے ،یہ خانوادہ علم و فضل اور فقر و عرفان میں ممتاز ہونے کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا، اس خانوادے کے بیشتر اکابر میدان جنگ میں شربت

حضرت مخدوم بدر عالم تا عمر شہباز پور ہی میں قیام فرما کر رشد و ہدایت خلق میں مصروف رہے، ۱۵ / شعبان المعظم ۱۰۱۲ھ مطابق ۱۷ / جنوری ۱۶۰۴ء کو آپ کا وصال ہوا، اور شہباز پور ہی میں مدفون ہوئے، آپ کے والد کا مزار بھی یہیں ہے (آثارات پھلواری شریف المعروف بہ اعیان وطن ص ۱۵ تا ۱۷، مرتبہ مولانا سید شاہ حکیم محمد شعیب نیرؒ، ناشر: دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ ☆ سیرت پیر مجیب ص ۱۲ مؤلفہ مولانا ہلال احمد قادری)

89 - شاہ عبد الرزاق شیخ بہلولؒ علم شریعت و طریقت کے جامع تھے، جوانی میں ہی عبادت و معرفت کا ذوق پیدا ہو گیا تھا، اس لئے علم ظاہر سے فارغ ہونے کے بعد طریقت سے وابستہ ہو گئے، حق گوئی آپ کا خاص وصف تھا، اپنے دور میں راہ طریق میں آپ نے بڑی شہرت پائی (اخبار الاخیار ص ۴۲۹، ۴۳۰ مؤلفہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ)

90- حضرت سید شاہ محمد قمیصیؒ کی ایک شاخ گولڑہ شریف (مغربی پنجاب) میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کا خاندان ہے، ان کے یہاں بھی ابا عن جد سلسلہ قادریہ قمیصیہ موجود ہے (سوانح حضرت مولانا سید شاہ امان اللہ قادری ص ۷۷ ۳ مؤلفہ شاہ ہلال احمد قادری)

91 - حضرت امیر سید مسعود غازی ترمذیؒ فیروز شاہ تغلق کے دور کے بڑے عظیم المرتبت بزرگوں میں شمار ہوتے تھے، وہ علوم ظاہری و باطنی دونوں میں یکتا تھے، وہ بزرگ کے ساتھ ساتھ ایک بڑے جانباز سپہ سالار بھی تھے، غازی پور اور اس کے گرد و نواح میں اسلام کی قندیل انہی کی بدولت روشن ہوئی، حسینی سادات سے تھے، پورا نسب نامہ "تذکرۃ الانساب ج ا ص ۴۲، ۴۳ پر موجود ہے۔

تاریخی کتابوں میں درج ہے کہ آپ کے اجداد مدینہ منورہ سے خلفائے عباسیہ کے زمانہ میں ترمذ آئے، اور ترمذ سے سیوانہ کا سفر کیا،۔۔۔امیر مسعود غازیؒ کی شادی اپنے چچا سید نظام کی لڑکی سے ہوئی، ان سے تین اولادیں پیدا ہوئیں، ان کی دوسری شادی دوسرے چچا سید نجم الدین کی صاحبزادی سے ہوئی، ان کے بطن سے چار اولادیں ہوئیں،

غازی پور فتح کرنے کے بعد بہار کے مشہور بزرگ سید احمد چرم پوش (م ۷۸۶ھ /) سے ملنے کے لئے امیر مسعود نے بہار کا بھی سفر کیا، بہار سے واپسی پر غازی پور میں دریا کے کنارے ایک خوبصورت اور کشادہ خانقاہ بنائی، آہستہ آہستہ اس خانقاہ کی شہرت بام عروج پر پہونچ گئی، اور دور دراز بڑے بڑے بزرگان دین یہاں جمع ہو گئے، ان میں حضرت بہلول شاہؒ، اور مخدوم شاہ جلالؒ وغیرہ جیسی شخصیات شامل تھیں، آپ کا وصال ۷ / رجب المرجب ۷۶۷ھ مطابق ۲۷ / مارچ ۱۳۶۶ء کو ہوا، اور شہر غازی پور کے محلہ ہری شنکر کے محال راجے میں بڑے لڑکے سید رضا عرف راجے شہید کے بغل میں دفن ہوئے (تذکرہ مشائخ غازی پور ص ۲۱۵ تا ۲۱۸ مؤلفہ عبید الرحمن صدیقی، ناشر انیس پبلی کیشنز، غازی پور، ۲۰۰۱ء)

شہادت سے سیر اب ہوئے، خود امیر مسعود غازیؒ نے غازی پور کے ہندو راجہ سے جنگ کر کے غازی پور کو فتح کیا تھا[92]

سید پیارے شاہ کے حالات معلوم نہیں ہیں، ان کی تاریخ وفات کا بھی پتہ نہیں ہے، آپ کے والد ماجد کا نام سید فتح محمد تھا، آپ کی خانقاہ قصبہ نونہرہ غازی پور میں تھی، مزار غازی پور محلہ سید واڑہ میں ہے۔

وصال کے بعد آپ کے خلف وحید حضرت سید شاہ سلیمؒ متمکن ہوئے، آپ عالم دین تھے، حضرت وارث رسول نمابنارسیؒ آپ کو "صاحب الشریعۃ والطریقۃ" لکھتے تھے، آپ کے حالات بھی معلوم نہیں ہیں، آپ نے اپنے والد کے سلسلہ کو آگے بڑھایا، آپ کی قبر کمہرار پٹنہ کے قبرستان میں بتائی جاتی ہے۔

آپ کی حیات میں آپ کے اکلوتے صاحبزادہ سید زین العابدینؒ سفر حج میں تشریف لے گئے اور وہیں وفات پائی، ان کی یادگار ایک صاحبزادے سید رفیع الدینؒ تھے، حضرت سید پیارےؒ نے اپنے پوتے کی خوب تربیت کی اور پھر وہی آگے چل کر خانقاہ کے مسند نشیں ہوئے، سید شاہ رفیع الدینؒ کا قیام زیادہ تر نونہرہ میں رہا، یہیں آپ کی نانیہال تھی، اورآپ کے نانا حضرت سید ابو المعالیؒ کو اولاد ذکور نہیں تھی ،انہوں نے آپ کو اپنے ساتھ رکھا، لیکن بیعت واجازت اور تربیت باطنی اپنے دادا حضرت سید شاہ سلیمؒ سے پائی اوران کے جانشین ہوئے، آپ اپنے زمانے کے بڑے شیخ تھے، ریاضت ومجاہدہ میں آپ کا ثانی نہیں تھا، حضرت مولانا رسول نمابنارسیؒ آپ کے نام کے ساتھ افضل المجاہدین المتاخرین لکھتے تھے، خانقاہ مجیبیہ میں آپ کو قبلۃ السالکین کہا جاتا تھا، آپ کے حالات اور تاریخ وفات بھی معلوم نہیں ہیں، آپ کی قبر شریف موضع اسمعیل پور ضلع غازی پور میں بتائی جاتی ہے، مگر قبر کے نشانات موجود نہیں ہیں، اور نہ کوئی قبر کو جاننے والا ہے۔

---حواشی---

92 - دیکھئے تذکرۂ انساب سادات غازی پور قلمی، کتب خانہ مجیبیہ بدریہ، مرتبہ سید غلام حسین غازی پوری (سیرت پیر مجیب ص ۱۳۷، ۱۳۸ مؤلفہ مولانا شاہ ہلال احمد قادری۔

نسبت حضرت مولانا محمد وارث رسول نما بنارسیؒ

قطب العصر حضرت مولانا محمد وارث رسول نما بنارسیؒ کو باطنی تعلیم حضرت شاہ رفیع الدینؒ سے حاصل ہوئی، حضرت بنارسیؒ آبائی طور پر غازی پور کے رہنے والے ہیں، حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ آپ کو قریبی رشتے میں دادا ہوتے تھے، آپ کے والد ماجد بنارس میں منصب قضا پر فائز تھے، اس لئے آپ کا بچپن بنارس میں گذرا، ممکن ہے کہ یہیں آپ کی ولادت بھی ہوئی ہو، آپ کو براہ راست حضرت رسول اکرم ﷺ سے شرف بیعت حاصل تھا، لیکن حکم نبوی کے مطابق حضرت سید شاہ رفیع الدین قادریؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی، اور اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے، اللہ پاک نے آپ کے ذریعہ سلسلہ کو بہت وسعت دی، آپ بڑے عالم تھے دور دراز سے طالبان علوم نبوت آپ سے فیضیاب ہونے کے لئے آتے تھے اور ان میں بعض خوش نصیب علم ظاہر کے ساتھ آپ سے علم باطن بھی حاصل کرتے تھے، انہی خوش نصیبوں میں حضرت تاج العارفین پیر محمد مجیبؒ کی شخصیت بھی تھی، آپ بھی یہاں پڑھنے کے لئے آئے تھے لیکن آپ حضرت کے علوم باطنی سے نہ صرف مستفید ہوئے ، بلکہ آپ کے جملہ علوم معارف کے امین قرار پائے، یہاں تک کہ ۱۱۲۴ھ / ۱۷۱۲ء میں حضرت بنارسیؒ نے اپنے تمام خلفاء ومریدین کے مجمع میں آپ کو خرقہ پہنایا اور اپنی خلافت و نیابت اور جانشینی کا اعلان فرمایا، پھر ۱۱۶۶ھ / ۱۷۵۳ء میں حضرت مولانا بنارسیؒ کے وصال کے بعد ان کے تمام خلفاء ومریدین نے آپ کو جانشین رسول نماؒ تسلیم کیا اور مسائل طریقت میں آپ سے رجوع کرنے لگے۔

نسبت خواجہ عماد الدین قلندرؒ

حضرت پیر مجیبؒ نے ۱۱۲۲ھ میں چوبیس (۲۴) سال کی عمر میں تمام علوم وفنون کی تکمیل کر لی تھی، ۱۱۲۳ھ میں حضرت خواجہ عماد الدین قلندرؒ (جن سے آپ کو قادریہ اور دیگر سلاسل کی نسبتیں حاصل ہوئیں) نے آپ کو بنارس سے پھلواری بلالیا، ۲۰ / جمادی الثانیہ ۱۱۲۴ھ مطابق ۲۴ / جولائی ۱۷۱۲ء کو حضرت خواجہ نے رحلت فرمائی۔

اعتکاف عمری

اس کے بعد آپ مسلسل پھلواری ہی میں مقیم رہے، اور یہی اس خانقاہ کا نقطۂ آغاز ہے، کبھی کبھی پیر طریق حضرت بنارسیؒ کی زیارت کے لئے بنارس تشریف لے جاتے تھے، حضرت بنارسیؒ کے وصال کے بعد یہ سلسلہ بھی موقوف ہو گیا، کبھی اتنی استطاعت نہ ہوئی کہ حج کر سکیں، اس لئے سفر حج بھی نہ ہو سکا، ایک آدھ بار آپ نے بہار شریف حضرت مخدوم شرف الدینؒ کے آستانہ پر حاضری کے لئے سفر کیا ہے، بس ساری زندگی اپنی خانقاہ میں مقیم رہے، ساری زندگی کا اعتکاف ہی اس خانقاہ کی سب سے بڑی خصوصیت ہے، جو پورے اہتمام اور تسلسل کے ساتھ آج بھی قائم ہے[93]۔

خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کا مزاج ومذاق اوراصول وخصوصیات

اس خانقاہ کے مزاج ومذاق اوراصول وخصوصیات کو سمجھنے کے لئے سیرت پیر مجیبؒ کا یہ اقتباس بہت اہم ہے:

"خانقاہ مجیبیہ اصلاً قادری سلسلے کی خانقاہ ہے، اور یہ حضرت غوث اعظمؒ کی خانقاہ و زاویہ کے اصول ونظام پر قائم کی گئی تھی، طریقت کی تعلیمات اور منتسبین سلسلہ کی تربیت وتہذیب نفوس میں اسی طریق ومنہاج کو سامنے رکھا گیا جو زاویۂ غوث اعظم میں جاری تھا، کیونکہ حضرت تاج العارفین پیر مجیب، سیدنا قمیص قادریؒ کے سلسلہ کے شیخ تھے، سیدنا قمیص کی ایک نسبت تو یہ تھی کہ وہ حضرت غوث اعظمؒ کی اولاد و احفاد میں تھے، دوسری نسبت یہ تھی کہ وہ سلسلۂ عالیہ قادریہ کے جلیل القدر شیخ اور غوث اعظمؒ کے آبائی سلسلۂ طریقت کے جامع تھے، اس لئے مخدوم قمیص اوران کے مشائخ سلسلہ نے حضرت غوث اعظمؒ کی خانقاہ کے اصول ونظام کو اختیار کیا تھا، حضرت تاج العارفین کے پیش نظر اپنے انہیں پیش روبزرگوں کا اسوہ اور نمونہ رہا اور آپ نے اپنی بصیرت اوراپنے زمانے کے حالات کے مطابق اس میں اضافے

---حواشی---

93 - پوری تفصیل کے لئے مطالعہ کریں سیرت پیر مجیب ص ۱۳۶ تا ۱۹۳ مؤلفہ مولانا شاہ ہلال احمد قادری، یہاں خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔

کئے اور کچھ قیود و شرائط متعین فرمائے۔

زاویۂ غوث اعظم کے اساسی اصولوں میں جو امور سیدنا قمیص قادری ،وسیدنا محمد وارث رسول نماؒ وحضرت خواجہ عماد الدین قلندرؒ وتاج العارفینؒ کے افادات و اشاعت طریق سے معلوم ہوئے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) اقامت صلوٰۃ، ذکر و مجاہدہ، تزکیہ وتہذیب نفس، وعظ وتذکیر۔

(۲) فقر وتوکل

(۳) رزق حلال کا اہتمام

(۴) دربار سرکار سے بے نیازی

(۵) علوم دینیہ کی اشاعت

(۶) نفع رسانی وخدمت خلق

(۷) خانقاہ کو پھلواری میں قائم رکھنا

(۸) معیار جانشینی اور آداب سجادہ[94]

خانقاہ فریدیہ قادریہ پھلواری شریف

خانقاہ مجیبیہ ہی کی ایک شاخ پھلواری شریف کی خانقاہ فریدیہ ہے، جس کی بنیاد حضرت مولانا شاہ محمد اشرف مجیب پھلورویؒ[95] (ولادت ۲۸ / شوال المکرم ۱۲۵۲ھ مطابق ۴ / اکتوبر ۱۸۳۷ء۔ وفات ۹ / شعبان المعظم ۱۳۱۳ھ مطابق ۲۴ / جنوری ۱۸۹۶ء) نے ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء میں رکھی، یہ

---- حواشی----

94 - سیرت پیر مجیب ص ۱۶۴، ۱۶۵ مؤلفہ مولانا شاہ ہلال احمد قادری

95 - مولانا شاہ محمد اشرف مجیبؒ مولانا شاہ احمد اصطفےٰؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے، آپ کی ولادت ۲۸ / شوال المکرم ۱۲۵۲ھ مطابق ۴ / اکتوبر ۱۸۳۷ء کو ہوئی، درسیات کی تکمیل مولانا وصی احمدؒ اور مولانا محمد حسینؒ سے کی، حدیث کی سند مولانا آل احمدؒ سے حاصل کی، روحانی تعلیم اور اجازت و خلافت حضرت مولانا شاہ محمد علی سجادؒ سے حاصل ہوئی، آپ کو فقر و تصوف سے خاص مناسبت تھی ، ریاضت و مجاہدہ کا بے حد شوق تھا، بچپن سے ہی اوراد و وظائف کے بہت پابند تھے، اکثر چلہ کشی و صوم طے کا اتفاق ہوتا تھا۔

اپنے شیخ کے وصال کے بعد آپ نے حضرت نصرؒ سے اجازت تبرک لی اور خرقۂ خلافت زیب تن کیا، اگرچہ اس دور

پھلواری میں خاندان فریدی کی عظیم روحانی یادگار ہے۔

حضرت شاہ سعد اللہ فریدیؒ

پھلواری میں اس خاندان کے سب سے پہلے بزرگ حضرت شاہ سعد اللہ فریدی المجیبیؒ (م ۴/ ذی قعدہ ؁۱۱۹۰ھ مطابق ۱۴/ دسمبر ؁۱۷۷۶ء) ہیں، جو حضرت شیخ الاسلام فرید الحق والدین گنج شکرؒ (ولادت ۲۹/ شعبان ؁۵۹۴ھ مطابق ۱۲/ جولائی ؁۱۱۹۸ء یا ؁۵۸۲ھ یا ؁۵۸۴ھ یا ؁۵۸۵ھ یا ؁۵۶۹ھ مطابق ؁۱۱۸۶ء یا ؁۱۱۸۸ء یا ؁۱۱۸۹ء یا ؁۱۱۷۳ء — وفات ۵/ محرم الحرام ؁۶۶۴ھ یا ؁۶۶۶ھ یا ؁۶۶۷ھ یا ؁۶۶۸ھ یا ؁۶۷۰ھ مطابق ۲۳/ اکتوبر ؁۱۲۶۵ء یا ؁۱۲۶۷ء یا ؁۱۲۶۸ء یا ؁۱۲۶۹ء یا ؁۱۲۷۰ء)[96] کی اولاد امجاد میں ہیں، اور فتح پور

میں خرقہ پہنانے کی رسم کم ہوگئی تھی، اور صرف سند اجازت ہی پر اکتفا کیا جاتا تھا، مگر آپ کو اس شرف کے حصول کی بے حد تمنا تھی، چنانچہ ؁۱۲۷۷ھ / ؁۱۸۶۰ء میں اپنے شیخ کے وصال کے بعد جب آپ نے حضرت نصرؒ سے سلاسل کی اجازت لی، تو خرقہ پوشی کی بھی تمنا ظاہر کی، حضرت نصرؒ نے بتاریخ ۲۴/ ربیع الاول روز جمعہ ؁۱۲۷۷ھ مطابق ۹/ اکتوبر ؁۱۸۶۰ء کو دستار نظامیہ، وخرقۂ قادریہ وکمر بند وپٹکا وتسبیح وعصا عطا فرما کر الباس خرقہ فرمایا، اس روز سے اپنا لباس آپ نے یہی مقرر کر لیا، اور تمام عمر اسی لباس میں رہے۔

؁۱۲۷۸ھ / ؁۱۸۶۱ء میں مولانا عنایت رسول قادریؒ کے ہمراہ حج کے لئے تشریف لے گئے۔

آپ کے ذریعہ حضرت مولانا علی سجادؒ کے سلسلہ کو کافی فروغ ملا، اور آپ نے اپنے شیخ کی جانشینی کا حق ادا کر دیا، کہا جاتا ہے کہ اگر آپ یہ ذمہ داری نہ لیتے تو یہ سلسلہ ختم ہو جاتا۔

آپ نے ہی ؁۱۳۰۹ھ / ؁۱۸۹۱ء حضرت شاہ شمس الدین ابو الفرح مجیبیؒ کے ورثاء سے کچھ متروکہ اراضی خرید کر اس میں ایک خانقاہ اور مسجد کی تعمیر فرمائی، جو خانقاہ فریدی کے نام سے مشہور ہوئی، آپ کے مریدین آرہ، بنارس اور چمپارن میں بڑی تعداد میں موجود ہیں، آخر عمر میں دق کا عارضہ ہو گیا تھا، چند ماہ اس میں مبتلا رہ کر ۹/ شعبان المعظم ؁۱۳۱۳ھ مطابق ۲۴/ جنوری ؁۱۸۹۶ء کو وفات پائی، اور اپنی وصیت کے مطابق اپنی خانقاہ کے جنوب مشرقی گوشہ میں ایک حجرہ میں مدفون ہوئے، آپ کے پہلو میں آپ کی اہلیہ کا مزار ہے، اور اسی حجرہ میں آپ کے برادر زادہ اور جانشین حضرت شاہ عبید اللہ فریدیؒ مدفون ہوئے (آثارات پھلواری شریف المعروف بہ اعیان وطن ص ۳۵۸، ۳۵۹، مرتبہ مولانا سید شاہ حکیم محمد شعیب نیرؒ، ناشر: دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ)

96 - حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے اجل خلفاء میں ہیں اور حضرت خواجہ اجمیریؒ سے بھی فیض یافتہ ہیں، اسم گرامی مسعود اور القاب فرید الدین، قطب المؤحدین، قطب الزاہدین، اور گنج شکر تھے، آپ کے والد ماجد شیخ جمال الدین سلیمان حضرت سلطان محمود غزنویؒ کے بھانجے تھے، اور سلطان شہاب الدین غوری کے زمانے میں کابل سے لاہور پہونچے، کچھ عرصہ قصور شہر میں رہے، مگر بادشاہ کے حکم پر ملتان چلے گئے، وہاں جا کر ملا وجیہ الدین خجندی کی بیٹی قسرم خاتون سے شادی کی، آپ کے تین بیٹے ہوئے: عیاض الدین محمود، فرید الدین مسعود، اور مجیب الدین متوکل، آپ کا سلسلۂ نسب آٹھ واسطوں سے کابل کے بادشاہ فرخ شاہ سے اور

سترہ واسطوں سے حضرت سلطان ابراہیم ادہمؒ سے اور تئیس واسطوں سے حضرت فاروق اعظم عمر بن الخطابؓ سے ملتا ہے، (پورا سلسلۂ نسب خزینۃ الاصفیاء میں موجود ہے) جن دنوں چنگیز خاں کے مظالم شروع ہوئے، حضرت شیخ کے دادا قاضی شعیب کابل میں تھے، اسی ہنگامہ میں وہ شہید ہوگئے، پھر آپ کے والد اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہندوستان منتقل ہوگئے، بادشاہ کی طرف سے ملتان کے علاقے میں کھوتوال (کہن والی) کی جاگیر ان کو پیش کی گئی، انہوں نے قبول کر کے وہیں اقامت اختیار کرلی، اور یہیں حضرت شیخ فریدؒ کی ولادت ۵۸۲ھ یا ۵۸۴ھ یا ۵۸۵ھ یا ۵۶۹ھ / ۱۱۸۶ء یا ۱۱۸۸ء یا ۱۱۸۹ء یا ۱۱۷۳ء میں ہوئی، حضرت مولانا احمد حسن منورویؒ نے تاریخ ولادت ۲۹ / شعبان ۵۹۴ھ مطابق ۱۲ / جولائی ۱۱۹۸ء درج کی ہے (مختصر حالات بزرگان چشت اہل بہشت المعروف "سرکار غریب نواز" ص ۷۱) یہیں آپ کی نشوونما ہوئی، علوم ظاہری کی تکمیل ملتان میں قاضی منہاج الدین صاحب کی مسجد میں فرمائی، اور وہیں حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے بیعت کی، باقی علوم کی تکمیل قندھار اور کابل میں کی۔

تحصیل علم کے بعد بغداد پہونچے، ان دنوں شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ، سیف الدین باخزیؒ، سعدی حمویؒ، بہاء الدین حمویؒ، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ، شیخ اوحد الدین کرمانیؒ، اور شیخ فرید الدین نیشاپوریؒ جیسے اولیاء اللہ وہاں موجود تھے، آپ ان بزرگوں کی مجالس میں رہے، اور کچھ عرصہ کے بعد دہلی آگئے اور اپنے پیر کی خدمت میں رہنے لگے، یہاں تک کہ حضرت قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکیؒ نے آپ کو اجازت وخلافت سے مشرف فرمایا، آپ کی ولایت کا شہرہ دور دور تک پہونچ گیا، ہزاروں تشنگان بادۂ روحانیت کا رجوع شروع ہوگیا، آپ حتی الامکان عام لوگوں سے دور رہنے کی کوشش کرتے تھے، چنانچہ آپ دہلی چھوڑ کر ہانسی چلے گئے، اور دو سال وہاں مقیم رہے، مگر وہاں بھی لوگوں نے آپ کو گھیر لیا، تو وہاں سے چل کر ایک غیر معروف مقام اجودھن (پاک پٹن) میں قیام فرما ہوئے، وہاں کے لوگ جاہل اور سخت رو تھے، اور اکثر بزرگان دین کے منکر بھی تھے، آپ شہر سے باہر کیکر کے درختوں کے ایک جھنڈ میں رہنے لگے، یہاں آپ کو اور آپ کے اہل وعیال اور متعلقین کو اکثر فاقوں کی نوبت آتی تھی، لیکن پھر آہستہ آہستہ فتوحات کے دروازے کھل گئے، وہاں کے بعض علماء اور حاسدین نے آپ کے خلاف بڑی بڑی سازشیں کیں، لیکن سب ناکام ہوئے،

آپ کو گنج شکر کیوں کہا جاتا ہے؟ اس میں کئی روایات ہیں:

☆ ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے مجاہدہ کا ارادہ کیا، تو شیخ نے بھوکا رہنا تجویز کیا، آپ نے روزے شروع کر دیئے، تین دن کے بعد ایک شخص چند روٹیاں لے کر حاضر ہوا، آپ نے اس کو اشارۂ غیبی سمجھ کر تناول فرمالیا، کھانے کے تھوڑی دیر بعد ہی قے ہوئی اور وہ پورا کھانا پیٹ سے باہر نکل گیا، آپ نے اپنے شیخ سے یہ قصہ نقل کیا، تو شیخ نے فرمایا کہ تین دن کے بعد کھایا بھی تو شرابی کے ہاتھ سے کھایا، اللہ پاک کا شکر ہے کہ وہ کھانا پیٹ میں نہ رہا، اب تین دن اور بھوکے رہو، اور جو غیب سے آئے اسے کھاؤ، تین دن گذرنے کے بعد کچھ نہ آیا، ضعف بے حد غالب ہوگیا، شدت بھوک میں کچھ کنکریاں اٹھا کر منھ میں ڈال لیں، وہ شکر بن گئیں، شیخ نے یہ سمجھ کر کہ کہیں دھوکہ نہ ہو ان کو تھوک دیا، تھوڑی دیر میں پھر شدت بھوک سے مجبور ہو کر کنکریاں اٹھا کر منہ میں ڈال لیں، وہ بھی شکر بن گئیں، ایسے ہی تین مرتبہ ہوا، صبح کو حضرت شیخ سے عرض کیا، حضرت نے فرمایا کہ بہتر کیا وہ کھالیا، اسی دن سے آپ کو گنج شکر کہنے لگے۔

سکری کے خاندان فریدی کی فروع ہیں، آپ کا خاندان فتح پور سکری سے منتقل ہو کر صوبہ بہار کے ایک گاؤں دیوریامیں آباد ہوا، یہ گاؤں فتح پور (پٹنہ) اور لکھنور (پٹنہ) کے قریب واقع ہے، آپ کے اجداد اپنے ساتھ اپنا اقتدار اور خاندانی وقار بھی لائے تھے، اور جوہر ذاتی اور وجاہت خاندانی کے قدر شناس سلاطین اسلام نے ان بزرگوں کی مدد معاش کے لئے بڑی بڑی جاگیریں بھی دی تھیں، جن کی بدولت اس خاندان کو ہر طرح کی خوشحالی اور فارغ البالی میسر تھی۔

آپ کے والد ماجد حضرت شاہ حمید الدینؒ اپنے والد کے مرید و خلیفہ تھے، وہ حضرت تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ پھلواروی بانی خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کے ہم زلف تھے، حضرت شاہ مجیب اللہؒ کی دوسری شادی نظام پور ضلع پٹنہ اور موضع بسنت پور گوندیا پرگنہ کسمر ضلع سارن کے جلیل القدر خاندان میں حضرت شاہ محمد بن شاہ نور اللہ نظام پوریؒ کی صاحبزادی بی بی طالعہ سے ہوئی تھی، جب کہ انہی

☆بعض لوگوں نے لکھاہے کہ ایک سوداگر سے آپ نے شکر مانگی، اس نے کہا کہ میرے پاس تو نمک ہے، آپ نے فرمایانمک ہی ہوگا، دیکھاتو وہ شکر نمک بن گیاتھا، اس پر اس سوداگر نے معذرت کی، جس پر وہ شکر میں تبدیل ہو گیا۔

☆ایک روایت یہ بھی نقل کی جاتی ہے کہ بچپن میں آپ کو میٹھا کھانے کا بہت شوق تھا، اس لئے آپ کی والدہ ماجدہ ہر روز آپ کے سرہانے میں تھوڑا میٹھا رکھ دیا کرتی تھیں، ایک دن والدہ سرہانے میں میٹھا رکھنا بھول گئیں، آپ نے نماز کے بعد حسب معمول سرہانے میں ہاتھ ڈالا تو مٹھائی موجود تھی، وہ لے کر کھانے لگے، ان کی ماں نے دیکھا تو حیران ہوئیں، پوچھا مٹھائی کہاں سے ملی، انہوں نے عرض کیا سرہانے سے، والدہ سمجھ گئیں کہ یہ غیب سے ہے، سجدہ میں گئیں اور دعا فرمایا کہ اے اللہ میرے بیٹے کو گنج شکر بنادے، تاکہ یہ دنیامیں شیرینی تقسیم کرتا رہے۔

اس طرح کے کئی واقعات نقل کئے گئے ہیں، آپ کی کرامات وتصرفات کے بھی بڑے واقعات ہیں،

آپ کی وفات ۵ / محرم الحرام ۶۶۴ھ یا ۶۶۶ھ یا ۶۶۷ھ یا ۶۶۸ھ یا ۶۷۰ھ مطابق ۲۳ / اکتوبر ۱۲۶۵ء یا ۱۲۶۷ء یا ۱۲۶۸ء یا ۱۲۶۹ء یا ۱۲۷۰ء کو ہوئی، صاحب خزینۃ الاصفیاء نے سیر الاقطاب کے حوالے سے ۶۹۰ھ مطابق ۱۲۹۱ء نقل کیاہے، اور اسی کو معتبر قرار دیا ہے، پاک پٹن ضلع ملتان میں آپ کا مزار مبارک ہے جو لاہور اور ملتان کے درمیان واقع ہے، آپ کے خلفاء کی تعداد حد شمار سے باہر ہے، بعض لوگوں نے ستر ہزار (۷۰۰۰۰) تک بتایاہے، بعض نے پچاس ہزار (۵۰۰۰۰) اور بعض حضرات نے خلفاء کی تعداد پانچ سو چوراسی (۵۸۴) لکھی ہے، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اور حضرت علی احمد صابر کلیریؒ آپ ہی خلفاء میں ہیں، خزینۃ الاصفیاء میں آپ کے تینتیس (۳۳) خلفاء کی فہرست دی گئی ہے، (خزینۃ الاصفیاء ص ۱۰۸ تا ۱۳۸ مؤلفہ مفتی غلام سرور لاہوری ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۷۶ تا ۱۸۰ مؤلفہ حضرت شیخ محمد زکریا کاندھلویؒ، ناشر: کتب خانہ اشاعت العلوم، سہارن پور، ۱۳۹۲ھ)

کی دوسری صاحبزادی حضرت شاہ حمید الدینؒ کی زوجیت میں تھیں، حضرت شاہ سعد اللہؒ انہی سے پیدا ہوئے ،اس طرح حضرت پیر مجیبؒ شاہ سعد اللہ فریدیؒ کے خالو ہوتے ہیں، پھر شاہ سعد اللہؒ کی شادی حضرت پیر مجیبؒ کی صاحبزادی بی بی عارفہ سے ہوگئی ،اور حضرت تاج العارفین کی دامادی کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوا،اور یہی پھلواری شریف میں آپ کے قیام وسکونت کا ظاہری سبب بنا،شادی کے بعد آپ نے پھلواری میں رہائش اختیار کرلی،۱۱۴۵ھ / ۱۷۳۲ء میں آپ سلسلۂ قادریہ وارثیہ میں حضرت تاج العارفین سے بیعت ہوئے،اوراکتساب سلوک کے بعد خرقۂ خلافت اوراجازت سلاسل سے مشرف ہوئے ، ۹/ شعبان المعظم ۱۱۸۴ھ مطابق ۲۷/ نومبر ۱۷۷۰ء کو عیسیٰ پور (پھلواری سے متصل ایک قصبہ) کی ایک خاتون بی بی نورن بنت زین العابدین کا مکان خرید کر اس میں مقیم ہوگئے، یہ مکان خانقاہ مجیبیہ کے زنان خانہ سے پچھم واقع ہے، یہ مکان ابھی بھی ان کے خاندان کے تصرف میں ہے۔

حضرت شاہ سعد اللہ فریدیؒ بلند مرتبہ اور صاحب حضوری بزرگ تھے، براہ راست بارگاہ نبویہ ﷺ سے اورادواشغال آپ کو تلقین کئے گئے تھے، آپ کی وفات ۴/ ذی قعدہ ۱۱۹۰ھ مطابق ۱۴/ دسمبر ۱۷۷۶ء کو ہوئی ،اور مقبرہ حضرت امیر عطاء اللہؒ میں مدفون ہوئے[97]

حضرت مولانا شاہ عبید اللہ فریدیؒ (جن سے منوروا شریف میں سلسلۂ مجیبیہ کی نسبت آئی ہے) چوتھی پشت میں حضرت سعد اللہ فریدیؒ کے پوتے ہیں، حضرت مولانا شاہ عبید اللہ فریدیؒ کے والد ماجد حضرت مولانا شاہ محمد نعمت مجیب[98] (ولادت ۲۸/ محرم ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۶/ جون ۱۸۳۳ء -وفات ۷/ شوال المکرم ۱۳۰۷ھ مطابق ۲۶/ مئی ۱۸۹۰ء)سلسلۂ قادریہ کے بڑے کاملین میں گذرے ہیں، وہ

---حواشی---

97 - آثارات پھلواری شریف المعروف بہ اعیان وطن ص ۳۵۲، ۳۵۳،مرتبہ مولانا سید شاہ حکیم محمد شعیب نیرؒ، ناشر: دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ، ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۳ء۔

98 - آپ حضرت شاہ احمد اصطفیٰؒ کے بڑے صاحبزادے ہیں، آپ کی ولادت ۲۸/ محرم ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۶/ جون ۱۸۳۳ء کو ہوئی ،درسیات متوسطات تک مولانا ہادی بن مولانا احمدیؒ سے پڑھی ،اور بقیہ نصف درسیات مولانا محمد حسین بن شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہؒ سے مکمل کی،۱۲۶۳ھ / ۱۸۴۷ء میں بطریقۂ قادریہ وارثیہ حضرت مولانا شاہ ابوالحسن فردؒ سے بیعت کی، تعلیم وتربیت اوراجازت وخلافت حضرت مولانا ہادیؒ سے حاصل ہوئی ،مولانا حاجی احمد علی ابراہیم بن مولانا احمدیؒ اورآپ کے خال محترم مولانا شاہ نوراحمدؒ

حضرت مولانا شاہ احمد اصطفیٰؒ[99] (ولادت ۱۲۱۰ھ / ۱۷۹۵ء – وفات ۹ / شوال المکرم ۱۲۶۰ھ مطابق ۲۱ / اکتوبر ۱۸۴۴ء) کے صاحبزادے ہیں، وہ بھی سلسلۂ قادریہ مجیبیہ کے بلند پایہ بزرگ تھے، وہ حضرت شاہ سعد اللہ فریدیؒ کے پوتا اور حضرت شاہ وعد اللہ فریدیؒ (ولادت ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء – وفات ۲ / ذی قعدہ ۱۲۴۸ء مطابق ۲۲ / مارچ ۱۸۳۳ء)[100] کے فرزند ارجمند ہیں۔

نے بھی اپنے جمیع سلاسل کی اجازت عطا فرمائی تھی، حج وزیارت سے بھی آپ مشرف تھے، آپ کا مشغلہ درس وتدریس کا تھا، آپ کے تلامذہ میں مولانا منظور احمد بن مولانا نور احمد اور مولانا اسحاق وکیل حبیب پوری مشہور ہوئے۔

آپ کی شادی مولوی سید آل علی بن میر سید باقر علی بن میر سید حسن رضی (پھلواری) کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے ایک صاحبزادے مولانا شاہ عبید اللہ پیدا ہوئے۔

آپ کا وصال ۷ / شوال المکرم ۱۳۰۷ھ مطابق ۲۶ / مئی ۱۸۹۰ء کو ہوا اور مقبرۂ جنیدیہ سے پورب مدفون ہوئے۔(آثارات پھلواری شریف المعروف بہ اعیان وطن ص ۳۵۴، ۳۵۵، مرتبہ مولانا سید شاہ حکیم محمد شعیب نیرؒ، ناشر: دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ، ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۳ء)

99 - آپ کی ولادت ۱۲۱۰ھ / ۱۷۹۵ء میں ہوئی، درسیات کی تحصیل حضرت شیخ العالمین مولانا شاہ محمد نعمت اللہؒ کے صاحبزادے مولانا محمد امام صاحبؒ سے کی، ۱۲۳۰ھ / ۱۸۱۵ء میں حضرت شیخ اللعالمینؒ سے بیعت ہوئے، لیکن تعلیم وتربیت اور اجازت وخلافت ۱۲۵۷ھ / ۱۸۴۱ء میں حضرت فردؒ سے حاصل کی، آپ کی شادی مولانا محمد امامؒ کی صاحبزادی بی بی کلثوم سے ہوئی، ان سے تین صاحبزادے: مولانا شاہ نعمت مجیبؒ، مولانا شاہ محمد صفت اللہؒ، اور مولانا شاہ محمد اشرف مجیبؒ، اور چار صاحبزادیاں: بی بی فریدہ، بی بی وجیہہ، بی بی امۃ الرسول اور بی بی آل زہرا پیدا ہوئے، آپ کی وفات ۹ / شوال المکرم ۱۲۶۰ھ مطابق ۲۱ / اکتوبر ۱۸۴۴ء کو ہوئی، اور مقبرۂ مجیبیہ میں مدفون ہوئے (آثارات پھلواری شریف المعروف بہ اعیان وطن ص ۳۵۴، مرتبہ مولانا سید شاہ حکیم محمد شعیب نیرؒ، ناشر: دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ، ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۳ء)

100 - حضرت شاہ وعد اللہؒ کی ولادت ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء میں ہوئی، درسیات اپنے خالو ملا وحید الحق ابدالؒ سے پڑھی، ۱۱ / ربیع الثانی ۱۱۹۴ھ مطابق ۱۵ / اپریل ۱۷۸۰ء کو اپنے خال محترم حضرت شاہ محمد نعمت اللہؒ سے مرید ہوئے، تکمیل سلوک کے بعد حضرت نے آپ کو جملہ سلاسل کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

آپ کی دو شادیاں ہوئیں، پہلی شادی بی بی ذکیہ بنت شاہ محمد عاشوریؒ (ساکن باڑھ محلہ غیاث پور کے از اولاد مخدوم الملک بہاریؒ) سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ شاہ محمد علی یوسفؒ پیدا ہوئے۔

دوسری شادی محل اولیٰ کے انتقال کے بعد آپ کی سالی بی بی ارزانی بنت شاہ محمد عاشوریؒ سے ہوئی، ان سے ایک صاحبزادہ مولانا شاہ احمد اصطفیٰؒ اور ایک صاحبزادی بی بی ولیہ پیدا ہوئیں۔

شاہ وعد اللہؒ نے ۲ / ذی قعدہ ۱۲۴۸ء مطابق ۲۲ / مارچ ۱۸۳۳ء کو رحلت فرمائی، اور مقبرۂ مجیبیہ میں مدفون ہوئے (

حضرت مولانا عبید اللہ فریدیؒ کے والد ماجد حضرت شاہ نعمت مجیبؒ بھی گو کہ بڑے کاملین میں ہوئے ہیں، لیکن ان کی وفات صرف پچاس (۵۰) سال کی عمر میں ہوگئی تھی، اس لئے اپنے مرض الموت میں اپنے صاحبزادے کو اپنے برادر خورد حضرت مولانا شاہ محمد اشرف مجیبؒ کے حوالے فرمادیا تھا، اور غائبانہ طور پر ان کی طرف سے نیابۃً صاحبزادے کی بیعت بھی لے لی تھی، اس کے بعد حضرت شاہ عبید اللہؒ کی پوری روحانی تربیت چھوٹے چچا حضرت مولانا شاہ محمد اشرف مجیبؒ کے زیر صحبت ہوئی، چھوٹے چچا نے انتقال سے قبل اجازت وخلافت سے مشرف فرمایا، اور شیخ کے انتقال کے بعد منجھلے چچا حضرت مولانا شاہ صفت اللہؒ[101] (ولادت ۳/ ذی الحجہ ۱۲۵۰ھ مطابق یکم اپریل ۱۸۳۵ء – وفات ۵/ صفر المظفر ۱۳۲۲ھ مطابق ۲۰/ اپریل ۱۹۰۴ء) نے آپ کو اپنے شیخ کی جگہ پر جانشین مقرر فرمایا، اور اپنی طرف سے بھی اجازت و خلافت سے سرفراز کیا، اس طرح والد سمیت دونوں چچاؤں کی نسبتیں آپ میں جمع ہوگئیں۔

خانقاہ فریدی کی بنیاد حضرت مولانا شاہ محمد اشرف مجیبؒ نے ۱۳۰۹ھ /۱۸۹۱ء میں رکھی، انہوں نے حضرت شاہ شمس الدین ابوالفرح طلعت مجیبیؒ (ولادت ۱۱۶۳ھ / ۱۷۴۹ء، ۱۷۵۰ء – وفات

آثارات پھلواری شریف المعروف بہ اعیان وطن ص ۳۵۳، مرتبہ مولانا سید شاہ حکیم محمد شعیب نیرؒ، ناشر: دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ، ۱۳۷۲ھ /۱۹۵۳ء)

101 - حضرت شاہ محمد صفت اللہ کی ولادت ۳/ ذی الحجہ ۱۲۵۰ھ مطابق یکم اپریل ۱۸۳۵ء کو ہوئی، ابتدائی درسیات مولانا شاہ محمد شرف الدین پھلورویؒ سے پڑھیں، بقیہ درسیات کی تکمیل کے لئے لکھنؤ تشریف لے گئے، اور وہاں مولانا محمد نعیم فرنگی محلیؒ کے پاس تکمیل کی، بیعت و تعلیم اور اجازت وخلافت سب کچھ حضرت مولانا شاہ محمد ابو تراب آشناؒ سے حاصل ہوئی، علاوہ حضرت مولانا ہادیؒ، اور حضرت مولانا حاجی احمد علی ابراہیمؒ اور حضرت مولانا نور احمدؒ نے بھی اپنے سلاسل کی اجازت عطا فرمائی تھی۔

آپ بڑے متوکل، مرتاض اور دائم الریاضت بزرگ تھے، حج وزیارت سے بھی مشرف ہوئے، آپ کی شادی بی بی آل زہراء بنت مولوی سید رعایت علی سے ہوئی تھی، ان سے چار صاحبزادے اور دو بیٹیاں ہوئیں۔

آپ نے بہتر (۷۲) سال کی عمر میں بعارضۂ دق الشیخوخت بتاریخ ۵/ صفر المظفر ۱۳۲۲ھ مطابق ۲۰/ اپریل ۱۹۰۴ء وفات پائی، اور اپنے بڑے بھائی مولانا شاہ محمد نعمت مجیبؒ کے مزار سے پورب مولوی سید آل علی کے مزار کے بعد مدفون ہوئے (آثارات پھلواری شریف المعروف بہ اعیان وطن ص ۳۵۷، مرتبہ مولانا سید شاہ حکیم محمد شعیب نیرؒ، ناشر: دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ، ۱۳۷۲ھ /۱۹۵۳ء)

۱۳ / شعبان المعظم ۱۲۲۸ھ مطابق ۱۰ / اگست ۱۸۱۳ء)[102] کے ورثاء سے کچھ متروکہ اراضی خرید کر اس میں ایک خانقاہ اور انہی حدود میں ایک مسجد کی تعمیر کرائی تھی، جو خانقاہ فریدیہ کے نام سے مشہور ہوئی، اسی کو چھوٹی خانقاہ بھی کہتے ہیں اور خانقاہ مجیبیہ کے اصول پر تمام معمولات واصول قائم فرمائے، یوں تو تمام سلاسل یہاں بھی ہیں، لیکن سلسلۂ قمیصیہ وارثیہ کی نسبت غالب ہے، حضرت شاہ اشرف مجیبؒ کو کوئی صلبی اولاد نہ تھی، اس لئے ان کے بھتیجے اور مسترشد حضرت مولانا عبید اللہ فریدیؒ ہی آپ کے نائب اور جانشین ہوئے۔

سلسلۂ فریدیہ بھی چند واسطوں کے بعد حضرت تاج العارفین پیر مجیبؒ سے مل جاتا ہے، اور پھر وہ بطریق وارثیہ (حضرت رسول نماؒ) نیز بطریق عمادیہ (خواجہ عمادالدین قلندرؒ) اوپر حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانیؒ تک چلا جاتا ہے۔

---حواشی---

102 - آپ کی تاریخ ولادت ۱۱۶۳ھ / ۱۷۴۹ء، ۱۷۵۰ء ہے، آپ مولانا شاہ عبد الحیؒ کے صاحبزادہ تھے، ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی، درسیات اور فن شاعری میں حضرت مولانا شاہ محمد نور الحقؒ سے بھی تلمذ تھا، باقی درسیات کی تکمیل ملا وحید الحق ابدال سے کی، بیعت، تعلیم وتربیت اور اجازت وخلافت کل حضرت تاج العارفین پیر مجیب سے تھی۔

سلسلۂ قادریہ کی ایک دوسری اجازت راجگیر پہاڑ پر آپ کو ایک بہت معمر بزرگ حضرت سید شاہ شرف الدین حسینؒ سے ملی تھی، اس واسطے سے آپ کے اور حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے درمیان صرف دو واسطے ہیں، حضرت شاہ شرف الدین حسینؒ کو ان کے شیخ سید معین الدین سے ان کو حضرت غوث اعظمؒ سے۔

اپنے عہد میں بڑے عابد ومرتاض تھے، گھر میں مال ودولت کی کمی نہ تھی، آپ کے والد حضرت شاہ عبد الحیؒ شاہ عالم سے جاگیر آپ ہی کے نام سے لکھوائی تھی، مگر تمام عمر آپ نے ایک خرمہرہ بھی اپنی ذات پر صرف نہ کیا، تمام آمدنی اہل خاندان کے مصرف میں آتی، اور خود متوکلانہ زندگی گذارتے، عبادات وریاضات کے جو معمولات تھے سفر وحضر کسی حال میں ناغہ نہ ہوتے تھے۔

فن شاعری میں مہارت تامہ حاصل تھی، آپ کا فارسی دیوان مکمل کتب خانہ مجیبیہ بدریہ میں موجود ہے، طلعت تخلص فرماتے تھے، بسلسلۂ رشد وہدایت کلکتہ میں قیام رہا، اور وہیں بتاریخ ۱۳ / شعبان المعظم ۱۲۲۸ھ مطابق ۱۰ / اگست ۱۸۱۳ء کو وفات ہوئی، آپ کا مزار کلکتہ محلہ مصری گلی (ویلزلی) میں ایک مسجد کے حجرہ میں زیارت گاہ عالم ہے (آثارات پھلواری شریف المعروف بہ اعیان وطن ص ۳۳۹، ۳۴۰، مرتبہ مولانا سید شاہ حکیم محمد شعیب نیرؒ، ناشر: دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ، ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۳ء ☆ سیرت پیر مجیب ص ۳۳۵ تا ۳۳۹ مؤلفہ مولانا ہلال احمد قادری)

مشائخ سلسلۂ قادریہ مجیبیہ

خانقاہ فریدیہ پھلواری شریف میں خانقاہ مجیبیہ کاسلسلہ جاری ہے ،اورخانقاہ فریدیہ سے یہ نسبت حضرت منورویؒ کے پیر حضرت مولاناشاہ عبید اللہ فریدیؒ کے ذریعہ خانقاہ منورواشریف پہونچی۔

(۱)حضرت مولاناشاہ عبید اللہ قادری مجیبی فریدی پھلورویؒ(ولادت ۹ / جمادی الثانیہ پنجشنبہ ۱۲۹۴ھ مطابق ۲۱ / جون ۱۸۷۷ء -وفات ۳/ شعبان ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۵ / جنوری ۱۹۲۹ء) کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے[103]

---حواشی---

103 - حضرت مولاناشاہ عبید اللہ صاحب کی ولادت ۹ / جمادی الثانیہ پنجشنبہ ۱۲۹۴ھ مطابق ۲۱ / جون ۱۸۷۷ء کو ہوئی، صغر سنی ہی میں والدہ کاانتقال ہوگیا،اس لئے آپ کی پرورش آپ کے نانا اورنانی نے کی ،ابتدائی کتابیں اپنے والد اور اپنے چچاحضرت مولاناشاہ محمد صفت اللہؒ(ولادت ۳ / ذی الحجہ ۱۲۵۰ھ مطابق یکم اپریل ۱۸۳۵ء -وفات ۵ / صفر المظفر ۱۳۲۲ھ مطابق ۲۰ / اپریل ۱۹۰۴ء) سے پڑھیں،۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۴ء میں مدرسہ خانقاہ مجیبیہ میں مولاناعبد اللہ رامپوریؒ سے شرح وقایہ اور میر قطبی کا سبق شروع کیا،ابھی چند مہینے گذرے تھے کہ آپ کے عم محترم اور پیر طریق حضرت مولاناشاہ اشرف مجیبؒ(ولادت ۲۸ / شوال المکرم ۱۲۵۲ھ مطابق ۴ / فروری ۱۸۳۷ء -وفات ۹ / شعبان ۱۳۱۳ھ مطابق ۲۴ / جنوری ۱۸۹۶ء)کاانتقال ہوگیا، آپ کے منجھلے چچااوراستاذ حضرت شاہ محمد صفت اللہؒ نے آپ کوان کاجانشین مقرر کیا،اس کی وجہ سے درس کاسلسلہ ایک عرصہ تک موقوف رہا، جانشینی کے بعد آپ نے بعض دوسرے اساتذہ سے تعلیم پائی۔

آپ کے والد ماجد حضرت مولاناشاہ محمد نعمت مجیبؒ(ولادت ۲۸ / محرم الحرام ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۶ / جون ۱۸۳۳ء -وفات ۷ / شوال ۱۳۰۷ھ مطابق ۲۶ / مئی ۱۸۹۰ء) نے اپنے روبرو مرض موت میں مولاناشاہ اشرف مجیبؒ کی نیابت سے آپ کی بیعت لی تھی ،....اور آپ کے چھوٹے چچامولاناشاہ اشرف مجیبؒ نے اپنے زمانۂ انتقال سے پیشتر اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا،اور آپ کے منجھلے چچاشاہ صفت اللہ نے بھی اجازت وخلافت سے سرفراز کیا۔

آپ کی شادی چودھری واعظ الدین احمد (پٹنہ) کی صاحبزادی سے ہوئی،ان سے ایک صاحبزادے مولاناشاہ محمد نعمت اللہ پیداہوئے۔

۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۵ء میں حج وزیارت مدینہ سے بہرہ یاب ہوئے،حج سے واپسی کے بعد دوسال تک مختلف امراض میں مبتلارہے،سرمیں دوجگہ آپریشن ہوا،پیرمیں بھی دومرتبہ آپریشن ہوا،لیکن اس کے باوجود رمضان میں برابرروزے رکھے، کھڑے ہوکر تراویح کی نمازپڑھی،وفات سے قبل اپنے احباب میں ایک ایک شخص سے معافی مانگی،وفات سے ایک روز پیشتر آیت

(۲) شیخ الشیوخ حضرت مولاناشاہ محمد اشرف مجیب قادری وفریدیؒ (ولادت ۲۸ / شوال المکرم ۱۲۵۲ھ مطابق ۴ / اکتوبر ۱۸۳۷ء ــ وفات ۹ / شعبان المعظم ۱۳۱۳ھ مطابق ۲۴ / جنوری ۱۸۹۶ء)

(۳) سید العاشقین حضرت مولاناشاہ محمد علی سجاد قادری فریدیؒ (ولادت ۱۱۹۹ھ / ۱۷۸۵ء ــ

"لایرون فیھاشمساًو لازمھریراً کے متعلق عجیب وغریب تقریر فرمائی، انتقال کے روزلوگوں نے عرض کیا کہ آج مرض میں افاقہ معلوم ہوتاہے، فرمایا کہ کبھی افاقہ موت کا بھی ہوجایا کرتاہے، وفات سے کچھ پیشتر موضع عیسیٰ پور کے ایک مخلص بزرگ نے آپ کے پاس سے کئی مرتبہ جانے کاارادہ کیا، آپ ہربار یہی فرماتے رہے کہ توقف کیجئے آپ نہیں سمجھتے ہیں، یہ وقت جانے کانہیں ہے، اسی وقت امراؤخان قوال حاضر ہوااورآپ نے کچھ گانے کی فرمائش کی، قوال نے یہ رباعی پڑھی:

اے صاحب تاج خودنمائی سن لے　　　وے مالک تخت کبریائی سن لے

فریادہر ایک دل کی سننے والے　　　سن لے سن لے میری دہائی سن لے

اس کے علاوہ حضرت جامیؒ کی توحیدی غزل کے کچھ اشعار سنے، آپ پر رقت طاری ہوئی، آپ کو ایک بنارسی خادم اور صاحبزادہ مولاناشاہ محمد نعمت اللہ الفریدی سہارادے کر کمرے کے اندر لے گئے، آخری کلمات طیبات جو آپ کی زبان سے نکلے وہ یہ تھے:

استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم

ان کلمات کے ساتھ ہی روح اعلیٰ علیین کوپرواز کرگئی، آپ کاوصال ۳ / شعبان ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۵ / جنوری ۱۹۲۹ء کو بارہ بج کرپندرہ منٹ پر ہوا، غسل وتکفین کے بعد یہ عجیب بات دیکھی گئی کہ چہرۂ انور جوبیماری کی وجہ سے سفید ہوگیاتھا، بالکل تندرست وتوانادس سال قبل کی طرح ہوگیاتھا، چنانچہ بعض حضرات دیکھ کر بول اٹھے کہ یہ دس برس قبل کاچہرہ معلوم ہوتاہے، اپنی خانقاہ کے حجرہ میں اپنے مرشدوعم محترم حضرت مولاناشاہ اشرف مجیبؒ کے پہلومیں مدفون ہوئے، حضرت مولاناشاہ سلیمان پھلواریؒ نے یہ تاریخ وفات کہی:

فخر اقراں مولوی شاہ عبیداللہ آہ　　　مجھ برادر سے جدائی تاقیامت ہوگئی

دردوغم سے اپنی حالت کیاکہوں کس سے کہوں　　　ہاں مگر اتناکہوں گاہائے رخصت ہوگئی　　　(۱۳۴۶ھ)

(آثارات پھلواری شریف المعروف بہ اعیان وطن ص ۳۵۵، مرتبہ مولاناسید شاہ حکیم محمد شعیب نیرؒ، ناشر: دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ ☆اور بعض چیزیں اس اشتہار سے لی گئی ہیں جو حضرت کے وصال کے فوری بعد جناب مولانامحمد عزیر فریدی مجیبی پھلواریؒ کی جانب سے شائع کیاگیاتھا، جوحضرت شاہ عبیداللہ صاحب سے بیعت اور مدرسہ معینیہ اجمیر شریف سے فارغ التحصیل تھے، اور مدرسہ اسلامیہ موتیہاری میں مدرس رہے، یہ اشتہار میرے پاس موجودہے، اس اشتہار میں جناب عزیر صاحب نے حضرت کی سوانح عمری مرتب کرنے کے ارادہ کااظہار بھی کیاتھا، پتہ نہیں وہ شرمندۂ تعمیل ہوایانہیں)

وفات ۱۸ / رمضان ۱۲۷۱ھ مطابق ۳ / جون ۱۸۵۵ء)[104]

(۴) شیخ العالمین حضرت مولانا شاہ محمد نعمت اللہ قادری ؒ (ولادت ۴ / محرم الحرام ۱۱۶۰ھ مطابق ۱۵ / جنوری ۱۷۴۷ء-وفات ۲۹ / شعبان المعظم ۱۲۴۷ھ مطابق یکم فروری ۱۸۳۲ء)[105]

----حواشی---

104 - حضرت شیخ العالمین مولانا شاہ محمد نعمت اللہ قادریؒ کے چھٹے (۶) فرزند ہیں، آپ کی ولادت ۱۱۹۹ھ / ۱۷۸۵ء میں ہوئی، درسیات کی تکمیل مولانا احمدیؒ سے ۱۲۲۲ھ ۱۸۰۷ء میں کی، ۱۲۱۷ھ / ۱۸۰۲ء میں اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے، اور تعلیم و تربیت اور اجازت و خلافت کل اپنے والد سے حاصل کی، صاحب تصانیف ہیں، رشد وہدایت اور درس و تدریس آپ کی زندگی کا مشغلہ تھا، آپ کے دریائے علم سے بہت سے لوگ سیر اب ہوئے، فقر و عرفان میں بھی آپ نے نمایاں مقام حاصل کیا، کئی لوگوں کو خلافت سے سرفراز فرمایا، مثلاً، آپ کے صاحبزادے مولانا محمد عمر درازؒ، مولانا شاہ محمد فضل اللہؒ، مولانا شاہ اشرف مجیبؒ، مولانا شاہ محمد شرف الدین پھلوارویؒ، مولانا شاہ وصی احمد پھلوارویؒ، حکیم غلام قادرؒ گھگھٹہ، اور شیخ فضل اللہؒ (ساکن نرائن پلیا)، لیکن آپ کا سلسلہ حضرت مولانا اشرف مجیبؒ کے واسطے سے جاری ہوا۔

آپ کی شادی جناب حکیم ابو المظفر صاحب گھگھٹہ ضلع چھپرہ کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، ان سے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی پیدا ہوئے۔۔۔ آپ کی وفات ۱۸ / رمضان ۱۲۷۱ھ مطابق ۳ / جون ۱۸۵۵ء کو ہوئی، اور باغ مجیبی میں مدفون ہوئے (آثارات پھلواری شریف المعروف بہ اعیان وطن ص ۲۹۴، مرتبہ مولانا سید شاہ حکیم محمد شعیب نیرؒ، ناشر: دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ، ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۳ء)

105 - آپ حضرت تاج العارفین پیر مجیبؒ کے فرزند ارجمند اور سچے جانشین تھے، بزرگان پھلواری کے جتنے تذکرے آج دستیاب ہیں وہ سب آپ کے طفیل ہیں، تذکرۃ الکرام کے مصنف کو اصلاً آپ کا ہی تذکرہ لکھنا تھا اور ضمن میں بہت سے بزرگوں کا تذکرہ بھی قلمبند کیا، اور یہی کتاب بزرگان پھلواری کے حالات پر نقش اولین ہے۔

آپ کی ولادت ۴ / محرم الحرام ۱۱۶۰ھ مطابق ۱۵ / جنوری ۱۷۴۷ء کو ہوئی، ابتدائی تعلیم خود حضرت والد ماجد نے دی، اس کے بعد ملا وحید الحق ابدال کے سپرد کر دیئے گئے، ان سے فقہ، حدیث، اصول، منطق، فلسفہ وغیرہ کی کتابیں پڑھیں، ۲۸ / رمضان المبارک ۱۱۷۷ھ مطابق ۳۰ / مارچ ۱۷۶۴ء کو جب آپ کی عمر سترہ (۱۷) سال کی تھی، والد ماجد سے سلسلۂ قادریہ قمیصیہ وارثیہ میں بیعت ہوئے، پھر اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے، دیگر سلاسل کی اجازت عامہ بھی آپ کو حاصل ہوئی، آپ نے اپنے والد کی خدمت کا حق ادا کر دیا، اپنے والد سے بے پناہ محبت رکھتے تھے، والد کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے، آپ نے خانقاہ کی توسیع و اشاعت کے لئے بڑی خدمات انجام دیں، قصبہ پھلواری میں بہت سے رفاہی کام بھی کرائے، قصبہ کے لوگ آپ کو اپنا مربی و سرپرست سمجھتے تھے، آپ کو بے پناہ مرجعیت و قبولیت حاصل ہوئی، فقر و توکل کے باوجود آپ کے عہد میں اس قدر فتح باب ہوا کہ خانقاہ کے لنگر سے روزانہ دو سو (۲۰۰) زائرین کھانا کھاتے تھے، اس میں ہندو اور مسلمان کی کوئی قید نہیں تھی، جن ہندوؤں کو پکی ہوئی چیز کھانے میں احتیاط ہوتی تھی، ان کو دکان سے غلہ دلوا دیا جاتا تھا، عرس کے موقعہ پر زائرین کے علاوہ پھلواری کے ہر گھر میں کھانا

(۵)حضرت تاج العارفین سید شاہ محمد مجیب اللہ قادری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ(ولادت ۱۱/ربیع الثانی ۱۰۹۸ھ یا ۱۰۹۵ھ مطابق ۲۳/فروری ۱۶۸۷ء یا ۱۶۸۴ء-وفات ۲۰/جمادی الثانیہ ۱۱۹۱ھ مطابق ۲۵/جولائی ۱۷۷۷ء)

(۶)قطب العصر حضرت مولانا سید محمد وارث رسول نما قادری بنارسی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۰۸۷ھ / ۱۶۷۶ء—وفات ۱۱/ربیع الثانی ۱۱۶۶ھ / ۱۴/فروری ۱۷۵۳ء)

(۷)افضل المجاہدین المتأخرین سید شاہ رفیع الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ(غازی پوریوپی)[106]

بھیجا جاتا تھا، بڑے عرس میں یعنی ربیع الاول کے موقعہ پر تین دن عام لنگر جاری رہتا تھا، جن میں تقریباً پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) آدمی کھانا کھاتے تھے۔

کثرت ریاضت وعبادت میں بھی آپ بے نظیر تھے، مؤکدہ اور غیر مؤکدہ سنتوں کے علاوہ روزانہ ساٹھ (۶۰) رکعات نفل پڑھتے تھے، شب وروز کے معمولات میں ایک وقت تصوف کی کتابوں کے درس کے لئے متعین تھا، جس میں سر فہرست مکتوبات صدی اور ملفوظات حضرت رسول نما بنارسی رحمۃ اللہ علیہ تھے، سالکین طریقت آپ کی خلوت ہی میں آجاتے تھے، اور آپ سے سبقاً سبقاً درس لیتے تھے، آپ کے ذریعہ حضرت رسول نما بنارسی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ کافی فروغ پایا، آپ پر اس نسبت کا خصوصی فیضان تھا، اور اس سلسلے میں طالبین کا رجوع بہت زیادہ تھا، اللہ پاک نے آپ کی نسل میں بھی بڑی برکت دی، سات (۷) صاحبزادے زندہ رہے، جن سے بے شمار علماء اور اولیاء اللہ پیدا ہوئے، آپ کی وفات اٹھاسی (۸۸) سال کی عمر میں ۲۹/شعبان المعظم ۱۲۴۷ھ روز پنجشنبہ مطابق یکم فروری ۱۸۳۲ء کو زوال کے فوراً بعد ہوئی، کثرت اژدحام کی وجہ سے نماز جنازہ باغ مجیبی میں ادا کی گئی، سید العلماء مولانا احمدی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی، اور حضرت تاج العارفین کے چبوترۂ مزار سے دکھن جانب علاحدہ چبوترے پر تدفین عمل میں آئی (سیرت پیر مجیب ص ۳۱۷ تا ۳۲۷ مؤلفہ مولانا شاہ ہلال احمد قادری)

106 - حضرت سید شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کا نام سید زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ، دادا کا نام سید شاہ سلیم قادری رحمۃ اللہ علیہ تھا، آپ کے والد ماجد دادا محترم کی حیات ہی میں حج کے لئے تشریف لے گئے، وہیں ان کا انتقال ہو گیا، آپ کے دادا کو اس کا بہت صدمہ ہوا، دادا نے پوتا کی خوب تربیت کی، تعلیم باطنی اور اجازت وخلافت بھی اپنے دادا ہی سے حاصل ہوئی، آپ کی نانیہال موضع اسمٰعیل پور ضلع غازی پور میں تھی، آپ کے نانا حضرت سید ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ کو اولاد ذکور نہیں تھی، آپ کی تربیت میں ان کا بھی بڑا حصہ ہے ان کی طویل صحبت آپ کو حاصل رہی، بعد میں بھی آپ کا زیادہ تر قیام اسی گاؤں میں رہا، آپ کا شمار اپنے زمانے کے مشہور ترین مشائخ میں ہوتا تھا، ریاضت و مجاہدہ میں آپ کا ثانی نہیں تھا، حضرت مولانا رسول نما بنارسی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے نام کے ساتھ "افضل المجاہدین المتأخرین" لکھتے تھے، آپ کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہے، آپ کی قبر اسمعیل پور کے قبرستان میں بتائی جاتی ہے، لیکن قبر کے نشانات موجود نہیں ہیں، (سیرت پیر مجیب ص ۱۳۸، ۱۳۹ مؤلفہ مولانا ہلال احمد قادری بحوالہ "تذکرہ انساب سادات غازی پور")

(۸)صاحب الشریعۃ والطریقۃ حضرت سید شاہ سلیم قادری ؒ (غازی پوریوپی)[107]

(۹)قطب غازی پور حضرت سید محمد المعروف بہ سید پیارےؒ (غازی پوریوپی)[108]

(۱۰)حضرت سید شاہ محمد قمیصی قادری ؒ[109] ابن حضرت سید شاہ قمیص الدین قادریؒ

(۱۱)حضرت سید شاہ قمیص الدین قادری گیلانی ؒ (ولادت ۸۹۷ھ / ۱۴۹۲ء—وفات ۳/ ذی قعدہ ۹۹۲ھ مطابق ۵ / نومبر ۱۵۸۴ء)ابن حضرت سید ابوالحیات قادریؒ

(۱۲)حضرت مولانا سید ابوالحیات قادریؒ[110] ابن حضرت سید تاج الدین محمود بغدادیؒ

---۔حواشی۔---

107 - غازی پور نونہرہ کے رہنے والے تھے، آپ کے حالات بالکل پردۂ خفا میں ہیں، حضرت رسول نمابنارسیؒ نے آپ کو "صاحب الشریعۃ والطریقۃ " لکھا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محققین صوفیاء کی طرح آپ نے بھی باقاعدہ علوم دینیہ کی تحصیل کی تھی، اور اس میں عبور رکھتے تھے، آپ کو بیعت وخلافت اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ محمد پیارےؒ سے حاصل تھی، ان کے بعد آپ ہی نے سلسلۂ ارشاد کو جاری رکھا اور مزید وسعت دی، آپ کو اپنے جواں سال صاحبزادے "سید زین العابدین" کی رحلت کا صدمہ اٹھانا پڑا، جب وہ حج پہ گئے تھے، آپ کی قبر شریف کمہرار (پٹنہ) کے قبرستان میں بتائی جاتی ہے، معلوم نہیں کس سلسلے میں پٹنہ تشریف لائے تھے، ممکن ہے کہ وابستگان سلسلہ پٹنہ میں بھی موجود ہوں، اور اسی ضمن میں تشریف آوری ہوئی ہو اور وقت موعود آپہونچا ہو، قبر کے نشانات موجود نہیں ہیں (سیرت پیر مجیب ص ۱۳۸، ۱۳۹ مؤلفہ مولانا ہلال احمد قادری)

108 - حضرت سید شاہ محمد پیارےؒ کے والد ماجد کا نام "سید فتح محمد" تھا، اور بقول صاحب تذکرہ انساب سادات غازی پور (سید غلام حسین غازی پوریؒ) "وہ اپنے عہد کے ممتاز اور معروف بزرگ تھے، وہ ملک السادات امیر مسعود غازیؒ کی اولاد میں تھے، ملک السادات کا مزار غازی پور شہر میں ہے، ملک السادات کے اسلاف واکابر ترمذ، لاہور، سوانہ وغیرہ شہروں میں آباد ہوتے رہے، یہ خانوادہ علم وفضل اور فقر وعرفان میں ممتاز ہونے کے ساتھ جذبۂ جہاد سے بھی ہمیشہ معمور رہا ہے، اور اس خاندان کے بیشتر بزرگ میدان جنگ میں شربت سے سیراب ہوئے ہیں، باقی احوال کا علم نہیں ہے، آپ کی خانقاہ نونہرہ ضلع غازی پور میں تھی، اور آپ کا مزار غازی پور کے محلہ "سید واڑہ" میں ہے (سیرت پیر مجیب ص ۱۳۷، ۱۳۸ مؤلفہ مولانا ہلال احمد قادری)

109 - آپ حضرت سید شاہ قمیص الدین قادریؒ کے صاحبزادے اور سچے جانشین تھے، آپ حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں، حضرت شاہ قمیص قادریؒ کا سب سے زیادہ فیض آپ ہی کے ذریعہ جاری ہوا، آپ کے خلفاء میں حضرت سید پیارے قادریؒ کو بڑی شہرت حاصل ہوئی، باقی حالات آپ کے پردۂ خفا میں ہیں (سیرت پیر مجیب ص ۱۳۷، ۱۳۸ مؤلفہ مولانا ہلال احمد قادری)

(۱۳)حضرت سید تاج الدین محمود قادری بغدادیؒ[111] ابن حضرت سید بہاء الدین محمد القادریؒ

(۱۴)حضرت سید بہاء الدین محمد گیلانی القادری ؒالمشہور بہاول شیر قلندرابن حضرت سید جلال الدین احمد القادریؒ

(۱۵)حضرت سید جلال الدین احمد القادریؒ ابن حضرت سید داؤد ثانی قادریؒ

(۱۶)حضرت سید داؤد ثانی قادریؒ ابن حضرت سید جمال الدین علی عبد اللہ القادریؒ

(۱۷)حضرت سید جمال الدین علی عبد اللہ القادری ؒابن حضرت قاضی عمادالدین ابو صالح نصر قادریؒ

(۱۸)حضرت قاضی عمادالدین ابو صالح نصر قادریؒ(ولادت ۲۴/ ربیع الثانی ۵۶۲ھ مطابق ۲۳/ فروری ۱۱۶۷ء-وفات ۶/ شوال المکرم ۶۴۳ھ مطابق ۲/ مارچ ۱۲۴۶ء یا ۲۷/ رجب المرجب ۶۳۲ھ مطابق ۲۳/ اپریل ۱۲۳۵ء)ابن حضرت سید تاج الدین ابو بکر عبد الرزاقؒ۔

(۱۹)حضرت سید تاج الدین ابو بکر عبد الرزاق ؒ(ولادت ۱۸/ ذی قعدہ ۵۲۸ھ مطابق ۱۵/ ستمبر ۱۱۳۴ء-وفات دوشنبہ ۶/ شوال المکرم ۶۰۳ھ مطابق ۱۲/ مئی ۱۲۰۷ء یا ۶/ شوال ۶۲۳ھ مطابق

---

110 - آپ حضرت سید تاج الدین محمود بغدادیؒ کے فرزند ارجمند اور آٹھویں پشت میں حضرت غوث اعظمؒ کے پوتے ہیں،ہندوستان میں سلسلۂ قادریہ کی اشاعت میں آپ کی حیثت ایک سنگ میل کی ہے، آپ کے والدماجد بغداد سے تنہاہندوستان تشریف لائے تھے ،اوربنگال میں اقامت اختیار کی ،بنگال کاحاکم سید حسین شاہ آپ کااس درجہ گرویدہ ہوا کہ اپنی لڑکی آپ کی زوجیت میں دینے کی خواہش کی ،لیکن انہوں نے اس رشتہ کو اپنے صاحبزادے سید ابوالحیات قادریؒ کے لئے پسند فرمایا،اس وقت آپ بغداد میں تھے ، والد صاحب نے آپ کوبغداد سے طلب فرمایا،اور حاکم بنگال کی لڑکی کی شادی آپ سے کرائی،اوربیٹے کوہندوستان میں اپنا قائم مقام بناکر خود بغداد واپس ہوگئے(سیرت پیر مجیب ص ۱۳۶ ،۱۳۷ مؤلفہ مولاناشاہ ہلال احمد قادری ☆اخبارالاخیارص ۴۲۹، ۴۳۰ مؤلفہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ،اردوترجمہ:علامہ سبحان محمود وعلامہ فاضل،ناشر:اکبر بک سیلرز لاہور،۲۰۰۴ء)

111 - آپ ساتویں پشت میں حضرت غوث اعظمؒ کے پوتے ہیں، تقریباً ۸۹۹ھ /۱۴۹۴ء میں بنگال تشریف لائے انہوں نے یہاں سلسلۂ قادریہ جاری کیاپھر کچھ عرصہ بعد بغداد واپس ہوگئے اور یہاں تزکیہ وارشاد کی خدمت اپنے فرزندارجمند حضرت سید ابوالحیات قادریؒ کے سپرد کرگئے، آپ کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہے (خزینۃ الاصفیاءج ا ص ۲۰۸،۲۰۹ مؤلفہ مفتی غلام سرورلاہوری بضمن تذکرہ حضرت شاہ قمیص الدین گیلانیؒ☆سیرت پیر مجیب ص ۱۰۵ مؤلفہ مولاناشاہ ہلال احمد قادری)

۶ / اکتوبر ۱۲۲۶ء) ابن حضرت سر حلقۂ عارفاں شیخ محی الدین عبد القادر جیلانیؒ۔

(۲۰) حضرت سر حلقۂ عارفاں غوث اعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی ؒ (ولادت شب اول رمضان المبارک ۴۷۰ھ مطابق ۲۳ / مارچ ۱۰۷۸ء۔ وفات ۱۱ یا ۱۷ / ربیع الثانی ۵۶۱ھ مطابق ۲۰ یا ۲۶ / فروری ۱۱۶۶ء) ابن حضرت سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوستؒ۔

(۲۱) حضرت سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوستؒ (ولادت ۲۷ / رجب المرجب ۴۰۰ھ مطابق ۲۱ / مارچ ۱۰۱۰ء۔ وفات ۱۱ / ذی قعدہ ۴۸۹ھ مطابق ۵ / نومبر ۱۰۹۶ء مزار گیلان)[112] ابن حضرت سید ابو عبد اللہ جیلیؒ۔

------حواشی---

112۔ آپ کی ولادت ۲۷ / رجب المرجب ۴۰۰ھ مطابق ۲۱ / مارچ ۱۰۱۰ء کو ہوئی، ۴۶۰ھ / ۱۰۶۸ء میں اپنے والد ماجد سے خلافت حاصل کی، آپ حضرت پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے والد ماجد ہیں، اسم گرامی "موسیٰ "کنیت "ابو صالح "اور لقب جنگی دوست ہے، اس لقب کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ آپ جنگ اور جہاد کو پسند فرماتے تھے، ایک تشریح یہ کی گئی ہے کہ آپ اپنے نفس سے جہاد فرماتے تھے۔

کہتے ہیں کہ ریاضات و مجاہدات کے دوران ایک دفعہ آپ کو تیسرے دن کا فاقہ تھا، آپ دریا کے کنارے پر بیٹھے تھے، کہ دریا میں ایک سیب بہتا ہوا آپ کو دکھائی دیا جسے آپ نے پکڑ کر تناول فرمالیا، بعد میں آپ کے دل میں یہ خطرہ گذرا کہ نہ معلوم یہ سیب کس کا تھا؟ اور میرے لئے اس کا کھالینا کیونکر حلال ہو سکتا ہے؟

یہ خیال پیدا ہوتے ہی آپ اپنا قصور معاف کرانے کے لئے مالک سیب کی جستجو میں دریا کے کنارے کنارے چلے، کئی روز کے متواتر سفر کے بعد آپ کو آب رواں کے قریب ایک نہایت عظیم الشان عمارت ملی، جس میں ایک بہت وسیع باغ تھا، اس باغ میں سیب کا ایک بڑا درخت بھی نظر آیا، جس کی شاخیں میوہ سے لدی ہوئی سطح آب پر پھیلی ہوئی تھیں۔ آپ کو یقین ہو گیا کہ جو سیب آپ نے تناول فرمایا تھا، وہ اسی درخت کا ہے، آپ نے باغ کے مالک کے بارے میں دریافت کیا، معلوم ہوا کہ اس باغ اور محل کے مالک حضرت سید عبد اللہ صومعیؒ ہیں، آپ نے حاضر خدمت ہو کر سارا ماجرا سنایا اور معافی کی درخواست کی۔

حضرت عبد اللہ نے اپنی فراست سے سمجھ لیا کہ یہ شخص بندگان خدا میں سے ہے، فرمایا: بارہ (۱۲) برس ہماری خدمت میں رہو تب معاف ہو گا، آپ نے بسر و چشم قبول فرمایا، بارہ سال کی مدت ختم ہوئی تو حضرت عبد اللہ صومعیؒ نے فرمایا کہ ایک خدمت اور ہے اسے بھی انجام دے لو تب سیب معاف کروں گا، وہ یہ کہ میری ایک لڑکی ہے جس میں چار عیب ہیں، آنکھوں سے اندھی ہے، کانوں سے بہری ہے، ہاتھوں سے لنجی ہے، اور پاؤں سے لنگڑی ہے، اس عاجزہ کو نکاح میں قبول کرو، نیز بعد نکاح دو سال ہماری خدمت میں رہو تا کہ اس نکاح کا نتیجہ میں ایک فرزند کی صورت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں، اس کے بعد جہاں جی چاہے چلے جانا، آپ نے اسے بھی قبول فرمایا۔

(۲۲) حضرت سید ابو عبد اللہ جیلیؒ (ولادت ۱۳ / رمضان ۶۵۳ھ مطابق ۱۹ / مئی ۱۲۵۵ء- وفات ربیع الاول یا ربیع الثانی ۷۳۴ھ مطابق اگست یا ستمبر ۱۰۸۰ء یا ۲۴ / رمضان ۴۸۹ھ مطابق ۲۰ / ستمبر ۱۰۹۶ء) ابن حضرت سید یحیٰ زاہدؒ۔[113]

جب نکاح کے بعد صاحبزادی کا سامنا ہوا تو ایک پری پیکر اور حسن وجمال کا مجسمہ سامنے موجود ہے، آپ گھبرا کر اس سے الگ تھلگ رہے، دوسرے دن حضرت صومعیؒ نے فراست سے سب کچھ سمجھ لیا، اور حضرت ابو صالح سے فرمایا، تم گھبراؤ نہیں میں نے جو کچھ کہا تھا وہ سب درست ہیں، میری بیٹی میں وہ ساری صفات موجود ہیں، نامحرم کے لئے اس کی آنکھیں اندھی ہیں، ناحق بات کے لئے اس کے کان بہرے ہیں، نامحرم کو چھونے کے لئے اس کے ہاتھ لنجے ہیں، اور تمہارے حکم کے خلاف قدم اٹھانے کے لئے اس کے پاؤں لنگڑے ہیں۔

یہ سن کر آپ کو اطمینان ہوا، اور آپ کے قلب میں اپنی اہلیہ کی بڑی قدر ومنزلت پیدا ہوئی، اور دونوں بخوشی رہنے لگے، مگر آپ ابتدا سے لے کر اوسط عمر تک لاولد رہے، آخر عمر میں اولاد پیدا ہوئی۔

حضرت ابو صالح کا وعظ بہت دلنشیں ہوتا تھا، زبان میں بلا کی فصاحت اور شیرینی تھی، آپ نے القادر باللہ ابو العباس اور القائم بامر اللہ ابو جعفر عباسی کئی خلفاء کا زمانہ پایا، آپ کی وفات ۱۱ / ذی قعدہ ۴۸۹ھ مطابق ۵ / نومبر ۱۰۹۶ء کو ہوئی، مزار مبارک گیلان میں ہے (تذکرہ مشائخ قادریہ ص ۵۶ مؤلفہ محمد دین کلیم قادری، ناشر مکتبۂ نبویہ لاہور، ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء ☆ سیرت غوث اعظم ص ۲۶، ۲۷ مؤلفہ مولانا ابو البیان محمد داؤد فاروقی نقشبندی مجددیؒ، ناشر مکتبہ سراجیہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف، پاکستان، اشاعت اول ۱۹۲۶ء، اشاعت دوم ۱۹۸۳ء)

113- آپ کی ولادت ۱۳ / رمضان ۶۵۳ھ مطابق ۱۹ / مئی ۱۲۵۵ء کو گیلان میں ہوئی، ۲۴ / رجب المرجب ۳۸۷ھ مطابق ۶ / اگست ۹۹۷ء کو اپنے والد مکرم سے بیعت ہو کر خلافت پائی، انتہائی عابد وزاہد، بااخلاق، سخی اور منبع فیض وکرامت تھے، صرف نو (۹) سال کی عمر میں تفسیر قرآن کا درس لیا، اور عجیب کیفیات سے سرفراز ہوئے، آپ ہر وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے، آپ کا خاص ورد تھا: انت الهادی انت الحق لیس الهادی الاهو، آپ کا بیان بہت پر تاثیر ہوتا تھا، آپ کی محفل وعظ میں ہزاروں انسانوں کا اجتماع ہوا کرتا تھا، جس میں ہر مذہب وملت کے لوگ شریک ہوتے تھے، بڑے بڑے اولیاء اللہ اور صالحین وعارفین بھی موجود ہوتے تھے، آپ مستجاب الدعوات تھے، آپ کی دعا سے ایک جذامی صحتیاب ہو گیا، حنفی المذہب تھے، دو شادیاں کیں، ایک بی بی فاطمہ بنت سید عبد اللہ بن سید علی اصغر بن جعفر ثانی بن امام علی نقیؒ کے ساتھ، جن کے شکم سے حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوستؒ اور ان کے علاوہ چار بیٹے اور پیدا ہوئے، البتہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو صالح اور عبد الوہاب یہی دو بیٹے پیدا ہوئے۔۔۔ دوسری شادی بی بی رحمت کے ساتھ ہوئی تھی، جن کے شکم سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی جڑواں پیدا ہوئے، اور پندرھویں دن فوت ہو گئے۔۔۔۔ آپ کا وصال ربیع الاول یا ربیع الثانی ۷۳۴ھ مطابق اگست یا ستمبر ۱۰۸۰ء یا ۲۴ / رمضان ۴۸۹ھ مطابق ۲۰ / ستمبر ۱۰۹۶ء کو بروز پنجشنبہ بعد نماز عصر ہوا، گیلان میں مدفون ہیں (سیرت غوث اعظم ص ۲۸، ۲۷، مؤلفہ عبد الرحیم خان قادری، ناشر

(۲۳)حضرت سید یحیٰ زاہدؒ(ولادت ۱۷/ شعبان ۴۰۳ھ مطابق ۲۲/ جنوری ۱۰۱۲ء -وفات ۲۴/ رمضان المبارک چہار شنبہ ۴۳۰ھ مطابق ۲۴/ جون ۱۰۳۹ء مزار بغداد)[114] ابن حضرت سید محمد مورث رومیؒ۔

(۲۴)حضرت سید محمد (زکریا)مورث رومیؒ(ولادت ۱۲/ رمضان المبارک ۲۹۹ھ مطابق ۶/ مئی ۹۱۲ء – وفات ۱۷/ ربیع الاول ۴۱۵ھ مطابق ۳/جون ۱۰۲۴ء جمعہ ،مزار جنۃ البقیع)[115] ابن حضرت سید داؤدؒ۔

:مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۹۹۰ء بحوالہ حجۃ البیضاء☆ شجرۂ سہروردیہ قادریہ چشتیہ نقشبندیہ ص ۱۴ مؤلفہ علی احمد صابر چشتی قادری نقشبندی آساپوری☆ تذکرہ مشائخ قادریہ ص ۵۵ مؤلفہ محمد دین کلیم قادری، ناشر مکتبۂ نبویہ لاہور، ۱۳۹۵ھ /۱۹۷۵ء)

114 -اسم گرامی "سید یحیٰ"کنیت "ابو علی، اور لقب "زاہد و نقی "اور خطاب "عارف باللہ "ہے، آپ کی ولادت ۱۷/ شعبان ۴۰۳ھ مطابق ۲۲/ جنوری ۱۰۱۲ء کو مدائن میں ہوئی، ۴۷۰ھ /۱۰۸۹ء میں اپنے والد ماجد سے خلافت حاصل کی، آپ مادر زاد ولی تھے، عہد طفلی ہی سے کرامات کا ظہور شروع ہو گیا تھا، چھ (۶) سال کی عمر میں تعلیم کی غرض سے جب استاذ محترم کے پاس پہونچے تو استاذ جتنا بتاتے تھے آپ اس سے آگے پڑھتے جاتے تھے، استاذ کو بڑی حیرت ہوئی، آپ نے کہا کہ حضرت آپ معلم ہیں اور میں متعلم ہوں، حضرت ابن جریحؒ نے تو شکم مادر ہی میں گفتگو کی تھی، میری عمر تو چھ (۶) سال کی ہے، استاذ محترم نے نہایت کم سنی میں آپ کی زبان سے یہ عارفانہ کلام سنا تو اسی دن آپ کو "عارف باللہ "کا خطاب دیا۔

نماز باجماعت کے بے انتہا پابند تھے، اور ہر نماز کے لئے تازہ وضو فرمایا کرتے تھے، شدید بیماری میں بھی جماعت ترک نہیں ہوتی تھی، سنن و نوافل گھر میں ادا فرماتے تھے، آپ کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہوئی، آپ کا وصال ۲۴/ رمضان المبارک ۴۳۰ھ مطابق ۲۴/ جون ۱۰۳۹ء چہار شنبہ کو شب میں بوقت تہجد ہوا، بغداد میں مدفون ہیں (سیرت غوث اعظم ص ۲۸، ۲۹، مؤلفہ عبد الرحیم خان قادری، ناشر :مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۹۹۰ء بحوالہ حجۃ البیضاء☆ شجرۂ سہروردیہ ص ۱۴ مؤلفہ علی احمد صابر چشتی قادری نقشبندی آساپوریؒ☆ تذکرہ مشائخ قادریہ ص ۵۶ مؤلفہ محمد دین کلیم قادری، ناشر مکتبۂ نبویہ لاہور، ۱۳۹۵ھ /۱۹۷۵ء)

115 -اسم شریف "محمد "کنیت "ابو القاسم " اور لقب " شمس الدین اور عابد تھا، بعض کتابوں میں آپ کے نام کے ساتھ مورث اور رومی کا لاحقہ بھی ہے، آپ کی ولادت ۱۲/ رمضان المبارک ۲۹۹ھ مطابق ۶/ مئی ۹۱۲ء کو ہوئی، اپنے والد محترم سے ۳۴۹ھ /۹۶۰ء میں خلافت پائی، بڑے متقی، متواضع اور شب زندہ دار تھے، حسن اخلاق اور حسن گفتار میں یگانۂ روزگار تھے، آپ کے صاحبزادے حضرت یحیٰ زاہد فرماتے ہیں کہ کسی شب اگر تہجد کے لئے آپ کی آنکھ نہ کھلتی تو میں ایک آواز سنتا تھا "الصلوٰۃ خیر من النوم یاابا القاسم شمس الدین "اور کوئی آواز دینے والا نظر نہ آتا تھا ، آخر میں نے والد صاحب سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ خداوند قدوس نے ایک جن کے سپرد یہ خدمت کر دی ہے، جب آپ کا وصال ہوا تو میں نے اس جن کو انسانی پیکر میں روتا ہوا دیکھا،

(۲۵)حضرت سید سراج الدین داؤدؒ(ولادت ۱۱ / شعبان المعظم ۲۴۵ء مطابق ۱۴ / نومبر ۸۵۹ء- وفات ۱۲ / شعبان المعظم جمعرات ۳۲۱ھ مطابق ۱۱ / اگست ۹۳۳ء مزار مکہ معظمہ)[116] ابن حضرت سید موسیٰ ثانیؒ۔

(۲۶)حضرت سید موسیٰ ثانی ؒ(ولادت ۶ / محرم الحرام ۱۹۳ھ مطابق ۲ / نومبر ۸۰۸ء یا ۶ / محرم الحرام ۲۲۱ھ مطابق ۳ / جنوری ۸۳۶ء-وفات ماہ صفر ۲۸۸ھ / فروری ۹۰۱ء جمعہ، مزار جنۃ البقیع)[117] ابن حضرت سید عبد اللہ الثانیؒ[118]

وہ مجھ سے بعد میں بھی ملتا رہا، ایک دن میں نے اس جن سے پوچھا کہ جو خدمت تم میرے والد صاحب کی کرتے تھے، وہ میری کیوں نہیں کرتے، اس نے کہا کہ ابھی تم اس مقام تک نہیں پہونچے ہو، تم اپنے والد محترم کے مزار پر انوار پر جا کر اکتساب فیض کرو، اولاد رسول ہو کیا عجب کہ وہی درجات حاصل ہو جائیں، چنانچہ میں نے اسی جمعہ مزار مبارک پر حاضری دی اور انعامات خصوصی سے مالامال ہوا، اور والد صاحب نے لاالٰہ الاانت سبحانک انی کنت من الظالمین مجھے اکیس (۲۱) دن تک پڑھنے کی ہدایت فرمائی، اس کے بعد سے وہ جن میری خدمت میں رہنے لگا۔

ایک مرتبہ سیدنا حضرت عزیرؑ کے بارے میں آپ کی مؤثر گفتگو سن کر بہت سے یہودی مسلمان ہو گئے۔

آپ کو چھ (۶) بیٹے اور تین (۳) بیٹیاں ہوئیں، مگر حضرت یحیٰؒ کے علاوہ سب ہی عہد طفلی ہی میں وفات پا گئے، آپ کی وفات ۱۷ / ربیع الاول ۱۵۱ھ مطابق ۳ / جون ۱۰۲۴ء جمعہ کو ہوئی، جنۃ البقیع میں مدفون ہیں (سیرت غوث اعظم ص ۲۹ تا ۳۱، مؤلفہ عبدالرحیم خان قادری، ناشر: مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۹۹۰ء بحوالہ حجۃ البیضاء☆ شجرۂ سہروردیہ ص ۱۴ مؤلفہ علی احمد صابر چشتی آساپوریؒ☆ تذکرہ مشائخ قادریہ ص ۵۶ مؤلفہ محمد دین کلیم قادری، ناشر مکتبۂ نبویہ لاہور، ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء)

116 - آپ کا اسم شریف "سید داؤد"، کنیت "ابو محمد اور ابو بکر" اور لقب "سراج الدین" ہے، آپ کی ولادت ۱۱ / شعبان المعظم ۲۴۵ء مطابق ۱۴ / نومبر ۸۵۹ء کو ہوئی، ذی الحجہ ۲۷۷ھ / اپریل ۸۹۱ء میں والد ماجد سے خلافت حاصل ہوئی، آپ کا قلب اطہر سوز و گداز کا گنجینہ تھا، ہر وقت خشیت الٰہی کا غلبہ رہتا تھا، اکثر رقت طاری رہتی تھی، اہل و عیال اور منتسبین و متوسلین کو خوف الٰہی اور عبادت کی تلقین فرماتے رہتے تھے، بہت متواضع تھے، آنے والوں کو اپنی جگہ پر بٹھاتے، جو خود کھاتے دوسروں کو بھی اس میں شامل کرتے، جیسا لباس خود پہنتے، دوسروں کو بھی وہی لباس پہناتے تھے، سائلوں کو کبھی خالی ہاتھ واپس نہیں کرتے تھے، مسجد میں کوئی آپ کے احترام میں کھڑا ہوتا تو منع کرتے کہ اللہ کے دربار میں سب ایک ہیں، آپ کی دو شادیاں تھیں، جن سے چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں، آپ کا وصال مکہ مکرمہ میں ۱۲ / شعبان المعظم جمعرات ۳۲۱ھ مطابق ۱۱ / اگست ۹۳۳ء کو ہوا (سیرت غوث اعظم ص ۳۱، ۳۲، مؤلفہ عبدالرحیم خان قادری، ناشر: مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۹۹۰ء بحوالہ حجۃ البیضاء و نور الابصار☆ تذکرہ مشائخ قادریہ ص ۵۶ مؤلفہ محمد دین کلیم قادری، ناشر مکتبۂ نبویہ لاہور، ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء)

(۲۷)حضرت سید عبد اللہ (الصالح) الثانی[119] (ولادت ماہ رجب المرجب ۱۰۳ھ / جنوری ۷۲۲ء-

117 - اسم مبارک "سید موسیٰ" اورابو عمر کنیت ہے، آپ حضرت امام جعفر صادقؒ کے نواسے ہیں، آپ کی والدہ محترمہ کا نام سیدہ ہالہ ہے، آپ کی ولادت ٦ / محرم الحرام ۱۹۳ھ مطابق ۲ / نومبر ۸۰۸ء یا ٦ / محرم الحرام ۲۲۱ھ مطابق ۳ / جنوری ۸۳٦ء کو ہوئی، والد ماجد سے ربیع الثانی ۲۳۸ھ / ستمبر ۸۵۲ء میں اجازت وخلافت حاصل ہوئی، انتہائی متقی، صالح، کریم اور فیاض تھے، جو کچھ فتوحات میسر ہوتیں، غرباء ومساکین میں تقسیم فرمادیتے تھے۔ آپ کی پہلی شادی سیدہ زینب بنت سید ابراہیم مرتضیٰ ابن سید امام موسیٰ کاظمؒ کے ساتھ ہوئی، جن کے شکم سے حضرت سید داؤد کے علاوہ چھ (٦) صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔

دوسری شادی بی بی میمونہ سے ہوئی، جن کے شکم سے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہوئیں، ایک عقد بی بی فاطمہ بنت طیبہ بنت حضرت امام موسیٰ کاظمؒ سے بھی ہوا، لیکن غالباً سلسلۂ نسب صرف حضرت داؤدؒ سے جاری رہا۔۔۔ آپ کی وفات ماہ صفر ۲۸۸ھ / فروری ۹۰۱ء میں ہوئی (سیرت غوث اعظم ص ۳۲، ۳۳ مؤلفہ عبد الرحیم خان قادری، ناشر: مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۹۹۰ء بحوالہ کنز الانساب، بحر الجمان، اور حجۃ البیضاء ☆ تذکرہ مشائخ قادریہ ص ۵۷ مؤلفہ محمد دین کلیم قادری، ناشر مکتبۂ نبویہ لاہور، ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء ☆ نیز بعض چیزیں شجرۂ وارثیہ، سہروردیہ، مرتبہ علی احمد صابر آسا پوری سے لی گئی ہیں)

118 - تذکرہ مشائخ قادریہ (ص ٥٦) مؤلفہ محمد دین کلیم قادری میں سید موسیٰ ثانی کو سید موسیٰ الجون کا فرزند بتایا گیا ہے۔

119 - تذکرۃ الانساب ص ۱۰۱ مؤلفہ مولانا امام الدین قادری میں "سید عبد اللہ ثانی" کے نام کے ساتھ "الصالح" کا اضافہ موجود ہے، اور تذکرۂ مشائخ قادریہ مؤلفہ مولانا محمد دین کلیم قادری میں تاریخ ولادت ووفات (ولادت ماہ رجب المرجب ۱۰۳ھ / جنوری ۷۲۲ء- وفات جمادی الثانیہ ۱۵٦ھ / مئی ۷۷۳ء بمقام مدینہ منورہ) کی تصریح کے ساتھ ان کو حضرت سید عبد اللہ المحض کا فرزند قرار دیا گیا ہے، اور ترتیب میں ان کا اسم گرامی حضرت موسیٰ جونؒ سے پہلے رکھا گیا ہے، اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ آپ ۱۳۳ھ / میں اپنے والد ماجد حضرت عبد اللہ المحضؒ کی خلافت جدیہ سے سرفراز ہوئے (تذکرہ مشائخ قادریہ ص ۵۷ مؤلفہ محمد دین کلیم قادری، ناشر مکتبۂ نبویہ لاہور، ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء)

سیرت غوث اعظم کے مؤلف عبد الرحیم خان قادری نے بھی یہی ترتیب رکھی ہے، اور سن ولادت اور سن وفات بھی وہی لکھی ہے جو اوپر درج ہوئی۔۔۔

لیکن کتب انساب سے معلوم ہوتا ہے کہ اوپر شجرہ کی جو ترتیب قائم کی گئی ہے وہی درست ہے، گو کہ ان کتابوں میں سنین ولادت ووفات کا ذکر نہیں ہے، لیکن اولاد کی ترتیب مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق ہے، مثلاً علامہ اندلسیؒ کی جمہرۃ انساب العرب دیکھئے، اس میں حضرت عبد اللہ کی چوبیس (۲۴) نرینہ اولاد میں ایک موسیٰ بھی ہیں، ظاہر ہے کہ یہ موسیٰ ثانی ہیں، ان کے والد عبد اللہ ثانی، ان کے والد موسیٰ (الجون)، ان کے والد عبد اللہ المحض، ان کے والد حسن مثنیٰ اور ان کے والد حضرت امام حسنؓ:

ومن ولد عبد الله بن موسى بن عبد الله بن الحسن بن الحسن: المنتقم، والمسلط، ونكال بنو محمد بن عبد الله بن إدريس بن موسى بن عبد الله بن الحسن بن الحسن بن علي بن أبي طالب – رضي لله عنه – ؛ ومنهم عبد الرحمن بن أبي الفاتك عبد الله بن داود بن

-وفات جمادی الثانیہ ۱۵۶ھ / مئی ۷۷۳ء، مزار مبارک مدینہ منورہ) ابن حضرت سید موسیٰ الجونؒ

(۲۸) حضرت سید موسیٰ الجونؒ (ولادت ۱۴ / رمضان المبارک ۱۵۳ھ یا ۱۵۲ھ مطابق ۱۳ / ستمبر ۷۷۰ء یا ۷۶۹ء -وفات ۱۳ / ربیع الثانی ۲۱۳ھ یا ۲۱۴ھ مطابق ۴ / جولائی ۸۲۸ء یا ۸۲۹ء جمعہ مزار بغداد)[120] ابن حضرت عبد اللہ المحضؒ۔

سليمان بن عبد الله بن موسى بن عبد الله بن الحسن بن الحسن بن علي بن أبي طالب؛ وكان له اثنان وعشرون ذكراً بالغون ، وهم: عبد الحميد، وعبد الكريم، وعبد الحكم، وعبد الله، وموسى، وعيسى، ومحمد، ويحيى، و إسماعيل، وأحمد، وعلي، والحسن، والحسين، وحمزة، ونعمة ورحمة وزيادة، ومحمود، وموهوب، والرديني، وأبو الطيب، وأبو القاسم، وعريقة، سكنوا كلهم أذنة، حاشا نعمة، وعبد الحميد، وعبد الحكم؛ فإنهم سكنوا أمج بقرب مكة. ومنهم: جعفر ابن محمد بن الحسن بن محمد بن موسى بن عبد الله بن موسى بن عبد الله بن الحسن بن الحسن بن علي بن أبي طالب، الذي غلب على مكة أيام الإخشيدية؛ وولده إلى اليوم ولاة مكة؛ منهم: عيسى بن جعفر المذكور، لا عقب له، وأبو الفتوح الحسن بن جعفر المذكور؛ وشكر بن أبي الفتوح؛ قد انقرض عقب جعفر المذكور، إلا أن أبا الفتوح لم يكن له ولد إلا شكر. ومات شكر، ولم يولد لهقط ؛ وصار أمر مكة إلى عبد كان له.مضى ولد موسى بن عبد الله بن الحسن بن الحسن بن علي بن أبي طالب (جمهرة أنساب العرب ج ١ ص ١٩المؤلف : أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم الأندلسي (المتوفى : 456هـ)

حضرت رسول نمابنارسیؒ نے حضرت پیر مجیبؒ کو جو تحریری شجرہ عنایت فرمایا تھا،جو خود حضرت بنارسیؒ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے، اس میں بھی یہی ترتیب مذکور ہے (دیکھئے: سیرت پیر مجیبؒ ص ۹۲ مؤلفہ مولانا شاہ ہلال احمد قادری)

اس لئے اوپر حضرت عبد اللہ ثانی، حضرت موسیٰ ثانی وغیرہ کی جو تواریخ ولادت ووفات ذکر کی گئی ہیں وہ قطعی نہیں ہیں، ان میں غلطی کا امکان ہے۔

حضرت سید عبد اللہ ثانیؒ بڑے زاہد وعابد اور شب زندہ دار بزرگ تھے، تہجد کی دو رکعت میں پورا قرآن کریم ختم فرمایا کرتے تھے، دن بھر ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے، دوشنبہ اور جمعہ کو وعظ فرمایا کرتے تھے، آپ کے پانچ لڑکے پیدا ہوئے، بتایا جاتا ہے کہ سادات بخارا و ترکستان انھیں صاحبزادگان کی اولاد میں ہیں (سیرت غوث اعظم ص ۳۴،۳۳ مؤلفہ عبد الرحیم خان قادری ،ناشر: مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۹۹۰ء)

120 -اسم مبارک "موسیٰ" اور لقب "جون" یا "جیون" ہے، آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ رقیہ بنت حضرت امام زین العابدینؒ تھیں، آپ کی ولادت ۱۴ / رمضان المبارک ۱۵۳ھ یا ۱۵۲ھ مطابق ۱۳ / ستمبر ۷۷۰ء یا ۷۶۹ء کو ہوئی، آپ کی شادی رقیہ بنت امام محمد باقرؒ سے

(۲۹) حضرت عبد اللہ المحضؒ (ولادت ۷۰ھ / ۶۸۹ء- وفات ۱۰ / یا ۱۸ / رمضان المبارک ۱۴۵ھ مطابق ۵ یا ۱۳ / دسمبر ۷۶۲ء مزار جنۃ البقیع)[121] ابن حضرت امام حسن المثنیٰؒ۔

(۳۰) حضرت امام حسن المثنیٰؒ[122] (ولادت ۱۲ / رمضان المبارک ۲۹ھ یا ۳۰ھ مطابق ۲۱ / مئی ۶۵۰ء یا ۶۵۱ء- وفات ۹۰ھ / ۷۰۸ء یا ۱۷ / رجب المرجب ۹۷ھ مطابق ۱۹ / مارچ ۷۱۶ء) ابن حضرت سیدنا امام حسنؓ۔

ہوئی، بے پناہ حسین، عالم وفاضل اور صالح و متقی تھے، کثرت عبادت کے سبب لاغر ہو گئے تھے، آپ کی وفات ۱۳ / ربیع الثانی ۲۱۳ھ یا ۲۱۴ھ مطابق ۴ / جولائی ۸۲۸ء یا ۸۲۹ء کو ہوئی (سیرت غوث اعظم ص ۳۳ مؤلفہ عبد الرحیم خان قادری، ناشر: مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۹۹۰ء ☆ تذکرۃ الانساب ص ۱۰۱ مؤلفہ مولانا امام الدین قادری ☆ تذکرہ مشائخ قادریہ ص ۵۶ مؤلفہ محمد دین کلیم قادری، ناشر مکتبۂ نبویہ لاہور، ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء)

121 - آپ حضرت امام حسنؓ کے پوتے، حضرت حسن مثنیٰؒ کے فرزند اور حضرت امام حسینؓ کے نواسے ہیں، اس طرح آپ نجیب الطرفین تھے، آپ کی ولادت ۷۰ھ / ۶۸۹ء میں ہوئی، اخلاقی تمام نقائص سے پاک ہونے کی علامت کے طور پر آپ کو المحض کہا جاتا تھا، شکل وشباہت میں آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد قریب تھے،۔۔۔ ۱۱ / ربیع الثانی ۹۲ھ مطابق ۸ / فروری ۷۱۱ء کو اپنے والد گرامی حضرت حسن مثنیٰؒ سے خلافت پائی، آپ کے چھ (۶) صاحبزادے ہوئے، ۱۰ یا ۱۸ / رمضان المبارک ۱۴۵ھ مطابق ۵ یا ۱۳ / دسمبر ۷۶۲ء کو خلیفہ ابو جعفر عبد اللہ المنصور عباس کے قید خانہ میں آپ کا وصال ہوا، اسی قید خانہ میں پانچ سال کے بعد حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی بھی وفات ہوئی (سیرت غوث اعظم ص ۳۴، ۳۵ مؤلفہ عبد الرحیم خان قادری، ناشر: مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۹۹۰ء ☆ تذکرہ مشائخ قادریہ ص ۵۷ مؤلفہ محمد دین کلیم قادری، ناشر مکتبۂ نبویہ لاہور، ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵ء)

122 - آپ حضرت امام حسنؓ کے جگر گوشہ اور سیدہ فاطمہؓ کے نور نظر ہیں، اسم گرامی حسن اور کنیت ابو محمد ہے آپ کی ولادت ۱۲ / رمضان المبارک ۲۹ھ مطابق ۲۱ / مئی ۶۵۰ء میں ہوئی، آپ کی عمر شریف ۴۰ھ / ۶۶۱ء میں حضرت علی مرتضےٰؓ کی شہادت کے وقت دس (۱۰) سال تھی، سیرت وصورت میں اپنے والد محترم کے مشابہ تھے، اسی لئے آپ کو حسن مثنیٰ کہا جاتا تھا، آپ کے پانچ بیٹے تھے: سید عبد اللہ محض، سید ابراہیم، حسن ثالث، سید داؤد، سید جعفر، اول الذکر تین بیٹے سیدہ فاطمہ صغریٰ بنت حضرت امام حسین کے بطن مبارک سے اور آخر الذکر دو بیٹے بی بی حبیبہ سے تولد ہوئے، اور پانچوں اولاد سے سلسلۂ نسب جاری ہوا، کہا جاتا ہے کہ معرکۂ کربلا میں آپ شریک تھے، اور زخموں سے چور تھے، اسماء بنت خارجہ خزاعی قبل اس کے کہ آپ شہید کر دیئے جائیں، لشکر ابن زیاد سے بدقت تمام آپ کو چھڑا کر لائیں اور کوفہ میں علاج کرایا، یہاں تک کہ آپ صحتیاب ہو کر مدینہ منورہ پہونچ گئے۔

خلافت اپنے والد مکرم سیدنا امام حسنؓ سے ۴۵ھ / ۶۶۵ء میں پائی۔

بعد کے ادوار میں تولیت صدقات کا عہدہ آپ کے ذمہ رہا، اس دوران ایک بار مدینہ منورہ کے گورنر حجاج بن یوسف نے

(۳۱)حضرت سیدنا امام حسنؓ[123](ولادت ۱۵ / رمضان المبارک ۳ھ / مطابق ۳ / مارچ ۶۲۵ء - وفات ۵ / ربیع الاول بروز جمعرات ۴۹ھ یا ۵۰ھ مطابق ۴ / اپریل ۶۷۰ء) ابن سیدنا حضرت علی ابن ابی طالبؓ۔

(۳۲)سیدنا حضرت علی ابن ابی طالبؓ(م ۲۱ / رمضان المبارک ۴۰ھ مطابق ۳۰ / جنوری ۶۶۱ء) نجف اشرف[124]

آپ کے دست مبارک سے یہ عہدہ لیناچاہا، لیکن عبدالملک نے اس بات کی اجازت نہیں دی، لیکن اس کے علاوہ بہت سے مظالم کا آپ کوسامنا کرناپڑا، اورآپ نے مسلم حکمرانوں کے ہاتھوں بہت تکلیفیں اٹھائی، آپ کاوصال مدینہ منورہ میں وفات ۹۰ھ /۷۰۸ء یا ۱۷ / رجب المرجب ۹۷ھ مطابق ۱۹ / مارچ ۷۱۶ء میں ہوا(الأعلام ج ۲ ص ۱۸۷ المؤلف:خيرالدين بن محمود بن محمد بن علي بن فارس، الزركلي الدمشقي (المتوفى : 1396هـ) الناشر :دارالعلم للملايين الطبعة:الخامسة عشر – أيار / مايو 2002 م[ترقيم الكتاب موافق للمطبوع، وتراجمه مضافة لخدمة التراجم (أكثر من 14000 ترجمة)**بحوالہ** : المقصد الارشد – خ – ومختصر طبقات الحنابلة 359 والمنهج الاحمد – خ – والنجوم الزاهرة 4: 232 والمنتظم 7: 263 وطبقات الحنابلة 2: 171 – 177☆سیرت غوث اعظم ص ۳۵،۳۶ مؤلفہ عبدالرحیم خان قادری، ناشر: مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۹۹۰ء☆تذکرہ مشائخ قادریہ ص ۵۷ مؤلفہ محمد دین کلیم قادری، ناشر مکتبۂ نبویہ لاہور، ۱۳۹۵ھ /۱۹۷۵ء)

123 - اسم گرامی "حسن" کنیت "ابو محمد" اور لقب " تقی اور سید" تھا، آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ۱۵ / رمضان المبارک ۳ھ / مطابق ۳ / مارچ ۶۲۵ء کو ہوئی، حضرت امام حسنؓ سینے سے سر تک حضور ﷺ کے مشابہ تھے، حضرت امام حسن نے پچیس (۲۵) حج پیادہ پاکئے، ایک دفعہ سرکار دوعالم ﷺ منبر پر تشریف فرماتھے، حضرت حسنؓ آپ کی گود میں تھے، آپ نے فرمایا میرا یہ بیٹا سید ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ امت کے دو بڑے گروہوں کو یکجا کردے گا۔

ربیع الاول ۳۲ھ مطابق اکتوبر ۶۵۲ء میں اپنے والد ماجد سیدنا حضرت علیؓ کی روحانی اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے۔

کہاجاتاہے کہ آپ کو زندگی میں چھ (۶) بار زہر دیا گیا، مگر کبھی کارگر نہ ہوا، ساتویں مرتبہ میں آپ شہید ہوئے، آپ کی وفات ۵ / ربیع الاول بروز جمعرات ۵۰ھ مطابق ۴ / اپریل ۶۷۰ء کو ہوئی (خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۷۰ تا ۷۲ مؤلفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ☆تذکرہ مشائخ قادریہ ص ۵۷ مؤلفہ محمد دین کلیم قادری، ناشر مکتبۂ نبویہ لاہور، ۱۳۹۵ھ /۱۹۷۵ء)

124 - سیرت پیر مجیب میں حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے حضرت علیؓ تک کا یہ آبائی شجرہ جواہر السلوک کے تکملہ (ص ۲۷۲) سے نقل کیاگیاہے، جواہر السلوک علامہ سید شاہ عبداللطیف معروف بہ سید شاہ محی الدین قادری نقوی ویلوری کی تصنیف ہے، یہ کتاب ۱۲۸۱ھ میں لکھی گئی اور ۱۲۸۳ھ میں شائع ہوئی، اس کا تکملہ ان کے مرید سید محمد صاحب نے ۱۲۸۵ھ میں لکھا، یہ کتاب

(۳۳) شفیع المذنبین امام المرسلین سرکار دوعالم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ

اس طرح یہ سلسلہ بتیس (۳۲) واسطوں سے حضور اکرم ﷺ تک پہونچتا ہے، اس سلسلہ کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ بتیس (۳۲) میں سے تیئیس (۲۳) واسطے یعنی حضرت سید شاہ محمد قمیصیؒ سے لیکر حضرت علیؓ تک ایک ہی خاندان کے افراد ہیں، اور نسبت اباً عن جد منتقل ہوتی چلی آئی ہے، اتنا طویل سلسلۃ الذہب شاید ہی کوئی دوسرا موجود ہو، اور گو کہ اس سلسلہ کے کئی (تقریباً گیارہ) بزرگوں کے احوال اور سنین ولادت ووفات معلوم نہیں ہیں، لیکن یہ سلسلہ بہت پر تاثیر اور نسبت کے لحاظ سے انتہائی مبارک، مستند اور طاقتور ہے۔

مظہر العجائب مدراس سے طبع ہوئی ہے، اس کتاب کے علاوہ اور بھی کئی کتابیں اور خود خانقاہ مجیبیہ کے قدیم دستاویزات سیرت پیر مجیب کے مرتب کے پیش نظر رہی ہیں (دیکھئے: سیرت پیر مجیب ص ۱۱۳ تا ۱۱۵ مؤلفہ مولانا شاہ ہلال احمد قادری)

میرے پیش نظر حضرت شاہ عبید اللہ فریدیؒ کا وہ شجرہ بھی ہے، جو انہوں نے (غالباً ۱۹۲۴ء، ۱۹۲۵ء میں) حضرت منورویؒ کو عنایت فرمایا تھا، اس میں نمبر ایک پر اسی نسبت (ترتیب) کو جگہ دی گئی ہے، جو خانقاہ مجیبیہ میں سلسلۂ وارثیہ قمیصیہ (بنارس) سے آئی ہے۔

(۳)

سلسلۂ نقشبندیہ

تعارف، ارتقاء اور خصوصیات

سلسلۂ خواجگان

سلسلۂ نقشبندیہ کو شروع میں سلسلۂ خواجگان کہتے تھے، اور آج بھی حضرت عبد الخالق غجدوانیؒ سے حضرت محمد بہاؤالدین نقشبندؒ تک سات (۷) مشائخ کو ہفت خواجگان نقشبند کہا جاتا ہے، حضرت خواجہ محمد بہاؤالدین نقشبندؒ کے بعد یہ طریقہ آپ کے نام سے منسوب ہو گیا، اور سلسلۂ نقشبندیہ کہلایا، اس طریقہ میں پورے روحانی شجرہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، بانئ سلسلہ سے اوپر آنحضور ﷺ تک سلسلۂ ذہبیہ (سنہری) کہلاتا ہے، اور بانی سے نیچے موجودہ شیخ تک سلسلۂ تربیہ کہلاتا ہے۔

سلسلۂ نقشبندیہ دو بڑے رجحانات کا نقطۂ اتصال

تصوف میں دو بڑے رجحانات کی نشاندہی کی گئی ہے، ایک رجحان ملامت، سکر، جذب، غلبہ، خلوت اویسیت اور علٰحدگی سے عبارت ہے، اور دوسرا توکل، صحو، پابندئ شریعت، جلوت اور رفاقت سے، اول الذکر رجحان کی نمائندگی حضرت بایزید بسطامیؒ سے اور مؤخر الذکر کی نمائندگی حضرت ابو القاسم جنید بغدادیؒ سے منسوب کی جاتی ہے، ان حضرات کی نسبت سے ان دو رجحانات کو بالترتیب خراسانی اور عراقی بھی کہا جاتا ہے، تاہم سلسلۂ نقشبندیہ میں یہ دونوں روایات باہم مل گئی ہیں، اور اس کے ثبوت کے لئے چند اہم شخصیات یعنی حضرت ابوالحسن خرقانیؒ (م ۱۰۳۴ء)، حضرت بو علی فارمدیؒ (م ۱۰۸۴ء) اور حضرت ابو یعقوب یوسف ہمدانیؒ (م ۱۱۴۰ء) کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے، جو دونوں

سرچشموں سے فیضیاب تھے۔

ہفت خواجگان نقشبندیہ

سلسلۂ نقشبندیہ کو منظم کرنے اوراس کے قواعد مقرر کرنے کا سہرا حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے سر ہے،اس وقت یہ سلسلۂ خواجگان کہلاتا تھا،اس عہد کی سات (۷) عظیم شخصیات (جو روحانی شجرہ کی کڑیاں ہیں) کو ہفت خواجگان کہاجاتا تھا،جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱-حضرت عبدالخالق غجدوانیؒ(م ۱۱۷۹ء/۵۷۵ھ)

۲-حضرت عارف ریوگریؒ(م ۱۲۲۰ء/۶۱۶ھ)

۳-حضرت محمود انجیر فغنویؒ(م ۱۲۴۵ء/۶۴۳ھ)

۴-حضرت عزیزان علی رامیتنیؒ(م ۱۳۲۱ء/۷۲۱ھ)

۵-حضرت محمد باباسماسیؒ(م ۱۳۵۴ء/۷۵۵ھ)

۶-حضرت امیر سید کلالؒ(م ۱۳۷۱ء/۷۷۲ھ)

۷-حضرت محمد بہاؤالدین نقشبندؒ(م ۱۳۸۹ء/۷۹۱ھ)

سلسلۂ نقشبندیہ کی توسیع وارتقاء اور دائرۂ اثر

سلسلۂ نقشبندیہ پر حضرت عبدالخالق غجدوانیؒ کی چھاپ ہمیشہ قائم رہی،اس کا اصل مرکز وسط ایشیا تھا، تاہم امتداد زمانہ کے ساتھ وسط ایشیا سے باہر اس کی اشاعت وسیع پیمانے پر ہوئی،اس کے اہم مراکز میں برصغیر پاک وہند، اناطولیہ (ترکی)، کوہ قاف (ایک پہاڑی خطہ جو ایشیائے کوچک کے شمال میں واقع ہے) اور کردستان قابل ذکر ہیں، مختلف اطراف میں یہ اشاعت حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کے عہد سے شروع ہوئی، ان مراکز کے علاوہ بھی دوسرے ممالک میں حلقے موجود تھے، مثلاً شام میں حضرت خواجہ محمد معصومؒ(فرزند حضرت مجدد الف ثانیؒ) کے ایک خلیفہ مراد بن علی بخاریؒ(۱۶۴۰ء تا ۱۷۲۰ء) نے دمشق میں حلقہ قائم کیا، ان کے خلفاء میں شیخ عبدالغنی النابلسیؒ(۱۶۴۱ء تا ۱۷۳۱ء) نے شہرت پائی، اسی طرح مصر میں احمد البنابن محمد الدمیاطیؒ(م ۱۷۱۵ء) سے یہ سلسلہ پھیلا، ترکی کے شہروں میں اس

سلسلہ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ۱۸۸۰ء میں صرف استنبول میں باون (۵۲) تکیے (فقراء اور مرتاضین کی قیامگاہیں) تھے۔

انیسویں صدی عیسوی میں مکہ مکرمہ عالم اسلام میں تصوف کے سلسلوں کا سب سے بڑا مرکز تھا، یہاں تمام سلاسل کے اکابر موجود تھے، جنوب مشرقی ایشیا میں خاص طور پر یہیں سے تصوف کی اشاعت ہوئی، اکثر حجاج کے ذریعہ یہ سلسلے اقصائے عالم تک پہونچ گئے، انڈونیشیا کے علاقہ منانگ کباؤ (سماٹرا) میں نقشبندی مشائخ نے اشاعت اسلام میں نمایاں حصہ لیا، ۱۸۴۵ء کے قریب مکہ مکرمہ اور ترکی سے آنے والے مشائخ کے ذریعے انڈونیشیا میں یہ سلسلہ خوب فروغ پایا، عرب ممالک میں بھی نقشبندی طریقہ بالعموم مکہ مکرمہ سے ہی پھیلا، جب ۱۸۱۰ء میں شام پر وہابی تحریک کے غلبہ کا خطرہ پیدا ہوا، تو دمشق میں نقشبندی شیخ ضیاء الدین خالد (۱۷۷۸ء تا ۱۸۲۶ء) نے برصغیر کا سفر اختیار کیا، اور پھر واپس جاکر روحانی اصلاحات کا آغاز کیا، انہوں نے مختلف سلسلوں اور خود نقشبندی شاخوں کو یکجا کرنے کی بھی کوشش کی لیکن انہیں کامیابی نہ مل سکی۔

البتہ کردستان میں نقشبندی سلسلہ نے رفتہ رفتہ قادری سلسلہ کی جگہ لے لی، برزان (شمالی عراق) میں شیخ ضیاء الدین خالدؒ کے خلیفہ تاج الدین نے نقشبندی طریقہ پھیلایا، اور برزانی لوگ قادری کے بجائے نقشبندی ہوگئے۔

ترکستان اور کوہ قاف میں نقشبندی سلسلہ کا احیاء اٹھارویں صدی عیسوی کے وسط میں ہوا، اٹھارویں صدی کے آخر میں یہ سلسلہ داغستان میں پھیلا اور شیخ منصورؒ نے کوہ قاف کے قبائل کو متحد کرکے روسی تسلط کے خلاف صف آرا کیا، اُبیچستان اور داغستان کے بہت سے سردار اور شہزادے بھی شیخ کے پیروکاروں میں شامل ہوگئے، اس تحریک کو تاریخ میں "مرید تحریک" کا نام دیا جاتا ہے، شیخ منصورؒ کو بالآخر ۱۷۹۱ء میں گرفتار کرلیا گیا، حضرت امام شاملؒ اس تحریک (مرید تحریک) کے تیسرے امام تھے، انہوں نے ۱۸۳۴ء سے ۱۸۵۹ء تک زار روس کے خلاف عظیم مزاحمت کی، آپ ۱۸۵۹ء میں قید ہوئے، مرید تحریک کی ناکامی پر ان لوگوں نے روسی تسلط پر ہجرت کو ترجیح دی، سلسلہ نقشبندیہ نے اس علاقہ کے قبائل میں اسلام کی اشاعت میں بھی بڑی کامیابی حاصل کی، چیچینیا، داغستان، ترکستان اور کوہ قاف

کے دیگر علاقوں میں آج بھی اس سلسلے کے گہرے اثرات موجود ہیں۔

۱۹۲۱ء میں استنبول میں سترہ (۱۷) طریقے سرکاری طور پر تسلیم شدہ تھے، اور یہاں دوسو اٹھاون (۲۵۸) تکیے موجود تھے، ۱۹۲۵ء میں جب نقشبندی بزرگ شیخ سعیدؒ کی قیادت میں کردوں نے ترکی کے خلاف بغاوت کی، تواتاترک نے سلسلوں پر پابندی عائد کر دی، اس پر ترکی کے بجائے البانیہ تصوف کا مرکز بن گیا، ۱۹۵۰ء میں ڈیموکریٹک پارٹی کی کامیابی کے بعد پابندی نرم ہوئی اور مزارات پر حاضری کی اجازت ملی تو ایک بار پھر ترکی بالخصوص مشرقی صوبوں میں نقشبندیت کا احیاء ہوا، ایک کرد نقشبندی بزرگ سعید نورسیؒ (۱۸۷۰ء تا ۱۹۶۰ء) کے حلقہ نے مشرقی ترکی میں خاصی اہمیت حاصل کی

روس کے کمیونسٹ دور میں بھی تصوف پر پابندی تھی مگر نقشبندی طریقہ نے داغستان اور چیچنیا میں دوبارہ ظاہر ہونا شروع کر دیا اوران علاقوں میں اس کی مقبولیت بالکل خلاف توقع حد تک چلی گئی، ان حلقوں میں کنتا خوجہ، ہمت کھوجہ اور بتل خوجہ قابل ذکر ہیں، روس کے زوال کے بعد نقشبندیت نے پھر زور پکڑا اور روس نیز وسط ایشیائی ریاستوں میں لادینی قوتوں کے خلاف یہ ایک بڑا چیلنج بن گئی [125]۔

برصغیر میں یہ سلسلہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلفاء میں حضرت خواجہ محمد معصومؒ اور حضرت خواجہ آدم بنوریؒ کے ذریعہ اشاعت پذیر ہوا۔

نقشبندیت کی اشاعت وارتقاء کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے مشائخ فرد کے تعلق باللہ اور معرفت الٰہی کے ساتھ ساتھ اسلامی نظام حیات کے نفاذ کے لئے بھی مسلسل کوشاں رہے، ان حضرات نے اپنی تعلیمات اور عملی نقوش سے اس تاثر پر خط نسخ پھیر دیا کہ تصوف کوئی ایسی "خانقاہیت" ہے جو ترک دنیا اور معاشرہ اوراس کے مسائل سے لاتعلقی کا دوسرا نام ہے، قرون وسطیٰ کے دوران وسط ایشیا میں اسلام پسند طاقتوں کی عملاً پشت پناہی، برصغیر میں اکبر کے دین الٰہی کے خلاف حضرت مجدد الف ثانیؒ کی جدوجہد، کرد قومیت کی نمو، مرید تحریک اور امام شاملؒ کا ربع صدی تک روس جیسی سپر طاقت

---حواشی---

125 - تاریخ مشائخ نقشبندیہ (للٰہیہ) ص ۲۶ تا ۳۰ مؤلفہ پروفیسر صاحبزادہ محمد عبد الرسول للہی، ناشر مکتبہ زاویہ لاہور، ۲۰۰۷ء۔ للہ شریف ضلع جہلم میں حضرت غلام نبی للٰہی (نقشبندی قصوری) کے سلسلہ کی تاریخ پر یہ کتاب مشتمل ہے،

کے خلاف حیران کن جہاد، دور حاضر میں روس کے خلاف چیچنیا کی بغاوت اور دوسری وسط ایشیائی ریاستوں میں احیائے اسلام کی تحریکیں نقشبندی سلسلہ کے اس پہلو کی زندہ مثالیں ہیں"[126]

سلسلۂ نقشبندیہ کی خصوصیات وامتیازات

طریقۂ نقشبندیہ ایک جامع سلسلہ ہے، بانی سلسلہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ نے ارشاد فرمایا:

☆"ہمارے خواجگان کی نسبت چار جہت سے ہے، ایک حضرت خضرؑ سے، دوسرے حضرت جنید بغدادیؒ سے، تیسرے حضرت بایزید بسطامیؒ سے جو ان کو حضرت علیؓ کے ذریعہ پہونچی ہے، اور چوتھے جو ان کو حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ملی ہے، اس بنا پر اس نسبت کو نمک مشائخ کہتے ہیں"۔

☆"ہر شیخ کے آئینہ کے دو رخ ہوتے ہیں، میرے آئینہ کے چھ رخ ہیں، (آئینہ سے مراد قلب ہے، اور دو رخ سے مراد روح اور نفس ہیں، چھ رخ سے مراد لطائف ستہ یعنی نفس، قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ ہیں، سیر باطن قلب میں ان چھ (۶) لطیفوں کے علوم و معارف منکشف ہو جاتے ہیں)"

☆"میرا طریقہ عروۂ وثقیٰ ہے، یعنی اتباع سنت رسول اللہ اور اقتدائے آثار صحابۂ کرام"

☆"میرے طریقہ میں تھوڑا عمل زیادہ ہے، مگر متابعت شرط ہے"[127]

---- حواشی ----------------------------

126 - تاریخ مشائخ نقشبندیہ (للٰہیہ) ص ۱۳۱ مؤلفہ پروفیسر صاحبزادہ محمد عبد الرسول للہی، ناشر مکتبہ زاویہ لاہور، ۲۰۰۷ء (تھوڑی ترمیم کے ساتھ)۔

127 - تاریخ مشائخ نقشبندیہ (للٰہیہ) ص ۲۷۸ مؤلفہ پروفیسر صاحبزادہ محمد عبد الرسول للہی، ناشر مکتبہ زاویہ لاہور، ۲۰۰۷ء

سلسلۂ نقشبندیہ رحمانیہ (گنج مرادآباد)

اسی مبارک سلسلہ کی ایک شاخ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے توسط سے حضرت مولاناشاہ فضل رحمان گنج مرادآبادیؒ سے ہوتے ہوئے خانقاہ منورواشریف تک اور دوسری شاخ خانقاہ رحمانی مونگیر تک آئی ہے، منورواشریف میں یہ نسبت حضرت مولاناسید نصیرالدین احمد نصرؒ (مظفرپور بہار) کے ذریعہ اور مونگیر میں حضرت مولاناسید محمد علی مونگیریؒ کے ذریعہ پہونچی ہے۔

مشائخ سلسلۂ نقشبندیہ رحمانیہ

اس سلسلہ کے بزرگوں کے اسماء گرامی بالترتیب درج ذیل ہیں:

۱- حضرت مولاناسید نصیرالدین احمد نصرؒ (ولادت ۱۲۶۸ھ م ۱۸۵۲ء- وفات ۱۳۳۱ھ م ۱۹۱۳ء)[128]

۲- حضرت مولاناشاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ (ولادت ۱۲۰۸ھ م ۱۷۹۳ء- وفات ۱۳۱۳ھ م ۱۸۹۵ء)

129

---- حواشی ----

128 - آپ کی ولادت شہر مظفرپور میں (تقریباً) ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۲ء میں ہوئی، بڑے صاحب علم وکمال ہوئے، علم ظاہر کے اساتذہ کی خبر نہیں ہے البتہ علم باطن آپ نے حضرت مولاناشاہ فضل رحمن گنج مرادآبادیؒ سے حاصل کیا، پیرومرشد کو اپنے گھر بھی لے کر آئے اور پورے خطے کو مستفیض فرمایا، آپ کا پہلا نکاح حضرت سید شاہ فرزند علیؒ (محلہ سعدپورہ مظفرپور) کی صاحبزادی سے ہوا، جس سے مولاناعبدالشکور آہؔ صاحب اور حکیم عبدالغنی صاحب پیداہوئے، پہلی اہلیہ کے انتقال کے بعد دوسرا نکاح فرمایااس سے مولوی عبدالحمید وکیل اور مولوی محمد سعید پیداہوئے، آپ ایک عالم ربانی اور مرشد روحانی کے ساتھ بڑے طبیب بھی تھے، اور دوا سازی بھی کرتے تھے، تعلیم وتربیت کا خاص ملکہ تھا، بڑے بڑے علماءواعیان آپ کی تربیت گاہ سے تیار ہوئے۔

آپ ضلع ہائی اسکول میں ملازم تھے لیکن ایک اتفاقی واقعہ کی بناپر وقت سے پہلے سبکدوشی حاصل کرلی، اور مطب کو ذریعۂ معاش بنایا، آپ کا سانحۂ ارتحال (تقریباً) ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۱۳ء میں پیش آیا، مظفرپور رام باغ قبرستان میں مدفون ہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے "تذکرہ حضرت آہؔ مظفرپوریؒ ص ۱۰۳ تا ۱۳۸ مؤلفہ راقم الحروف)

129 - علامۂ کبیر، محدث جلیل، قطب الاقطاب حضرت مولاناشاہ فضل رحمن اپنے عہد کے انتہائی ممتازاور صاحب کرامات بزرگ تھے، آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی "اھل اللہ" اور جد امجد کا "محمد فیاض" تھا، ولادت ۱۲۰۸ھ مطابق ۱۷۹۳ء میں "ملانواں" کے مقام پر ہوئی، ابتدائی تعلیم مولانانور بن انوار الانصاری لکھنویؒ وغیرہ علماء سے حاصل کی، پھر دہلی کا سفر کیا، شیخ محدث حسن علی لکھنویؒ کی

۳-حضرت مولانا شاہ محمد آفاق دہلویؒ (ولادت ۱۱۶۰ھ م ۱۷۴۷ء-وفات ۱۲۵۱ھ م ۱۸۳۵ء)[130]

صحبت میں رہے ، اور آپ ہی کے ذریعہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ ، حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ ، حضرت شاہ آفاق وغیرہ بزرگوں تک رسائی ہوئی ، اور شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ سے حدیث مسلسل بالاولیۃ اور مسلسل بالمحبۃ اور بخاری شریف کے ایک حصہ کی اجازت حاصل کی ، اور وطن واپس ہوئے ، دوسرا سفر حضرت شاہ عبد العزیزؒ کے وصال کے بعد کیا ، اور شاہ اسحاقؒ سے صحاح ستہ پڑھی ، فراغت کے بعد حضرت شاہ آفاق دہلوی نقشبندیؒ سے طریقۂ صوفیاء کی تعلیم حاصل کی ، اور مجاز بیعت ہوئے ، اس کے بعد وطن واپس ہوئے ، ایک عرصہ تک "ملانواں" میں قیام کرنے کے بعد وہاں سے چار میل کی دوری پر گنج مرادآباد میں سکونت اختیار کی ، یہیں شادی بھی کی ، شروع میں لکھنؤ ، بنارس ، کانپور اور قنوج مختلف علاقوں کا بکثرت سفر فرماتے تھے ، لیکن بڑھاپے میں سفر کو بالکل موقوف کر دیا ، اور خانقاہ میں گوشہ نشیں ہوگئے ۔۔۔ گوشہ نشینی کے بعد عوام وخواص کا رجوع عام ہوا ، لوگ اس طرح ٹوٹ پڑے جیسے پیاسے کنویں پر ٹوٹ پڑتے ہیں ، ایسی قبولیت و محبوبیت حاصل ہوئی ، اور بکثرت ایسی کرامات صادر ہوئیں کہ بقول صاحب نزھۃ الخواطر حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے علاوہ تاریخ میں اور کوئی مثال نہیں ملتی۔

سیدھی سادی بے تکلف زندگی گذارتے تھے ، ہدایا اور تحائف کی کمی نہیں تھی مگر وہ سب خلق خدا کے لئے خرچ ہو جاتے تھے ، خانقاہ میں ہی قرآن کریم اور حدیث شریف کا درس دیتے تھے ، آپ سے بے پناہ فیض پہونچا ، ہزاروں بندگان خدا کو خدا تک رسائی ملی ، ۲۲ / ربیع الاول ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۲ / ستمبر ۱۸۹۵ء میں گنج مرادآباد میں وفات پائی ، نماز جنازہ حسب وصیت صاحبزادۂ محترم جناب احمد میاں صاحبؒ نے پڑھائی ، اور مقبرہ مراد خان میں مدفون ہوئے ، یہ مقبرہ بالکل قبر کی ہم شکل ہے اور مسجد کے صحن میں واقع ہے اس کو دیوان مراد خان نے تیار کرایا تھا ، اور انہوں نے ہی یہ مسجد بھی بنوائی تھی ، مراد خان نے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے رفاہی کام اس علاقے میں کیئے تھے ، مراد خان اپنے اسی مقبرہ میں مدفون ہیں ، دائیں جانب صحن مسجد سے متصل حضرت شاہ فضل رحمانؒ کی قبر مبارک ہے اور مراد خان کے بائیں جانب حضرت کے صاحبزادہ جناب احمد میاں صاحبؒ مدفون ہیں ، مراد خان بھی بڑے خوش نصیب ہیں دوولیوں کے بیچ لیٹے ہوئے ہیں ، ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے اقوال وملفوظات کو آپ کے متعدد خلفاء نے جمع کیا ہے ، مثلاً حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ نے "ارشاد رحمانی" کے نام سے ، سید تجمل حسین بہاریؒ نے فضل رحمانی "اور کمالات رحمانی" کے نام سے اور مولوی عبد الغفار آسیونی نے "ہدیۂ عشاق رحمانی" کے نام سے وغیرہ (الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام "المسمیٰ بنزھۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر ج۸ ص ۱۳۲۶ ، ۱۳۲۷ مرتبہ حضرت مولانا عبد الحی الحسنی الکھنویؒ (م ۱۳۴۱ھ) مطبوعہ دار ابن حزم بیروت ۱۴۲۰ھ م ۱۹۹۹ء ، وتذکرہ حضرت مولانا فضل رحمان گنج مرادآبادیؒ مصنفہ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ ص ۹۶ ناشر دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ بار دوم)

130 ۔ حضرت شاہ محمد آفاق دہلوی بڑے عالم عارف فقیہ اور صاحب جذب بزرگ تھے ، ہر وقت عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے تھے ، آپ کی ولادت ۱۱۶۰ھ مطابق ۱۷۴۷ء میں ہوئی ، آپ کے والد ماجد کا نام **احسان اللہ** اور دادا کا نام **شیخ محمد اظہر** تھا ، سلسلۂ نسب چھ واسطوں سے امام الطریق حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ تک پہونچتا ہے۔

آپ نے حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندیؒ کے خلیفہ حضرت خواجہ ضیاء اللہ کشمیری نقشبندیؒ کے دست حق پرست پر

۴-حضرت خواجہ ضیاء اللہ کشمیری نقشبندیؒ (وفات ۱۴/ ربیع الاول ۱۱۹۵ھ مطابق ۹/ مارچ ۱۷۸۱ء)[131]

۵-خواجہ محمد زبیرؒ (ولادت ۱۰۹۳ھ م ۱۶۸۲ء-وفات ۱۱۵۲ھ م ۱۷۴۰ء)[132]

بیعت کی اور خرقۂ خلافت سے نوازے گئے۔ تصوف میں آپ درجۂ کمال کو پہنچے، اور بے پناہ قبولیت حاصل کی۔ افغانستان تشریف لے گئے تو وہاں کا بادشاہ" زمان شاہ" آپ کی بزرگی اور اخلاق جلیلہ سے متاثر ہو کر مرید ہو گیا۔ آپ کی وفات ۷/ محرم ۱۲۵۱ھ مطابق ۵/ مئی ۱۸۳۵ء بروز بدھ دہلی میں ہوئی، آپ کا مزار اقدس سبزی منڈی، مغل پورہ دہلی میں خواجہ محمد زبیرؒ کی مسجد کے عقب میں ہے(الاعلام بمن فی تاریخ الھند من الاعلام" المسمیٰ بنزھۃ الخواطروبھجۃ المسامع و النواظر ج۷ص۱۰۸۶)

۱۹۴۷ء میں ایک سکھ نے آپ کی قبر انور کو شہید کر دیا تھا اور اس کے اوپر رہائش اختیار کر لی تھی ، جس کا دہلی کے مسلمانوں کو بڑا قلق ہوا۔ انہوں نے بڑی مشکل سے اسے وہاں سے نکالا اور فرش کھود کر مزار کا نشان تلاش کیا۔۔۔وہ شخص کچھ دنوں کے بعد ہی اللہ کی پکڑ کا شکار ہوا اور اس کے ہاتھ گل کر جھڑ گئے، اور فوت ہو گیا۔۔ بعد میں حضرت مولانا زید ابوالحسن فاروقی مجددیؒ کی نگرانی میں محکمۂ اوقاف نے اس کی احاطہ بندی کر دی تھی (مقامات خیر ص۳۸۹ مصنفہ حضرت علامہ شاہ زید ابوالحسن فاروقی مجددیؒ ناشر: شاہ ابوالخیر اکیڈمی، خانقاہ مظہریہ دہلی ۲۰۱۰ء)

131 -خواجہ ضیاء اللہ نقشبندیؒ کا تعلق خطۂ کشمیر سے ہے، کہتے ہیں کہ آپ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند (متوفیٰ ۷۹۱ھ مطابق ۱۳۷۹ء) کی اولاد میں سے ہیں، بڑے امیر کبیر تاجر تھے۔۔۔ آپ حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندیؒ سے ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۹ء میں منسلک ہوئے اور کچھ عرصہ کے بعد خلافت سے سرفراز ہوئے، خواجہ محمد زبیر نے انہیں "فخر کشمیر" کا خطاب دیا تھا، کشمیر میں ان کی شہرت "احسن لین" کے نام سے تھی، بیعت کے بعد خواجہ ضیاء اللہ دہلی میں ہی مقیم ہو گئے کشمیر واپس نہیں گئے، اسی لئے مشائخ کشمیر کے تذکرہ میں ان کا ذکر نہیں ملتا (اسرار الاخیار (تذکرہ اولیاء کشمیر) مصنفہ شمس الدین محمد، سری نگر ۲۰۰۲ء۔

حضرت خواجہ ضیاء اللہ کی تاریخ وفات آپ کے خلیفۂ نامدار حضرت شاہ محمد آفاق کے بقول ۱۴/ ربیع الاول ہے، لیکن سن وفات درج نہیں ہے، لیکن تذکرۃ العابدین میں سن کی صراحت موجود ہے جو اوپر درج ہوئی، اور اس کے صفحات مجھے جناب محترم ضیاء الدین اعظمی نقشبندی دامت برکاتہم کے ذریعہ حاصل ہوئے۔

آپ کا انتقال سرہند میں ہوا، خواجہ محمد زبیر کے جوار میں مدفون ہیں، آپ کی مشہور تصنیف مقاصد السالکین ہے جو فارسی زبان میں ہے، اس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے، فارسی ترجمہ میرٹھ سے ۱۹۰۰ء میں شائع ہوا تھا (تذکرہ مشائخ پاک وہند ج۲ ص ۱۰۸۰تا۱۰۸۷ مرتبہ پروفیسر محمد اقبال مجددی لاہور ۲۰۱۳ء)

132 -تاریخ ولادت ذی قعدہ ۱۰۹۳ھ مطابق نومبر ۱۶۸۲ء ہے، آپ کے والد ماجد حضرت ابوالعلیٰؒ (۱۰۶۴ھ/ ۱۶۵۴ء تا ۱۱۰۶ھ مطابق ۱۶۹۵ء) اور جد امجد حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ (متوفیٰ ۱۱۱۴ھ مطابق ۱۷۰۲ء) ہیں ، آپ کا اسم گرامی "محمد زبیر" کنیت "ابوالبرکات" اور لقب "شمس الدین" ہے۔

٦- حضرت خواجہ محمد نقشبند ثانیؒ (ولادت ۱۰۳۴ھ م ۱۶۲۵ء - وفات ۱۱۱۴ھ م ۱۷۰۲ء)[133]

چار برس کی عمر میں پڑھنا شروع کیا، اور تمام علوم نقلیہ وعقلیہ پر کامل دسترس حاصل کی، تیرہ برس کی عمر میں اپنے جد امجد حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ کے ساتھ سعادت حج سے بہرہ ور ہوئے۔

۱۱۱۱ھ مطابق ۱۶۹۹ء میں حضرت خواجہ محمد نقشبند نے آپ کو قطب الاقطاب اور قیومیت کی خلعت پہنائی اور اپنا ولی عہد اور جانشین قرار دیکر اپنے مریدوں کی تربیت آپ کے حوالے فرمائی، ۲۹/ محرم ۱۱۱۴ھ مطابق ۱۴/ جون ۱۷۰۲ء کو حضرت خواجہ محمد نقشبندؒ کا انتقال ہوا اور یکم صفر المظفر ۱۱۱۴ھ مطابق ۲۷/ جون ۱۷۰۲ء کو آپ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ آپ قیوم چہارم تھے، نہایت کثیر العبادت تھے، نماز تہجد میں ساٹھ مرتبہ سورۂ یسین پڑھا کرتے تھے۔ ظہر اور عصر کے درمیان چوبیس (۲۴) گھنٹوں میں صرف ایک بار کھانا تناول فرماتے تھے۔

لاہور میں ایک مدت تک آپ نے قیام فرمایا، ہزاروں بندگان خدا داخل سلسلہ ہوئے، اور بہت سے اجازت وخلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔

اس کے بعد اپنے تمام مریدوں کو اپنے خلیفہ شیخ عبدالرحیم کے حوالے فرما کر خود سرہند تشریف لے گئے سرہند پر بلائے ناگہانی نازل ہوئی تو آپ دہلی تشریف لے گئے اور دہلی سے باہر ایک ویران مسجد میں قیام فرمایا، آپ کی برکت سے اللہ پاک نے اس جگہ کو آباد کر دیا۔۔۔ بڑی قبولیت حاصل ہوئی، بڑے بڑے امراء اور وزراء حلقہ میں داخل ہوئے۔۔۔ ۴/ ذی قعدہ ۱۱۵۲ھ مطابق ۲/ فروری ۱۷۴۰ء بروز بدھ بوقت اشراق انسٹھ برس کی عمر میں انتقال فرمایا، غسل وکفن کے بعد جنازہ سرہند شریف لے جایا گیا، اور بروز جمعرات ۱۲/ ذی قعدہ ۱۱۵۲ھ مطابق ۱۰/ فروری ۱۷۴۰ء پورے آٹھ دن کے بعد سرہند شریف میں حضرت شیخ سعد الدین کی حویلی میں آسودۂ خاک ہوئے فرحمہ اللہ (تاریخ وتذکرہ خانقاہ سرہند شریف ص ۶۶۴ تا ۶۶۶ مرتبہ جناب نذیر رانجھا، جمعیۃ پبلیکیشنز لاہور ۲۰۱۱ء بحوالہ حضرات القدس ج ۲ ص ۲۹۱ تا ۲۹۵ مؤلفہ شیخ بدرالدین سرہندیؒ (اردو ترجمہ ص ۳۱۲-۳۱۵)

133- آپ حضرت خواجہ محمد معصومؒ (متوفی ۱۰۷۹ھ مطابق ۱۶۶۸ء) کے دوسرے صاحبزادے ہیں، آپ کی ولادت سے قبل حضرت مجدد صاحبؒ (م ۱۰۳۴ھ مطابق ۱۶۲۴ء) نے خواجہ محمد معصومؒ سے فرمایا کہ تمہارا جوڑ کا مادر شکم میں ہے، یہ عجائب روزگار اور صاحب معارف واسرار ہوگا، اور خلقت کو اس سے فیض پہونچے گا، آپ بروز جمعہ ۷/ رمضان المبارک ۱۰۳۴ھ مطابق ۱۳/ جون ۱۶۲۵ء کو سرہند شریف میں پیدا ہوئے، آپ کا لقب شرف الدین تھا اور "حجۃ اللہ" سے مشہور ہوئے۔

حفظ قرآن کریم کے بعد بیشتر درسی کتابیں اپنے چچا محترم حضرت خواجہ محمد سعیدؒ (م ۱۰۷۰ھ مطابق ۱۶۶۰ء) سے پڑھیں، ایسی دقت وتحقیق سے پڑھتے تھے کہ خواجہ محمد سعید فرماتے تھے کہ:

"یہ مجھ سے پڑھنے نہیں آتے بلکہ پڑھانے آتے ہیں"

علم باطن اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ محمد معصومؒ (م ۱۰۷۹ھ مطابق ۱۶۶۸ء) سے حاصل کیا، اور قلیل عرصہ میں جملہ مقامات عالیہ آپ نے طے فرمالئے، اور خلافت سے سرفراز ہوئے، خوجہ معصوم نے فرمایا:

"جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے خلعت قیومیت سے سرفراز فرمایا الحمد اللہ کہ وہ خلعت تم کو بھی عطا ہوئی

۷-عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصومؒ (ولادت ۱۱/ شوال المکرم ۱۰۰۷ھ مطابق ۷/ مئی ۱۵۹۹ء—وفات ۹/ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ مطابق ۷/ اگست ۱۶۶۸ء)[134]

،مبارک ہو"

آپ کا پہلا نکاح آپ کی پھوپھی زاد سے ہوا، اور اکثر اولاد انھیں کے بطن سے ہوئی۔۲۷/ ربیع الاول ۱۰۸۰ھ مطابق ۱۵/ اگست ۱۶۶۹ء کو دوسرا نکاح خراسان کی معروف شخصیت حضرت سید میر عبد اللہؒ کی صاحبزادی "عائشہ بیگم" سے ہوا۔

اللہ پاک نے بے پناہ قبولیت عطا فرمائی، عرب وعجم کے بے شمار علماء ومشائخ نے آپ کی خدمت میں حاضری دی اور استفادۂ باطنی کیا۔

۱۰۹۰ھ مطابق ۱۶۸۰ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی۔

آخری عمر میں پاؤں کے درد اور خفقان کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا، جسم مبارک میں تھوڑا خم بھی آ گیا تھا، کچھ روز بیماری نے شدت اختیار کی، بالآخر شب جمعہ ۲۹/ محرم الحرام ۱۱۱۴ھ مطابق ۱۴/ جون ۱۷۰۲ء کو نماز عشاء کے بعد اپنے معمولات پورے کئے، اور آرام کیا، پھر تہجد کے لئے اٹھے، تہجد کی نماز ادا فرمائی پھر کافی دیر تک سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد لیٹ گئے اور اسی حال میں تین بار کلمۂ شہادت پڑھا اور جان جان آفریں کے حوالہ کر دی، اناللہ وانا الیہ راجعون۔۔ سرہند شریف ہی میں اپنے والد گرامی حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے مقبرہ کے شمال کی جانب ایک الگ مقبرہ میں محو استراحت ہیں، فرحمہ اللہ۔

آپ کے مکاتیب کو ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان (م ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۰۰۵ء) نے "وسیلۃ القبول" کے نام سے شائع کیا ہے (تاریخ وتذکرہ خانقاہ سرہند شریف ص ۶۴۴ تا ۶۴۸ بحوالہ مقامات معصومی مؤلفہ میر صفر احمد معصومی ج ۲ ص ۳۷۶-۴۰۳، انوار معصومیہ مؤلفہ مولانا سید زوار حسین شاہ ص ۱۳۰-۱۴۰ بحوالہ روضۃ القیومیہ مؤلفہ محمد احسان ج ۲ ص ۱۳، ج ۳ ص ۹)

134 - چراغ ہفت محفل خواجہ معصوم
منور از فروغش ہند تا روم

آپ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے تیسرے صاحبزادے ہیں، بروز سوموار ۱۱/ شوال المکرم ۱۰۰۷ھ مطابق ۷/ مئی ۱۵۹۹ء سرہند شریف سے دو میل دور "بستی ملک حیدر" (پٹیالہ پنجاب، پٹھانوں کی بستی ہے) میں پیدا ہوئے (برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات) ص ۳۱۹ مؤلفہ مولانا محمد ہاشم کشمیؒ، ☆حضرات القدس ج ۲ ص ۲۶۲ مؤلفہ شیخ بدرالدین سرہندیؒ، ☆عمدۃ المقامات ص ۲۵۲ مؤلفہ حاجی محمد افضلؒ، مکتبہ الحقیقۃ استنبول ۱۹۹۶ء ☆مقامات معصومی ج ۲ ص ۵۷، ج ۴ ص ۶۵، ۶۴ مؤلفہ میر صفر احمد معصومی / محمد اقبال مجددی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور ۲۰۰۴ء)

حضرت مجدد الف ثانیؒ آپ کی ولادت کو بہت مبارک فرماتے تھے۔۔ آپ کی والدہ ماجدہ (م ۱۰۵۰ھ مطابق ۱۶۴۱ء) حضرت شیخ سلطان تھانیسریؒ (م ۱۰۰۷ھ مطابق ۱۵۹۹ء) کی صاحبزادی اور زہد وتقویٰ کا پیکر تھیں۔۔۔۔ آپ کا اسم مبارک "محمد معصوم" رکھا گیا، کنیت "ابو الخیرات" لقب "مجدد الدین"، منصب "عروۃ الوثقیٰ، قیوم زماں اور قطب الاقطاب تھا (انوار معصومیہ ص

۲۰ مؤلفہ مولانا سید شاہ زوار حسینؒ ناشر ادارۂ مجددیہ کراچی ۱۹۸۹ء، تاریخ و تذکرہ خانقاہ سرہند شریف ص ۶۶۴ مؤلفہ محمد نذیر رانجھا)

حفظ قرآن کریم کے بعد بیشتر درسی کتابیں اپنے والد گرامی حضرت مجدد صاحبؒ سے پڑھیں، بعض کتابیں اپنے بڑے بھائی حضرت خواجہ محمد صادقؒ (م ۱۰۲۵ھ مطابق ۱۶۱۶ء) سے بھی پڑھیں، علاوہ علوم عقلیہ ونقلیہ کی تعلیم حضرت شیخ محمد طاہر لاہوریؒ (م ۱۰۴۰ھ مطابق ۱۶۳۰ء) خلیفہ حضرت مجددؒ، حضرت اخوند سجاول سرہندیؒ (مؤلف شرح وقایہ)، اور حضرت ملابدرالدین سلطان پوریؒ (م ۱۰۸۱ھ مطابق ۱۶۷۰ء) سے بھی حاصل کی۔

جس دور میں آپ علم ظاہر کی کتابیں پڑھ رہے تھے حضرت مجدد صاحبؒ نے فرمایا:

"بابا! علوم کی تحصیل سے فارغ ہو جاؤ، کیونکہ ہم کو تم سے بڑے بڑے کام لینے ہیں" (برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات) ص ۳۱۹ مؤلفہ مولانا محمد ہاشم کشمیؒ، مکتبہ الحقیقۃ استنبول ۱۹۸۸ء)

سولہ (۱۶) سال کی عمر میں تمام علوم سے فارغ ہو گئے (برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات) ص ۳۲۰ مؤلفہ مولانا محمد ہاشم کشمی ☆نزھۃ الخواطر مؤلفہ حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ ج ۵ ص ۴۰۷، دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدرآباد دکن ۱۹۵۶ء)

قیام حرمین شریفین کے دوران اپنے خلیفہ حضرت مولانا شیخ زین العابدین یمنی محدث مدنیؒ سے اجازت حدیث حاصل کی (حسنات الحرمین ص ۱۶ حضرت خواجہ محمد معصومؒ، مترجم فارسی شیخ محمد شاکر، ناشر: مکتبہ سراجیہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان ۱۹۸۱ء)

فراغت کے بعد کتب متداولہ مثلاً: بیضاوی، عضدی، تلویح، مشکوٰۃ اور ہدایہ کا درس دیتے تھے (حضرات القدس ج ۲ ص ۲۶۳ مؤلفہ شیخ بدرالدین سرہندیؒ، ناشر مجلس او قاف لاہور پنجاب ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء)

حضرت مجددؒ نے گیارہ (۱۱) برس کی عمر میں دوران طالب علمی طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کی تعلیم بھی شروع فرمادی تھی، یہاں تک کہ تعلیم ظاہری کی فراغت کے ساتھ ہی علوم باطن کے کمالات و مقامات سے بھی سرفراز ہو گئے۔۔۔ بچپن سے ہی آپ پر گریہ کی کیفیت طاری ہونے لگی تھی۔ حضرت مجددؒ نے آپ کو خلعت خلافت سے سرفراز اور ممتاز فرمایا اور صرف چودہ (۱۴) سال کی عمر میں ہی قطبیت کی بشارت عنایت فرمائی، حضرت مجددؒ نے اپنے ایک مکتوب گرامی (ج ۱: ۸۶ ص ۲۱۴-۲۱۶) میں قطبیت، قیومیت، خلافت، اصالت، اور محبوبیت ذاتی و کمال انفعال کا ذکر فرمایا ہے (حضرات القدس ج ۲ ص ۲۶۴)

۲۷ / ذی الحجہ ۱۰۲۱ھ مطابق ۸ / فروری ۱۶۱۳ء کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے خلیفہ حضرت میر صفر احمد رومیؒ (م ۱۰۳۸ھ مطابق ۱۶۲۸ء) کی دوسری صاحبزادی حضرت بی بی رقیہؒ سے آپ کی شادی مبارک ہوئی، آپ کی تمام اولاد انھیں کے بطن مبارک سے پیدا ہوئیں۔

والد ماجد کے وصال پر ملال کے بعد ۱۰۳۴ھ مطابق ۱۶۲۴ء میں مسند ارشاد و قیومیت پر متمکن ہوئے، اسی دن پچاس ہزار (۵۰۰۰۰) آدمیوں نے آپ سے بیعت کی جن میں تقریباً دو ہزار (۲۰۰۰) حضرت مجدد کے خلفاء تھے۔

آپ کے دور میں سلسلۂ نقشبندیہ کی وسیع پیمانے پر اشاعت ہوئی، ترکستان، خراسان، بدخشان کے کئی حکمرانوں نے اپنے وکیل بھیج کر غائبانہ بیعت کی، جہانگیر کے بعد شاہجہاں تخت نشیں ہوا تو اس نے بھی سرہند شریف میں حاضری دی، آپ نے خواجہ

محمد حنیف کابلیؒ کو کابل، خواجہ محمد صدیق پشاوریؒ کو پشاور، شیخ ابو المظفر برہان پوریؒ کو دکن، شیخ اخوان موسیٰ کو ننگرہار، شیخ بدر الدین کو سلطان پور میں اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا، عبد العزیز شاہ توران نے وکیل کے ذریعے غائبانہ بیعت کی، اسی طرح سلطان عبد الرحمن والی خراسان اور امام یمن غائبانہ مرید ہوئے، شیخ حبیب اللہ کو بخارا روانہ کیا، خلیفہ خواجہ ارغون کو ختا بھیجا اور وہاں کے حاکم قاآن نے بیعت کی۔

ملک چین کے خوش نصیب مرد صالح حضرت شیخ مراد بن عبد اللہ قازانیؒ (یہ ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء میں زندہ تھے) جنہوں نے مکتوبات امام ربانی کا عربی ترجمہ کیا ہے، نے اپنی تالیف "ذیل الرشحات" میں تحریر فرمایا ہے کہ:

"آپ سے نو(۹) لاکھ اشخاص نے بیعت کی، جن میں حضرت شیخ حبیب اللہ بخاریؒ بھی شامل تھے جو خراسان اور ماوراء النہر کے بڑے شیخ تھے، جن میں چار ہزار (۴۰۰۰) اور بقول بعض سات ہزار صاحب ارشاد خلفاء ہوئے، آپ کی توجہ کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ آپ کی صحبت میں طالب کو ایک ہفتہ میں مرتبۂ فنا وبقا حاصل ہو جاتا تھا، اور ایک ماہ میں کمالات ولایت سے مشرف ہو جاتا تھا، مقامات الٰہیہ کا کشف اس قدر صحیح تھا کہ دور سے بتا دیتے تھے کہ تیری ولایت محمدی ہے یا موسوی یا عیسوی، آپ کی طبیعت اور مجلس میں جلال کا غلبہ تھا، حاضرین دم بخود رہتے تھے، بادشاہ اورنگ زیب بھی کبھی حاضر ہوتا تھا تو جہاں جگہ ملتی تھی بیٹھ جاتا تھا، بادشاہ بھی زبانی گفتگو کے بجائے اپنی بات تحریری طور پر پیش کرتا تھا، اورنگ زیب کو شہزادگی ہی کے زمانے میں (جب وہ دکن کا گورنر تھا) ۱۰۴۸ھ / ۱۶۳۹ء میں بیعت کا شرف حاصل ہوا تھا، اس کی ہمشیرگان روشن آراء بیگم اور گوہر آراء بیگم بھی حلقۂ ارادت میں داخل ہوئیں، اورنگ زیب کو آپ کی دعا کی برکت سے ہندوستان کا تخت نصیب ہوا (روضۃ القیومیۃ ج ۲ ص ۱۱ مؤلفہ محمد کمال الدین احسان معصومی، ناشر: اللہ والے کی قومی دکان لاہور ۱۹۱۷ء ☆ تاریخ مشائخ نقشبند ص ۴۱۱ مؤلفہ عبد الرسول للہی)

آپ کا طریق بعینہ وہی تھا جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کا تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ولایت خاصہ سے سرفراز کیا تھی (دیکھئے مکتوبات امام ربانی مکتوب ج ۱ ص ۲۳۶،۴۱۵، ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۸۸ء)

آپ کے خلفاء میں صاحبزادگان کے علاوہ شیخ مراد بن علی بخاریؒ (۱۶۴۰ء تا ۱۷۲۰ء) خاص طور پر قابل ذکر ہیں، دمشق وشام اور مختلف ممالک میں ان کے ذریعہ سلسلہ کی اشاعت ہوئی، ان کی وفات استنبول میں ہوئی، اسی طرح شیخ عبد الغنی النابلسیؒ (۱۶۴۱ء تا ۱۷۳۱ء) نے بھی خصوصی شہرت پائی؛

عمر کے آخری حصہ میں آپ نے اپنے خلفا اور مریدوں کو اپنے فرزندوں کی نگرانی میں تقسیم کر دیا، کابل اور اس کے نواح کو خواجہ محمد صبغۃ اللہ، بدخشاں، ترکستان، قبچاق، کاشغر، ختا، روم وشام کو خواجہ محمد نقشبند حجۃ اللہ، خراسان، توران، اندراب، طبرستان، اور سجستان کو خواجہ محمد عبید اللہ مروج الشریعۃ، دکن اور پنجاب کو خواجہ محمد اشرف کے سپرد کیا، بادشاہ اورنگ زیب اور اس کے درباری امراء کو خواجہ محمد سیف الدین کے حوالے کیا گیا، بعد میں اکثر خلفاء اور بادشاہ نے خواجہ نقشبند سے رجوع کر لیا۔

دنیا کے مختلف حصوں سے آنے والے ارادتمندوں کا سرہند شریف میں ہجوم رہتا تھا، بعض اوقات شہر کے گرد ایک ایک میل تک مجمع کا پڑاؤ رہتا تھا، نماز کے وقت اس قدر ہجوم ہوتا کہ بعض لوگ ایک دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کرتے، ایسی مقبولیت عامہ کی مثال تاریخ تصوف میں نہیں ملتی۔

۸-حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ (ولادت ۱۴/ شوال المکرم ۹۷۱ھ مطابق ۲۶/ جون ۱۵۶۴ء—وفات ۲۸/ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ مطابق ۳۰/ نومبر ۱۶۲۴ء)[135]

آپ کا وصال پر ملال بروز ہفتہ ۹/ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ مطابق ۷/ اگست ۱۶۶۸ء کو ہوا، جنازہ میں خلائق کا بے پناہ ہجوم تھا، سرہند شریف میں قصر معصومی کے جنوب میں آپ آسودۂ خواب ہیں۔۔۔شاہجہاں (م ۱۰۷۶ھ مطابق ۱۶۶۶ء) کی بیٹی روشن آراء بیگم (م ۱۰۸۲ء مطابق ۱۶۷۱ء) آپ سے بیعت تھیں، انہوں نے آپ کے صاحبزادے خواجہ عبید اللہؒ سے اجازت لے کر آپ کی قبر مبارک پر ایک عالیشان عمارت تعمیر کرائی، اوراس پر یہ تاریخ تعمیر درج کی گئی:

"مرقد محبوب حق قطب زماں"

آپ صاحب تصانیف تھے، بہت سی کتابیں یادگار چھوڑیں، مثلاً اذکار معصومیہ (عربی وفارسی)، بیاض معصومی (فارسی)، خود نوشت تحریرات (فارسی)، رسالہ درآداب صوفیہ (فارسی)، رسالہ دراذکار یومی ولیلی (عربی وفارسی)، رسالہ دراصطلاحات نقشبندیہ (فارسی)، مکاشفات عینیہ: مکاشفات غیبیہ (فارسی)، مکتوبات معصومیہ (فارسی) تین جلدوں میں، یواقیت الحرمین (عربی)، حسنات الحرمین (فارسی) (تاریخ وتذکرہ خانقاہ سرہند شریف ص ۵۹۱ تا ۶۴۰ مؤلفہ محمد نذیر رانجھا)

135 - آپ کی ولادت باسعادت سرہند شریف شب جمعہ ۱۴/ شوال المکرم ۹۷۱ھ مطابق ۲۶/ جون ۱۵۶۴ء کو ہوئی، اسم گرامی "احمد" تھا، لفظ "خاشع" سے سن ولادت نکلتا ہے، بچپن ہی سے رشد وہدایت کے آثار نمایاں تھے، آپ مختون پیدا ہوئے تھے۔۔۔ آپ کا نسب اشرف حضرت عمر فاروقؓ سے ملتا ہے۔

بہت کم عمری میں حفظ قرآن مکمل فرمالیا، حفظ کے بعد اپنے والد ماجد حضرت شیخ عبد الاحدؒ (م ۱۰۰۷ھ مطابق ۱۵۹۹ء) کے پاس علم ظاہری کی تحصیل میں مشغول ہوگئے، چند روز کی توجہ ہی سے ذہن ودماغ کے دریچے کھل گئے، اور آپ بڑی تیزی کے ساتھ علم ظاہر کی منزلیں طے کرنے لگے، اپنے والد ماجد کے علاوہ اور بھی کئی اساطین علم وفضل سے آپ نے استفادہ کیا، مثلاً:

☆حضرت مولانا کمال الدین بن موسیٰ کشمیریؒ (م ۱۰۱۷ھ مطابق ۱۶۰۸ء)، یہ بڑے صاحب نسبت اور متقی عالم دین تھے،

☆حضرت مولانا یعقوب بن حسن صرفی کشمیریؒ (م ۱۰۰۳ء مطابق ۱۵۹۵ء) انہوں نے حرمین شریفین کے کبار محدثین حضرت شہاب الدین ابن حجر مکیؒ (م ۸۵۲ھ مطابق ۱۴۴۹ء) اور حضرت شیخ عبد الرحمن بن فہد مکیؒ وغیرہ سے حدیث پڑھی تھی۔

☆حضرت قاضی بہلول بدخشانیؒ (م ۱۰۰۷ء مطابق ۱۵۹۸ء)، قاضی صاحب سے حضرت مجددؒ نے کئی کتابیں پڑھیں، بعد میں قاضی صاحب بھی حضرت سے مرید ہوگئے تھے۔

سترہ (۱۷) سال کی عمر میں آپ نے تمام علوم سے فراغت حاصل کرلی، اس کے بعد مسند افادہ پر متمکن ہوئے، درس وتدریس کا سلسلہ شروع ہوا، کئی ملکوں کے طلبہ جوق درجوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔۔۔۔

آپ کا علم گہرا تھا، اورایک زمانہ نے آپ کے علم وفضل کا لوہا مانا، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ "فیضی (م ۱۰۰۲ھ مطابق

۱۵۹۳ء) جس زمانے میں غیر منقوط تفسیر "سواطع الالہام" لکھنے میں مصروف تھا، ایک مقام پر مضمون کی ادائیگی کے لئے بے نقط الفاظ کے ملنے میں دشواری پیش آئی، اور دونوں بھائی اس کے حل سے عاجز آگئے، بعض علماء سے بھی مدد چاہی لیکن بات نہ بنی، بالآخر آپ نے اس کی درخواست پر نہ صرف اس عقدہ کو حل کر دیا، بلکہ پورا ایک صفحہ بے نقط فصیح و بلیغ عبارت میں لکھ دیا، جس سے فیضی آپ کی صلاحیت کا معترف ہو گیا (تاریخ دعوت و عزیمت ج ۴ ص ۱۴۰ مؤلفہ حضرت مولانا سید ابوالحسن ندویؒ، برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات) ص ۱۳۲ مؤلفہ خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ)

آپ کا نکاح تقریباً ۹۹۸ھ مطابق ۱۵۸۸ء میں شیخ سلطانؒ (م ۱۰۰۷ھ مطابق ۱۵۹۹ء) کی صاحبزادی سے ہوا، شیخ سلطانؒ کو خواب میں اس کی بشارت ہوئی تھی، یہ شادی بڑی بابرکت ثابت ہوئی، اس کے بعد آپ کو مال و دولت کی کبھی تنگی نہ ہوئی۔

آپ نے علم باطن اپنے والد ماجد حضرت شیخ عبد الاحدؒ سے حاصل کیا، سلسلۂ چشتیہ و قادریہ کا سلوک والد ماجد کے زیر تربیت طے کیا، اور خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے۔۔۔ حضرت شیخ عبد الاحدؒ کی آبائی نسبت سہروردیہ تھی، اور چشتیہ کی نسبت حضرت شیخ رکن الدین گنگوہیؒ (م ۹۸۳ھ مطابق ۱۵۷۵ء) سے اور قادریہ کی نسبت حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ (م ۹۸۱ھ مطابق ۱۵۷۳ء) سے حاصل ہوئی تھی، یہ تمام نسبتیں حضرت والد صاحب نے آپ کو عنایت فرما کر اپنا جانشین مقرر کیا۔

ایک عرصہ سے زیارت حرمین شریفین کی آرزو تھی، لیکن والد صاحب کے ضعف و علالت کی وجہ سے موقعہ نہ مل سکا تھا، والد کے وصال کے بعد گو مطلوبہ استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے آپ پر حج فرض نہیں تھا، لیکن تمنائے وصال میں سفر حج کے ارادے سے گھر سے نکلے اور دہلی پہونچے، یہاں آپ کی ملاقات آپ کے ایک دیرینہ دوست حضرت مولانا حسن کشمیریؒ (م ۱۰۵۱ء مطابق ۱۶۴۱ء) سے ہوئی، جو حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ (م ۱۰۱۲ھ مطابق ۱۶۰۳ء) کے مرید باخلاص تھے، انہوں نے آپ کے سامنے حضرت خواجہؒ کے مناقب و فضائل اس انداز سے بیان فرمائے کہ آپ کو بھی اشتیاق ملاقات پیدا ہوا، آپ نے پہلے سے ہی سلسلۂ نقشبندیہ کے بزرگوں کے بارے میں بہت کچھ فضائل و خصوصیات اپنے والد ماجد کی زبانی سن رکھے تھے، کچھ کتب تصوف میں بھی اس تعلق سے پڑھا تھا، مولانا حسن کشمیریؒ کی ترغیب پر آتش شوق بھڑک اٹھی، آپ مولانا کشمیریؒ کے ہمراہ حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت خواجہؒ بہت ہی لطف و محبت سے پیش آئے، آپ کا عزم و ارادہ دریافت فرمایا، حضرت خواجہؒ کسی کو بھی داخل سلسلہ ہونے کے لئے خود ارشاد نہیں فرماتے تھے، لیکن آپ کی بلندیٔ استعداد اور صلاحیت کو دیکھتے ہوئے حضرت خواجہؒ نے کچھ دن صحبت میں رہنے کے لئے فرمایا، آپ نے حکم کی تعمیل کی اور ایک ہفتہ کے اندر ہی ایسی لذت و حلاوت اور عروج و ترقیات کا احساس ہوا کہ آپ کا یہ روحانی سفر مسلسل دو ڈھائی مہینے جاری رہا، اور اس مختصر سے عرصے میں آپ نے علم باطن کی بے شمار منزلیں طے کر لیں، آپ درجات قطبیت، فردیت، قیومیت، خلت، طینت، اصالت، محبوبیت ذاتی، سابقیت، تجدید الف ثانی تک پہونچ گئے (برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات) ص ۱۳۲ مؤلفہ خواجہ محمد ہاشم کشمیؒ، روضۃ القیومیہ ج ا ص ۷۷ مؤلفہ حضرت محمد احسانؒ)

حضرت خواجہؒ نے نسبت خاصہ کا القا فرما کر اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا اور رجب المرجب ۱۰۰۸ھ مطابق جنوری ۱۶۰۰ء سرہند شریف جانے کی اجازت مرحمت فرمائی، اور اپنے مریدوں کا ایک حلقہ بھی آپ کے سپرد کیا۔

حضرت مجددؒ نے حضرت خواجہ کی خدمت میں اس کے بعد بھی کئی مرتبہ حاضری دی اور حضرت کی صحبت میں کئی کئی

دن قیام فرما کر مستفید ہوتے رہے، حضرت مجددؒ فرماتے تھے کہ

"پھر ہم ہزاروں خلعتوں اور فتوح کے ساتھ واپس آئے"

حضرت خواجہؒ نے بھی آپ کے ساتھ بڑی خصوصیت برتی، اپنے تمام مریدوں کو آپ کے حوالے کر دیا، حضرت خواجہؒ نے ایک بار آپ کی ستائش کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"آپ مکمل مراد اور مکمل محبوب ہیں۔

حضرت مجددؒ خود فرماتے ہیں:

"طالبین کی تربیت میں حضرت خواجہ قدس سرہ کی سرگرمی اس وقت تک رہی جب تک میرا معاملہ انتہا کو نہ پہونچا تھا، جب آپ میرے کام سے فارغ ہوگئے تو دیکھا گیا کہ آپ نے خود کو مشیخت کے کام سے ہٹالیا، اور طالبین کو میرے سپرد کر کے فرمایا کہ "ہم اس تخم کو بخارا و سمرقند سے لے کر آئے، اور ہندوستان کی برکت والی زمین میں بو دیئے۔(برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات) ص ۱۳۰ مؤلفہ خواجہ محمد ہاشم کشمی، حضرات القدس ج ۲ ص ۴۵ مؤلفہ شیخ بدرالدین سرہندیؒ)

حضرت خواجہ کے علاوہ دیگر تمام مشائخ عظام نے بھی روحانی طور پر اپنے اپنے کمالات اور نسبتیں آپ میں القا فرمائیں، آپ نے امتزاجاً سب کو اپنے طریقہ میں شامل فرمایا، حالت کشفی میں خود رسول اللہ ﷺ نے اولیاء عالم کے بڑے مجمع میں اپنے دست مبارک سے ایک نورانی خلعت فاخرہ زیب تن کرائی، اور ارشاد فرمایا کہ:

"یہ تجدید الف ثانی کی خلعت ہے (روضۃ القیومیۃ ج ۱ ص ۸۹ مؤلفہ حضرت محمد احسانؒ)

چنانچہ آپ کی شہرت ملک سے بیرون ملک تک پہونچی، آپ کے چشمۂ علم و روحانیت کا فیض عالم گیر ہو گیا، آپ کے ذریعہ سلسلۂ نقشبندیہ کی بے حد ترویج و ترقی ہوئی، یہاں تک کہ سلسلۂ نقشبندیہ "سلسلۂ مجددیہ" سے عبارت ہو گیا۔

آپ نے ہندوستان میں فتنۂ اکبری کا مقابلہ کیا، اور اپنی قوت تجدید سے دین الٰہی کے طلسم کو پارہ پارہ کر دیا، اس کے لئے آپ کو بے پناہ آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑا، آپ کے خلاف سازشیں رچی گئیں، آپ کی کتابوں میں تحریفات کی گئیں، آپ کے بارے میں غلط باتیں پھیلائی گئیں، قید و بند کی صعوبتیں اٹھانی پڑیں، اپنا گھر بار اور اہل و عیال چھوڑ کر در در کی خاک چھاننی پڑی، لیکن آپ کے پائے استقلال میں کوئی فرق نہیں آیا، آپ نے جن مشکل حالات میں سرمایۂ ملت کی نگہبانی کی اس کی کوئی مثال قریبی صدیوں میں نہیں ملتی، آج ہندوستان میں جو دین زندہ ہے وہ اسی مرد درویش کے خون جگر کا فیض ہے۔

"مجدد الف ثانی" کا خطاب-توجیہات اور مظاہر

☆حضرت مجددؒ کو مجدد الف ثانی کیوں کہا جاتا ہے، جب کہ حدیث میں مجدد مأۃ کا ذکر ہے، مجدد الف کا ذکر نہیں ہے؟ حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ نے لکھا ہے کہ بلاشبہ احادیث میں صرف مجدد مأۃ کا ذکر ہے، الف کا نہیں ہے، لیکن اس کی نفی بھی نہیں کی گئی ہے، دراصل جس طرح مجدد دین کا تعین اہل زمانہ ان کی خدمات کے لحاظ سے کرتے ہیں، اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ کسی مجدد کے فیوض کئی صدیوں تک جاری رہیں، یہ حضرت مجددؒ کو خود الہام ہوا تھا کہ آپ مجدد الف ہیں، یعنی اگلے ہزار سال تک آپ کے تجدیدی فیوض جاری رہیں گے، اور آنے والے صدی مجددین آپ کے مقرر کردہ خطوط سے استفادہ کریں گے۔

بعد کے ادوار میں حضرت مجددؒ کے لئے سب سے پہلے یہ لقب علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی کے قلم سے نکلا، اور ایسا مقبول ہوا کہ حضرت مجددؒ کے نام کا جزو بن گیا، اور تاریخ اسلام میں آپ کے سوا کوئی ایسی شخصیت نہیں ہے "مجدد الف ثانی" جس کے نام کا جزو بن گیا ہو۔

☆علاوہ اس کی تصدیق صدیوں سے جاری اسلامی خدمات کے تسلسل سے ہوتی ہے، کہ صدیاں گذر گئیں لیکن حضرت مجددؒ کی تعلیمات کا فیض پورے عالم میں آج بھی جاری ہے۔

☆حضرت مونگیریؒ نے اس کی ایک مناسبت اور بھی لکھی ہے کہ چونکہ حضرت مجددؒ کی خدمات کا آغاز الف ثانی کے آغاز میں ہوا اس لئے آپ کو مجدد الف ثانی قرار دیا گیا، یعنی زمانی مناسبت کی بنا پر آپ اس لقب سے معروف ہوئے۔

حضرت مجددؒ نے دین الٰہی کا مقابلہ کیا

☆اس کی ایک اور وجہ یہ تھی، جس کا ذکر حضرت مونگیریؒ نے نہیں کیا ہے، وہ یہ ہے کہ ہر مجدد اپنے عہد کے حالات کے لحاظ سے پیدا ہوتا ہے، جس دور کو جیسے مجدد کی ضرورت ہوتی ہے قدرت کی طرف سے اسی طرح کا انتظام کیا جاتا ہے، حضرت مجددؒ جس دور میں تشریف لائے، (جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا کہ) وہ اکبر کے نئے "دین الٰہی" کے فتنے کا تھا، جس کی بنیاد ہی اس پر تھی کہ الف اول کے گذر جانے کے بعد الف ثانی کے لئے نئے دین کی ضرورت ہے، جس میں پچھلی کئی چیزیں ساقط کر دی گئی تھیں، اور کئی نئی چیزیں شامل کی گئی تھیں، کئی حلال کو حرام اور کئی حرام کو حلال کر دیا گیا تھا، اور علماء سوء کے ذریعہ اس نئے دین کی اشاعت کی جا رہی تھی، اور یہ فتنہ ہندوستان کے عالمی اثر و نفوذ کی بنا پر عالمگیر بنتا جا رہا تھا، حضرت مجددؒ نے دیگر خدمات کے ساتھ اس عالمگیر فتنہ کا مقابلہ کیا، اور اس کے لئے ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں، اور اپنی آخری طاقت تک اس دین جدید کے استیصال کے لئے صرف فرما دی، اللہ پاک نے گویا آپ کو اسی دین الٰہی کے فتنے کے استیصال کے لئے بھیجا تھا، اس موقعہ پر حضرت مجددؒ جیسے طاقتور مجدد ہی کی ضرورت تھی، چنانچہ آپ نے اپنی فقیری اور بے سروسامانی کے باوجود نصرت الٰہی سے ایک مضبوط حکومت کی سرپرستی میں اٹھنے والے اس فتنہ کا خاتمہ کیا، اور اسی لئے الف ثانی کے دین الٰہی کے مقابلے میں بالہامات ربانی آپ کو مجدد الف ثانی کا خطاب دیا گیا، آپ ہندوستان کی تاریخ میں واحد شخص ہیں جس نے الف ثانی کے دین الٰہی کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر اس طرح پھینک دیا، کہ آج تاریخ کے صفحات کے علاوہ اس کا کہیں وجود نہیں ہے (حضرت علامہ مناظر احسن گیلانیؒ نے اپنی کتاب "تذکرۂ حضرت مجدد الف ثانی: میں اس پر مفصل اور مدلل گفتگو کی ہے)

حضرت مونگیریؒ نے صد فی صد درست لکھا ہے کہ:

> "جن علماء نے آپ کو دوسرے ہزار کا مجدد مانا ہے اس کی بنا صرف الہام کی تصدیق ہی نہیں ہے، بلکہ انہوں نے آپ کی حالت کا معائنہ کیا، اور آپ کے ظاہری و باطنی فیض سے واقف ہوئے، آپ کی صحبت کا اثر اپنے دلوں میں اور اپنے بھائیوں کے دلوں میں پایا، اور یہ بھی دیکھا کہ جو حقائق اور معارف آپ نے بیان فرمائے ہیں وہ مجدد دین سابق نے نہیں بیان فرمائے ہیں، اور پھر وہ بیان شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے بالکل مطابق ہے"

۹-حضرت خواجہ عبدالباقی محمد رضی الدین باقی باللہؒ (ولادت ۵/ذی الحجہ ۹۷۱ھ مطابق ۱۵/جولائی ۱۵۶۴ء- وفات: ۲۵/جمادی الثانیہ ۱۰۱۲ھ مطابق ۳۰/نومبر ۱۶۰۳ء)[136]

(مکاتیب محمدیہ حصہ اول، مرتبہ مولانا حافظ محمد حبیب اللہ مظفر پوری ص ۳۴ مطبوعہ مطبع مجیدی کانپور، ۱۳۳۹ھ/۱۹۱۱ء)

حضرت مجددؒ کا وصال پر ملال تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں بروز منگل بوقت اشراق تریسٹھ روز کی بیماری کے بعد ۲۸/صفر المظفر ۱۰۳۴ھ مطابق ۳۰/نومبر ۱۶۲۴ء کو ہوا۔

آپ نے اپنی اولاد امجاد اور ایک وسیع حلقۂ احباب ومتوسلین کے علاوہ درج ذیل کتابیں بھی یادگار چھوڑیں:

۱-اثبات النبوۃ (عربی) ۲-تعلیقات عوارف، اس کتاب کا ذکر آپ کی تصانیف میں ملتا ہے لیکن کسی قلمی یا مطبوعہ نسخہ کی اطلاع نہیں ہے۔

۳-ردروافض (فارسی)، ۴-رسالہ آداب المریدین، ۵-رسالہ تہلیلیہ (عربی)، ۷-رسالہ علم حدیث، ۸-شرح رباعیات (فارسی)، ۹-مبدأ ومعاد (فارسی)، ۱۰-معارف لدنیہ، ۱۱-مکاشفات عینیہ: مکاشفات غیبیہ (فارسی)، ۱۲-مکتوبات امام ربانی (فارسی) دفتر اول: درالمعرفۃ، دفتر دوم: نورالخلائق، دفتر سوم: معرفۃ الحقائق وغیرہ (تاریخ وتذکرہ خانقاہ سرہند شریف ص ۲۰۵ تا ۳۹۶ مؤلفہ محمد نذیر رانجھا مطبوعہ لاہور ☆ حضرات القدس ج ۱ ص ۲۶۵ مؤلفہ شیخ بدرالدین سرہندیؒ)

136 -سلسلۂ مشائخ نقشبند میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ پہلی شخصیت ہیں جو یہ مبارک سلسلہ برصغیر لے کر پہونچی اور آپ کے ذریعہ اس کی اشاعت ہوئی، یہ ہندی شاخ کئی اعتبار سے بڑی اہمیت کی حامل ہے، اس نے جنوبی ایشیا میں اکبر بادشاہ کی مذہبی بے راہ روی کے اثرات کا قلع قمع کیا، بادشاہوں اور امراء میں دینی حمیت کا نیا جذبہ پھونکا، ایران سے درآنے والے رفض کا سدباب کیا، مسلم تصوف پر ہندو ویدانت کے اثرات کو محو کیا، اور کتاب وسنت پر سختی سے عمل کو رواج دیا، یہ سلسلہ سب سے آخر میں جنوبی ایشیا میں آیا تھا لیکن صرف چند سالوں میں اس کی مقبولیت کے سامنے باقی سلسلے ماند پڑ گئے، صرف یہی نہیں بلکہ ہندی مرکز کے مشائخ کے خلفاء نے عرب، شام وفلسطین، اور عراق وغیرہ میں سلسلہ کی نئی شاخیں قائم کیں، خواجہ باقی باللہ کے خلیفہ شیخ تاج الدین سنبھلی بلاد عرب تشریف لے گئے اور وہاں سلسلہ کی اشاعت کی، آپ نے عربی زبان میں بہت سی کتابیں تصنیف کیں، پھر یہ سلسلہ حرمین سے حاجیوں کے ذریعہ انڈونیشیا میں پھیلا، اسی طرح خواجہ محمد معصوم کے ایک خلیفہ مراد بن علی بخاریؒ (م ۱۶۴۰ء تا ۱۷۲۰ء) شام گئے اور دمشق کو مرکز بنا کر شام میں سلسلہ کو پھیلایا، ۱۸۱۰ء میں شام پر وہابی قبضہ کا خطرہ پیدا ہوا تو شیخ ضیاء الدین خالد (۱۷۷۸ء تا ۱۸۲۶ء) نے برصغیر آکر نقشبندی طریقہ کی تربیت حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ سے حاصل کی، اسی مرکز سے کردستان میں وسیع پیمانے پر سلسلہ کی اشاعت ہوئی (تاریخ مشائخ نقشبندیہ ص ۳۳۳، ۳۳۴ مؤلفہ عبدالرسول للہی)

حضرت خواجہ باقی باللہ کے والد بزرگوار حضرت قاضی عبدالسلام خلجی سمرقندی قریشیؒ اپنے دیگر افراد خاندان کے ساتھ کابل (افغانستان) میں آکر مقیم ہوگئے تھے، وہ ترک خلجی خاندان کے چشم وچراغ تھے، بعض تذکرہ نگاروں نے ان کو سید لکھا ہے آپ کے والد اکابر علماء اور مشائخ میں سے تھے، انہوں نے کابل میں ایک خاتون سے شادی کی، جن کا سلسلۂ نسب حضرت خواجہ

عبید اللہ احرارؒ (م ۸۹۶ھ مطابق ۱۴۹۱ء) کے نانابزرگوار حضرت شیخ عمر یاغستانیؒ تک پہونچتا ہے، جو خاندان سادات کے چشم وچراغ تھے ، بڑی نیک سیرت اور خدا ترس خاتون تھیں ، حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خانقاہ معلیٰ کے زائرین ومتوسلین کا کھانا حضرت کے منع کرنے کے باوجود خود پکایا کرتی تھیں (برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات) ص ۵ مؤلفہ خواجہ محمد ہاشم کشمی)

حضرت خواجہؒ کی ولادت ۵ / ذی الحجہ ۹۷۱ھ مطابق ۱۵ / جولائی ۱۵۶۴ء کو کابل میں ہوئی، نام محمد "رضی الدین" رکھا گیا ،کنیت "ابو المؤید" تھی، عبد الباقی اور محمد باقی باللہ کے نام سے مشہور ہوئے، آپ کو "خواجۂ بے رنگ" بھی کہا جاتا ہے۔

ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی، جب آپ کی عمر پانچ (۵) برس ہوئی تو تعلیم قرآن کے لئے خواجہ سعدؒ کے مکتب میں بٹھائے گئے، آٹھ (۸) برس کی عمر میں حفظ قرآن کریم مکمل کر لیا۔۔۔ دس (۱۰) برس کی عمر میں عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے وقت کے معروف فاضل شاعر حضرت ملا صادق حلوائی سمرقندیؒ (م ۹۸۱ھ مطابق ۱۵۷۳ء) کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے ، جنہوں نے ۹۷۸ھ مطابق ۱۵۷۱ء میں اپنے سفر حج سے واپسی پر مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر (م ۱۰۱۴ھ مطابق ۱۶۰۵ء) کے چھوٹے بھائی اور کابل کے حکمراں مرزا حکیم کی تحریک وخواہش پر کابل میں سلسلۂ درس شروع کر رکھا تھا۔۔ آپ حضرت ملا صادق حلوائیؒ کے ممتاز شاگردوں میں شمار ہوتے تھے، جب حضرت ملا صادقؒ کابل سے سمرقند تشریف لے گئے تو آپ بھی انہی کے ہمراہ سمرقند چلے گئے، اور ماراء النہر میں علم کی پیاس بجھانے میں مصروف ہو گئے، یہاں تک کہ اپنے معاصرین میں ممتاز ہو گئے اور علمی مراتب وفضائل میں کمال حاصل کر لیا، ہر فن کی دقیق سے دقیق کتاب آپ کے لئے پانی ہوتی چلی گئی، ایک دن آپ اپنی درسی کتابوں کے مطالعہ میں مستغرق تھے کہ کسی مجذوب نے قریب آکر کہا:

در کنز و قدوری نتواں یافت خدا را

آئینۂ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

دل پر چوٹ لگی، اور فقر وعرفان کا ذوق غالب ہو گیا، ابھی تعلیم کے کچھ ایام باقی تھے لیکن یکلخت آپ کسی مرشد کامل کی تلاش میں نکل پڑے (برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات) ص ۶، ۷ مؤلفہ خواجہ محمد ہاشم کشمی)

شروع میں آپ ماوراء النہر اور افغانستان میں سلسلۂ نقشبندیہ اور دیگر سلاسل کے اکابر اہل اللہ کی صحبتوں میں حاضر اور مستفید ہوئے، آشفتگی کا عالم یہ تھا کہ جسمانی اور طبعی نزاکت کے باوجود لاہور میں موسم برسات کی دلدل اور کیچڑ میں بھی اہل دل تک رسائی کے لئے کوشاں رہتے، اور ویرانوں، بیابانوں اور قبرستانوں میں پھرتے رہتے۔۔۔

آپ کے اہل خاندان سرکاری مناصب پر فائز تھے، انہوں نے بہت کوشش کی کہ یہ بھی ادھر آجائیں اور دنیوی منافع حاصل کریں، لیکن انہوں نے قطعاً اسے قبول نہیں کیا۔

اسی دربدری اور سیاحی کے دوران آپ کو روحانی طور پر حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ اور حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کے فیوض بھی یکے بعد دیگرے حاصل ہوئے، مختلف بزرگوں کے یہاں سے ہوتے ہوئے آپ ایک نقشبندی بزرگ حضرت شیخ بابا والی کشمیریؒ (م ۱۰۰۱ھ مطابق ۱۵۹۲ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کسب فیض کیا، پھر وہاں سے آپ ماوراء النہر کی

طرف روانہ ہوئے، راستے ہی میں حضرت خواجگی محمد مقتدیٰ امکنگیؒ (م ۱۰۰۸ھ مطابق ۱۶۰۰ء) آپ کے استقبال میں منتظر تھے، حضرت آپ کو اپنی قیامگاہ پر لے گئے، اور تین دن رات اپنے پاس رکھنے کے بعد سلسلۂ بیعت میں داخل کیا، آپ نے ان سے حضرات خواجگان نقشبند کے طریقۂ عالیہ کو اخذ کیا، اور انتہائی قلیل عرصے میں تمام منازل و مقامات طے کرتے ہوئے نسبت خاصہ نقشبندیہ سے مشرف ہوئے، اور حضرت کے مجاز طریق بن گئے، پرانے خدام کو بڑی حیرت ہوئی کہ کل آئے اور آج فارغ؟ حضرت نے فرمایا:

"باقی باللہ کام کو مکمل کر کے اصلاح کے لئے ہمارے پاس آئے تھے، جو اس طرح آئے وہ یونہی بامراد ہو کر جاتا ہے"

(برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات) ص ۱۳، ۱۴ مؤلفہ خواجہ محمد ہاشم کشمی ☆ عمدۃ المقامات ص ۸۵ مؤلفہ حاجی محمد افضلؒ، مکتبہ الحقیقۃ استنبول ۱۹۹۶ء)

حضرت خواجگی امکنگیؒ نے آپ کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرما کر ہندوستان جانے کا اشارہ فرمایا، آپ تعمیل حکم کرتے ہوئے پہلے لاہور تشریف لائے، اور یہاں ایک سال قیام فرمایا، یہاں کے علماء و فضلاء بڑی تعداد میں آپ سے مستفیض ہوئے، پھر آپ دہلی جلوہ افروز ہوئے اور قلعہ فیروز آباد میں قیام فرمایا، جو انتہائی دلکش اور ساحل دریا کے قریب نہایت لطافت و پاکیزگی کا حامل مقام ہے، یہیں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ (م ۱۰۳۴ھ مطابق ۱۶۲۴ء) اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ (م ۱۰۵۲ء مطابق ۱۶۴۲ء) جیسی ہستیاں آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئیں۔

جمادی الثانیہ ۱۰۱۲ھ مطابق نومبر ۱۶۰۳ء کے اوائل میں آپ پر امراض جسمانی کا غلبہ ہوا، آپ نے لوگوں سے میل جول ترک کر دیا، اجراء فیض کا کام حضرت مجدد الف ثانی کے سپرد فرمایا اور خود وصال محبوب کے ذوق و آرزو میں غرق ہو گئے،۔۔۔ ۲۵/ جمادی الثانیہ ۱۰۱۲ھ مطابق ۳۰/ نومبر ۱۶۰۳ء کو اپنے مکان واقع کوٹلہ دہلی میں انتقال فرمایا، اس وقت آپ کی عمر مبارک بلحاظ ہجری اکتالیس (۴۱) سال تھی، دوسرے روز آپ کو مغربی دہلی میں قدم شریف رسول اللہ ﷺ کے جوار میں شاہراہ کے متصل آسودۂ خاک کیا گیا، یہ پورا قبرستان اب خواجہ باقی باللہؒ کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت خواجہ حسام الدین احمدؒ (م ۱۰۴۳ھ مطابق ۱۶۳۳ء) کی مساعی سے آپ کا نہایت خوبصورت مزار مبارک تیار ہوا، انہوں نے آپ کے مزار مبارک کے گرد ایک باغیچہ لگوایا اور ایک آبشار بنوایا تھا، لیکن حضرت خواجہ کی وصیت کے مطابق مرقد شریف پر چھت یا گنبد نہیں بنایا گیا، بلکہ ایک بلند چبوترہ تعمیر کیا گیا، اور جالی کی چاردیواری بنائی گئی، مزار مبارک کے قریب ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد ہے جس کا فرش سنگ مرمر اور ستون سنگ بصری کے ہیں (برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات) ص ۳۱، ۳۲ مؤلفہ خواجہ محمد ہاشم کشمی ☆ عمدۃ المقامات ص ۹۶ مؤلفہ حاجی محمد افضلؒ، مکتبہ الحقیقۃ استنبول ۱۹۹۶ء)

آپ نے صاحبزادگان حضرت خواجہ عبید اللہ عرف خواجہ کلاںؒ (م ۱۰۷۴ھ مطابق ۱۶۶۴ء)، اور حضرت خواجہ عبد اللہ عرف خواجہ خوردؒ (م ۱۰۷۵ھ مطابق ۱۶۶۴ء) اور خلفاء عظام کے علاوہ کئی تصنیفات یادگار چھوڑیں:

☆ تفسیر قرآن مجید (فارسی) ☆ رباعیات (فارسی) ☆ رسالہ طریقت (فارسی) ☆ رسالہ عرفانی (فارسی) وغیرہ، یہ تمام کتابیں مطبوعہ ہیں (تاریخ و تذکرہ خانقاہ سرہند شریف مؤلفہ محمد نذیر رانجھا ص ۸۵ تا ۱۱۰، آپ کے مزید واقعات و واردات کے لئے ملاحظہ فرمائیں اسی

۱۰- حضرت مولانا خواجگی محمد مقتدیٰ املنگیؒ (ولادت سنہ ۹۱۸ھ / سنہ ۱۵۱۲ء - وفات ۲۲/ شعبان سنہ ۱۰۰۸ھ مطابق ۷/ مارچ سنہ ۱۶۰۰ء)[137]

کتاب میں ص ۱۱۱ تا ۱۶۴ ☆ سرگذشت امثال باقی الموسوم بہ سیرت باقی مؤلفہ جناب حافظ سید عزیز حسن صاحب بقائی نقشبندی مدیر پیشوا دہلی، ناشر محبوب المطابع برقی پریس دہلی، سنہ ۱۹۲۶ء)

137 - آپ کا اسم گرامی محمد مقتدیٰ المعروف خواجگی ہے جس کے معنی منسوب بہ خواجہ کے ہیں۔ انہیں خواجہ املنگی حضرت بھی کہا جاتا ہے۔

بخارا سے تین میل کے فاصلے پر قطب عالم خواجہ درویش محمد کے گھر "املنہ" نامی ایک گاؤں میں سنہ ۹۱۸ھ بمطابق سنہ ۱۵۱۲ء میں پیدا ہوئے، اسی کو بعض اہل تذکرہ نے "املنگ" بھی لکھا ہے، اسی گاؤں کی نسبت سے آپ "املنگی" کہلاتے ہیں (خزینۃ الاصفیاء ص ۱۴۶ تا ۱۴۸ مؤلفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ (م سنہ ۱۳۰۷ھ)، ترجمہ محمد ظہیر الدین بھٹی، ناشر: مکتبۂ نبویہ لاہور، فارسی ایڈیشن سنہ ۱۲۹۰ھ، اردو ایڈیشن سنہ ۱۹۹۴ء ☆ حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۱۷۱ تا ۱۷۳ مؤلفہ مولانا محمد حسن نقشبندی مجددیؒ (محلہ کوٹلہ بجنور) مطبع احسن المطابع مراد آباد سنہ ۱۳۲۲ھ)

قطب عالم خواجہ درویش محمد نے خواب دیکھا کہ نبی کریم رؤف رحیم ﷺ رونق افروز ہیں اور آپ نے اپنی آغوش مبارک میں ایک بچے کو لیا ہوا ہے، یہ دیکھ کر انہیں بے انتہا مسرت ہوئی کہ وہ بچہ ان کا اپنا فرزند محمد مقتدیٰ ہے۔ اسی سرشاری میں ان کی آنکھ کھل گئی۔۔ اس خواب کے بعد والد ماجد کی شفقت آپ پر دوچند ہوگئی، انہوں نے اپنے لخت جگر نور نظر کی تعلیم وتربیت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

آپ کے والد ماجد اپنے زمانے کے اولیائے کاملین میں سے تھے، آپ کی والدہ ماجدہ بھی نہایت بزرگ خاتون تھیں۔ جب والدین صاحبِ تقویٰ ہوں اور مقربین بارگاہ الٰہی بھی ہوں تو اولاد پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

ظاہری اور باطنی دونوں علوم اپنے والد محترم سے حاصل کئے، سیر وسلوک کی تکمیل کے بعد خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے، والد ماجد کے وصال کے بعد مسند نشین ہوئے، اور تیس (۳۰) برس تک مسند مشیخت پر جلوہ افروز رہے۔

آپ شریعت وسنت کے متبع اور خواجۂ خواجگان حضرت بہاؤالدین نقشبند کے اصل طریقہ نقشبندیہ کے سخت پابند تھے، اور اس طریقہ میں جو نئی باتیں لوگوں نے پیدا کر دی تھیں، مثلاً ذکر بالجہر، اذان وجماعتِ تہجد وغیرہ ان سے پرہیز فرماتے، آپ عزیمت کا نمونہ تھے، آپ کو انتہادرجہ کی تمکین حاصل تھی، آپ کی مجلس میں رقص وسماع کی گنجائش نہ تھی، ایک مرتبہ بعض مخلصین نے درخواست کی کہ کیا حرج ہے اگر آپ کی مبارک مجلس میں مثنوی مولانا روم پڑھی جائے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مشکوۃ شریف کی چند حدیثیں پڑھی جایا کریں، بلاشبہ احادیث کا پڑھا جانا زیادہ بہتر ہے۔

سیدھی سادی زندگی گذارتے تھے، آپ کی کوئی باقاعدہ خانقاہ نہ تھی، بڑھاپے کی وجہ سے ہاتھوں میں رعشہ آگیا تھا لیکن مہمانوں کی خدمت اپنے ہاتھ سے کرتے، خود کھانا لاتے، علماء وفضلا، امراء وفقراء آپ سے استفادہ واستفاضہ کے لیے حاضر ہوتے،

عبد اللہ خان والئ توران اکثر خدمت عالیہ میں حاضر ہوتے۔

طبع شریف میں انتہا درجہ کا انکسار تھا، چنانچہ آپ کے بڑھاپے کے زمانہ میں ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور مسجد بلندی پر واقع ہے اور آپ کا گھر کافی نیچے ہے، کمزوری کے باعث آنے جانے میں کافی تکلیف ہوتی ہے، اس لیے زیادہ بہتر ہوگا کہ آپ نماز عصر، مغرب وعشاء پڑھ کر ایک ہی بار واپس جایا کریں۔ جواب میں ارشاد فرمایا جیسی نمازیں ہم پڑھتے ہیں ان میں بس مسجد میں آنا جانا ہی تو کام ہے، باقی ہماری نمازوں میں کیا رکھا ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ کرامت کا کوئی اعتبار نہیں، اللہ والوں کے پاس خالصتاً لوجہ اللہ جانا چاہئے، تاکہ ان کے باطن سے حصہ ملے۔

برصغیر پاک وہند کی سرزمین آپ کی احسان مند ہے کہ آپ نے اپنے خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ باقی باللہؒ کو یہاں بھیجا تاکہ یہ پیاسی سرزمین بھی نسبت نقشبندیہ کے آب حیات سے فیضیاب ہو جائے، اللہ پاک آپ کو اپنی شایان شان بدلہ نصیب فرمائے آمین۔

وفات سے چند یوم قبل آپ نے اپنے خلیفہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہؒ کو خط تحریر فرمایا، اور اس میں دو شعر تحریر فرمائے:

زماں تازماں مرگ بادآیدم
ندانم کنوں تاچہ پیش آیدم
جدائی مبادا مرا از خدا
جگرہرچہ پیش آیدم شایدم

اس خط کے لکھنے کے چند روز کے بعد آپ کی وفات ہوگئی۔۔۔ تقریباً نوے (۹۰) سال کی عمر میں ۲۲/ شعبان ۱۰۰۸ھ بمطابق ۷/ مارچ ۱۶۰۰ء میں آپ نے انتقال فرمایا، آپ کا مزار مبارک " امکنہ " میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ تاریخ وصال اس طرح منظوم کی گئی ہے:

چوں شہ خواجگی باوج بہشت
جلوہ گر گشت چوں مہ انور
ہست "شیخ زماں" وصال او
ہم بخواں "خواجۂ یقین اکبر"

اسی دور میں ہندوستان میں اکبر بادشاہ (۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء) کی مضبوط حکومت قائم تھی۔

(مختصر حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ ص ۱۶ مؤلفہ حضرت مولانا احمد حسن منورویؒ طبع دوم شائع شدہ منوروا شریف، ضلع سمستی پور، ☆ خزینۂ معرفت ص ۸۵ مرتبہ محمد ابراہیم قصوری، ☆ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ نور بخش توکلی صفحہ ۲۱۴ تا ۲۱۷ ناشر مشتاق بک کارنر

۱۱- حضرت مولانا درویش محمدؒ (ولادت ۶/ شوال المکرم ۸۴۶ھ مطابق ۱۵/ فروری ۱۴۴۳ء - وفات ۱۹/ محرم الحرام ۹۷۰ھ مطابق ۲۷/ ستمبر ۱۵۶۲ء)[138]

لاہور۔☆تذکرہ نقشبندیہ خیریہ ص ۳۷۲ تا ۳۷۴ مولفہ محمد صادق قصوریؒ ناشر دربار عالیہ مرشد آباد پشاور ۲۰۰۷ء☆تاریخ مشائخ نقشبندیہ ص۳۲۹ تا ۳۳۲ مؤلفہ عبدالرسول للہی)

[138] - آپ کی ولادت ۶/ شوال المکرم ۸۴۶ھ مطابق ۱۵/ فروری ۱۴۴۳ء کو ہوئی، بڑے عالم، عارف اور درویش تھے، بیعت سے قبل پندرہ سال تک بے آب ودانہ زہد وریاضت میں گذارے، ایک دن بھوک سے سخت پریشان ہو کر آسمان کی جانب سر اٹھایا، اسی وقت حضرت خضر علیہ السلام نمودار ہوئے، اور فرمایا کہ اگر تم کو صبر وقناعت مطلوب ہے تو اپنے ماموں جان حضرت مولانا محمد زاہد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو، آپ نے تعمیل حکم کی اور حاضر خدمت ہو کر بیعت کی اور پھر خلافت سے سرفراز ہوئے اور ماموں کے وصال کے بعد آپ کے جانشیں ہوئے۔

صاحب مقام ہونے کے باوجود اپنے احوال کا اخفا فرماتے تھے، بچوں کو قرآن کریم پڑھاتے تھے، اسی لئے شروع میں لوگ آپ کو محض ایک ملا سمجھتے تھے، اتفاق سے ایک ترک درویش کا گذر آپ کے شہر سے ہوا، اس نے کہا کہ ایک مرد خدا کی بو آتی ہے، اور آپ کی طرف اشارہ فرمایا۔

آپ کے صاحبزادہ حضرت خواجگی امکنگیؒ کا بیان ہے کہ ایک دن کسی درویش نے والد صاحب سے حضرت نورالدین خوافیؒ کے مقام ومرتبہ کا ذکر کیا، والد صاحب کو ان سے ملنے کا اشتیاق ہوا، حسن اتفاق حضرت خوافیؒ ایک دن اسی علاقہ میں تشریف لے آئے، آپ نے جیسے ہی سنا، اسی حالت میں حاضر خدمت ہوئے، میں بھی آپ کے ہمراہ تھا، معانقہ کے بعد تھوڑی دیر مراقبہ ہوا اور پھر والد صاحب واپس تشریف لے آئے، واپسی کے بعد حضرت خوافیؒ نے فرمایا کہ یہ درویش کامل ہیں، یہاں کے لوگ اندھے ہیں جو آپ سے فیضیاب نہیں ہوتے، اس کے بعد ہی آپ کی شہرت ہوئی، اور رجوع عام شروع ہو گیا۔

بڑے صاحب کرامات تھے، کہتے ہیں کہ آپ کے عہد میں ایک بڑے بزرگ شیخ حسین خوارزمی کردیؒ تھے جن سے مشائخ اور صوفیاء بھی خائف رہتے تھے، اس لئے کہ وہ جس مقام سے گذرتے وہاں کے ولیوں کی ولایت سلب کر لیتے تھے، مولانا درویش محمدؒ کو معلوم ہوا تو آپ نے اپنی نظر باطن سے خود شیخ ہی کی نسبت سلب کر لی اور پھر شیخ کی طرف روانہ ہوئے، راستہ میں شیخ سے ملاقات ہوئی، شیخ نے انتہائی تواضع وانکسار کے ساتھ آپ سے معذرت کی، مولانا نے ان کی نسبت مسلوبہ واپس کر دی اور شیخ اس علاقہ کو چھوڑ کر اپنے وطن واپس لوٹ گئے۔

آپ کی وفات حسرت آیات ایک سو انیس (۱۱۹) سال کی عمر میں بروز جمعرات ۱۹/ محرم الحرام ۹۷۰ھ مطابق ۲۷/ ستمبر ۱۵۶۲ء کو ہوئی، مزار مبارک ماوراء النہر میں شہر سبز "اسفرار" کے مقام پر ہے، تاریخ وفات "مست عشق" اور "شیخ اولیاء بود" (۹۷۰ھ) سے نکلتی ہے (تذکرہ نقشبندیہ خیریہ ص ۳۶۹، ۳۷۰☆تذکرہ مشائخ نقشبندیہ نور بخش توکلی ص ۲۱۱ تا ۲۱۳☆خزینۃ الاصفیاء ص ۱۴۵ مؤلفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ (م ۱۳۰۷ھ)، ترجمہ محمد ظہیر الدین بھٹی، ناشر: مکتبۂ نبویہ لاہور، فارسی ایڈیشن ۱۲۹۰ء

۱۲ -حضرت مولانا خواجہ محمد زاہد وخشیؒ (ولادت ۱۴/ شوال المکرم ۸۵۲ھ مطابق ۱۹/ دسمبر ۱۴۴۸ء—وفات رحلت یکم ربیع الاول ۹۳۶ھ مطابق ۱۳/ نومبر ۱۵۲۹ء)[139]

ھ ،اردو ایڈیشن ۱۹۹۴ء)

[139] -حضرت خواجہ احرارؒ کے اجل خلفاء میں ہیں،یہی وہ دور ہے جب ظہیر الدین بابر نے برصغیر میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی ،بابر کے دادا سلطان ابو سعید مرزا پر حضرت ایشاںؒ کی نظر عنایت رہی تھی، چنانچہ شاہان مغلیہ نے ہمیشہ مشائخ نقشبندیہ کا احترام قائم رکھا،اس دور کا دوسرا اہم ترین واقعہ ایران میں صفوی حکومت کا قیام تھا، جس کی بنیاد شاہ اسمٰعیل (م ۱۵۲۴ء) نے رکھی، صفوی حکمراں مذہباً شیعہ تھے،اور جنوبی ایشیا کے سنی مغل بادشاہوں کے حریف تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت قصبہ "وخش"[139] نزد حصار علاقہ بخارا میں ۱۴/ شوال المکرم ۸۵۲ھ مطابق ۱۹/ دسمبر ۱۴۴۸ء کو ہوئی۔

آپ بقول شیخ شرف الدین محمد کشمیریؒ (صاحب روضۃ السلام) حضرت خواجہ یعقوب چرخیؒ کے نواسہ ہیں، ذکر کی تلقین حضرت چرخیؒ کے کسی خلیفہ سے حاصل کی، جب حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کی شہرت سنی تو آپ حصار سے سمرقند کی طرف روانہ ہوئے اور سمرقند کے محلہ وائسرائے میں اترے، وہاں سے حضرت احرارؒ کا مکان تین کوس پر تھا، حضرت کو بذریعۂ کشف معلوم ہو گیا کہ مولانا زاہدؒ ملنے کے لئے آرہے ہیں، وہ عین دوپہر کے وقت مریدین کی ایک جماعت کے ساتھ سواری سے استقبال کے لئے نکلے، کسی کو معلوم نہ تھا کہ حضرت کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟ آپ نے اونٹ کو اپنے حال پر چھوڑ دیا، مولانا کی قیامگاہ پر پہونچ کر اونٹ خود رک گیا، مولانا کو حضرت خواجہؒ کی تشریف آوری کی خبر ہوئی تو بے اختیار دوڑے ہوئے باہر نکلے، حضرت کی قدم بوسی حاصل کی، اور خلوت میں اپنے تمام حالات و واردات پیش کئے، اور بیعت کی خواہش ظاہر کی، حضرت خواجہؒ نے اسی مجلس میں بیعت فرما کر تکمیل تک پہونچا دیا، اور خلافت عطا کر کے وہیں سے رخصت کر دیا، بعض پرانے متوسلین کو یہ بات عجیب لگی تو حضرت نے فرمایا کہ:

> "مولانا زاہد چراغ اور تیل بتی تیار کر کے ہمارے پاس آئے تھے، ہم نے صرف روشن کر کے رخصت کر دیا"

آپ خواجہ احرارؒ کے خلیفۂ اعظم ہوئے، آپ کی رحلت یکم ربیع الاول ۹۳۶ھ مطابق ۱۳/ نومبر ۱۵۲۹ء کو "وخش" (مضافات حصار بمطابق حضرات القدس، جبکہ معجم البلدان میں اسے نواح بلخ میں ختل سے متصل دریائے جیحوں کے کنارے آباد ایک گاؤں لکھا گیا ہے) میں ہوئی، اور وہیں مزار اقدس مرجع خاص و عام ہے۔

تاریخ وفات (۹۳۶ھ) درج ذیل مادوں سے نکلتی ہے:

"سعادت نشان"-"فیض الٰہی"-"فیض ولی"-"پیر خواجہ محمد زاہد" (تذکرہ نقشبندیہ خیریہ ص ۳۶۶، ۳۶۷☆ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ نور بخش توکلی ص ۲۰۹ تا ۲۱۰☆ تاریخ مشائخ نقشبندیہ ص ۳۲۳، ۳۲۴ مؤلفہ عبد الرسول للہی)

۱۳-حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرارؒ (ولادت رمضان المبارک ۸۰۶ھ مطابق مارچ ۱۴۰۴ء-وفات ۲۹/ربیع الاول ۸۹۵ھ مطابق ۱/مارچ ۱۴۹۰ء)[140]

---حواشی---

140- زد به جہاں نوبت شاہنشہی
کوکبۂ فقر عبید الٰہی
آنکہ زحریت فقر آگہ است
خواجہ احرار عبیداللہ است

سلسلۂ نقشبندیہ میں حضرت خواجۂ بزرگ کے بعد سب سے زیادہ آپ نے شہرت پائی، سلسلہ میں آپ کو "حضرت ایشاں" کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے، آپ کا اسم گرامی "عبید اللہ" اور لقب "ناصر الدین" ہے، "احرار" بھی آپ کا ایک لقب ہے، جو اصل میں "خواجۂ احرار" ہے۔ اہل طریقت کی اصطلاح میں حر (جمع احرار) اسے کہتے ہیں، جو حق تعالیٰ کی عبودیت میں کمال اور غیر اللہ کی غلامی سے مکمل آزادی حاصل کرے۔

برصغیر میں اس وقت آپ کے معاصر حضرت محمد غوث گیلانیؒ (م ۱۵۱۷ء) تھے، جو حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی دسویں پشت سے تھے، انہوں نے سلسلۂ قادریہ کو جنوبی ایشیا میں متعارف کرایا۔ اور سیاسی طور پر یہاں سید خاندان اور لودھی خاندان کی حکمرانی کا دور تھا، جس میں سلطنت دہلی کی مرکزیت کا خاتمہ ہو چکا تھا، عالم اسلام کے مغربی حصہ میں البتہ عثمانی ترکوں کی یورپ میں پیش قدمی جاری تھی، اور سلطان محمد فاتح نے ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ پر قبضہ کر کے بزنطینی حکومت کا خاتمہ کر دیا تھا، اور سلطان سلیم نے بعد میں مصر پر قبضہ کر کے نام نہاد عباسی خلافت ختم کی، اور یہ خلافت سلاطین ترکی کی طرف منتقل ہو گئی، اندلس میں مسلمان زوال کی انتہا کو پہونچ چکے تھے، اور یورپ کے عیسائی حکمرانوں نے ۱۴۹۲ء میں غرناطہ پر قبضہ کر کے اندلس میں مسلم اقتدار کی آخری علامت بھی ختم کر دی، اور انتہائی بربریت سے کام لیتے ہوئے مسلم تہذیب و تمدن کے نشانات مٹا دیئے۔

ولادت باسعادت رمضان المبارک ۸۰۶ھ مطابق مارچ ۱۴۰۴ء میں تاشقند کے مضافاتی قصبہ "باغستان" میں ہوئی، ---مادۂ تاریخ ولادت "تاج عارفاں" (۸۰۶ھ) ہے، والد گرامی کا اسم مبارک "محمود بن شہاب الدین شاشی" (تاشقند کا پرانا نام شاش تھا) ہے، آپ حضرت خواجہ محمد باقی بغدادیؒ کی اولاد میں سے ہیں، پیدائشی ولی تھے، والدہ ماجدہ شیخ عمر باغستانیؒ کی اولاد سے تھیں، اور حضرت خواجہ محمود شاشیؒ کی دختر نیک اختر تھیں، کہتے ہیں کہ آپ نے مدت نفاس میں والدہ کا دودھ نہیں پیا، نفاس اور طہارت کے بعد دودھ پینا شروع کیا۔

بچپن ہی سے آثار رشد و ہدایت اور انوار قبول و عنایت آپ کی پیشانی میں نمایاں تھے، آپ کے جد امجد قطب زماں خواجہ شہاب الدین کا جب وقت اخیر ہوا تو تمام پوتوں کو الوداع کہنے کے لئے بلایا، خواجۂ احرار بہت چھوٹے تھے، لیکن جب وہ تشریف لائے تو آپ نے کھڑے ہو کر شفقت و عنایت کے ساتھ فرمایا کہ:

"میرے اس فرزند کے بارے میں مجھے بشارت نبوی ملی ہے کہ یہ پیر عالمگیر ہو گا اور شریعت وطریقت کو اس سے رونق حاصل ہو گی"۔

لڑکپن ہی سے مزارات مشائخ پر حاضری کا ذوق تھا، آپ کے ماموں خواجہ محمد ابراہیمؒ کو آپ کی تعلیم کی بڑی فکر تھی ، آپ کو سمرقند کے اہل علم کے پاس بٹھایا، لیکن ذوق باطنی علم ظاہر کے ذوق پر غالب رہا، خواجہ صاحب بظاہر علم ظاہر تو حاصل نہ کر سکے، لیکن خواجہ فضل اللہ اللیثی (جو سمرقند کے اکابر علماء میں تھے) کے بقول تفسیر بیضاوی کے کسی مقام پر وہ کوئی شبہ پیش کرتے تھے، تو بڑا سے بڑا عالم اس کو حل کرنے سے عاجز ہو جاتا تھا۔۔۔ انہوں نے ۲۲/ بائیس سال کی عمر سے انیتس (۲۹) سال کی عمر تک مسلسل اسفار کئے، اور بہت سے مشائخ اور اہل اللہ کے آستانوں پر حاضری دی، سمرقند میں اکثر مولانا نظام الدین خلیفۂ حضرت علاء الدین عطارؒ کی صحبت میں حاضر ہوتے تھے، حضرت عطارؒ نے پیشین گوئی کی تھی کہ:

"ایک وقت آئے گا کہ دنیا کے سلاطین اس جوان کے دربار کے غلام ہونگے"

سمرقند ہی میں حضرت سید قاسم تبریزیؒ، بخارا کے راستے میں شیخ سراج الدین کلال پر مسیؒ (پر مس قصبہ وابکنی کے نواحی دیہات میں سے ہے، جو بخارا سے بارہ میل کے فاصلے پر واقع ہے) خلیفہ حضرت خواجہ نقشبندؒ، بخارا میں مولانا حسام الدین شاشیؒ خلیفۂ اول حضرت سید امیر حمزہؒ بن سید امیر کلالؒ، اور خواجہ علاء الدین غجدوانیؒ خلیفہ حضرت خواجہ نقشبندؒ جیسے بڑے مشائخ کی صحبتوں سے استفادہ کیا۔۔۔ ہرات میں چار (۴) سال قیام کیا، یہاں شیخ بہاء الدین عمرؒ اور کبھی کبھی شیخ زین الدین خوافیؒ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے، ہرات ہی میں ایک سوداگر کے ذریعہ حضرت خواجہ یعقوب چرخیؒ کے فضائل سے آگاہ ہوئے، اور آپ کی خدمت میں حاضری کے ارادہ سے بلخ کے راستے سے حصار کی طرف متوجہ ہوئے، بلخ میں مولانا حسام الدین پارساؒ خلیفہ حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور وہاں سے چغانیاں میں حضرت خواجہ علاء الدین عطار کے مزار اقدس پر حاضری دیتے ہوئے حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور درمیان میں کئی موانع اور آزمائشوں سے گذرتے ہوئے آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، اور پہلی مجلس ہی میں حضرت چرخیؒ نے آپ کو اجازت بیعت مرحمت فرمادی اور ارشاد فرمایا:

"جو کچھ ہم کو خواجہ نقشبند سے پہونچا ہے یہی ہے، اگر تم بطریق جذبہ طالبوں کی تربیت کرو تو تمہیں اختیار ہے"

پرانے اصحاب نے اس پر اعتراض کیا تو حضرت چرخیؒ نے جواب دیا کہ:

"جو طالب کسی بزرگ کی صحبت میں آنا چاہے، تو اسے خواجہ عبید اللہ احرارؒ کی طرح آنا چاہیئے، کہ چراغ ، تیل اور بتی سب تیار ہیں، صرف دیا سلائی دکھانے کی دیر ہے"

وہاں سے انیتس (۲۹) سال کی عمر میں آپ وطن مالوف واپس تشریف لائے۔

تاشقند میں ایک شخص کی شراکت سے آپ نے زراعت کا کام شروع کیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کی زراعت میں ایسی برکت دی کہ بے شمار اسباب واملاک، اراضی اور جانور آپ کے پاس جمع ہو گئے، آپ کا شمار ملک کے رؤساء میں ہونے لگا، لیکن یہ دولت اور اسباب دنیا آپ کی ذات کے لئے نہ تھے بلکہ خلق خدا کے لئے تھے، آپ بڑے صاحب کرامات تھے، کتب سوانح میں آپ کی کرامت کے بہت سے واقعات منقول ہیں، آپ سے عام درویشوں کے علاوہ سلاطین اور امراء وقت کو بھی فیض پہونچا، انتقال پر ملال ۲۹/ ربیع

۱۴-حضرت مولانا یعقوب بن عثمان چرخی ؒ (ولادت ۷۶۲ھ م ۱۳۶۰ء -وفات ۱۵ / صفر المظفر ۸۵۱ھ مطابق ۱۱ / مئی ۱۴۴۷ء)[141]

الاول ۸۹۵ھ مطابق ۱ / مارچ ۱۴۹۰ء کو ہوا، انتقال کے وقت آپ کی دونوں ابروؤں کے درمیان سے نور کی لکیریں نکل رہی تھیں ،محلہ خواجہ کفشیر محوطہ ملایاں سمرقند میں مدفون ہوئے۔

آپ کے خلیفۂ نامدار حضرت شیخ عبد الرحمن جامیؒ نے یہ تاریخ وصال لکھی۔

بہشت وصدونودوپنج درشب شنبہ
کہ بود سلخ مہ فوت احمد مرسل
کشید خواجۂ دنیا و دیں عبید اللہ
شراب صافی عیش ابد زجام اجل

حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کی بدولت قبائل میں اسلام کی بڑی اشاعت ہوئی، خاص طور پر ازبک قبائل نے بڑی تعداد میں اسلام قبول کیا، دوسری طرف سلسلۂ نقشبندیہ آپ کے خلفاء کے ذریعہ تین شاخوں کی صورت میں مختلف اطراف میں پھیلا، ایک شاخ تو وسط ایشیا کے قدیم سرچشمہ پر مشتمل تھی، اس میں سمرقند، مرو، خیوا، تاشقند، بخارا، ہرات کے شہر اہم روحانی مراکز تھے ،دوسری شاخ حضرت کے خلیفہ شیخ عارف باللہ عبد اللہ سماوؒ (م ۱۴۹۰ء) اور شیخ سعید احمد بخاری تکیاسیؒ کے ذریعہ مغرب میں اناطولیہ اور ترکی میں پھیلی، اس شاخ کے اثرات کوہ قاف کے علاقہ داغستان وغیرہ میں پھیلے، اوراس نے امام شاملؒ جیسے مجاہد پیدا کئے، تیسری شاخ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے ذریعے برصغیر پاک وہند میں پھیلی۔ (تذکرہ نقشبندیہ خیریہ ص ۳۴۹-۳۶۵☆تذکرہ مشائخ نقشبندیہ نور بخش توکلی ص ۱۹۰ تا ۲۰۸☆ تاریخ مشائخ نقشبندیہ ص ۳۰۱ تا ۳۲۰ مؤلفہ عبد الرسول للہی))

141- آپ کی ولادت غزنی (افغانستان) کے علاقہ میں "چرخ" کے مقام پر ۷۶۲ھ مطابق ۱۳۶۰ء میں ہوئی، پورانام ونسب یہ ہے: خواجہ یعقوب بن عثمان بن محمود بن محمد بن محمود الغزنوی ثم الچرخوی ثم السہرزی المعروف یعقوب چرخی۔

آپ کے والد ماجد اکابر علماء اوراولیاء اللہ میں تھے، ان کی ریاضت کا حال یہ تھا کہ ایک روز پڑوسی کے گھر سے پانی لائے ،پانی چونکہ یتیم کے پیالے میں تھا اس لئے نہیں پیا، آپ نے یہ رباعی اپنے والد بزرگوار سے پڑھی تھی:

جز فضل تو راہ کے نماید مارا
جز جود توبندگی کہ شاید مارا
گرچلۂ ہردوکون طاعتداریم
بے لطف تو کار بر نیاید مارا

آپ نے جامعہ ہرات اور دیار مصر میں تعلیم پائی، حضرت مولانا شہاب الدین سیرامیؒ (جو اپنے زمانے کے مشہور عالم دین تھے) سے تلمذ حاصل کیا اور فتویٰ کی اجازت علماء بخارا سے حاصل ہوئی، حضرت شیخ زین الدین خوافیؒ (متوفی ۸۳۳ھ یا ۸۳۴ھ ۸۳۸ھ) آپ کے ہم درس تھے۔

آپ کو زمانۂ تعلیم ہی سے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ سے عقیدت تھی، تعلیم سے فراغت کے بعد وطن واپسی سے قبل حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور توجہ کی درخواست کی، حضرت نے فرمایا: حالت سفر میں توجہ؟ آپ نے عرض کیا کہ میں قیام کرنا چاہتا ہوں، آپ نے پوچھا کیوں؟ عرض کیا کہ آپ مقبول بارگاہ الٰہی ہیں، حضرت نے پوچھا: دلیل؟ یہ شیطانی خیال بھی تو ہو سکتا ہے؟ آپ نے بڑے ادب وانکسار کے ساتھ عرض کیا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ:

اللہ جب کسی بندہ کو اپنا دوست بناتے ہیں تو اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں"

عن أبي هريرة : عن النبي صلى الله عليه وسلم قال(إذا أحب الله العبد نادى جبريل إن الله يحب فلانا فأحببه فيحبه جبريل فينادي جبريل في أهل السماءإن الله يحب فلانافأحبوه فيحبه أهل السماءثم يوضع له القبول في الأرض)(الجامع الصحيح المختصرج ٣ص١١٧٥حديث نمبر:٣٠٣٧المؤلف : محمد بن إسماعيل أبوعبدالله البخاري الجعفي الناشر:دارابن كثير،اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة، 1407 – 1987 تحقيق:د.مصطفى ديب البغاأستاذالحديث وعلومه في كلية الشريعة–جامعة دمشق عددالأجزاء:6 مع الكتاب:تعليق د.مصطفى ديب البغا)

حضرت نے تبسم کے ساتھ فرمایا کہ "ماعزیزانیم" یہ جملہ سن کر آپ کی حالت متغیر ہو گئی، آپ نے بہت قبل ایک خواب دیکھا تھا یہ جملہ اسی کی طرف غماز تھا، آپ وہ خواب بھول چکے تھے لیکن حضرت کا یہ جملہ سن کر وہ یاد آ گیا۔

حضرت نے آپ کو اپنی کلاہ عنایت کی اور فرمایا کہ اس سے تمہارے خاندان میں برکت ہو گی اور رخصت کے وقت ارشاد فرمایا کہ: اس سفر میں مولانا تاج الدین دشتی کولکیؒ سے ضرور ملنا وہ اللہ کے ولی ہیں،۔۔۔ چنانچہ واپسی پر حسب ارشاد کولک پہونچ کر حضرت تاج الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کی صحبت میں پہونچ کر حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کی عقیدت دوچند ہو گئی، اور آپ نے عزم مصمم کر لیا کہ دوبارہ بخارا جا کر حضرت کے دست حق پرست پر بیعت ہو جائیں۔۔۔ اسی اثنا بخارا میں ایک مجذوب سے آپ کی ملاقات ہوئی جن کے آپ بہت عقیدت مند تھے، ان سے آپ نے حضرت سے بیعت ہونے کے تعلق سے دریافت کیا: تو انہوں نے فرمایا کہ جلدی جاؤ اور بیعت ہو جاؤ۔۔۔ پھر کچھ اور بھی غیبی اشارے ہوئے، جن سے آپ کی عقیدت پختہ سے پختہ تر ہوتی چلی گئی، شام کے وقت آپ اپنے مسکن فتح آباد میں حضرت شیخ سیف الدین الباخرزی (متوفی ۶۵۸ھ مطابق ۱۲۶۰ء) کے مزار پر متوجہ تھے کہ صاحب قبر کی جانب سے اس ارادہ کی قبولیت کی نوید ملی۔

چنانچہ آپ سیدھے بخارا کی جانب روانہ ہوئے حضرت کی قیامگاہ "قصر عارفاں" (حضرت کی ولادت سے قبل اس مقام کا نام "کوشک ہندواں" تھا) حاضر ہوئے تو حضرت سر راہ آپ کے منتظر موجود تھے، حضرت خواجہؒ بہت ہی لطف ومہربانی کے ساتھ پیش آئے، آپ نے غلامی میں قبول کر لینے کی درخواست پیش کی، حضرت نے فرمایا کہ:

"علم دو ہیں: علم باطن، اور یہی نفع بخش ہے، یہ نبیوں اور رسولوں کا علم ہے، دوسرا علم ظاہر، یہ انسانوں پر حجت

بنتا ہے، امید ہے کہ اللہ پاک تمہیں علم باطن سے حصہ عنایت فرمائے گا"

پھر آپ نے اشارۂ ربانی کے تحت ان کو قبول فرمایا اور "وقوف عددی" کی تعلیم دی اور ارشاد فرمایا:

"یہ علم لدنی کا پہلا سبق ہے، جو حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے حضرت خواجہ بزرگ خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ کو پڑھایا تھا، اور فرمایا کہ حتی المقدور عدد طاق کی رعایت رکھنا"

شرف بیعت حاصل کرنے کے بعد ایک عرصہ تک حضرت خواجہ نقشبندؒ کی خدمت میں رہے، اور اس دوران حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ سے تکمیل تعلیم و تربیت بھی کرتے رہے، پھر حضرت خواجہؒ نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرما کر وطن جانے کی اجازت مرحمت فرمائی، اور فرمایا کہ جاؤ! تم کو اللہ کے سپرد کیا، اور ساتھ ہی حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ کی پیروی کا بھی اشارہ دیا۔

آپ بخارا سے شہر کش (اصفہان یا ماوراء النہر کا گاؤں) تشریف لائے، کچھ دنوں یہاں قیام کیا تھا کہ حضرت نقشبند کے وصال کی خبر ملی، جس سے بے حد ملال ہوا۔ کش میں کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ بدخشاں چلے گئے، بدخشاں میں چغانیاں سے حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ کا مکتوب گرامی ملا جس میں حضرت نقشبندؒ کے اشارۂ متابعت کو یاد دلایا گیا تھا، آپ وہاں سے فوراً چغانیاں حاضر ہوئے اور حضرت عطارؒ کی صحبت اختیار کی، چند برس آپ کی صحبت میں رہے یہاں تک کہ ۸۰۲ھ مطابق ۱۴۰۰ء میں حضرت عطارؒ نے رحلت فرمائی، اس کے بعد آپ چغانیاں سے حصار واپس آگئے، اور حضرت خواجہ نقشبندؒ کے حکم کے مطابق سلسلۂ رشد و ہدایت شروع فرمایا، بے پناہ قبولیت حاصل ہوئی، اور کرامات کا بھی ظہور ہوا۔

اس تفصیل کے مطابق آپ اصلاً حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کے مرید و خلیفہ ہیں، لیکن چونکہ حضرت عطارؒ کی صحبت سے بھی کافی استفادہ کیا ہے اور ان کی حین حیات اپنا سلسلہ شروع نہیں فرمایا اس لئے آپ کو حضرت عطارؒ کے حلقے میں بھی شمار کیا جاتا ہے۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۱۵/ صفر المظفر ۸۵۱ھ مطابق ۱۱/ مئی ۱۴۴۷ء کو ہوئی، مزار مبارک "ہلفتو" (یا تلفنون، نزد حصار) میں مرجع خاص و عام ہے، روسی حکومت نے بعد میں اس گاؤں کا نام "گلستان" رکھ دیا تھا۔

مادۂ تاریخ وفات ہے: "شمس الہدایت" "ابر رحمت" (۸۵۱ھ)

آپ نے کئی تصنیفات یادگار چھوڑیں:

☆ تفسیر یعقوب چرخی: اس میں تعوذ و تسمیہ اور فاتحہ کے علاوہ آخری دو پاروں کی تفسیر ہے، ۸۵۱ھ میں مکمل ہوئی، کئی بار چھپ چکی ہے، ۱۳۰۸ھ میں لکھنؤ سے چھپی، ۱۳۳۱ھ میں مطبع اسلامی اسٹیم پریس لاہور سے بھی شائع ہوئی۔

☆ رسالۂ نائیہ: یہ مثنوی مولانا روم کے دیباچہ کی شرح ہے، رسالہ نائیہ جامی کے ہمراہ (ص ۹۵ تا ۱۵۸) انجمن تاریخ افغانستان کابل سے ۱۳۳۶ھ میں خلیل اللہ خلیلی کے حواشی کے ساتھ شائع ہوا۔

☆ رسالہ انسیہ: یہ رسالہ چند فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے، اس میں دوام وضو، ذکر خفی، نماز نفل اور خواجہ نقشبندؒ اور حضرت عطارؒ کے کچھ افادات کا تذکرہ ہے۔

جناب اعجاز احمد بدایونیؒ کی تصحیح کے ساتھ "مجموعۂ ستہ ضروریہ" (مجموعۂ رسائل حضرات نقشبندیہ) میں (ص ۱۵ تا ۳۷)

۱۵-حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ(وفات ۱۸/رجب المرجب ۸۰۲ھ مطابق ۲۴/مارچ ۱۴۰۰ء) [142]

۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۴ء میں یہ چھپ چکا ہے، ۱۹۸۱ء میں جناب اقبال فاروقی مالک مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور نے رسائل نقشبندیہ کا اردو ترجمہ شائع کیا، جس میں رسالہ انسیہ ص ۸۵ تا ۱۲۶ شامل کیا گیا، ۱۹۸۳ء میں یہ رسالہ جناب محمد نذیر رانجھا صاحب کی تصحیح و ترجمہ اور مقدمہ کے ساتھ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد سے مکتبہ دائرۂ ادبیات ڈیرہ اسماعیل خان کے اشتراک کے ساتھ شائع ہوا۔

☆شرح رباعی ابو سعید ابی الخیر: کتاب خانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد کے مجموعہ ۱۴/ رسائل خطی میں اس کا ایک قلمی نسخہ (ص ۱۵۴ تا ۱۶۱) موجود ہے، ان کا نمبر ۴۴۸۴ ہے، کاتب نے آخر میں اس کا نام "جمالیہ" لکھا ہے ، اس مجموعہ کے گیارہویں رسالے کے آخر میں تاریخ کتابت ۱۰۰۰ء درج ہے۔

☆ابدالیہ: اس کا موضوع "اثبات وجود اولیاء اور ان کے مراتب" ہے، یہ رسالہ جناب محمد نذیر رانجھا کے ترجمہ کے ساتھ اپریل ۱۹۷۸ء میں اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور کی جانب سے شائع ہو چکا ہے، اور اس کا فارسی متن انہی کی تصحیح کے ساتھ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان اسلام آباد نے جون ۱۹۷۸ء میں شائع کیا ہے۔

☆شرح اسماء اللہ: اس کے دیباچہ میں آپ نے لکھا ہے کہ اس سے پہلے علماء طریقت نے عربی و فارسی میں اسماء اللہ کی متعدد شرحیں لکھی ہیں، میں نے ان کے فوائد فارسی میں جمع کئے ہیں، تاکہ عام و خاص کو اس سے فائدہ پہونچے۔

☆قرآن شریف کا تاجک زبان میں ترجمہ: تاجک زبان میں قرآن شریف کا ترجمہ قریب چھ سو (۶۰۰) سال قبل خواجہ یعقوب چرخیؒ نے کیا تھا۔

☆رسالہ دربارۂ اصحاب و علامات قیامت: بخط نستعلیق ۱۳ویں ہجری، کاتب محمد املا آدینہ خواجہ الیستر خانی سرائے، بروز چہار شنبہ صفر، آغاز ناقص (مجموعہ مخطوطات، نمبر ۵۴۷۸ بنیاد خاور شناسی تاشقند، نسخہ ہائی خطی (ج ۹ ص ۱۷۸) زیر نظر محمد تقی دانش پژدہ، تہران ۱۳۵۸ء)(بحوالہ: تذکرہ نقشبندیہ خیریہ ص ۳۴۵-۳۴۸ ☆تذکرہ مشائخ نقشبندیہ نور بخش توکلی ص ۱۸۵ تا ۱۸۹ ☆ خزینۃ الاصفیاء ص ۸۹-۹۰ مؤلفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ (م ۱۳۰۷ھ)، ترجمہ محمد ظہیر الدین بھٹی، ناشر: مکتبۂ نبویہ لاہور، فارسی ایڈیشن ۱۲۹۰ھ، اردو ایڈیشن ۱۹۹۴ء)

142 - بیعت کے لحاظ سے حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ کے سلسلے میں نہیں آتے لیکن پیر صحبت نیز نسبت علائیہ کے لحاظ سے سلسلے میں داخل ہیں، اسی لئے آپ کا تذکرہ تمام مرتبین شجرہ نے کیا ہے، اور انہی کی تقلید و اتباع میں یہاں آپ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

آپ حضرت خواجۂ خواجگان سید بہاء الدین نقشبند بخاریؒ کے خلیفۂ اول اور نائب مطلق تھے، ولادت بخارا یا ماوراء النہر کے علاقے میں واقع ایک قصبہ "چغانیاں" میں ہوئی، اسم گرامی محمد بن محمد بخاری تھا، والد ماجد نے وفات پائی تو سارا ترکہ اپنے دیگر ورثہ

کے لئے چھوڑ دیا، اور حالت تجرید (بے سروسامانی) میں بخارا کے ایک مدرسہ میں داخل ہوئے، بچپن سے طبیعت فقر کی طرف مائل تھی، ایک دن حضرت خواجہ نقشبندؒ قصر عارفاں سے اس مدرسہ میں تشریف لائے، آپ ایک حجرہ میں پھٹے ہوئے بوریا پر ایک اینٹ سرہانہ کی طرف رکھ کر مطالعہ میں مصروف تھے، حضرت خواجہؒ کی نورانی صورت پر نظر پڑی تو احترام میں کھڑے ہوگئے، حضرت خواجہ نے آپ کی پیشانی کے نور ولایت کا مشاہدہ فرمایا اور عہد طالب علمی ہی میں اپنی صاحبزادی سے ان کا نکاح کر دیا۔

طریقت کا ذوق غالب ہوا تو تعلیم ظاہر ترک کرکے حضرت خواجہؒ کے آستانے پر آپڑے، حضرت خواجہؒ نے شرف بیعت سے مشرف فرمایا اور آپ کی توجہات خاصہ سے بہت جلد مرتبۂ کمال کو پہونچ گئے، حضرت خواجہؒ نے اپنی زندگی ہی میں بہت سے طالبوں کی تربیت آپ کے حوالے کر دی اور فرمایا کہ علاء الدین نے ہمارا بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔

قدوۃ المحققین حضرت سید شریف جرجانیؒ فرماتے تھے کہ جب تک میں شیخ زین الدین کی صحبت میں نہیں پہونچا تھا، رفض سے نجات نہ ملی، اور جب تک خواجہ علاء الدین عطارؒ کی صحبت سے مشرف نہ ہوا مجھے خدا کی معرفت نہ مل سکی۔

حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ گو کہ حضرت نقشبندؒ کے خلیفہ تھے لیکن آپ سے جو سلسلۂ خاص چلا اس کو سلسلۂ علائیہ کہتے ہیں، امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوب گرامی (دفتر اول مکتوب نمبر ۲۹۰) میں تحریر فرماتے ہیں:

"اس طریقہ (نقشبندیہ) کا مبدأ حضرت خواجۂ نقشبند ہیں، اور وہ معیت ذاتیہ کے راستہ سے ابھرتا ہے، اور وہ جذبہ حضرت خواجہؒ سے ان کے خلیفۂ اول خواجہ علاء الدین کو پہونچا اور چونکہ آپ اپنے وقت کے قطب ارشاد تھے، اس لئے آپ نے بھی اس قسم کے جذبہ کے حصول کے لئے ایک طریقہ وضع فرمایا اور وہ طریقہ آپ کے خانوادہ کے خلفاء میں طریقۂ علائیہ کے نام سے مشہور ہے، بلاشبہ یہ طریقہ کثیر البرکت ہے، اور اس طریقہ کا تھوڑا حصہ بھی دوسروں کے بہت سے طریقوں سے بھی زیادہ نافع ہے"

ایک اور موقعہ پر لکھتے ہیں:

"حضرت علاء الدین عطار نسبت ولایت و شہادت و صدیقیت کے ساتھ معیت ذاتیہ کی راہ سے غیبت ذات تک پہونچے ہیں، اور آخری نقطہ تک رسائی حاصل کی، اور اس جگہ بقا پیدا کی ہے، قطب ارشاد تو کیا قطب مدار کا انحصار بھی اسی نقطہ تک رسائی ہے، جب تک اس مقام میں فنا و بقا پیدا نہ کی جائے، ان ہر دو قطبیت تک نہیں پہونچ سکتے، اور خواجہ علاء الدین عطارؒ نے اس مقصد تک پہونچنے کے لئے ایک طریقہ وضع کیا ہے، اور ان کے خلفاء نے اس طریقہ کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے، کہ اقرب طریقہ طریقۂ علائیہ ہے، حقیقت بھی یہی ہے، کہ یہ طریقہ قریب ترین ہے، اولیائے عظام میں سے کم ہی اس راہ سے اعلیٰ ترین مقام تک پہونچے ہیں، چہ جائیکہ وہ اس مقصد کے لئے ایسے طریقے کو وضع کرتے، حضرت محمد پارساؒ، حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ نے حضرت علاء الدینؒ کی صحبت میں اس طریقہ سے اپنا حصہ پایا" (تاریخ مشائخ نقشبندیہ ص ۲۹۱ عبدالرسول للہی)

حضرت خواجۂ نقشبندؒ کی رحلت کے بعد آپ کے جملہ اصحاب نے آپ سے استفادہ کیا، یہاں تک کہ حضرت خواجہ محمد پارساؒ (م ۸۲۲ھ مدینہ منورہ) نے بھی آپ سے بیعت کی حالانکہ ان کے بارے میں حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا تھا کہ:

"جو مجھے دیکھنا چاہے وہ محمد پارساؒ کو دیکھ لے"

۱۶-خواجہ خواجگان خواجہ سید محمد بہاء الدین نقشبندؒ (ولادت ۴/ محرم الحرام ۷۰۸ھ یا ۷۱۸ھ مطابق یکم جولائی ۱۳۰۸ء یا ۱۵/ مارچ ۱۳۱۸ء یا ۷۲۸ھ مطابق ۱۳۲۷ء، ۱۳۲۸ء - وفات ۳/ ربیع الاول ۷۹۱ھ مطابق ۹/ مارچ ۱۳۸۹ء)[143]

حضرت محمد پارساؒ نے لکھاہے کہ حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ اپنی وفات سے سات (۷) سال پہلے اوائل شعبان ۷۹۵ھ مطابق جون ۱۳۹۳ء میں چغانیاں سے حضرت خواجہ نقشبندؒ کے مزار مبارک (بخارا) کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے، اور اٹھارہ (۱۸) روز کے بعد بخارا پہونچے، عید کی رات آپ بخارا ہی میں تھے کہ ایک درویش نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ کے ہمراہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے خوش وخرم باہر نکلے، اور فرمایا کہ مجھے یہ کرامت عطا کی گئی ہے کہ جو شخص میری قبر کے گرد چاروں طرف سو سو (۱۰۰) فرسنگ (فرسنگ کو عربی میں فرسخ کہتے ہیں، ایک فرسخ تین (۳) میل شرعی کے برابر ہوتا ہے، یعنی قریب ساڑھے پانچ کلومیٹر) کے اندر دفن ہوگا، میں باذن الٰہی اس کی شفاعت کروں گا، اور علاء الدین عطارؒ کو ان کی قبر سے ہر طرف چالیس (۴۰) فرسنگ تک شفاعت کا مرتبہ عطا ہوا ہے، اور میرے متوسلین و متبعین کو ان کی قبروں سے ایک ایک فرسنگ تک شفاعت کرنے کا مرتبہ ملا ہے۔

حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ کی وفات حسرت آیات ۱۸/ رجب المرجب ۸۰۲ھ مطابق ۲۴/ مارچ ۱۴۰۰ء شب بدھ بعد نماز عشاء ہوئی، اور مدفن مبارک قصبہ چغانیاں (علاقہ بخارا اور بقول بعض "علاقہ ماوراء النہر") میں ہے (تذکرہ نقشبندیہ خیریہ ص ۳۳۵-۳۴۰☆ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ نوربخش توکلی ص ۱۷۸تا۱۸۴)

143 - نقشبند کے لفظی معنیٰ مصور کے ہیں، اس لقب سے مراد یہ ہے "علم الٰہی کی لاثانی تصویر کھینچنے والا" یا "اپنے دل میں کمال حقیقی کا نقش رکھنے والا"۔ یہی دور حضرت سید علی ہمدانیؒ (م ۱۳۸۵ء) مبلغ اسلام کشمیر، اور حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سہروردیؒ (م ۱۳۸۶ء) مبلغ اسلام سندھ و پنجاب کا ہے۔ سیاسی میدان میں عین اسی وقت مشہور فاتح اسلام امیر تیمور ایشیا کی حکومتوں کو تہ و بالا کررہا تھا، اور ترکان عثمانی علم اسلامی اٹھائے یورپ میں پیش قدمی کررہے تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۴/ محرم الحرام ۷۱۸ھ (۱۵/ مارچ ۱۳۱۸ء) کو قصر عارفاں میں ہوئی، جو شہر بخارا سے ایک فرسنگ (تین میل شرعی: قریب ساڑھے پانچ کلومیٹر) کے فاصلے پر واقع ہے (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ توکلیہ ص ۱۳۵ مصنفہ علامہ محمد نوربخش توکلیؒ)، لیکن تذکرہ نقشبندیہ خیریہ ص ۲۹۵ (مؤلفہ: محمد صادق قصوری) میں تاریخ ولادت ۷۲۸ھ مطابق ۱۳۲۷ء، ۱۳۲۸ء دی گئی ہے، لیکن اس میں دن تاریخ کی صراحت نہیں ہے اس لئے اول الذکر روایت زیادہ قابل ترجیح ہے)

ولادت سے قبل حضرت بابا محمد سماسیؒ نے آپ کی پیدائش کی پیشگوئی کی تھی، ولادت کے تیسرے دن آپ کے جد امجد آپ کو لے کر حضرت باباصاحب قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت باباصاحبؒ نے آپ کو اپنی فرزندی میں قبول فرمایا اور اپنے خلیفۂ اکبر حضرت سید امیر کلالؒ کو آپ کی تربیت کے لئے مامور فرمایا۔

بچپن ہی سے ولایت وکرامت کے آثار آپ پر نمایاں تھے، آداب طریقت کی تعلیم بظاہر آپ کو حضرت سید امیر

کلالؒ سے حاصل ہوئی لیکن اصلاً آپ اویسی تھے، اورآپ کی تربیت براہ راست حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ کی روحانیت سے ہوئی۔

کچھ دنوں آپ نے سلطان قضان کے دربار میں جلاد کا بھی کام کیاہے، اوروہیں سے ایک ملزم کا کیس حضرت امیر کلالؒ تک پہونچنے کا ظاہری وسیلہ بنا(تذکرۂ نقشبندیہ خیریہ مؤلفہ صادق قصوری ص ۲۸۲)

سلسلۂ نقشبندیہ میں خواجہ محمود انجیر فغنویؒ کے وقت سے حضرت سید امیر کلال کے عہد تک ذکر بالجہر کو ذکر بالسر کے ساتھ جمع کیاجاتا تھا، لیکن حضرت خواجہ نقشبندؒ ذکر بالسر پر عامل تھے، اورجب حلقہ میں ذکر بالجہر شروع ہوتا آپ مجلس سے اٹھ جاتے تھے، لیکن آپ کے پیر طریق حضرت امیر کلالؒ نے اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ عملاً اس کی تائید کی۔

حضرت امیر کلالؒ سے منازل سلوک طے کرنے کے بعد مزید ترقیات کے لئے آپ نے مولانا عارف دیک کرانی (دیک کراں ایک گاؤں ہے، جوبخارااور ہزارہ کے مابین واقع ہے، بخاراسے قریب ستائیس (۲۷) میل کے فاصلے پر ہے) سے رجوع فرمایااور سات (۷) سال آپ کی خدمت میں رہے۔

بعد ازاں بارہ (۱۲) سال حضرت خلیل اتاؒ کی خدمت بابرکت میں رہے، جن کی صحبت کے لئے ایک خواب کے ذریعہ آپ کی رہنمائی کی گئی تھی، حضرت خلیل اتاؒ کچھ عرصہ ماوراء النہر کی بادشاہی کے منصب پر بھی فائز رہے، حضرت بہاء الدینؒ نے آپ کے دونوں ادوار دیکھے، اورآپ سے قریب رہے۔

آپ کو روحانی اور معنوی طور پر حضرت حسین بن منصور حلاجؒ، حضرت اویس قرنیؒ، امام محمد علی حکیم ترمذیؒ، سلطان الاولیاء بایزید بسطامیؒ، سید الطائفہ شیخ جنید بغدادیؒ وغیرہ بہت سے اولیاء اللہ کے مقامات کی سیر کی سعادت حاصل ہوئی۔

آپ کا ذریعۂ معاش زراعت تھا، اونی کپڑااور سفید عمامہ زیب تن فرماتے تھے، خلیق، متواضع اور مہمان نواز تھے، اپنا کوئی ذاتی مکان نہ رکھتے تھے، عاریت پر رہا کرتے تھے، گھر میں کوئی خادم یا خادمہ نہ تھی، اکثراوقات خود ہی کھانا پکاتے، دسترخوان کی خدمت بھی خود ہی انجام دیتے، جب وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا: "بندگی باخواجگی راست نمی آید" حضور ﷺ کی خانگی زندگی آپ کے پیش نظر تھی، آپ اتباع سنت کے سخت پابند تھے مگر احساس قصور کے ساتھ، مریدین کے ساتھ دسترخوان پر کھانے میں شریک رہتے، اور بڑاسے بڑامجمع بھی ہوتاتب بھی نگرانی فرماتے کہ کوئی شخص غفلت کے ساتھ کوئی لقمہ نہ لے، جس کے بارے میں غفلت کا احساس ہوتا ازراہ شفقت اس کو متنبہ فرماتے، ایسا کھانا تناول نہ فرماتے جو غصہ وکراہت کے ساتھ پکایا گیاہو، اورنہ کسی کو کھانے کی اجازت دیتے۔ فرماتے تھے کہ جو کام غضب وغفلت یا کراہت ودشواری سے کیاجائے، اس میں خیر وبرکت نہیں ہوتی، کیونکہ اس میں نفس وشیطان کا دخل ہوجاتاہے (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ توکلیہ ص ۱۴۴تا۱۴۶)

آپ سے بے پناہ کرامات کا صدور ہوا، بیک وقت کئی جگہوں پر نظر آنے کے بھی بڑے واقعات آپ سے وابستہ ہیں۔

حضرت باباسماسیؒ کے بارے میں بھی اس قسم کے متعدد واقعات نقل کئے گئے ہیں، کہتے ہیں کہ ایک بارانہوں نے بیک وقت تیرہ (۱۳) جگہ کی دعوتوں میں شرکت کی، (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ توکلیہ ص ۱۵۱) اس کی توجیہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے یہ کی ہے کہ: یہ ایک خاص حالت ہوتی ہے جس میں شیخ تو اپنی جگہ پر ہی ہوتے ہیں، مگر ان کے لطائف بحکم خداوندی مختلف جسموں میں متشکل ہو کر ایک ہی آن میں متعدد جگہوں پر نمودار ہوتے ہیں، بعض اوقات اس تشکل کی ان کو خبر تک نہیں ہوتی، یہ تجسد وتشکل کبھی

عالم شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی عالم مثال میں پایا جاتا ہے (مکتوبات امام ربانی دفتر دوم مکتوب ۵۸)

آپ قطب عالم تھے، سلسلۂ نقشبندیہ آپ ہی کی طرف منسوب ہے، آپ نے ایک ایسے طریق کی بنا رکھی، جو کم وقت میں روحانی فتوحات کے دروازے کھول دیتا ہے، آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

"طریقۂ ماز نوادر است و عروۃ الوثقیٰ است مارا از فضل آوردہ اند دریں طریقہ باندک عمل فتوح بسیار است امار عایت سنت کارے بزرگ تر است"

ترجمہ: ہمارا طریقہ ایک نادر طریقہ اور عروۃ الوثقیٰ ہے، اور اللہ کے فضل سے اس طریق میں تھوڑے عمل سے بہت ساری فتوحات حاصل ہوتی ہیں، البتہ سنت کی رعایت بڑا کام ہے۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے "کہ ہمارے طریق کی بنیاد احادیث و آثار پر ہے "اسی لئے طریقۂ نقشبندیہ کا نام "طریقیہ رسولیہ صدیقیہ" بھی ہے۔

ماوراء النہر کے ایک بڑے صاحب دل نے آپ سے سوال کیا، کہ "سیر و سلوک کا مقصود کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: مقصود "معرفت تفصیلی" ہے، انہوں نے دریافت کیا کہ معرفت تفصیلی کا کیا مطلب ہے؟ حضرت خواجہؒ نے فرمایا: معرفت تفصیلی سے مراد یہ ہے کہ حضرت رسول پاک ﷺ سے جو کچھ بطریق اجمال قبول کیا گیا ہے اسے بطریق تفصیل پہچانا جائے، اور دلیل و برہان کے مرتبہ سے کشف و عیاں کے مرتبہ تک رسائی ہو جائے"

خلاف شریعت باتیں آپ کو قطعی پسند نہیں تھیں، اور بعض مشائخ سے جو بظاہر خلاف شرع چیزیں منقول ہیں ان کی آپ تاویل فرماتے تھے، مثلاً ہرات کے بادشاہ نے آپ سے سوال کیا کہ: بعض مشائخ کا قول ہے کہ "ولایت نبوت سے افضل ہے"، وہ کون سی ولایت ہے؟ خواجہ نے فرمایا کہ اسی نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔

دراصل ولایت کا تعلق قرب ذات اور وصال مع اللہ سے ہے، اور اس کے بغیر کوئی شخص نبوت سے مشرف نہیں ہو سکتا، جب کہ نبوت ایک ذمہ داری اور فریضۂ خدمت ہے جس کا تعلق خلق خدا سے ہے، اسی بنا پر بعض بزرگوں نے قرب کے لحاظ سے نبی کی ولایت کو اس کی نبوت سے افضل قرار دیا، اور حضرت بہاء الدین نقشبندؒ کی توجیہ کا مطلب یہی ہے، لیکن حضرت مجدد الف ثانیؒ نے لکھا ہے کہ: میں نے اپنے بعض رسائل میں ثابت کیا ہے کہ نبوت ولایت سے افضل ہے، خواہ اسی نبی کی ولایت ہو، اور حق بھی یہی ہے، جن مشائخ نے اس کے خلاف کہا ہے ان کا قول مقام نبوت کے حالات سے بے علمی کے سبب ہے (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۵۱)

حضرت خواجہؒ نے اپنے طریق کا خلاصہ خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ کے حوالے سے "خلوت در انجمن " قرار دیا ہے، یعنی ظاہر میں خلق کے ساتھ اور باطن میں حق کے ساتھ "

آپ فرماتے تھے کہ: ہمارا روزہ ماسوا کی نفی اور ہماری نماز مقام مشاہدہ ہے "

تمام مشائخ سلسلہ کی سیر ظاہر قلب پر ہے اور مشائخ نقشبندیہ کی سیر باطن قلب میں ہے، وہ اس سیر سے قلب کے بطون میں پہونچ جاتے ہیں، اور مقام قلب میں ان پر ان چھ لطیفوں (نفس، قلب، روح، سر، خفی، اخفی) کے علوم و معارف جو اس مقام کے

۱۷- حضرت خواجہ شمس الدین سید امیر کلالؒ (ولادت: ۶۷۶ھ م ۱۲۷۸ء- وفات: ۸/ جمادی الاولیٰ ۷۷۲ھ مطابق ۵/ دسمبر ۱۳۷۰ء)[144]

مناسب ہیں منکشف ہو جاتے ہیں۔

تہتر سال کی عمر میں بروز دوشنبہ ۳/ ربیع الاول ۷۹۱ھ (۹/ مارچ ۱۳۸۹ء) کو آپ نے وفات پائی، مزار مبارک قصر عارفاں میں ہے، آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازہ کے آگے کلمہ شہادت اور قرآن شریف نہ پڑھا جائے، کیونکہ بے ادبی ہے، بلکہ یہ رباعی پڑھی جائے

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیئاًللہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما
آفریں برہمت بازوئے تو

کسی نے آپ کی وفات پر یہ قطعۂ تاریخ وفات کہا ہے:

رفت شاہ نقشبنداں خواجۂ دنیاودیں
آنکہ بودے شاہراہ دین ودولت ملتش
مسکن و ماوائے او چوں بود قصر عارفاں
"قصر عرفاں "زیں سبب آمد حساب رحلتش

آپ کے مرید صلاح الدین مبارک نے آپ کے حالات پر" مقامات سیدنا الشاہ نقشبند" کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ، جس میں آپ کے فتاویٰ کو بھی جمع کیا گیا ہے، اسی طرح آپ کے خلیفہ حضرت علاء الدین عطارؒ کی فرمائش پر محمد الحافظی بخاریؒ نے آپ کے ملفوظات جمع کئے ہیں، حدائق میں آپ کی فارسی تصانیف کا ذکر کیا گیا ہے، علی بن حسین الواعظ کاشفیؒ (م ۱۵۳۲ء) نے "رشحات عین الحیات" میں سلسلہ کی تاریخ اور آپ کے حالات قلمبند کئے ہیں۔

(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ توکلیہ ص ۱۳۶ تا ۱۷۷ (بحوالہ انیس الطالبین مؤلفہ خواجہ صالح بن مبارک خلیفہ مجاز حضرت خواجہ نقشبند، رشحات، نفحات) ☆ تذکرۂ نقشبندیہ خیریہ مؤلفہ صادق قصوری ص ۲۹۵ تا ۳۳۳ ☆ تاریخ مشائخ نقشبندیہ ص ۲۵۵ تا ۲۸۸ عبد الرسول للہی)

[144] - آپ نسباً سادات سے ہیں، اٹھارہ (۱۸) واسطوں سے آپ کا نسب سرکار دو عالم ﷺ تک پہونچتا ہے، آپ کی ولادت ۶۷۶ھ (۱۲۷۸ء) میں قصبہ سوخار (جو قصبہ سماس سے پندرہ میل اور بخارا سے ایک میل کے فاصلے پر ہے) میں ہوئی، آپ کوزہ گری کا شغل

رکھتے تھے، فارسی زبان میں کوزہ گر کو کلال کہتے ہیں، اسی لئے آپ امیر کلال کے نام سے مشہور ہوئے۔

بطن مادر میں تھے کہ آپ کی کرامات کا ظہور ہونے لگا تھا، آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ کوئی مشتبہ لقمہ پیٹ میں چلا جاتا تو سخت درد ہوتا تھا، یہاں تک کہ بے ہوش ہو جاتی تھیں، اس کے بعد سے میں نے کھانے پینے میں بڑی احتیاط کی۔

ابتدا میں آپ کا شغل پہلوانی اور کشتی لڑنا تھا، حضرت باباسماسیؒ کی توجہ سے آپ روحانیت کی دنیا میں داخل ہوئے، اور طریقت کے امام و پیشوا بن گئے، اپنے شیخ سے بے انتہا عشق تھا، تیس (۳۰) سال تک اپنے شیخ کی صحبت میں رہے، متواتر آٹھ (۸) سال تک بلاناغہ پیر اور جمعہ کو مغرب کے بعد سماس کے لئے روانہ ہوتے اور عشا کی نماز حضرت باباسماسیؒ کی اقتداء میں ادا کرتے، اور پھر نماز فجر واپس اپنے گاؤں سوخار میں آکر پڑھتے، آپ کی زندگی میں کسی کو بھی اس حال کی خبر نہ ہوئی۔

شریعت کے حد درجہ پابند تھے، چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے بھی پرہیز کرتے تھے، آپ فرماتے تھے، کہ گناہ خواہ صغیرہ ہی کیوں نہ ہو اسے سہل اور معمولی نہ سمجھو، آدمی گناہ کو سہل اور معمولی سمجھنے سے دوزخ میں جاتا ہے، تقویٰ کے بغیر راہ خدا نہیں کھل سکتی۔

بادشاہوں سے دور رہتے تھے، اور نہ کوئی شاہی نذرانہ قبول فرماتے تھے، ایک بار امیر تیمور (متوفی ۸۰۷ھ م ۱۴۰۵ء) نے آپ کو اپنے دربار میں تشریف لانے کی دعوت دی، آپ نے معذرت کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ ہم یہیں سے دعا گو ہیں، درویش اگر دنیا کی طرف میلان کریں تو ان کی دعا حجاب میں ہو جاتی ہے۔

بڑے صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے، عجیب و غریب تصرفات آپ سے منقول ہیں، ایک بار حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند حاضر خدمت ہوئے، ان پر اضطراب کی کیفیت طاری تھی، انہوں نے اپنی پوستین (جس کی جیب میں کچھ شکار کردہ پرندے بھی تھے) اتار کر سامنے جلتی ہوئی آگ میں ڈال دی، حضرت امیر کلال ناراض ہوئے اور فرمایا جاؤ پوستین نکال کر لاؤ، خواجہ صاحبؒ نے عرض کیا، حضرت! وہ پوستین تو خاکستر ہو چکی ہوگی، حضرت امیر کلالؒ نے فرمایا: بہاء الدین جو چیز سالہا تک درویشوں کے زیر استعمال رہی ہو، اسے آگ کس طرح جلائے گی، اسے تو آتش عشق نے پہلے ہی جلا رکھا ہے۔ ع

سوختہ از بس کہ بریاں کے شود مثل کباب

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند گئے اور اپنی پوستین وہاں سے صحیح و سالم باہر نکال لائے۔ حضرت امیر کلالؒ نے ارشاد فرمایا: بہاء الدین! درویشوں اور ان کی چیزوں پر یہ دنیوی آگ اثر نہیں کر سکتی، کیا عجب جو کوئی درویشوں کو اپنے دل میں جگہ دے دے اسے دوزخ کی آگ بھی نہ جلائے۔

آپ کی رحلت ۸ / جمادی الاولیٰ ۷۷۲ھ (۵ / دسمبر ۱۳۷۰ء) بروز پنجشنبہ بوقت صبح صادق ہوئی، مزار شریف قصبہ سوخار میں ہے۔ قطعۂ تاریخ وفات یہ ہے: ؎

کرد رحلت چوں امیر اولیاء
ہر کسے سالش بہ سلک نظم وسفت
ہاتف غیبی بتاریخ وصال

۱۸- حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ (ولادت: ۲۵ / رجب المرجب ۵۹۱ھ مطابق ۱۱ / جولائی ۱۱۹۵ء- وفات: ۱۰ / جمادی الاخریٰ ۷۵۵ھ مطابق ۹ / جولائی ۱۳۵۴ء)[145]

"صاحب انوار عرفان بود گفت (۷۷۲ھ)

کہا جاتا ہے کہ آپ کے ایک سو چودہ (۱۱۴) خلفاء تھے (تذکرۂ نقشبندیہ خیریہ مؤلفہ صادق قصوری ص ۲۷۸ تا ۲۹۲ ☆ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ توکلیہ ص ۱۲۴ تا ۱۳۴ بحوالہ مقامات امیر کلال لحفید الامیر حمزہ بن الامیر کلالؒ)

145 - بابا کا لفظ ترکی زبان میں بزرگ اور ولی کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے، حضرت خواجہ محمد بابا سماسی ہفت خواجگان نقشبند میں نہایت بلند مرتبہ کے مالک ہیں۔ جب حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنیؒ کا اخیر وقت آیا، تو آپ نے اپنے اصحاب میں سے حضرت محمد باباؒ کو اپنا نائب مقرر کر کے تمام اصحاب کو ان کی متابعت اور خدمت کا حکم دیا، اور حضرت محمد باباؒ کو تاکید کی کہ میرے متعلقین کی تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔

آپ کی ولادت باسعادت ۲۵ / رجب المرجب ۵۹۱ھ (۱۱ / جولائی ۱۱۹۵ء) کو قصبہ سماس میں ہوئی، جو طوس کے مضافات میں معروف بزرگ حضرت عزیزان علی رامیتنیؒ کی تاریخی بستی رامیتن سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے، اور بقول پیر خیر شاہ امرتسری یہ قصبہ بخارا اور رامیتن کے درمیان ہر دو سے نو نو میل کے فاصلے پر واقع ہے، باطنی تعلیم حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنیؒ سے حاصل کی اور آپ کے اجل خلفاء میں شمار ہوئے۔

آپ پر محویت واستغراق کا غلبہ تھا، کہا جاتا ہے کہ اپنے ایک چھوٹے سے باغ میں کبھی تشریف لے جاتے اور گھنٹوں انگور کی شاخوں کو تراشتے رہتے، جب ایک شاخ کو کاٹتے تو غلبۂ حال واستغراق کی وجہ سے آری آپ کے ہاتھ سے چھوٹ جاتی، اور آپ بے خود ہو جاتے، اور دیر تک بے ہوش رہتے، جب ہوش میں آتے تو پھر شاخ کو کاٹنا شروع کر دیتے، اور پھر بے ہوش ہو جاتے، یہی کیفیت دیر تک برقرار رہتی تھی۔

بڑے صاحب کشف و کرامات تھے، آپ نے برسوں قبل حضرت شاہ نقشبند اں خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کی ولادت کی پیشگوئی کی تھی، اور کوشک ہندواں کے قصر عارفاں بننے کی بشارت دی تھی، کوشک ہندواں کے پاس سے گزرتے ہوئے اکثر آپ کی زبان پر یہ شعر جاری ہوتا تھا:

ازیں خاک بوئے مردے می آید زود
باشد کہ کوشک ہندواں قصر عارفاں شود

آپ نے بے شمار خلق خدا کو فائدہ پہونچایا، مگر چار خلفاء کامل اور نامور ہوئے:

☆ خواجہ محمد صوفیؒ جن کا مزار مقدس قصبہ سوخار میں ہے۔

۱۹- حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی ؒ (ولادت ۵۹۱ھ مطابق ۱۱۹۴ء، ۱۱۹۵ء- وفات ۲۸/ ذی قعدہ ۷۲۱ھ مطابق ۲۶/ دسمبر ۱۳۲۱ء یا ۲۸/ ذی قعدہ ۷۱۵ھ مطابق یکم مارچ ۱۳۱۶ء یا ۲۷/ رمضان ۷۱۸ھ مطابق ۲۹/ نومبر ۱۳۱۸ء)[146]

☆خواجہ محمود سماسیؒ جو کہ آپ کے فرزند ارجمند تھے۔

☆خواجہ دانشمندؒ

☆خواجہ سید میر کلالؒ

آپ کی وفات ۱۰/ جمادی الاخریٰ ۷۵۵ھ (۹/ جولائی ۱۳۵۴ء) کو ہوئی، مرقد مبارک سماس میں ہے۔

مادۂ تاریخ وفات:

اہل محبت بابا محمد سماسی (۷۵۵ھ) ☆رہبر پاک بابا محمد سماسی (۷۵۵ھ)

☆برگزیدۂ آفاق جناب بابا محمد سماسی (۷۵۵ھ)

برصغیر ہندوپاک کی تاریخ میں یہ تغلق سلاطین کازمانہ تھا، اوراس ملک کے عظیم شیخ حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ (م ۱۳۵۶ء) آپ کے ہم عصر تھے۔

(تذکرۂ نقشبندیہ خیریہ مؤلفہ صادق قصوری ص ۲۷۴ تا ۲۷۷ ☆ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ توکلیہ ص ۱۲۱ تا ۱۲۳ بحوالہ رشحات، انیس الطالبین۔☆ تاریخ مشائخ نقشبندیہ ص ۲۴۱ تا ۲۴۳ مؤلفہ عبدالرسول للہی)

146 - حضرت خواجہ کانام علی تھا، چونکہ آپ اپنے آپ کو عزیزاں کہتے تھے اور اپنے بارے میں بات کرتے وقت فرماتے کہ عزیزاں کا یہ خیال ہے اس لیے آپ کالقب سلسلۂ خواجگان میں حضرت عزیزاں ہوگیا، اہل خوارزم آپ کو خواجہ علی باوردی اور اہل بخارا آپ کو خواجہ علی رامیتنی کہتے رہے اور صوفیا آپ کو حضرت عزیزاں کہتے تھے، آپ کی پیدائش موضع رامیتن (بخاراشہر سے چھ میل دور) ۵۹۱ھ (۱۱۹۴ء، ۱۱۹۵ء) میں ہوئی، آپ کچھ عرصہ اپنے آبائی وطن میں ارشاد وہدایت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ بعد میں حوادث زمانہ کے تحت آپ رامیتن چھوڑ کر قصبہ باورد چلے آئے اور ایک مدت تک وہیں اپنے روحانی علوم وکمالات سے خلق خدا کو مستفیض کرتے رہے۔

منگولوں کے قبضہ کی وجہ سے وسط ایشیا کے حالات ٹھیک نہ تھے۔ آپ نے بالآخر باورد سے ترک وطن کرکے مرکزی شہر خوارزم میں قیام فرمایا اور اخیر عمر تک وہیں سکونت پزیر رہے۔

خوارزم میں داخلہ سے پہلے جب آپ شہر کی فصیل تک پہنچے تو باہر ہی تک گئے اور دو درویشوں کو خوارزم کے حکام کے پاس بھیجا اور کہا کہ فقیر آپ کے شہر کے دروازے پر آیا ہے اور یہاں قیام کا ارادہ رکھتا ہے۔ اگر آپ کو کوئی مصلحت مانع نہ ہو تو شہر میں داخل ہوجائے ورنہ واپس چلا جائے۔ آپ نے درویشوں کو سمجھادیا کہ اگر حاکم اجازت دے تو اس سے اس بارے میں تحریر حاصل کرلیں اور اس پر اس کی مہر بھی ثبت کرائیں۔ جب حاکم شہر اور اس کی مصاحبوں نے ان درویشوں کی درخواست سنی تو ہنسنے لگے کہ کیسے

سادہ لوح لوگ ہیں۔ تاہم حاکم نے تحریری اجازت نامہ لکھ کر اپنی مہر ثبت کر دی۔ اب آپ شہر میں داخل ہوئے اور ایک گوشہ میں درویشوں کے ساتھ عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے۔ آپ کا معمول تھا کہ ہر روز صبح دو مزدوروں کو تلاش کر کے اپنے ساتھ لاتے اور گھر آکر انہیں فرماتے کہ وضو کرو، ظہر اور عصر کی نماز ہمارے ساتھ ادا کرو اور ذکر میں مصروف ہو جاؤ۔ شام کو تمہیں پوری مزدوری مل جائے گی۔ مزدور اسے آسان کام سمجھتے ہوئے بہت خوش ہو کر ان ہدایات کی تعمیل کرتے۔ اس ایک دن کی صحبت کا اثر ان مزدوروں پر ایسا پڑتا کہ وہ شیخ کے پاس بغیر بلائے حاضری پر مجبور ہو جاتے۔ اس طرح آہستہ آہستہ آپ کا حلقہ وسیع تر ہونے لگا اور ایک وقت آیا کہ لوگوں کا ہجوم آپ کے در دولت پر حاضر رہنے لگا۔ ان میں شہر کے بڑے افراد بھی تھے۔ حاکم خوارزم کو جب اس صورت حال کا علم ہوا تو اسے خدشہ لاحق ہوا کہ شیخ کے اثر ورسوخ اور مقبولیت سے حکومت کے خلاف فساد نہ اٹھ کھڑا ہو۔ اس خیال کے تحت وہ آپ کو شہر بدر کرنے کے درپے ہوا۔ علی رامیتنی نے ان دونوں درویشوں کو اجازت نامہ مع مہر دے کر اس کے پاس بھیجا کہ ہم تمہاری اجازت سے اس شہر میں داخل ہوئے ہیں۔ اگر تم بدعہدی کرنا چاہتے ہو تو ہم چلے جاتے ہیں۔ حاکم اپنا اجازت نامہ بھول چکا تھا۔ اب اس نے اسے ملاحظہ کیا تو شرمندہ ہوا اور وہ اور اس کے درباری خواجہ رامیتینی کی دور بینی اور کشف کے قائل ہو گئے اور آپ کے عقیدت مندوں میں شامل ہو گئے۔

خواجہ علی رامیتنی خوارزم میں کپڑا بننے کا کام کرتے تھے۔ آپ ہر روز شام کے وقت سوت بیچنے والوں کے بازار میں تشریف لے جاتے تھے اور جن فقیروں کا سوت نہیں بکتا تھا، ان کا سارا سوت خرید کر گھر آتے تھے۔ آپ ساری رات مراقبہ میں مصروف رہتے تھے لیکن صبح تک چالیس گز کرباس (موٹا سوتی کپڑا) تیار ہو چکا ہوتا تھا۔ اس کو بازار میں فروخت کر کے اس رقم کو آپ تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے ایک حصہ علما پر ایک حصہ فقراء پر اور ایک حصہ اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتے تھے, آپ کے اس پیشہ کی وجہ سے آپ کو نساج (کپڑا بننے والا) کا لقب بھی دیا گیا۔ چنانچہ مولانا رومیؒ نے اسی لقب کے ساتھ آپ کا ذکر اپنے اس شعر میں کیا ہے:

گر نہ علم حال فوق قال بودے کے شدے
بندہ اعیان بخارا خواجۂ نساج را

(اگر علم حال، قال سے بہتر نہ ہوتا تو بخارا کے سردار خواجۂ نساج کے غلام کب بنتے) (نفحات الانس ص ۶۱۶ مؤلفہ حضرت عبدالرحمن جامیؒ (متوفی ۸۹۸ھ م ۱۴۹۳ء)، ترجمہ: شمس بریلوی، مطبوعہ دانش پبلشنگ کمپنی دہلی، ۲۰۱۰ء)

آپ ایک بڑے عالم و شاعر، ولی کامل، قطب وقت اور مجدد طریقت تھے، تصوف کے موضوع پر آپ نے ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا تھا، اس رسالہ کا نام "محبوب العارفین (وسیلۃ الطالبین) ہے، ہندوستان میں اس کی پہلی طباعت غالباً کان پور میں ۱۲۸۴ھ میں ہوئی، یہ رسالہ آپ کے افادات کا مجموعہ ہے لیکن کس نے مرتب کیا، یہ معلوم نہیں، البتہ اتنی بات معلوم ہے کہ حضرت خواجہؒ کے ایک صاحبزادے "خواجہ ابراہیمؒ" نے اپنے والد بزرگوار کے مقامات کو مرتب کیا تھا، اس رسالہ کے اکثر واقعات انہی مقامات سے ماخوذ ہے، یہ رسالہ فارسی میں ہے، اس کا اردو ترجمہ جناب قدیر محمد قریشی اکبر آبادیؒ (سابق ڈسٹرکٹ و سیشن جج) نے کیا، اور یہ

ترجمہ پہلی مرتبہ ۱۹۹۰ء میں المصطفیٰ اکیڈمی حیدرآباد (پاکستان) سے شائع ہوا (رسالہ محبوب الطالبین ص ۵ تا ۷)۔۔میرے سامنے جو ایڈیشن (صفحات ۴۸) ہے، وہ زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی نے دوسری مرتبہ ۱۴۳۷ھ م ۲۰۱۵ء میں شائع کی ہے۔
(اس کی پی ڈی ایف فائل مجھے جدہ سے محترم جناب ضیاء الدین رحمانی اعظمی صاحب مدظلہ نے ارسال فرمائی،فجزاہ الله احسن الجزاء)

اس رسالہ میں دو حصے ہیں، پہلے حصے میں راہ سلوک اختیار کرنے والے کے لئے دس شرائط ذکر کی گئی ہیں، اور دوسرے حصے میں حضرت عزیزان علی رامیتنی کے احوال ومقامات اور سولہ رشحات (ارشادات) کا ذکر ہے۔
آپ حضرت خضرؑ کے صحبت دار تھے، اور انہی کے اشارہ پر آپ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنویؒ سے بیعت ہوئے، اور آپ کے اجل خلفاء میں شمار ہوئے، حضرت خواجہ فغنویؒ نے وقت آخر اپنے تمام خلفاء اور مریدین کو آپ کے حوالے کر دیا تھا۔
بڑے صاحب تصرفات تھے، ایک بار ایک لڑکے نے آپ کے خدام کے لئے کھانا تیار کیا اور نہایت خلوص کے ساتھ کھلایا، حضرت نے خوش ہو کر فرمایا کہ مانگو کیا مانگتے ہو؟، تیری مراد پوری ہو گی، اس لڑکے نے کہا کہ "میں چاہتا ہوں کہ خواجہ عزیزان بن جاؤں" حضرت نے فرمایا، یہ بہت مشکل ہے، تیرے اندر اس کا تحمل نہیں ہے، کچھ اور مانگ اس نے کہا کہ نہیں، میری تو یہی تمنا ہے، بقول شاعر ؎

سب کچھ تجھی سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اب اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

بالآخر حضرت نے مجبور ہو کر خلوت خاص میں اس پر توجہ ڈالی اور وہ لڑکا تھوڑی ہی دیر میں صورت وسیرت ہر لحاظ سے آپ کا پرتو بن گیا، مگر وہ اس کا تحمل نہ کر سکا، چالیس (۴۰) دن کے بعد اس کی وفات ہو گئی۔
آپ کا علم گہرا اور ذہن رسا تھا، بڑے بڑے مسائل چٹکیوں میں حل کر دیتے تھے، ایک بار حضرت شیخ بدرالدین (جو شیخ حسن بلغاریؒ کے اصحاب کبار میں تھے) نے آپ سے دریافت کیا کہ:
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا (الاحزاب: ۴۱)
اس آیت کریمہ میں ذکر کثیر سے ذکر زبان مراد ہے یا ذکر دل؟ آپ نے فرمایا کہ مبتدی کے لئے ذکر زبان اور منتہی کے لئے ذکر دل، مبتدی ہمیشہ تکلف سے کام لیتا ہے جب کہ منتہی کے ذکر کا اثر دل تک پہونچتا ہے، اور اس کے تمام اعضاء واعصاب ذکر کرنے لگتے ہیں، اس وقت سالک ذکر کثیر سے متصف ہوتا ہے، اور اس حالت میں اس کا ایک دن کا کام دوسروں کے سال بھر کے کام کے برابر ہوتا ہے۔
ایک روز شیخ فخر الدین نوری (جو اکابر وقت میں سے تھے) نے آپ سے سوال کیا کہ روز ازل میں جب الست بربکم (کیا میں تمہارا رب نہیں؟ الاعراف: ۱۷۲) کے ساتھ سوال ہوا تو ایک گروہ نے لفظ "بلیٰ" (کیوں نہیں) کے ساتھ جواب دیا، مگر روز ابد میں جب اللہ تعالیٰ "لمن الملک الیوم (آج کس کی بادشاہی ہے، المؤمن: ۱۶) کہے گا تو کوئی جواب نہ دے گا، اس

کا سبب کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: روز ازل تکالیف شرعیہ کی وضع کا دن تھا، اور شرع میں گفت ہوتی ہے، مگر روز ابد تکالیف شرعیہ کے اٹھادینے اور ابتدائے عالم حقیقت کا دن ہے اور حقیقت میں گفت نہیں ہوتی، اس لئے اس روز اللہ تعالیٰ خود اپنے سوال کا جواب یوں دے گا- للہ الواحدالقہار (ایک اللہ سب پر غالب ہے، المؤمن:۱۶)۔

کسی درویش نے آپ سے پوچھا کہ بالغ شریعت کس کو کہتے ہیں اور بالغ طریقت کون ہے؟ آپ نے فرمایا: بالغ شریعت وہ ہے جس سے منی (غرور، کبر، خودی وغیرہ) نکلے، اور بالغ طریقت وہ ہے جو منی سے باہر آئے، یعنی اس کی خودی جاتی رہے۔

آپ کے دو صاحبزادے تھے: ۱-خواجہ محمد آپ کو خواجہ خورد کہا جاتا تھا، اس لئے کہ خواجہ عزیزان "خواجۂ بزرگ کہلاتے تھے، ۲-خواجہ ابراہیم، جب حضرت خواجہ عزیزان کا وقت آخر آیا تو چھوٹے صاحبزادے کو خلافت عطا فرمائی، اور فرمایا کہ یہ حق بڑے کا تھا، لیکن خواجۂ خورد میرے بعد جلد رخصت ہو جانے والے ہیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا، باپ کے انیس (۱۹) دن کے بعد ان کی بھی وفات ہوگئی۔ (انیس دن پر وفات کی بات تذکرۂ خیریہ اور تذکرہ توکلیہ وغیرہ میں مذکور ہے، لیکن خزینۃ الاصفیاء میں ہے کہ چہلم کے دن صاحبزادہ کی وفات ہوئی (خزینۃ الاصفیاء ج۳ ص ۵۶ تالیف مفتی غلام سرور لاہوری، ترجمہ: محمد ظہیر الدین بھٹی، مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۴ء)

برصغیر پاک وہند کی طرف دیکھا جائے تو خواجہ رامیتنی نے خاندان غلامان سے علاؤالدین خلجی تک کا زمانہ پایا تھا اور مشائخ چشت میں سے بابا فرید گنج شکر، مخدوم علاؤالدین صابر اور خواجہ نظام الدین اولیاء آپ کے ہم عصر تھے۔ مغرب میں امام شاذلی، ابن عربی، احمد البدوی (بانی سلسلہ بدویہ) اور مولانا جلال الدین رومی (بانی سلسلہ مولویہ) کا تعلق بھی آپ کے عہد سے تھا۔

حضرت خواجہؒ کا وصال تقریباً ایک سو تیس (۱۳۰) سال کی عمر میں خوارزم میں ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ آپ کی تاریخ وفات میں مختلف روایات پائی جاتی ہیں:

☆ زیادہ تر کتابوں میں ۲۸ / ذی قعدہ ۷۲۱ھ (۲۶ / دسمبر ۱۳۲۱ء) کی تاریخ مذکور ہے۔

(تذکرۂ نقشبندیہ خیریہ مؤلفہ صادق قصوری ص ۲۶۵ تا ۲۷۳ ☆ حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۱۳۵ مؤلفہ مولانا محمد حسن نقشبندی مجددیؒ)

☆ بعض کتابوں میں سن وفات ۲۸ / ذی قعدہ ۷۱۵ھ (یکم مارچ ۱۳۱۶ء) مذکور ہے (تذکرہ مشائخ نقشبندیہ توکلیہ ص ۱۱۳ تا ۱۲۰ بحوالہ رشحات ☆ تاریخ مشائخ نقشبندیہ ص ۲۳۹ مؤلفہ عبدالرسول للہی -بحوالہ حضرت بدرالدین خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ)

☆ بعض حضرات نے ۲۷ / رمضان ۷۱۸ھ مطابق ۲۹ / نومبر ۱۳۱۸ء بھی لکھا ہے (دیکھئے: مرحمت نامۂ نعمت یعنی شجرات اہل طریقت ص ۲۷ مصنفہ شیخ محمد نعمت اللہ نقشبندی، مطبع دی آزاد پریس پٹنہ، ۱۳۴۴ھ)

لیکن زیادہ تر اصحاب تذکرہ نے اسی تاریخ کا ذکر کیا ہے جو میں نے اوپر درج کی ہے (دیکھئے: اول الذکر دونوں کتابیں نیز خزینۃ الاصفیاء ج۳ ص ۵۶ تالیف مفتی غلام سرور لاہوری، ترجمہ: محمد ظہیر الدین بھٹی، مکتبہ نبویہ لاہور، ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۴ء ☆ شجرۂ مبارکہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ درگاہ شاہ ابوالخیر دہلی ص ۱۵، ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء)

۲۰-حضرت خواجہ محمود انجیر فغنویؒ (ولادت ۱۸/شوال المکرم ۶۲۷ھ مطابق ۵/ستمبر ۱۲۳۰ء- وفات ۱۷/ربیع الاول ۷۱۷ھ مطابق ۶/جون ۱۳۱۷ء یا ۱۷/ربیع الاول ۷۱۵ھ مطابق ۲۸/جون ۱۳۱۵ء یا ۶۴۳ھ مطابق ۱۲۴۵ء)[147]

---- حواشی --

147 - آپ کی ولادت ۱۸/شوال المکرم ۶۲۷ھ (۵/ستمبر ۱۲۳۰ء) کو موضع انجیر فغنہ نزد وابکنہ (بخارا سے نو(۹) میل کے فاصلے پر ہے) میں ہوئی، آپ کا ذریعۂ معاش گل کاری (نقاشی، بیل بوٹے کا کام) تھا آپ نے حضرت خواجہ عارف ریوگریؒ کے زیر سایہ روحانی سفر مکمل کیا، آپ حضرت خواجہ عارفؒ کے اجل خلفاء میں شمار ہوتے ہیں، اس طریق میں بالعموم ذکر بالسر کا طریقہ رائج تھا، صاحب ارشاد واجازت ہونے کے بعد آپ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اس طریق میں ذکر بالجہر کا آغاز کیا، کہا جاتا ہے کہ ایسا آپ نے ایک مصلحت کے تحت کیا تھا، کیونکہ حضرت خواجہ عارف ریوگریؒ نے آخری وقت میں فرمایا تھا کہ "اب وہ وقت آگیا ہے جس کی طرف ہمیں اشارہ ہوا تھا کہ طالبوں کو بربنائے مصلحت ذکر جہر اختیار کرنا پڑے گا۔

مولانا حافظ الدین بخاریؒ (جو اس وقت کے بہت بڑے عالم اور خواجہ محمد پارساؒ کے جد اعلیٰ تھے) نے رئیس العلماء شمس الائمہ حلوائی کے اشارے سے علماء عصر کی ایک جماعت کے روبرو حضرت خواجہ محمودؒ سے سوال کیا تھا کہ آپ ذکر جہر کس نیت سے کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تاکہ سویا ہوا بیدار اور غفلت سے ہوشیار ہو جائے۔۔۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ کی نیت درست ہے اور آپ کے لئے یہ شغل جائز ہے لیکن ذکر جہر کی ایک حد مقرر کر دیجئے کہ جس سے حقیقت مجاز سے اور بیگانہ آشنا سے ممتاز ہو جائے، اس پر حضرت خواجہ نے فرمایا، کہ ذکر جہر اس شخص کے لئے جائز ہے جس کی زبان جھوٹ اور غیبت سے پاک ہو، جس کا حلق حرام و شبہ سے، دل ریاء و شہرت سے اور باطن توجہ ماسوا سے پاک ہو۔

آپ اپنے وقت کے انتہائی بلند قامت اور صاحب کرامت بزرگ تھے، حضرت علی رامیتنیؒ کو حضرت خضرؑ نے آپ سے بیعت ہونے کا مشورہ دیا تھا، آپ کی کئی کرامتیں مشہور ہیں، اور یہ سلسلہ بعد وفات بھی جاری رہا، کہتے ہیں کہ وہ مثالی شکلوں میں بعد وفات بھی نمودار ہوتے تھے، اور اپنے احباب و متوسلین کی نگرانی فرماتے تھے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ علی رامیتنیؒ خواجہ محمود انجیر فغنویؒ کے باقی اصحاب کے ساتھ موضع رامیتن میں مشغول ذکر تھے، اچانک ایک بہت بڑا سفید پرندہ ان کے اوپر اڑتا ہوا آیا، اور فصیح زبان میں بولا "اے علی مرد بن اور اپنے کام میں مشغول رہ"، یہ بات سن کر مجلس پر ایک کیفیت طاری ہو گئی، اور سب بے ہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے تو حضرت خواجہ سے دریافت کیا گیا، کہ یہ کیا معاملہ تھا؟ تو حضرت خواجہ نے فرمایا کہ وہ حضرت خواجہ محمود فغنویؒ تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ طاقت و قوت بخشی ہے کہ وہ جس مخلوق کے قالب میں چاہیں متشکل ہو جائیں اور وہ ہمیشہ اس مقام پر پرواز کرتے ہیں۔

تا چند کنی بہ بادہ نوشاں انکار
انکار مکن کہ نیست نیکو ایں کار
رندے کہ بود ز بادۂ عرفان مست

۲۱-حضرت خواجہ عارف ریوگری ؒ (ولادت ۲۷/رجب المرجب ۵۵۱ھ مطابق ۱۵/ستمبر ۱۱۵۶ء -وفات یکم شوال المکرم ۷۱۵ھ مطابق ۵/جنوری ۱۳۱۶ء یا وفات ۶۱۶ھ مطابق ۱۲۱۹ء/۱۲۲۰ء یا ۶۳۴ھ مطابق ۱۲۳۷ء)[148]

زنہار برو طعنہ مکن صد زنہار

آپ کی تاریخ وفات میں اختلاف پایا جاتا ہے:

☆ایک روایت کے مطابق آپ کی وفات ۱۷/ربیع الاول ۷۱۵ھ (۶/جون ۱۳۱۵ء) کو ہوئی، مزار مقدس وابکنہ (نزد بخارا) میں ہے۔

مادۂ تاریخ رحلت:

یوسف ثانی (۷۱۵ھ) شاہ عرفانی (۷۱۵ھ)

وائے کوکب برج ولایت (۷۱۵ھ)

(تذکرۂ نقشبندیہ خیریہ مؤلفہ صادق قصوری ص ۲۶۳ تا ۲۶۵ ☆تذکرہ مشائخ نقشبندیہ توکلیہ ص ۱۱۱ تا ۱۱۲ بحوالہ رشحات وروائح)

☆ دوسری روایت ۱۷/ربیع الاول ۷۱۵ھ (۲۸/جون ۱۳۱۵ء) کی نقل کی گئی ہے (مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۱۲۸ مؤلفہ مولانا محمد حسن نقشبندی مجددی ؒ (ولادت: ۱۲/رجب المرجب ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸/مارچ ۱۸۵۶ء- وفات: ، مطبع احسن المطابع مراد آباد، ربیع الاول ۱۳۲۲ھ، اور میرے جد امجد صاحب تذکرہ حضرت مولانا الحاج حکیم احمد حسن منوروی ؒ نے بھی غالباً اسی کی روشنی میں یہی تاریخ رقم فرمائی ہے (مختصر حالات نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ ص ۱۰، مطبوعہ حمیدیہ برقی پریس لہریا سرائے دربھنگہ)

☆بعض حضرات نے تاریخ وفات ۶۴۳ھ/۱۲۴۵ء تحریر کی ہے (تاریخ مشائخ نقشبندیہ ص ۲۲۴ مؤلفہ عبد الرسول للہی)

148 - حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی ؒ کے خلفاء میں آپ کا درجہ سب سے زیادہ بلند ہے۔

حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی ؒ کے کل چار خلفاء تھے: ۱-خواجہ احمد صدیق ؒ، ۲-خواجہ اولیائے کبیر ؒ، ۳-خواجہ سلیمان کرمینی ؒ، ۴-اور خواجہ عارف ریوگری (تذکرۂ نقشبندیہ خیریہ مؤلفہ صادق قصوری ص ۲۶۱)،

تحقیق کے مطابق آپ کی ولادت ۲۷/رجب المرجب ۵۵۱ھ (۱۵/ستمبر ۱۱۵۶ء کو ریوگر (بخارا سے ۱۸ میل اور غجدوان سے ۳ میل دور ایک مقام) پر ہوئی، تمام عمر اپنے شیخ کی خدمت میں رہے اور فیوض باطنی حاصل کرتے رہے، علم و حلم، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت اور رشد و ہدایت میں بلند شان کے حامل تھے، شیخ کی وفات کے بعد شیخ کے مسند نشیں ہوئے اور ایک زمانہ کو فیضیاب کیا۔

تصوف کے موضوع پر آپ نے فارسی زبان میں ایک رسالہ "عارف نامہ" تحریر فرمایا، جس کو سلسلۂ نقشبندیہ کا پہلا

رسالہ کہا جاتا ہے، اس کی تالیف آپ کے پیر بھائی حضرت خواجہ نعیمؒ کی فرمائش پر قصبہ "نور" میں ہوئی، (جو بخارا کے نواح میں (شمال مشرق) بیس فرسخ کے فاصلے پر زوش (ترکستان) کے نزدیک ہے)۔ انتہائی قیمتی مضامین پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ ایک زمانے تک نایاب رہا، اب وہ جناب قدیر محمد قریشیؒ کے ترجمہ کے ساتھ زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی سے شائع ہو چکا ہے، سن اشاعت ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء ہے، اس حقیر کو اس کا نسخہ (اشاعت دوم ۱۴۳۷ھ / اکتوبر ۲۰۱۵ء) جناب ضیاء الدین رحمانی اعظمی نقشبندی صاحب مدظلہ کی عنایت سے حاصل ہوا۔

حضرت عارفؒ نے بہت لمبی عمر پائی، آپ کی تاریخ وفات میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے:

☆ایک روایت کے مطابق آپ کی وفات قریب ایک سو چونسٹھ (۱۶۴) برس کی عمر میں یکم شوال المکرم ۷۱۵ھ (۵/ جنوری ۱۳۱۶ء) کو ہوئی، اور ریوگرہی میں مدفون ہوئے، آپ کے شیخ حضرت غجدوانیؒ کی وفات ۵۷۵ھ (۱۱۷۹ء) میں ہوئی، گویا کہ پیر و مرشد کی رحلت کے بعد آپ قریب ایک سو چالیس (۱۴۰) سال تک باحیات رہے (تذکرۂ نقشبندیہ خیریہ مؤلفہ صادق قصوری ص ۲۶۱، ☆خزینۃ الاصفیاء ج ۳ ص ۱۵ مؤلفہ: مفتی غلام سرور لاہوریؒ ☆مختصر حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ص ۹ مؤلفہ حضرت حاجی احمد حسن منورویؒ، ☆تذکرہ مشائخ نقشبندیہ توکلیہ ص ۱۱۰)۔

☆تذکرہ توکلیہ میں حضرات القدس کے حوالے سے دن تاریخ کی صراحت کے بغیر سن وفات ۶۱۶ھ (۱۲۱۹ء/ ۱۲۲۰ء) درج کیا گیا ہے، یعنی قریب ایک سو (۱۰۰) سال کا فرق ☆اور یہی تاریخ (غرۂ شوال ۶۱۶ھ) کتاب "حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ (مؤلفہ حضرت مولانا حسن نقشبندیؒ ص ۱۲۷) میں بھی مذکور ہے، نیز درگاہ شاہ ابو الخیر دہلی سے شائع ہونے والی کتاب شجرۂ مبارکہ میں بھی یہی مرقوم ہے (دیکھئے: شجرۂ مبارکہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ خیریہ ص ۱۵ مرتبہ محترم ابو النصر انس فاروقی صاحب مدظلہ)، مولانا سید زوار حسین شاہ مجددی کی کتاب "حضرت مجدد الف ثانی" میں بھی "حضرات القدس" ہی کے حوالے سے یہی تاریخ درج کی گئی ہے (حضرت مجدد الف ثانی ص ۱۲۷)

تاریخ مشائخ نقشبندیہ (ص ۲۲۰ مؤلفہ صاحبزادہ عبد الرسول للہی) میں بھی یہی مذکور ہے۔

☆خواجہ عارف کے جس رسالہ "عارف نامہ" کا ابھی ذکر آیا، اس کے آخر میں ایک قطعۂ تاریخ وفات درج ہے:

فسوس شد نہاں مہہ تاباں بزیر خاک
کلکم سیاہ پوش جگر ریش وسینہ چاک
تاریخ بہر رحلت او جستم از قلم
"قطب زماں وعارف باللہ" زد رقم

(ترجمہ: افسوس کہ چمکتا ہوا چاند زمین کے نیچے پوشیدہ ہو گیا، اس لئے میرا قلم ماتم زدہ و رنجیدہ جگر کو پارہ پارہ کرنے والا ہو گیا، اور سینے کو چاک کرنے والا ہو گیا")

اس سے تاریخ وفات ۶۳۴ھ / ۱۲۳۷ء نکلتی ہے (عارف نامہ ص ۲۷ مؤلفہ حضرت عارف ریوگریؒ، شائع کردہ زوار

۲۲-حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ (ولادت ۲۲/ شعبان المعظم ۴۳۵ھ (۳۰/ مارچ ۱۰۴۴ء-وفات ۱۲/ ربیع الاول ۵۷۵ھ مطابق ۲۳/ اگست ۱۱۷۹ء اور بقول بعض ۶۱۷ھ / ۱۲۲۰ء)[149]

اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی)

لیکن میرے نزدیک ان میں سے اول الذکر روایت (تاریخ وفات ۵۱۵ھ) زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ آپ کے خلیفۂ اکبر حضرت محمود انجیر فغنویؒ کی تاریخ ولادت ۶۲۷ھ (۱۲۳۰ء) ہے، جیسا کہ جناب صادق قصوری صاحب نے کتبۂ مزار اور تاریخی قرائن کی روشنی میں تحریر کیا ہے، اگر آپ کی تاریخ وفات ۶۱۶ھ یا ۶۳۴ھ مانی جائے تو حضرت محمود انجیر فغنویؒ کی ملاقات آپ سے ثابت نہ ہوگی، اس لئے کہ آپ کی وفات یا تو ان کی ولادت سے قبل ہو چکی ہوگی، یا وفات کے وقت صرف سات (۷) سال کے ہونگے ،جو کہ شعور اور استفادہ کی عمر نہیں ہے، جب کہ تمام اصحاب تذکرہ نے بالاتفاق حضرت فغنویؒ کو حضرت عارف ریوگریؒ کا خلیفۂ اکبر قرار دیا ہے، اس انقطاع سے بچنے کے لئے ۷۱۵ھ والی روایت ہی زیادہ قابل ترجیح ہے۔

☆اور اس کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت عارف ریوگریؒ کے مزار مبارک پر جو کتبہ لگا ہوا ہے اس پر بھی تاریخ وفات ۷۱۵ھ ہی کندہ ہے، تذکرہ خیریہ میں اس کتبہ کا فوٹو دیا گیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

قطعۂ تاریخ وفات

عارف آں عارف و ولی خدا
متصل شد بوصل سبحانی
"خواجۂ اہل دیں" بگو سالش
نیز "عارف امین ربانی "(۷۱۵ھ)
(خزینۃ الاصفیاء ج ۳ ص ۵۱ مفتی غلام سرور لاہوریؒ)

149 - آپ حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ کے خلیفۂ اعظم، سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے امام اور ہفت خواجگان نقشبند کے سرخیل ہیں، آپ سے ہی سلسلۂ تربیہ کا آغاز ہوا، آپ نے ہی سلسلہ کے اصول وضوابط مرتب فرمائے، آپ کی ولادت ۲۲/ شعبان المعظم ۴۳۵ھ (۳۰/ مارچ ۱۰۴۴ء) کو غجدوان میں ہوئی۔

آپ کے والد گرامی قدر کا نام عبد الجمیل یا عبد الجلیل ہے، جو امام عبد الجمیل (یا عبد الجلیل) کے نام سے مشہور تھے، وہ اپنے وقت کے بڑے عالم دین تھے، اور حضرت امام مالکؒ کی اولاد میں سے تھے، ان کی شادی روم کے شاہی خاندان میں ہوئی تھی، اس لئے روم میں رہا کرتے تھے، اور حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے، حضرت خضرؑ نے ان کو بشارت دی تھی کہ تمہارے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام عبد الخالق رکھنا، حالات کی ناموافقت سے روم چھوڑ کر ماوراء النہر چلے گئے، اور بخارا سے اٹھارہ (۱۸) میل کے فاصلے پر غجدوان میں قیام پذیر ہوئے، اور یہیں حضرت خواجہ عبد الخالق کی پیدائش ہوئی۔

حضرت خواجہ عبدالخالق نے علوم ظاہرہ کی تعلیم حضرت شیخ صدرالدین قاضی بخارا سے پائی، اورذکرخفی اور ذکر نفی و اثبات کی اجازت حضرت خضرؑ سے ملی۔

حضرت خواجۂ خواجگان بہاء الدین نقشبندؒ فرماتے ہیں کہ جن دنوں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ اپنے استاد شیخ صدرالدینؒ سے علم تفسیر پڑھ رہے تھے، جب اس آیت کریمہ پر پہونچے:

ادعوا ربکم تضرعاً وخفیة،انہ لایحب المعتدین(الاعراف :۵۵)

ترجمہ: اپنے رب کو عاجزی اور پوشیدگی کے ساتھ پکارو، وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

آپ نے استاذ مکرم سے پوچھا کہ اس پوشیدگی کی حقیقت اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ اگر ذاکر بلند آواز سے ذکر کرے یا ذکر کے وقت اس کے اعضا حرکت کریں تو دوسرا شخص اس ذکر سے واقف ہو جاتا ہے، اور اگر دل سے کرے تو حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

إن الشيطان يجري من الإنسان مجرى الدم(الجامع الصحيح ج ۲ص ۷۱۷ حديث نمبر: ۱۹۳۳المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6مع الكتاب : تعليق د. مصطفى ديب البغا)

(ترجمہ: شیطان انسان میں خون کی طرح چلتا ہے)

اس کے مطابق شیطان ذکر سے واقف ہو جائے گا، استاد نے فرمایا کہ یہ علم لدنی ہے، اگر خدا نے چاہا تو اہل اللہ میں کوئی تمہیں مل جائے گا اور اس کا جواب بتادے گا۔۔۔۔اس کے بعد آپ اولیاء اللہ کی تلاش میں رہے یہاں تک ایک دن حضرت خضرؑ سے ملاقات ہوگئی، حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ میں تمہیں اپنی فرزندی میں قبول کرتا ہوں اور ایک سبق بتاتا ہوں اسے دہراتے رہنا تم پر اسرار کھل جائیں گے، پھر وقوف عددی کی تعلیم دی اور فرمایا کہ حوض میں اترو، غوطہ لگاؤ اور دل سے لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کہو، آپ نے اس پر عمل کیا اور اس کی برکت سے بہت اسرار کھل گئے۔۔۔اس کے بعد حضرت یوسف ہمدانیؒ بخارا تشریف لائے، حضرت خضرؑ نے آپ کو ان کے حوالے کر دیا، اس لئے کہ ظاہری پیر ہر حال میں ضروری ہے، پھر آپ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر فیوض وبرکات حاصل کرنے لگے، کہتے ہیں کہ حضرت خضر آپ کے پیر سبق ہیں، اور حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ پیر صحبت و پیر خرقہ، حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ اور ان کے مشائخ ذکر بالجہر کے عامل تھے، لیکن چونکہ آپ کو ذکر خفی کی تلقین حضرت خضرؑ نے کی تھی اس لئے خواجہ ہمدانیؒ نے اس کو تبدیل نہیں کیا، بلکہ فرمایا کہ جس طرح تمہیں تلقین کی گئی ہے کرتے رہو، خواجہ ابویوسف سے بیعت ہوتے وقت آپ کی عمر بائیس (۲۲)سال کی تھی، حضرت خواجہ ہمدانیؒ کی صحبت میں آپ نے بہت مجلد منازل سلوک طے کر لئے اور کمال تک پہونچ گئے، مگر اپنے حالات کا اخفا کرتے تھے۔

علم تصوف اور علم الاسرار سے آپ کو حصۂ وافر ملا تھا، اس ضمن میں متعدد واقعات آپ کے تذکروں میں نقل کئے گئے ہیں، آپ بہت جلد اشیا کے حقائق تک پہونچ جاتے تھے، مثال کے طور پر ایک دن ایک درویش حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ اگر اللہ پاک مجھے جنت و جہنم کا اختیار دے تو میں جہنم کو اختیار کروں گا کیونکہ ساری زندگی میں نے نفس کے خلاف کام کیا ہے، جنت

بھی تو میرے نفس کی آرزو ہے، خواجہ صاحب نے اس درویش کی تردید کی اور فرمایا کہ بندے کو اختیار سے کیا کام، مالک جہاں بھیجے چلا جائے، اور جہاں ٹھہرائے ٹھہر جائے، بندگی اسی چیز کا نام ہے۔

اس کا ایک جواب حقیر راقم الحروف کے دل میں یہ آتا ہے کہ نفس کی مخالفت ہر جگہ مطلوب نہیں ہے، بلکہ صرف موقع امتحان پر مطلوب ہے، اور موقع امتحان (دار العمل) دنیا ہے، انعام اور جزاء کے دن مالک کی مرضی چلے گی، انعام پانے والے کی نہیں، بلکہ اس دن مالک کی خواہش یہ ہوگی کہ ساری زندگی اس نے تکلیف اٹھائی ہے اور مجھے راضی کرنے کی کوشش کی ہے، آج اس کی تکلیفوں کی ایسی جزاء دی جائے کہ میرا بندہ مجھ سے خوش ہو جائے، تو یوم الجزاء بندہ کی آرزوؤں کی تکمیل (جس کو دنیا کی زبان میں موافقت نفس بھی آپ کہہ سکتے ہیں) کا دن ہوگا اور خود مالک کو مطلوب یہی ہوگا، تو یہ کیسی حماقت ہوگی کہ مطلوب ہی کو مسترد کر دیا جائے۔

☆ نیز اس دنیا میں جس نفس کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے وہ نفس امارہ ہے، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ کی مخالفت مطلوب نہیں ہے، اور انسان کی جب موت ہوتی ہے تو نفس امارہ بھی مر جاتا ہے، پھر آخرت میں جب نئی زندگی کا آغاز ہوگا تو اس وقت انسان کے پاس یہ نفس امارہ موجود نہ ہوگا، پھر ظاہر ہے کہ مخالفت کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے۔

اس درویش نے پوچھا کہ سالکان طریقت پر بھی شیطان کا غلبہ ہوتا ہے؟ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جو سالک مقام فنائے نفس کو نہ پہونچا ہو غصہ کے وقت شیطان اس پر قابو پالیتا ہے، لیکن جو اس مقام پر پہونچ گیا ہو اس کو غصہ نہیں آتا بلکہ غیرت آتی ہے، اور جہاں غیرت ہوتی ہے وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے، اور یہ صفت اس شخص میں ہوتی ہے جو کتاب اللہ کو ایک ہاتھ میں اور سنت رسول اللہ کو دوسرے ہاتھ میں لئے ہوئے ہو، اور ان دونوں کی روشنی میں راستہ چلتا ہو۔

آپ اتباع سنت اور شریعت مطہرہ کو طریقت کی روح اور خلاف شریعت کو زیغ وضلال قرار دیتے تھے۔

بڑے صاحب کشف وکرامات تھے، بڑے واقعات آپ سے منسوب ہیں، آپ ولایت کے اس مقام بلند تک پہونچے کہ ہر نماز کے لئے آپ خانۂ کعبہ تشریف لے جاتے اور واپس آجاتے۔

آخری وقت آیا تو مرید و فرزند وہاں موجود تھے، آپ نے آنکھیں کھول کر فرمایا: عزیزو! خوش خبری ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہے اور اپنی رضا کی بشارت دی ہے، "تمام لوگ رونے لگے اور عرض کیا کہ ہمارے لئے بھی دعا فرمائیں، آپ نے فرمایا: تم کو بھی بشارت ہو، اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ جو شخص اس طریق پر تا آخر استقامت رکھے گا، میں اس پر رحمت کروں گا اور اسے بخش دوں گا، کوشش کرو کہ اس طریقہ سے علٰحدہ نہ رہو" تھوڑی دیر بعد آواز آئی "

يَاأَيَّتُهَاالنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّة ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً (الفجر: ۲۷، ۲۸)

(ترجمہ: اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہوں، یوں کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی)

اس کے ساتھ ہی آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، تاریخ وفات ۱۲ / ربیع الاول ۵۷۵ھ (۲۳ / اگست ۱۱۷۹ء) ہے، آپ کا مزار مبارک غجدوان میں ہے۔

عام تذکروں میں یہی تاریخ وفات درج ہے، جن کے نام نیچے آرہے ہیں، لیکن رسالہ "عارف نامہ" (مؤلفہ حضرت

۲۳۔ حضرت خواجہ ابویعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی ؒ (ولادت ۴۴۰ھ یا ۴۴۱ھ مطابق ۱۰۴۹ء یا ۱۰۵۰ء۔وفات ۲۲/ربیع الاول یا ۲۷/رجب ۵۳۵ھ مطابق ۱۱/نومبر ۱۱۴۰ء یا ۱۴/مارچ ۱۱۴۱ء)

۲۴۔ شیخ بوعلی فارمدی طوسیؒ (ولادت ۴۰۷ھ یا ۴۳۴ھ مطابق ۱۰۱۶ء یا ۱۰۴۲ء۔ وفات ۴/ربیع الاول ۴۷۷ھ مطابق ۱۶/جولائی ۱۰۸۴ء)[150]

خواجہ عارف ریوگریؒ) کے حاشیہ میں حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحبؒ نے حضرات القدس (دفتر اول ص ۱۳۳) کے حوالے سے تاریخ وفات ۶۱۷ھ / ۱۲۲۰ء درج کی ہے، اوراسی کو زیادہ درست قرار دیا ہے (عارف نامہ، مقدمہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحبؒ ص ۸، شائع کردہ زوار اکیڈمی کراچی)

آپ نے اپنے فرزندوں اور حلقۂ احباب کو جو وصیت کی تھی، اس کے چند اہم اجزاء یہ تھے: ☆ خانقاہ نہ بناؤ اور نہ خانقاہ میں رہو، ☆ اہل دنیا اور بادشاہوں سے دور رہو، ☆ قہقہہ مار کر نہ ہنسو، ☆ کسی سے کچھ طلب نہ کرو، جو مانگنا ہو اللہ پاک سے مانگو، ☆ محفل سماع میں کثرت سے نہ بیٹھو، کیونکہ سماع کی کثرت سے نفاق پیدا ہوتا ہے، اور دل مردہ ہو جاتا ہے، سماع صرف اس شخص کے لئے جائز ہے، جس کا دل زندہ اور نفس مردہ ہو۔

طریقۂ نقشبندیہ کی بنا جن مصطلحات وکلمات پر ہے، وہ آپ ہی کے وضع کردہ ہیں، سلسلۂ نقشبندیہ کی بنیاد گیارہ (۱۱) اصولوں پر رکھی گئی ہے:

(۱) ہوش دردم (۲) نظر بہ قدم (۳) سفر دروطن (۴) خلوت درانجمن (۵) یادکرد (۶) بازگشت (۷) نگاہ داشت (۸) یاداشت۔

بعد میں حضرت خواجہ نقشبندؒ نے تین اصولوں کا اضافہ کیا:

(۹) وقوف عددی (۱۰) وقوف زمانی (۱۱) وقوف قلبی

ان مصطلحات کی تشریح آئندہ ایک مستقل باب میں آئے گی۔

مادۂ وفات: آفتاب کامل (۵۷۵ھ)

(تذکرۂ نقشبندیہ خیریہ مؤلفہ صادق قصوری ص ۲۵۰ تا ۲۵۹ ☆ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ توکلیہ ص ۹۸ تا ۱۰۹)

150 ۔ اسم گرامی فضل اللہ بن محمد بن علی اور کنیت ابو علی ہے، آپ ۴۳۴ھ / ۱۰۴۲ء۔ ۱۰۴۳ء میں طوس کے نواحی گاؤں "فارمد" میں پیدا ہوئے، اسی نسبت سے آپ "فارمدی" کہلاتے ہیں۔

شعور کی عمر کو پہونچے تو حصول علم کے لئے نیشاپور تشریف لے گئے اور وہاں حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ سے کسب فیض کیا، یہاں آپ پر بڑے عجیب وغریب حالات وواردات ظاہر ہوئے، جب شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ نیشاپور سے تشریف لے گئے، تو آپ امام ابوالقاسم قشیریؒ صاحب رسالۂ قشیریہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اپنے احوال و واردات بیان فرمائے، امام ابوالقاسمؒ نے فرمایا: اے لڑکے! جا تحصیل علم میں مشغول ہو"

چنانچہ آپ حصول علم میں تین سال تک مشغول رہے، اس دوران آپ نے فقہ امام ابوحامد غزالی کبیرؒ سے پڑھی، اور سماع حدیث ابوعبداللہ بن باکوشیرازیؒ، ابومنصور تمیمیؒ، ابوحامد غزالی کبیرؒ، ابوعبدالرحمن نیلیؒ، اورابوعثمان صابونیؒ سے کیا، لیکن وہ حالات وواردات ختم نہیں ہوئے، بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا رہا، یہاں تک کہ ایک دن آپ نے دوات میں قلم ڈال کر نکالا تو وہ سفید تھا، آپ نے امام ابوالقاسم قشیری کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ واقعہ عرض کیا، تو امام موصوفؒ نے فرمایا: جب علم نے تجھ سے ہاتھ اٹھالیا تو بھی اس سے ہاتھ اٹھالے، اور طریقت کے کام میں لگ جا، آخر آپ مدرسہ سے خانقاہ میں آگئے اور حضرت امام ابوالقاسم قشیریؒ کی خدمت میں مصروف ہوگئے، ایک دن امام قشیریؒ حمام میں گئے، آپ بھی ساتھ ہولئے، اور امام موصوف کے غسل کے لئے چند ڈول پانی حمام میں ڈال دیئے، جب امام موصوف غسل سے فارغ ہوکر حمام سے باہر آئے، تو فرمایا یہ کون شخص تھا جس نے حمام میں پانی ڈالا، آپ اس خوف سے خاموش رہے کہ کہیں مرضی کے خلاف نہ ہوا ہو، آخر امام صاحب نے دوبارہ اور سہ بارہ دریافت فرمایا، تو ڈرتے ہوئے عرض کیا کہ یہ خادم تھا، امام صاحب نے فرمایا: اے ابوعلی! جو کچھ ابوالقاسم قشیریؒ (یعنی میں) نے ستر (۷۰) سال میں حاصل کیا تھا، تونے پانی کے چند ڈول میں پالیا،۔۔۔ پھر آپ مجاہدے میں مشغول ہوگئے، ایک دن آپ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ آپ اس میں گم ہوگئے، آپ نے وہ کیفیت امام قشیریؒ سے عرض کی، امام صاحب نے فرمایا کہ اے ابوعلی! میری رسائی اس سے زیادہ نہیں ہے۔

اس طرح روحانیت کی پہلی نسبت آپ کو امام قشیریؒ سے حاصل ہوئی، یہ نسبت سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے ہوتے ہوئے حضرت علیؓ تک پہونچتی ہے، وہ اس طرح کہ:

حضرت بوعلی فارمدیؒ کو یہ نسبت حاصل ہوئی حضرت امام ابوالقاسم قشیریؒ سے، ان کو خواجہ بوعلی دقاقؒ سے، ان کو خواجہ ابوالقاسم نصیر آبادیؒ سے، ان کو حضرت ابوعلی رودباریؒ، خواجہ ابوبکر شبلیؒ اور حضرت ابوبکر واسطیؒ تینوں بزرگوں سے، اور ان سب کو سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے، ان کو شیخ سری سقطیؒ سے، ان کو شیخ معروف کرخیؒ سے، ان کو شیخ داؤد طائیؒ سے، ان کو خواجہ حبیب عجمیؒ سے، ان کو امام الاولیاء حضرت حسن بصریؒ سے، ان کو امیر المؤمنین حضرت علیؓ سے، اور ان کو سرور کائنات حضرت رسول مقبول ﷺ سے (الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، مجموعۂ رسائل امام شاہ ولی اللہ دہلوی ص ۲۲۷ مرتبہ مفتی عطاء الرحمن قاسمی، شاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ دہلی)

اس کے بعد آپ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ (خلیفۂ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرف بیعت حاصل کی اور تکمیل سلوک کے بعد خلافت سے سرفراز ہوئے، آخر حضرتؒ کی شفقت اتنی بڑھی کہ انہوں نے آپ کو اپنی دامادی کا شرف بھی عطا فرمایا۔

پھر اویسی طور پر آپ کو براہ راست حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ سے بھی نسبت حاصل ہوئی، بلکہ آپ کی یہی نسبت زیادہ مشہور ہوئی یہاں تک کہ بعض لوگوں کو گمان ہوا کہ آپ براہ راست حضرت ابوالحسن خرقانیؒ ہی کے خلیفہ ہیں، یہاں تک کہ شجرات میں بھی حضرت ابوالقاسم گرگانی کا نام درج نہیں کیا گیا، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ولادت حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی وفات کے بعد ہوئی۔۔۔ اویسی طور پر فیضیابی کی بھی اپنی اہمیت ہے لیکن کمال تک رسائی کے لئے ظاہری واسطہ ضروری ہے، اسی سے استفادہ

۲۵-حضرت شیخ ابو القاسم کرگانی ؒ (وفات ۴۵۰ھ/۴۶۹ھ م ۱۰۵۸ء/۱۰۷۶ء)[151]

میں استناد پیدا ہوتا ہے، عام حالات میں ظاہری واسطہ کے بغیر انسان میں وہ اہلیت پیدا نہیں ہوتی کہ روحانی طور پر مشائخ متقدمین سے کسب فیض کرسکے، شیخ ظاہر کی صحبت وتربیت سے انسان کے قلب وروح میں وہ قوت پیدا ہوجاتی ہے کہ سابقہ ارواح صالحین سے اتصال قائم کرسکے، اس لئے درمیانی واسطہ کو حذف کرنا استناد کے نقطۂ نظر سے بھی اور فیضان کے لحاظ سے بھی مناسب نہیں۔

تکمیل سلوک کے بعد آپ طوس سے نیشاپور تشریف لے گئے، وہاں آپ کا وعظ بہت مقبول ہوگیا، بڑے بڑے امراء بالخصوص نظام الملک کے یہاں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، آپ کو لسان الوقت کا خطاب دیا گیا، فتوحات کے دروازے کھل گئے، مگروہ سب آپ صوفیا اور غرباء پر خرچ کردیتے تھے، ابن سمعانیؒ کا قول ہے کہ "ابو علی لسان خراسان اور شیخ خراسان تھے" بڑے بڑے اکابر وقت آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے، حجۃ الاسلام امام غزالیؒ بھی آپ ہی سے بیعت اور تربیت یافتہ ہیں۔

آپ کے خلفاء میں دو نامور ہستیاں شامل ہیں، اول حضرت یوسف ہمدانیؒ جن سے سلسلۂ نقشبندیہ چلا، اور دوم حضرت احمد غزالیؒ (م ۵۲۰ھ/۱۱۲۶ء) جو امام غزالی کے چھوٹے بھائی تھے، ان سے دو بڑے سلسلے سہروردیہ اور مولویہ (مولانا رومیؒ کی نسبت سے موسوم) جاری ہوئے، اس طرح تصوف کی تاریخ میں حضرت ابو علی فارمدیؒ کو یہ ممتاز مقام حاصل ہے کہ آپ کئی بڑے سلاسل کے امام ہیں۔

آپ کی وفات ۴/ربیع الاول ۴۷۷ھ (۱۶/جولائی ۱۰۸۴ء) کو تینتالیس (۴۳) سال کی عمر میں ہوئی، مزار اقدس طوس میں مرجع خاص وعام ہے۔

مادۂ تاریخ رحلت: "عزت" ☆ "عبادت" (۴۷۷ھ)۔

(تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ ص ۸۹ تا ۹۲ مؤلفہ علامہ نور بخش توکلی بحوالہ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للتاج السبکی، نفحات الانس ☆ تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ خیریہ ص ۲۴۱ تا ۲۴۴ مؤلفہ مولانا محمد صادق قصوریؒ ☆ حضرت مجدد الف ثانیؒ ص ۱۲۲ مؤلفہ مولانا سید زوار حسینؒ ☆ "تاریخ مشائخ نقشبندیہ ص ۱۹۳ تا ۱۹۶ مؤلفہ عبد الرسول للہی)

151 -اسم مبارک علی بن عبد اللہ اور کنیت ابو القاسم ہے، طوس کے نواح میں ایک دیہات "گرگان" کے رہنے والے تھے، یہ بغداد میں سلجوقیوں کا دور تھا، اس وقت ترکستان، ایران، عراق، اور شام بغداد کے زیر نگیں تھے۔

حضرت ابو القاسم گرگانیؒ براہ راست حضرت شیخ ابو الحسن خرقانیؒ کے تربیت یافتہ اور خلیفہ ہیں، ان کے علاوہ تین واسطوں -۱- حضرت ابو عثمان مغربیؒ، ۲- ابو علی الکاتبؒ، ۳- اور ابو علی رودباریؒ - کے ذریعہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے بھی آپ کو نسبت حاصل ہے، حضرت جنید بغدادیؒ کو یہ نسبت اپنے ماموں حضرت سری سقطیؒ سے ملی، ان کو حضرت معروف کرخیؒ سے ، اور حضرت معروف کرخیؒ بہت سے بزرگوں کے فیض یافتہ ہیں، جن میں دو سلسلے زیادہ مشہور ہیں:

۱- آپ کو یہ نسبت حاصل ہوئی حضرت امام علی بن موسیٰ رضا سے، ان کو امام موسیٰ کاظمؒ سے، ان کو امام جعفر صادقؒ سے، ان کو اپنے والد امام محمد باقرؒ سے، ان کو اپنے والد امام زین العابدینؒ سے، ان کو اپنے والد امام حسینؓ سے، ان کو اپنے والد امیر المؤمنین حضرت علیؓ سے اور ان کو سید المرسلین حضرت رسول اللہ ﷺ سے۔

عام طور پر شجرات اور تصوف کی کتابوں میں حضرت بو علی فارمدیؒ اور حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کے درمیان حضرت ابوالقاسم کرگانیؒ کا نام نہیں ملتا ہے، بلکہ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کے بعد بلا فصل حضرت بو علی فارمدیؒ کا ذکر کیا جاتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ خرقانیؒ سے حضرت فارمدیؒ کی ملاقات ثابت بلکہ ممکن نہیں ہے، اس لئے کہ حضرت خرقانیؒ کی وفات (۴۲۵ھ) کے کئی سال بعد حضرت فارمدیؒ کی ولادت (۴۳۴ھ میں) ہوئی، آپ کو باطنی کمالات اصلاً دو مشائخ طریق (حضرت ابوالقاسم قشیریؒ[152] اور حضرت ابوالقاسم کرگانیؒ) کے زیر صحبت حاصل ہوئے۔

۲- حضرت معروف کرخیؒ کو دوسری نسبت حضرت داؤد طائیؒ سے بھی حاصل ہے، ان کو حضرت حبیب عجمیؒ سے، ان کو حضرت حسن بصریؒ سے، ان کو حضرت انسؓ خادم رسول اللہ ﷺ سے، اور ان کو حضرت رسول پاک ﷺ سے (الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۲۲۷ تا ۲۳۸ ☆ القول الجمیل فی بیان سواء السبیل، مجموعۂ رسائل امام شاہ ولی اللہ ج ۶ ص ۲۱۳، تحقیق و تعلیق: مفتی عطاء الرحمن قاسمی، شائع کردہ: شاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ دہلی ۲۰۱۵ء)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ان وسائط کے لئے غالباً شیخ احمد قشاشیؒ کی کتاب "عقد الفرید فی سلاسل اہل التوحید" سے استفادہ کیا ہے، جیسا کہ آپ نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے (الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۲۳۸)

حضرت کرگانیؒ اپنے وقت میں بے نظیر و بے بدل اور مرجع الکل تھے، اور کشف کے باب میں بڑی شہرت رکھتے تھے، حضرت قطب دوراں داتا گنج بخش ہجویری لاہوریؒ (م ۴۶۵ھ / ۱۰۷۲ء) فرماتے ہیں کہ مجھے ایک واقعہ پیش آیا جس کا حل کرنا دشوار تھا، میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری کے ارادے سے طوس پہونچا، اس وقت آپ مسجد کے حجرے میں تنہا تھے، اور ایک ستون کو مخاطب کر کے میرا ہی واقعہ ارشاد فرما رہے تھے، میں نے عرض کیا، حضرت! آپ کس سے گفتگو کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا، اے لڑکے! اللہ پاک نے اس وقت اس ستون کو میرے ساتھ گویا کر دیا، اس نے مجھ سے سوال کیا جس کا میں جواب دے رہا ہوں۔

آپ صاحب تصانیف عالم تھے، آپ کی کتاب "اصول الطریقۃ وفصول الحقیقۃ "تصوف کے موضوع پر اہم تحریر ہے، وصال پر ملال ۲۳ / صفر ۴۵۰ھ / ۴۶۹ھ (۲۶ / اپریل ۱۰۵۸ء / ۱۰۷۶ء) کو ہوا (تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ توکلیہ ص ۸۶ تا ۸۸ ☆ سفینۃ الاولیاء (فارسی) ص ۱۲۶ مؤلفہ داراشکوہ ☆ تاریخ مشائخ نقشبندیہ ص ۱۸۹ تا ۱۹۲ عبد الرسول للہی)

152- حضرت شیخ ابوالقاسم قشیریؒ کا پورا نام ہے "عبد الکریم بن ہوازن بن عبد الملک بن طلحہ نیشاپوری القشیریؒ"، قبیلۂ بنو قشیر ابن کعب سے تعلق تھا، نیشاپور کے رہنے والے تھے، استاذ کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے، تاریخ ولادت ۳۷۶ھ م ۹۸۶ء ہے، حضرت شیخ بو علی دقاقؒ سے آپ نے سلوک کی تعلیم حاصل کی، شیخ بو علی دقاقؒ کو خواجہ ابوالقاسم نصر آبادیؒ سے انتساب تھا، ان کو حضرت ابو علی رودباریؒ، خواجہ ابو بکر شبلیؒ اور حضرت ابو بکر واسطیؒ تینوں بزرگوں سے، اور ان سب کو سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ سے، ان کو شیخ سری سقطیؒ سے، ان کو شیخ معروف کرخیؒ سے، ان کو شیخ داؤد طائیؒ سے، ان کو خواجہ حبیب عجمیؒ سے، ان کو امام الاولیاء حضرت

☆امام قشیریؒ کو یہ نسبت حضرت شیخ بو علی دقاقؒ (متوفی ۴۰۵ھ م ۱۰۱۴ء)[153] سے حاصل ہوئی ، ان کو خواجہ ابوالقاسم نصر آبادیؒ (متوفی ۳۶۷ھ یا ۳۷۲ھ)[154] سے، ان کو حضرت ابو علی

حسن بصریؒ سے، ان کو امیر المؤمنین حضرت علیؓ سے، اور ان کو سرور کائنات حضرت رسول مقبول ﷺ سے (الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، مجموعۂ رسائل امام شاہ ولی اللہ دہلوی ص ۲۲۷ مرتبہ مفتی عطاء الرحمن قاسمی، شاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ دہلی)

آپ بڑے صاحب کرامات اور اپنے وقت میں خراسان کے اندر مرجع خلائق تھے، سلطان الپ ارسلان آپ کا بے حد احترام کرتا تھا، تصوف وعلم الاخلاق کی مشہور زمانہ کتاب "رسالۂ قشیریہ" آپ ہی کی تصنیف لطیف ہے، اس کے علاوہ تفسیر قرآن بھی آپ نے لکھی، اس کا نام "التیسیر فی التفسیر" ہے (تین جلدوں میں ہے)، اس کا ایک نام "تفسیر کبیر" بھی ہے، اور اسی کو "تفسیر لطائف الاشارات" بھی کہتے ہیں، اور بھی کئی بلند پایہ تصانیف کا ذکر ملتا ہے، وصال پر ملال ربیع الثانی ۴۶۵ھ (دسمبر ۱۰۷۲ء) میں ہوا (نفحات الانس ص ۵۴۸ مؤلفہ حضرت جامیؒ ☆ **الأعلام ج ۴ ص ۵۷ المؤلف : خير الدين بن محمود بن محمد بن علي بن فارس ، الزركلي الدمشقي (المتوفى : 1396هـ) الناشر : دار العلم للملايين الطبعة : الخامسة عشر - أيار / مايو 2002 م بحواله** طبقات السبكي 3: 243 - 248 والوفيات 1: 299 وتاريخ بغداد 11: 83 مفتاح السعادة 1: 438 ثم 2: 186 ومجلة الكتاب 3 : 185 وتبيين كذب المفتري271 و Brock: I: 556 S I 770 وانظر فهرسته. وكشف الظنون 520 و 1551 والتيمورية 1: 230.وتذكرة النوادر 24 وانظر كتابخانه دانشكاه تهران: جلد أول، ص 185)

153 - اصل نام حسن بن محمد بن دقاق ہے، اپنے عہد میں نیشاپور کی زبان، اعلیٰ درجہ کے خطیب، بڑے عالم دین اور یکتائے روزگار تھے، بے شمار مشائخ کو دیکھا اور فیضیاب ہوئے، آپ حضرت ابوالقاسم نصیر آبادیؒ کے خلیفۂ اجل ہیں، صاحب قال کے ساتھ صاحب حال بھی تھے، طبیعت میں بے حد حرارت تھی، آپ کی مجلس میں بڑے بڑے علماء حاضر ہوتے تھے، حضرت ابوالقاسم قشیریؒ (صاحب رسالۂ قشیریہ) بھی ان حاضر باشوں میں تھے، جو آپ کے شاگرد، مرید اور داماد بھی تھے، حضرت قشیریؒ نے آپ کے مجلسی افادات کا مجموعہ مرتب کیا، آپ کی مجلس میں بڑے بڑے دقیق مسائل ہوتے تھے، اور آپ کے کشف وکرامات کا بھی ظہور ہوتا تھا، مثلاً:

☆ایک صاحب مجلس میں حاضر ہوئے، اس نے شیخ کے سر پر خوبصورت دستار دیکھی تو اس کی طمع پیدا ہوگئی، اس نے سوال کیا کہ حضرت! توکل کس چیز کا نام ہے؟ شیخ نے فرمایا توکل یہ ہے کہ دستار کی طمع تم سے ختم ہوجائے۔

☆ایک شخص نے خدا کے نزول کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ نے جواب میں دو عربی اشعار پڑھے:

خلیلی هل ابصرتما اوسمعتما باکرم من رب یمشی الیٰ عبده

اتیٰ زائراًمن غیروعده قال لی اصوتک من تعلیق قلبک بالوعد

ترجمہ: تم نے سنا کہ دیکھا ہے اے میرے دوستو! رب سے بڑا کریم جو بندے کے پاس آئے، وعدہ کئے بغیر ہی وہ میرے پاس آتا ہے، اور کہتا ہے کہ صرف میں ہوں جو تیرے دل کو آواز دے۔

رودباریؒ(متوفیٰ ۳۲۲ھ / ۹۴۴ء)[155]،خواجہ ابوبکر شبلیؒ(متوفیٰ ۳۳۴ھ / ۹۴۶ء)وحضرت ابوبکر واسطیؒ(متوفیٰ ۳۲۰ء / ۹۳۲ء یا ۳۳۱ھ / ۹۴۲ء)[156]تینوں مشائخ سے ،اور یہ سب سید الطائفہ حضرت

آخری عمر میں آپ سراپا درد بن گئے تھے ،خوف و گریہ کا بڑا غلبہ تھا، کہتے ہیں کہ جب شام ہونے لگتی تو چھت پر چڑھ جاتے ،اور آفتاب کی طرف منہ کر کے کہتے کہ "بتاؤ! آج کیسی گذری، کسی جگہ تم کسی غمزدہ پر چمکے ،اور کسی جگہ ان زیر وزبر ہونے والوں کی تم کو کچھ خبر ملی ؟اس طرح غروب تک سورج سے ہم کلام رہتے۔

یہ کیفیت کبھی خود کلامی میں تبدیل ہو جاتی تھی ، مجلس میں بھی ایسی دقیق باتیں فرمانے لگتے جو لوگوں کی فہم سے بالاتر ہوتیں ،اسی لئے اخیر میں مجلس کے حاضرین کی تعداد کم ہو گئی تھی ، زیادہ سے زیادہ سترہ اٹھارہ(۱۸) آدمی رہ گئے تھے ،حضرت جامیؒ نے شیخ الاسلامؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ "جب شیخ ابو علی دقاقؒ کا کلام اس بلندی پر پہونچا تو ان کی مجلس لوگوں سے خالی ہو گئی"

آپ کی وفات نیشاپور میں بماہ ذی قعدہ ۴۰۵ھ (اپریل ۱۰۱۴ء)اور بقول بعض ۴۰۶ھ (م ۱۰۱۵ء)ہوئی ،اور آسمانی سورج سے ہم کلام رہنے والا علم وطریقت کا یہ آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا(نفحات الانس ص ۵۲۴ تا ۵۲۶ مؤلفہ حضرت عبدالرحمن جامیؒ، ترجمہ: شمس بریلوی، ناشر: دانش پبلشنگ کمپنی دریا گنج دہلی، ۲۰۱۰ء ☆سفینۃ الاولیاء فارسی ص ۲۷۳ مؤلفہ داراشکوہ)

154 -پورا نام ابوالقاسم ابراہیم بن محمد بن محمود نصر آبادیؒ ہے، خراسان کے شیخ تھے ،نیشاپور میں پیدا ہوئے ،اور وہیں پروان چڑھے ، کئی علوم میں آپ کو تبحر حاصل تھا، حدیث شریف اور علم تاریخ کے حافظ تھے ،خاص طور پر علم معرفت اور حقائق کا گہرا درک حاصل تھا، روایت حدیث میں قابل اعتماد تھے، علم اور حال میں یکتائے روزگار تھے ، شیخ ابراہیم شیبانیؒ کے شاگرد رشید تھے ،حضرت ابوبکر شبلیؒ ، شیخ واسطیؒ، حضرت ابو علی رودباریؒ، شیخ ابوبکر طاہرؒ اور حضرت ابو محمد مرتعشؒ جیسے اکابر وقت سے مستفید ہوئے ،ساری زندگی نیشاپور میں رہے ، آخری عمر میں حج کے لئے تشریف لے گئے ،اور مکہ معظمہ میں مقیم ہو گئے ، شیخ ابو عثمان مغربیؒ ان کے استقبال کے لئے جب سامنے آئے تو توانہوں نے خوش طبعی سے فرمایا کہ مکہ میں آپ کی کیا جگہ ہے ؟، شیخ نصر آبادیؒ نے کہا کہ اور آپ کی کیا جگہ ہے ، یہ میری جگہ ہے ، اتفاق سے کچھ ہی مدت کے بعد حضرت ابو عثمانؒ مکہ سے نیشاپور واپس ہو گئے ،اور حضرت نصر آبادیؒ تا حیات مکہ معظمہ میں مقیم رہے ، یہاں تک کہ ۳۶۷ھ م ۹۷۷ء (بروایت طبقات الصوفیہ) یا ۳۷۲ھ م ۹۸۲ء (بروایت نفحات الانس) میں آپ نے انتقال فرمایا۔(طبقات الصوفیہ ص ۳۴۳ تا ۳۴۶ مؤلفہ شیخ ابو عبدالرحمن محمد بن الحسین السلمی ، مترجم شاہ محمد چشتی ، ناشر: اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دریا گنج دہلی، ۲۰۱۴ء ☆ نفحات الانس ص ۴۵۲، ۴۵۱ مؤلفہ شیخ عبدالرحمن جامیؒ)

155 -اسم گرامی "احمد بن محمد بن قاسم بن منصور بن شہریار رودباری ہے، آپ کے آباء کرام کا نسب کسریٰ شاہ فارس (نوشیرواں عادل) تک پہونچتا ہے ، وطن مالوف بغداد تھا، لیکن مصر میں رہائش اختیار کر لی تھی ،اور وہیں وفات پائی ، آپ مصر کے مشائخ اور علماء کے امام تھے آپ کے ماموں ابو عبداللہ رودباریؒ ہیں۔

آپ سید الطائفہ جنید بغدادی کے اجل خلفاء میں ہیں ، نیز حضرت ممشاد دینوریؒ، حضرت ابوالحسین نوریؒ، حضرت ابو حمزہؒ، حضرت حسن مسوحیؒ کے بھی فیض یافتہ ہیں، ایک عرصہ تک شام میں حضرت ابن جلاء کی صحبت میں بھی رہے۔

حضرت جنید بغدادی سے آپ کے تعلق کا پس منظر یہ ہے کہ آپ اپنے آبائی طرز کے مطابق امیرانہ ٹھاٹ باٹ کے ساتھ رہتے تھے، ایک دن حضرت جنید بغدادیؒ جامع مسجد میں وعظ فرما رہے تھے، حسن اتفاق آپ بھی اس وقت جامع مسجد میں موجود تھے، (شیخ سلمی کی روایت ہے کہ آپ مسجد کے باہر گذر رہے تھے) کہ دوران وعظ شیخ نے مجلس میں کسی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ "اسمع یاھذا!اے شخص سنو، آپ نے سمجھا کہ شیخ مجھ سے ہی مخاطب ہیں، آپ کھڑے ہو گئے، اور حضرت کی باتیں سننے لگے، اور اسی وعظ اور حضرت کی خصوصی توجہ نے آپ کی کایا پلٹ کر رکھ دی، دل دنیا سے اچاٹ ہو گیا، اور سب کچھ دولت ، جائیداد وغیرہ چھوڑ کر حضرت بغدادی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔

آپ نے اپنے مشائخ کے بارے میں فرمایا کہ :تصوف میں میرے استاذ حضرت جنیدؒ، فقہ میں حضرت ابو العباس بن سریجؒ، ادب میں حضرت ثعلبؒ، اور حدیث میں حضرت ابراہیم حربیؒ ہیں۔

آپ بڑے عالم، حافظ حدیث، فقیہ، ادیب، شاعر اور امام وقت تھے، شیخ عبد الرحمن سلمیؒ نے آپ کی کئی مرویات حدیث سند متصل کے ساتھ نقل کی ہیں (طبقات الصوفیہ ۲۵۰) نفحات الانس میں آپ کے شعری نمونے بھی نقل کئے گئے ہیں۔

کتب تصوف میں آپ کے بہت سے قیمتی ارشادات محفوظ ہیں جن کا تعلق حکمت دین اور اسرار شریعت سے ہے، ان میں سے چند بطور نمونہ یہ ہیں:

☆ آپ سے "اشارہ" کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: کہ اشارہ صرف اس شخص کے وجود میں موجود شے کا اظہار ہوتا ہے، جس کی طرف اشارہ کیا جائے، اور در حقیقت اشارہ کے ساتھ اسباب ہوتے ہیں، وہ اسباب خلقت کی نظر سے دور ہوتے ہیں۔

☆ آپ سے مرید اور مراد کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: مرید وہ ہوتا ہے جو اپنے نفس کے لئے وہی پسند کرتا ہے، جو اللہ نے اسے دینا ہوتا ہے، اور مراد وہ شخص ہوتا ہے جو کائنات میں اللہ کے سوا کوئی شے نہیں چاہتا۔

☆ اپنے خال محترم حضرت ابو علیؒ کے حوالے سے نقل فرمایا کہ اگر اہل توحید تجرید (اللہ کے مقابلے میں ہر شے سے کٹ کر) کی زبان میں بات کریں تو ہر حق پرست مر جائے گا۔

آپ کی وفات ۳۳۲ھ (مطابق ۹۴۴ء) میں ہوئی، نفحات الانس میں ۳۳۱ھ لکھا ہے، بوقت نزع آپ کی زبان پر یہ عربی شعر جاری تھا:

وحقک لانظرت الیٰ سواک
بعین مودة حتیٰ اراک

تیرے حق کی قسم میں نے محبت کی نگاہوں سے
نہ دیکھا ہے، نہ دیکھوں گا کسی کو بھی بجز تیرے

(خزینۃ الاصفیاء ج ۴ ص ۱۳ مؤلفہ: مفتی غلام سرور لاہوریؒ، اردو ترجمہ: جناب محمد ظہیر الدین بھٹی، مکتبۂ نبویہ لاہور، ۱۴۱۴ھ / ۱۹۹۴ء
☆ طبقات الصوفیہ للسلمیؒ ص ۲۴۹ تا ۲۵۳ ☆ نفحات الانس للجامیؒ ص ۴۱۶ تا ۴۱۹)

جنید بغدادیؒ (متوفی ۲۹۷ھ / ۹۱۰ء) کے خلفاء ہیں، حضرت جنید بغدادیؒ سے یہ سلسلہ امیر المؤمنین حضرت علیؓ تک پہونچتاہے۔

☆حضرت کرگانیؒ کاایک سلسلہ شیخ خرقانیؒ کے واسطے سے امیر المؤمنین حضرت صدیق اکبرؓ تک پہونچتاہے:

☆جس میں ایک نسبت اویسی ہے: یعنی حضرت خرقانیؒ حضرت بایزید بسطامیؒ سے، وہ حضرت جعفر صادقؒ سے، وہ حضرت قاسم بن محمدؒ سے، وہ حضرت سلمان فارسیؓ سے اور وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مستفید ہیں۔

اس سلسلہ میں ظاہری طور پر اتصال موجود نہیں ہے، کئی جگہ انقطاع پایا جاتا ہے۔

☆البتہ دوسری نسبت چند واسطوں سے حضرت صدیق اکبرؓ تک پہونچتی ہے، اس میں انقطاع نہیں ہے، وہ اس طرح ہے:

"آپؒ کے شیخ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ ہیں، ان کے حضرت ابوالمظفر مولیٰ ترک طوسیؒ، ان

---

156 - پورانام ابو بکر محمد بن موسیٰ واسطی ہے، فرغانہ کے رہنے والے تھے، اس لئے ابن الفرغانی کہلاتے تھے، حضرت جنید بغدادی اور حضرت ابوالحسین نوری کے اولین تلامذہ میں ہیں، علم ظاہر اور باطن دونوں کے جامع تھے، قادرالکلام شاعر بھی تھے، اور صوفیانہ شاعری کرتے تھے، اس میں توحید اور معرفت کے دقیق مضامین ہوتے تھے، جس کو عام لوگ نہیں سمجھ سکتے تھے، ان کو ہمیشہ ایسے سامعین کی تلاش رہی جو ان کے کلام کو سمجھ سکیں، آپ کا کلام زیادہ تر اہل مرو (فارس کا ایک شہر) کے پاس پڑھا اور سنا جاتا تھا، جو آپ کا وطن ثانی ہو گیا تھا، آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے عراق چھوڑ کر "مرو" کو کیوں اختیار کیا، تو ارشاد فرمایا کہ یہ ذہین اور اہل فہم حضرات کا شہر ہے، یہ لوگ میرے کلام کے فہم کی اہلیت رکھتے ہیں، تصوف کے اصول آپ نے مرتب کئے تھے، وہ بھی بے نظیر تھے، مروہی میں ۳۳۱ھ / ۹۴۲ء میں اور نفحات اور طبقات کے مطابق ۳۲۰ھ م ۹۳۲ء میں وفات پائی، اور مروہی میں مدفون ہوئے (طبقات الصوفیہ للسلمیؒ ص ۲۱۲ تا ۲۱۵ ☆ نفحات الانس للجامیؒ ص ۳۷۹ تا ۳۸۱ ☆ **الأعلام ج ۷ ص ۱۱۷ المؤلف : خير الدين بن محمود بن محمد بن علي بن فارس، الزركلي الدمشقي (المتوفى : 1396هـ) الناشر : دار العلم للملايين الطبعة : الخامسة عشر - أيار / مايو 2002 م بحواله :** العروسي على شرح الرسالة القشيرية 1: 178 وطبقات الصوفية 302 وطبقات الشعراني 85 وانظر 357: 1. Brock S.)

کے خواجہ اعرابی بایزید عشقیؒ، ان کے خواجہ محمد مغربیؒ (م ۲۷۹ھ / ۸۹۲ء یا ۲۹۹ھ / ۹۱۲ء)[157]، ان کے حضرت بایزید بسطامیؒ، ان کے حضرت امام علی رضاؒ (م ۲۰۸ھ / ۸۲۴ء)، ان کے حضرت امام موسیٰ کاظمؒ (۱۲۸ھ – ۱۸۳ھ)، ان کے حضرت امام جعفر صادقؒ، ان کے حضرت قاسم بن محمدؒ، ان کے حضرت سلمان فارسیؓ، ان کے حضرت ابو بکر صدیقؓ۔

☆حضرت امام جعفر صادقؒ کا ایک آبائی سلسلہ بھی ہے، یعنی حضرت جعفرؒ اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقرؒ (متوفیٰ ۱۱۲ھ / ۷۳۱ء) سے، وہ اپنے والد ماجد حضرت امام زین العابدینؒ (متوفیٰ ۹۹ھ مطابق ۷۱۷ء) سے، وہ اپنے والد ماجد حضرت امام حسینؓ (متوفیٰ ۱۰ / محرم الحرام ۶۱ھ / ۱۰ / اکتوبر ۶۸۰ء) سے، وہ اپنے والد ماجد امیر المؤمنین حضرت علیؓ (متوفیٰ ۱۷ یا ۲۱ / رمضان المبارک ۴۰ھ م ۲۶ یا ۳۰ / جنوری ۶۶۱ء) سے، اور وہ حضرت رسول پاک ﷺ سے[158]۔

حضرت کرگانیؒ کا دوسرا سلسلۂ طریق یہ ہے:

---حواشی---

157 - پورا نام "ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل مغربیؒ" ہے، آپ حضرت ابو الحسن علی بن رزینؒ کے شاگرد اور مرید ہیں، حضرت ابو الحسنؒ کو شیخ طریقت حضرت عبد الواحد رند بصریؒ سے نسبت حاصل تھی، اور شیخ عبد الواحد کو حضرت حسن بصریؒ سے شرف صحبت حاصل تھا۔

بہت مؤثر وعظ فرماتے تھے، ایک بار آپ کوہ سینا پر وعظ فرمارہے تھے، سلسۂ سخن یہاں تک پہونچا کہ جب بندہ اللہ پاک سے اس قدر قریب ہو جاتا ہے، کہ وہ صرف خدا کا بن جاتا ہے، آپ نے اتنا ہی کہا تھا کہ اس کلام کی تاثیر سے ایک پتھر کو جنبش ہوئی ، اور پہاڑ سے الگ ہو کر پارہ پارہ ہو گیا، اور اس کے ٹکڑے تمام جنگل میں پھیل گئے۔

آپ کے تلامذہ میں حضرت ابراہیم خواصؒ، شیخ ابو بکر بیکندیؒ اور حضرت ابراہیم بن شیبان کرمان شاہیؒ بطور خاص قابل ذکر ہیں، آپ نے ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی عمر پائی، آپ کے شیخ حضرت ابو الحسنؒ نے بھی ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی عمر پائی تھی ، طور سینا پہاڑ (سلسلۂ کوہ ارارات شام) پر آپ کی وفات ہوئی اور وہیں اپنے پیر و مرشد حضرت ابو الحسنؒ کی قبر کے بازو میں مدفون ہوئے۔ آپ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے، بعض نے ۲۷۹ھ (۸۹۲ء) لکھا ہے، اور بعض نے ۲۹۹ھ (۹۱۲ء) لکھا ہے، صاحب طبقات الصوفیہ علامہ سلمیؒ اور علامہ جامیؒ کے نزدیک آخر الذکر روایت زیادہ صحیح ہے (طبقات الصوفیہ للسلمی ص ۱۷۱ تا ۱۷۳ ☆ نفحات الانس للجامیؒ ص ۲۵۴، ۲۵۵)

158 - الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۲۳۸، ۲۲۸۔

آپ کے شیخ حضرت ابو عثمان مغربیؒ (متوفیٰ ۳۷۳ھ / ۹۸۳ء)[159] ہیں، ان کے حضرت ابو علی الکاتبؒ (متوفیٰ ۳۴۶ھ / ۹۵۷ء یا ۳۵۶ھ / ۹۶۷ء)[160]، ان کے حضرت ابو علی رودباریؒ، ان کے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ، ان کے حضرت شیخ سری سقطیؒ (متوفیٰ ۲۵۰ھ / ۸۶۴ء)، ان کے حضرت معروف کرخیؒ (متوفیٰ ۲۰۰ھ / ۸۱۵ء)۔ پھر آپ سے یہ سلسلہ حضرت علیؓ تک چلا جاتا ہے۔

نیز اسی سلسلے میں حضرت معروف کرخیؒ سے ایک دوسری شاخ حضرت علی بن موسیٰ رضاؒ

----حواشی--

159 -پورانام " سعید بن سلام مغربی" ہے، کنیت ابو عثمان "ہے، قیروان (افریقہ) کے علاقے میں "کرکنت"نامی گاؤں کے رہنے والے تھے، حضرت ابو علی بن کاتبؒ سے آپ کا انتساب تھا، یوں حضرت ابوالحسن بن صائغ دینوریؒ (دینور قیروان کے قرب وجوار میں ایک گاؤں ہے) سے بھی ارادت حاصل تھی، نیز حضرت حبیب مغربیؒ، حضرت ابو عمرو زجاجیؒ، اور حضرت ابویعقوب نہرجوریؒ جیسے مشائخ سے بھی استفادہ کیا ہے، قریب تیس (۳۰) سال تک حرم مکہ میں مقیم رہے، اور وہاں سید الوقت، فرید المشائخ اور شیخ حرم کی حیثیت آپ کو حاصل رہی، اس دوران کبھی حرم شریف کے حدود میں پیشاب نہیں کیا، زہد و تقویٰ بے نظیر تھا، فراست، ہیبت اور دبدبہ میں بھی کوئی آپ کا ہم پلہ نہ تھا، کسی مجبوری سے آخری عمر میں نیشاپور چلے گئے تھے، اور وہیں ۳۷۳ھ (۹۸۳ء) میں آپ کی وفات ہوئی، اور مدفون ہوئے، آپ کی قبر کے بازو میں شیخ ابو عثمان حیریؒ اور شیخ ابو عثمان نصیبیؒ کی قبریں بھی ہیں۔

شیخ ابوالحسن کاشانیؒ بیان فرماتے ہیں کہ شیخ ابو عثمان مغربیؒ نے مجھ سے کہا تھا، کہ جس روز میں دنیا سے رخصت ہوں گا تو اس روز فرشتے بھی خاک بسر ہونگے، چنانچہ جس روز شیخ کا انتقال ہوا، میں ان کے جنازے میں حاضر تھا، نیشاپور میں اس روز اس قدر گرد و غبار اڑا کہ ایک شخص قریب سے دوسرے شخص کو نہیں دیکھ سکتا تھا (طبقات الصوفیۃ للسلمیؒ ص ۳۳۸ تا ۳۴۲ ☆ نفحات الانس للجامیؒ ص ۲۵۱، ۲۵۲)

160 - پورانام ابو علی حسن بن محمد ابو علی بن کاتبؒ ہے، مصر کے مشائخ کبار میں سے ہیں، حضرت ابو بکر مصریؒ اور حضرت ابو علی رودباریؒ کی صحبت میں رہے، حضرت رودباریؒ کے مجاز و خلیفہ ہیں، بلند حیثیت کے مالک تھے، علماء اور مشائخ دونوں طبقے میں قابل احترام تھے، صاحب کرامات تھے، حضرت ابو عثمان مغربیؒ آپ کو رودبار کا چاند کہتے تھے، خاص بات یہ تھی کہ آپ کو براہ راست نبی کریم ﷺ سے فیض ملتا تھا، اور مشکل مسائل کو خود حضور ﷺ سے خواب میں حل فرمالیا کرتے تھے، آپ کی وفات بقول صاحب سفینۃ الاولیاء وصاحب نفحات الانس ۳۴۶ھ / ۹۵۷ء میں ہوئی، اور صاحب تذکرۃ العاشقین نے ۳۵۶ھ / ۹۶۷ء تحریر کی ہے، (طبقات الصوفیۃ للسلمیؒ ص ۲۷۱، ۲۷۲ ☆ نفحات الانس للجامیؒ ص ۴۲۰ ☆ خزینۃ الاصفیاء ج ۴ ص ۱۵)

کے واسطے سے حضرت صدیق اکبرؓ تک بھی پہونچتی ہے[161]۔
آسانی کے لئے درج ذیل نقشہ ملاحظہ فرمائیں[162]:

---حواشی---

161- الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۲۲۷ تا ۲۳۸ ☆ القول الجمیل فی بیان سواء السبیل، مجموعۂ رسائل امام شاہ ولی اللہ ج ۶ ص ۲۱۳، تحقیق و تعلیق: مفتی عطاء الرحمن قاسمی، شائع کردہ: شاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ دہلی ۲۰۱۵ء ☆ حضرت مجدد الف ثانیؒ ص ۱۱۹ مؤلفہ سید زوار حسین شاہؒ، ناشر زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، دسمبر ۲۰۱۲ء۔

162 - اس نقشہ کو تیار کرنے کے بعد میری نظر حضرت الحاج نعمت اللہ شاہؒ موضع نوتن ہریا ضلع سارن (چمپارن) بہار کی تالیف کردہ کتاب "مرحمت نامۂ نعمت "یعنی شجرات اہل طریقت" پر پڑی، تو حضرت موصوفؒ نے بھی حضرت شاہ بو علی فارمدیؒ سے اوپر سرکار دوعالم ﷺ تک اسی طرح اتصال قائم فرمایا ہے، البتہ انہوں نے صرف ایک شاخ کے ذکر پر اکتفا کیا ہے، وہ اس طرح ہے:

☆ حضرت بو علی فارمدیؒ شیخ ابوالقاسم قشیریؒ سے، وہ شیخ بو علی دقاقؒ سے، وہ شیخ ابوالقاسم نصیر آبادیؒ سے، وہ شیخ ابو بکر شبلیؒ سے، وہ حضرت جنید بغدادیؒ سے، وہ حضرت سری سقطیؒ سے، وہ حضرت معروف کرخیؒ سے، وہ حضرت امام علی بن موسیٰ رضاؒ سے، وہ حضرت امام موسیٰ کاظمؒ سے، وہ امام جعفر صادقؒ سے، وہ امام محمد باقرؒ سے، وہ امام زین العابدینؒ سے، وہ امام حسینؓ سے، وہ حضرت علیؓ سے۔ (مرحمت نامۂ نعمت "یعنی شجرات اہل طریقت ص ۲۸ مؤلفہ حضرت الحاج نعمت اللہ شاہؒ خلیفہ حضرت چاند شاہؒ (ٹانڈہ)، شائع کردہ باہتمام مولوی جلال الدین احمد الصدیقی، دی آزاد پریس سبزی باغ پٹنہ، دسمبر ۱۹۵۹ء طبع ثانی)

☆ اسی طرح جناب پروفیسر مطیع الرحمن صاحبؒ (سابق صدر شعبہ اردو متھلا یونیورسیٹی دربھنگہ) نے اپنے سلسلۂ نقشبندیہ (حضرت مولانا محمد سید خان صاحبؒ) کے شجرات کو "شجرۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ" کے نام سے مرتب کیا ہے، انہوں نے بھی حضرت بو علی فارمدیؒ کے بعد اسی طرح اتصال ذکر کیا ہے اور انہوں نے دونوں شاخوں کا ذکر کیا ہے:

(۱) حضرت بو علی فارمدیؒ حضرت ابوالقاسم قشیریؒ سے، وہ خواجہ بو علی دقاقؒ سے، وہ خواجہ ابوالقاسم نصر آبادیؒ سے، اور وہ خواجہ بو علی رودباریؒ سے آخر تک۔

(۲) حضرت بو علی فارمدیؒ حضرت ابوالقاسم گرگانیؒ سے، وہ حضرت ابو عثمان مغربیؒ سے، وہ حضرت بو علی کاتبؒ سے، وہ حضرت ابو علی رودباریؒ سے آخر تک (شجرۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ ص ۴۴ مرتبہ جناب مطیع الرحمن صاحبؒ دربھنگہ، بہ اجازت حضرت مولانا محمد سعید خان صاحبؒ منگراواں ضلع اعظم گڑھ، سن اشاعت ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء)

البتہ ان دونوں حضرات نے کسی مأخذ کی نشاندہی نہیں کی ہے کہ انہوں نے یہ نام کہاں سے لئے؟ مجھے یہ چیزیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے یہاں ملیں، اور انہوں نے یہ اپنے پیشرو ایک کتاب سے اخذ کی ہیں، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

حضرت بو علی فارمدیؒ

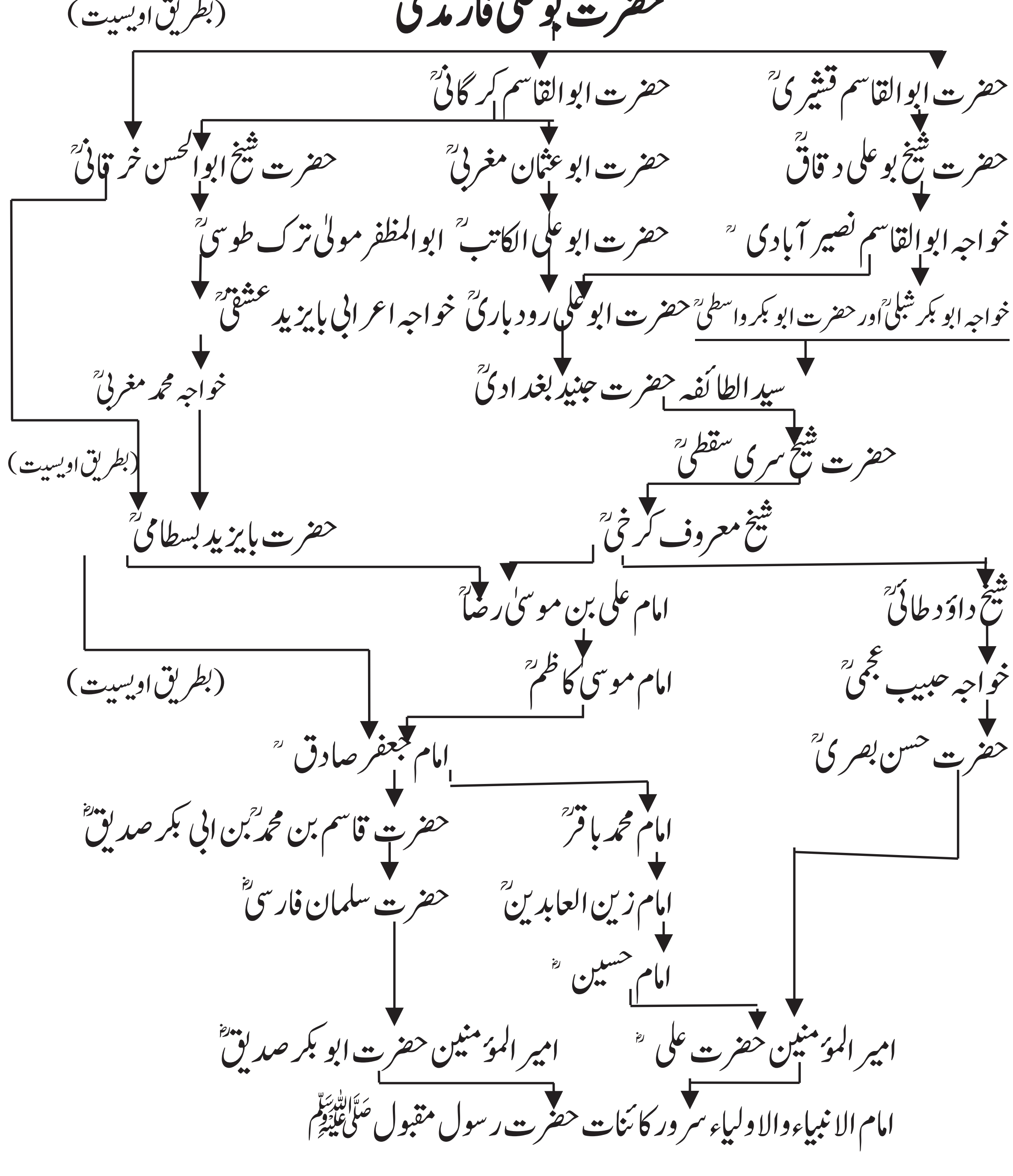

غرض یہی دونوں بزرگ (حضرت ابو القاسم قشیریؒ اور حضرت ابو القاسم کرگانیؒ) فی الواقع حضرت بو علی فارمدیؒ کے پیران صحبت ہیں، اور حضرت خرقانیؒ سے بھی اویسی طور پر آپ کو نسبت حاصل ہوئی، اس لئے وہ پیر نسبت ہیں پیر صحبت نہیں اور ظاہری استناد کے لئے پیر صحبت کا ہونا بھی ضروری ہے۔

۲۶-حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ (ولادت ۳۵۲ھ م ۹۶۳ء - وفات ۱۰/ محرم الحرام ۴۲۵ھ مطابق ۱۰/ دسمبر ۱۰۳۳ء یا ذی الحجہ ۴۳۵ھ مطابق جولائی ۱۰۴۴ء)[163]

---- حواشی --

163 - آپ کا اسم گرامی علی بن احمد اور کنیت ابوالحسن ہے، طریقت میں حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ سے آپ کی روحانی تربیت اویسی طور پر ہوئی، کیونکہ آپ کی ولادت حضرت بایزید کی وفات کے بعد ۳۵۲ھ /۹۶۳ء میں ہوئی۔ اس طرح بظاہر یہاں شجرہ میں انقطاع پایا جاتا ہے۔ لیکن روزبہان اصفہانی نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کی شرح وصیت نامہ میں حضرت ابوالحسنؒ کا بالواسطہ شجرہ تحریر کیا ہے، وہ یہ ہے: حضرت ابوالحسنؒ کو نسبت حضرت ابوالمظفر مولیٰ ترک طوسیؒ سے حاصل ہوئی، حضرت ابوالمظفرؒ کو خواجہ اعرابی بایزید عشقیؒ سے ملی، خواجہ اعرابیؒ کو خواجہ محمد مغربیؒ سے اوران کو حضرت بایزید بسطامیؒ سے حاصل ہوئی، اس سے انقطاع دور ہو جاتا ہے (تاریخ مشائخ نقشبندیہ ص ۱۷۸ مؤلفہ عبدالرسول للہی ☆حضرت مجدد الف ثانیؒ ص ۱۱۹ مؤلفہ سید زوار حسین شاہؒ، ناشر زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، دسمبر ۲۰۱۲ء)

علاوہ ان کو شیخ ابوالعباس قصابؒ کی صحبت بھی حاصل تھی شیخ قصابؒ فرماتے تھے کہ ہمارے بعد ہمارا بازار خرقانی سنبھالیں گے، یعنی گویا وہ ان کو اپنی حاصل محنت تصور فرماتے تھے (دیکھئے: نفحات الانس ص ۵۳۱ مؤلفہ حضرت عبدالرحمن جامیؒ، ترجمہ شمس بریلویؒ، ناشر دانش پبلشنگ کمپنی نئی دلی، ۲۰۱۰ء)

آپ مشائخ کے سرداراوراوتادوابدال کے قطب تھے، ہمہ وقت ریاضت ومجاہدہ میں مشغول اور حضورو مشاہدہ میں مستغرق رہتے تھے، ابتدامیں آپ کا یہ معمول تھا کہ عشاء کی نماز خرقان میں پڑھ کر حضرت بایزیدؒ کے مزار بسطام پر تشریف لے جاتے، اوریوں دعا کرتے:

"خدایا جو خلعت تونے بایزید کو عطا کی ہے وہ ابوالحسن کو بھی عطا فرما"

پھر زیارت سے فارغ ہو کر خرقان واپس ہوتے اور تمام راستے اپنے شیخ کے مزار مبارک کی طرف پیٹھ نہ کرتے اور نماز فجر عشاکے وضوکے ساتھ خرقان میں ادا کرتے، بارہ (۱۲) برس کی مسلسل حاضری اور دعاؤں کے بعد مزار مبارک سے آواز آئی "اے ابوالحسن! اب تمہارے بیٹھنے کا وقت آگیا ہے، یہ سن کر عرض کیا کہ میں ان پڑھ ہوں، رموز شریعت سے چنداں واقف نہیں، آواز آئی کہ تم نے جو کچھ خدا سے مانگا وہ تمہیں مل گیا، فاتحہ شروع کیجئے، جب آپ خرقان واپس پہونچے تو قرآن مجید ختم کر لیا، اور علوم ظاہری وباطنی آپ پر منکشف ہوگئے۔

روایت ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ ہر سال ایک مرتبہ دہستان میں شہیدوں کی قبروں کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے تھے، جب موضع خرقان سے گذرتے تو ٹھہر جاتے اوراس طرح سے سانس لیتے، جیسے کوئی خوشبو سونگھتا ہے، مریدوں نے پوچھا کہ آپ کس چیز کی بو سونگھتے ہیں، ہم کو تو کچھ محسوس نہیں ہوتا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ چوروں، ڈاکوؤں اور رہزنوں کے اس گاؤں سے ایک مرد خدا کی خوشبو آتی ہے، جس کا نام علی اور کنیت ابوالحسن ہے، اس میں تین باتیں مجھ سے زیادہ ہوں گی:

۱- وہ اہل وعیال کا بوجھ اٹھائے گا ۲- کھیتی باڑی کرے گا ۳- اور درخت لگایا کرے گا۔

مولانا رومؒ نے مثنوی معنوی میں اس قصہ کا ذکر کیا ہے، اس کا پہلا شعر یہ ہے:

این طبیبان بدن دانشورند

بر مقام توز تو واقف ترند

ایک دفعہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے اپنا خرقہ پہنائیں، آپ نے فرمایا کہ پہلے مجھے ایک مسئلہ کا جواب دو کہ اگر عورت مرد کے کپڑے پہن لے تو کیا وہ مرد بن جائے گی، اس شخص نے کہا کہ نہیں، فرمایا کہ پھر خرقہ سے کیا فائدہ؟ اگر تو مرد نہیں تو خرقہ پہننے سے مرد نہیں ہو سکتا۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا، آپ اس وقت گھر پر موجود نہیں تھے، اس نے آواز دی تو اندر سے بیوی نے جواب دیا کہ اس زندیق اور کذاب سے تجھے کیا کام؟ اور بھی بہت سے نازیبا کلمات کہے، اس شخص کے دل میں خیال آیا کہ جس شخص کی بیوی منکر ہے، وہ باخدا کیسے ہو سکتا ہے؟ اسی دوران اس نے دیکھا کہ حضرت جنگل کی طرف سے ایک شیر پر لکڑیوں کا گٹھا رکھے چلے آرہے ہیں، اس نے عرض کیا کہ حضرت! سمجھ میں نہیں آیا کہ باہر یہ حال ہے اور گھر کے اندر وہ حال ہے، آپ نے فرمایا کہ میں اس عورت کا بوجھ اٹھاتا ہوں اس لئے یہ شیر میرا بوجھ اٹھاتا ہے۔

ایک مرتبہ سلطان محمود غزنوی بن سلطان ناصر الدین سبکتگین (۹۷۱ء-۱۰۳۰ء) حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ کچھ باتیں حضرت بایزیدؒ کی بیان فرمائیں، آپ نے فرمایا کہ شیخ بایزیدؒ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا وہ بدبختی سے محفوظ ہو گیا، سلطان نے عرض کیا کہ حضور ﷺ کا درجہ تو سب سے زیادہ بلند ہے، پھر آپ کو دیکھنے والے ابوجہل و ابولہب کیوں شقی رہ گئے؟ آپ نے فرمایا: محمود! ادب میں رہو، حضور ﷺ کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے سوا کسی نے نہیں دیکھا، اور اس کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ ہے:

وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ(الاعراف :۱۹۸)

ترجمہ: آپ سمجھتے ہیں کہ وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں، حالانکہ وہ آپ کو نہیں دیکھ رہے ہیں"

محمود! ابوجہل اور ابولہب نے حضور سید عالم ﷺ کو چشم ظاہر سے دیکھا جب کہ صحابۂ کرامؓ نے چشم باطن سے دیکھا، ابوجہل اور ابولہب نے آپ ﷺ کو ایک یتیم کی حیثیت سے دیکھا، جب کہ صحابۂ کرامؓ نے آپ کو اللہ تعالیٰ کے رسول کی حیثیت سے دیکھا"

یہ بات محمود کے دل میں اتر گئی، اس نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے نصیحت فرمائیے، آپ نے فرمایا کہ چار چیزوں کو اختیار کیجئے:

۱- پرہیز گاری، ۲- نماز باجماعت، ۳- سخاوت، ۴- خلق خدا پر شفقت۔

آپ نے سلطان محمود کو ایک خرقہ عنایت فرمایا تھا، سومنات کی جنگ محمود نے اس خرقہ کے طفیل میں جیتی، فتح کے بعد حضرت کو خواب میں دیکھا آپ فرما رہے تھے کہ محمود! تم نے میرے خرقہ کی آبرو ضائع کر دی، اگر تم اس خرقہ کے طفیل میں

مگر جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ حضرت خرقانیؒ اور حضرت بایزید بسطامیؒ کے درمیان بھی تاریخی طور پر انقطاع پایا جاتا ہے، اس لئے یہ نسبت روحانی اور اویسی ہے، البتہ بعض مصنفین نے درمیان میں چند واسطوں کا ذکر کیا ہے، جس سے یہ تاریخی انقطاع ختم ہو جاتا ہے:

یعنی حضرت خرقانیؒ حضرت ابوالمظفر مولیٰ ترک طوسیؒ سے مستفید ہیں، وہ خواجہ اعرابی بایزید عشقیؒ سے، وہ خواجہ محمد مغربیؒ سے، اور وہ حضرت بایزید بسطامیؒ سے[164]۔

۲۷-سلطان العارفین حضرت بایزید طیفور بن عیسیٰ بسطامیؒ (ولادت ۱۳۶ھ / ۷۵۳ء، ۷۵۴ء- وفات ۱۵ / شعبان المعظم ۲۶۹ھ / ۲۶۱ھ مطابق ۲ / مارچ ۸۸۳ء / ۸۷۴ء اور ایک قول کے مطابق ۱۴ / شعبان المعظم ۳۶۱ھ مطابق ۴ / جون ۹۷۲ء)[165]

اللہ پاک سے دشمن کافروں کے مسلمان ہونے کی دعا کرتے، تو وہ سب مسلمان ہو جاتے۔

آپ اپنے وقت میں قطب عالم کے مقام پر فائز تھے، آپ سماع کے قائل نہیں تھے، البتہ اصحاب حال کو اس کی اجازت دیتے تھے، آپ کا قول ہے کہ "سماع اس شخص کے لئے جائز ہے جو اوپر عرش تک اور نیچے تحت الثریٰ تک سب کچھ دیکھے"

جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے وصیت کی کہ میری قبر تیس گز گہری کھودنا اور اس کی وجہ یہ فرمائی کہ بسطام خرقان سے نشیب میں واقع ہے، یہ خلاف ادب ہوگا کہ مرید کی قبر پیر سے بلندی پر ہو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، آپ کا وصال خرقان میں ۱۰ / محرم الحرام ۴۲۵ھ (۱۰ / دسمبر ۱۰۳۳ء) وصال ہوا، اور خرقان میں آخری آرام گاہ بنی، البتہ نفحات الانس میں حضرت جامیؒ نے آپ کی تاریخ وفات ذی الحجہ ۴۳۵ھ (جولائی ۱۰۴۴ء) درج کی ہے۔

مادۂ تاریخ رحلت ہے:

"واصل رحمن" "شاہ احسن" "نور حقانی" (۴۲۵ھ)

(تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ ص ۷۳ تا ۸۵ مؤلفہ علامہ نور بخش توکلی بحوالہ تذکرۃ الاولیاء☆تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ خیریہ ص ۲۳۱ تا ۲۳۹ مؤلفہ مولانا محمد صادق قصوریؒ☆نفحات الانس ص ۵۳۱ مؤلفہ حضرت عبدالرحمن جامیؒ، ترجمہ شمس بریلویؒ، ناشر دانش پبلشنگ کمپنی نئی دلی، ۲۰۱۰ء)

164 - حضرت مجدد الف ثانیؒ ص ۱۱۹ مؤلفہ سید زوار حسین شاہؒ، ناشر زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، دسمبر ۲۰۱۲ء۔

165 - آپ کا اسم گرامی طیفور (ابن عیسیٰ بن آدم ابن شروسان) کنیت ابویزیدؒ اور لقب سلطان العارفین ہے آپ کی ولادت ۱۳۶ھ (۷۵۳ء، ۷۵۴ء) میں بمقام بسطام (یہ علاقۂ قومس میں نیشاپور جانے والے راستے پر دامغان کے بعد دو منزل پر واقع ہے، یاقوت حموی نے با کے کسرہ کے ساتھ اور ابن خلکان نے با کے فتحہ کے ساتھ نقل کیا ہے، یاقوت نے اس شہر کو دیکھا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ حضرت بایزیدؒ کا مقبرہ وسط شہر میں بازار کی طرف واقع ہے) ہوئی، آپ کے دادا نو مسلم تھے، والد ماجد حضرت عیسیٰؒ کا شمار بسطام شہر کے جلیل

القدر بزرگوں میں ہوتا تھا، آپ کے دو بھائی اور بھی تھے: آدم اور علی، وہ دونوں بھی زہد وعبادت میں بے مثال تھے۔

روحانی ذوق بچپن ہی سے موجود تھا، جب آپ مکتب میں زیر تعلیم تھے، سورۂ لقمان کی اس آیت پر پہونچے "ان اشکرلی ولوالدیک(۱۴)یعنی میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا، گھر آئے تو والدہ ماجدہ سے عرض کیا کہ دو گھروں کا حق مجھ سے ادا نہیں ہو سکتا، یا تو آپ مجھے خدا تعالیٰ سے مانگ لیں، یا مجھے خدا تعالیٰ کے سپرد کردیں، والدہ نے کہا: جاؤ میں نے تجھے اپنا حق بخش دیا، اس کے بعد آپ بسطام سے نکل گئے اور تیس (۳۰) سال تک شام کے جنگلوں، صحراؤں، اور بیابانوں میں ریاضت ومجاہدہ کرتے رہے، تقریباً ایک سو سترہ (۱۱۷) علماء ومشائخ سے فیوض وبرکات حاصل کئے۔

ایک دفعہ آپ حج کے لئے روانہ ہوئے تو ہر چند قدم پر جانماز بچھا کر دو رکعت نماز پڑھتے، یہاں تک کہ بارہ (۱۲) سال کے بعد مکہ مکرمہ پہونچے، فرماتے تھے کہ یہ دنیا کے بادشاہوں کا دربار نہیں کہ یکبارگی وہاں پہونچ جاؤں، اس دفعہ حج سے فارغ ہو کر واپس آگئے، اور مدینہ منورہ زیارت روضۂ رسول کے لئے حاضر نہ ہوئے، فرمایا کہ زیارت روضۂ مقدسہ کو حج کے تابع بنانا خلاف ادب ہے، اور اگلے سال روضۂ مقدسہ کی زیارت کے لئے علٰحدہ احرام باندھا، راستے میں ایک شہر میں داخل ہوئے تو عاشقوں کے ہجوم نے استقبال کیا، اور ساتھ رہنے کا عزم ظاہر کیا، آپ اس سفر عشق کو تنہا طے کرنا چاہتے تھے، آپ نے نماز فجر کے بعد قوم کی طرف مخاطب ہو کر یہ آیت کریمہ پڑھی: اننی اناالله لاالٰہ الا انافاعبدنی (سورہ طٰہ:۱۴)(ترجمہ: بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم میری عبادت کرو) یہ سن کر لوگوں نے کہا کہ یہ تو دیوانہ ہے اور سب چھوڑ کر چلے گئے۔

حضرت ابو علی جوزجانیؒ سے حضرت بایزیدؒ کے ان الفاظ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ بایزید کے کلام کو سمجھنے کے لئے بایزید کا مقام حاصل کرنا پڑے گا۔

آپ کی نماز کی کیفیت یہ تھی کہ نماز پڑھتے ہوئے سینے کی ہڈیوں سے چرچراہٹ کی آواز نکلتی تھی، جو لوگوں کو سنائی دیتی تھی، ایک روز ایک امام کے پیچھے نماز ادا کی، نماز کے بعد امام صاحب نے دریافت کیا: اے شیخ! آپ کوئی کام نہیں کرتے، اور نہ کسی کے سامنے دست سوال دراز کرتے ہیں، پھر آپ کھاتے کہاں سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ٹھہرو، میں نماز کا اعادہ کرلوں کیونکہ جو شخص اپنے روزی دینے والے کو نہیں پہچانتا اس کے پیچھے نماز جائز نہیں،

آنکس کہ نہ بیند در نماز جمال دوست
فتویٰ ہمی دہم کہ نمازش قضا کند

تیس (۳۰) سال کے بعد گھر واپس لوٹے تو والدہ بہت ضعیف ہو چکی تھیں، اور بصارت بھی ختم ہو گئی تھی، والدہ نے فرمایا کہ: تم نے اتنا طویل سفر اختیار کیا کہ روتے روتے میری بصارت ختم ہو گئی، اور تیرے غم سے کمر جھک گئی"

ایک رات آپ کی والدہ ماجدہ نے پانی طلب کیا، پانی کے لئے دور جانا پڑا، پانی لے کر واپس لوٹے تو والدہ کی آنکھ لگ چکی تھی، جب تک آنکھ نہیں کھلی، کوزہ لئے کھڑے رہے، والدہ کی خدمت کی بدولت آپ کو مقام بلند حاصل ہوا حضرت جنید بغدادیؒ جیسے اکابر نے بھی آپ کے مقام بلند کا اعتراف کیا، فرماتے تھے کہ: "بایزید ہماری جماعت میں اسی طرح ہیں جیسے فرشتوں میں حضرت

جبریل امین، اور دیگر سالکین کے میدان کی انتہا بایزید کے میدان کی ابتدا ہے"۔

آپ کے گھر سے مسجد کا فاصلہ چالیس (۴۰) قدم تھا مگر بوجہ تعظیم کبھی بھی راستے میں نہیں تھوکا۔

آپ فرماتے تھے کہ مجھے نماز سے سوائے کھڑے ہونے اور روزہ سے سوائے بھوکا رہنے کے کچھ حاصل نہ ہوا مجھے تو جو کچھ ملا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ملا۔

ایک دفعہ فرمایا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ اے بایزید! تو عبادت تو کرتا ہے مگر اس سے بہتر کوئی چیز پیش کر، میں نے عرض کیا، اے رب ذوالجلال! آپ کے پاس کس چیز کی کمی ہے؟ الہام ہوا کہ اے بایزید! ہمارے ہاں عاجزی، انکسار، بیچار گی، اور شکستگی لے کر آؤ"۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی تو آپ کی زبان سے کبھی کبھی سبحانی ما اعظم شانی کا جملہ بے ساختہ نکلتا تھا اور آپ کو خبر نہ ہوتی تھی، اس کیفیت کو تصوف کی اصطلاح میں "عین الجمع" کہتے ہیں، جس میں صوفی محسوس کرتا ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ ایک ہے، آپ سے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا، تم لوگوں پر تف ہے، تم نے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کیوں نہیں کر دیا، اس کے بعد ایک ایک چھری تمام مخصوص احباب کے حوالہ فرمایا، پھر جب یہ جملہ آپ کی زبان سے سرزد ہوا اور لوگوں نے قتل کا ارادہ کیا تو تمام گھر کو ان کی شکل سے معمور پایا، مریدان باصفا چھریاں چلاتے تھے تو لگتا تھا کہ پانی پر چلا رہے ہیں، آخر کار چڑیا کی طرح آپ محراب میں بیٹھے نظر آئے، ہوش میں آنے کے بعد مریدوں نے پورا قصہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا، کہ بایزید تو یہ ہے جو تمہارے سامنے موجود ہے، جس کو تم دیکھتے ہو وہ بایزید نہ تھا۔

ایک آتش پرست کو کسی نے کہا کہ تو مسلمان ہو جا! اس نے کہا کہ اگر مسلمانی یہ ہے جو بایزید میں ہے تو وہ میرے لئے مشکل ہے، اور جیسی تم میں ہے وہ مجھے منظور نہیں۔

آپ کے پاس ایک مرید تیس (۳۰) برس سے خدمت گذار تھا، اور آپ ہر روز اس سے نام دریافت فرماتے، وہ بتا دیتا، ایک روز اس نے کہا! حضرت! میں تیس سال سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ ہر روز میرا نام پوچھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں مذاق نہیں کرتا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ کا نام دل میں سما گیا ہے، کچھ اور یاد نہیں رہا، ہر روز تیرا نام پوچھتا ہوں اور بھول جاتا ہوں۔

بے شمار کرامات آپ سے منسوب ہیں،۔۔۔ آپ فرماتے تھے کہ اگر تم کسی شخص میں کرامات دیکھو اور وہ ہوا میں اڑ کر دکھائے، تو اس پر فریفتہ نہ ہو جاؤ، جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ وہ امر و نہی، حفظ حدود اور آداب شریعت میں کیسا ہے؟

حضرت بایزیدؒ کو حضرت امام جعفر صادقؒ سے ظاہری ملاقات حاصل نہیں ہے، کیونکہ آپ کی پیدائش امام جعفر صادقؒ کی وفات کے بعد ہوئی، البتہ آپ کی باطنی تربیت حضرت جعفرؒ سے روحانی طور پر ہوئی ہے، بعض کتابوں کے مطابق چند واسطوں سے آپ کو متصلاً بھی نسبت حاصل ہے، بایں طور کہ آپ کے شیخ امام علی رضاؒ ہیں، ان کے امام موسیٰ کاظمؒ، اور ان کے امام جعفر صادقؒ ہیں، اس طرح آپ حضرت معروف کرخیؒ کے پیر بھائی ہیں (الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، مجموعہ رسائل امام شاہ ولی اللہ ص ۲۲۷)

آپ کی وفات ایک سو تینتیس (۱۳۳) سال کی عمر میں ۱۵ / شعبان المعظم ۲۶۹ھ / ۲۶۱ھ (۲ / مارچ ۸۸۳ء / ۸۷۴ء)

حضرت بایزید بسطامیؒ اور حضرت جعفر صادقؒ کے درمیان بھی تاریخی اتصال نہیں ہے (جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکاہے) اس لئے اس کو بھی نسبت روحانی اوراویسی پر محمول کیا گیا ہے، البتہ بعض اکابر طریق نے ان کے درمیان چند واسطوں کی نشاندہی کی ہے جن سے اتصال قائم ہو جاتا ہے، وہ اس طرح ہے کہ:

☆حضرت بایزید بسطامیؒ کو نسبت حاصل ہوئی حضرت امام علی رضاؒ سے، ان کو امام موسیٰ کاظمؒ سے، اوران کو امام جعفر صادقؒ سے، اس طرح حضرت معروف کرخیؒ آپ کے پیر بھائی ہوتے ہیں ۔[166]

۲۸- حضرت امام جعفر صادقؒ ((ولادت ۱۳یا۱۷/ ربیع الاول ۸۰ھ مطابق ۲۱یا۲۴/ مئی ۶۹۹ء- وفات ۱۵/ رجب المرجب ۱۴۸ھ یا۱۴۹ھ مطابق ۶/ ستمبر ۷۶۵ء یا۷۶۶ء، یا۲۴/ شوال المکرم ۱۴۸ھ مطابق ۱۳/ دسمبر ۷۶۵ء)

۲۹- حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر الصدیقؓ (ولادت ۲۴ھ م ۶۴۵ء—وفات ۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۰۶ھ مطابق ۲۰/ اکتوبر ۷۲۴ء یا۲۴/ جمادی الثانیہ ۱۰۸ھ مطابق ۲۹/ اکتوبر ۷۲۶ء یا۱۰۷ھ/ ۷۲۵ء)[167]

اور ایک قول کے مطابق ۱۴/ شعبان المعظم ۲۶۱ھ مطابق ۴/ جون ۸۷۹ء کو بسطام میں ہوئی (تذکرۂ مشائخ خیریہ ص ۲۲۰تا۲۲۹ ☆تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ توکلیہ ص ۶۴ تا ۷۳بحوالہ تذکرہ اولیاء، رسالۂ قشیریہ، طبقات کبریٰ للشعرانیؒ، نفحات الانس، انیس الطالبین مؤلفہ خواجہ صالح بن مبارک بخاری ☆تاریخ مشائخ نقشبندیہ ص ۱۶۳تا۱۷۴ مؤلفہ عبد الرسول للہی)

166- الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، مجموعۂ رسائل امام شاہ ولی اللہ ص ۲۲۷۔

167 - جلیل القدر تابعین اور مشہور فقہاء سبعہ میں سے ہیں، اسم گرامی قاسم، کنیت ابو محمد اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے صاحبزادے محمد کے فرزند ہیں، آپ ایک باندی کے بطن سے پیدا ہوئے، کم عمری ہی میں والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا، تو آپ کی تربیت وپرورش آپ کی پھوپھی جان حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بڑے لاڈ وپیار کے ساتھ کی، حضرت عائشہؓ کی شخصیت سرچشمۂ علم وتقویٰ تھی، آپ کی عنایت وتربیت نے ان کو علم وعمل کا مجمع البحرین بنادیا۔

حضرت قاسمؒ نے حضرت صدیقہؓ کے علاوہ دوسرے محدثین صحابہ مثلاً حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، ابن عمرؓ، اورابوہریرۃؓ سے بھی پورا استفادہ کیا، ان بزرگوں نے آپ کو ایک ممتاز حافظ الحدیث بنادیا تھا، روایت حدیث میں آپ بے حد محتاط تھے، روایت

بالمعنیٰ کے قائل نہیں تھے ،الفاظ کی پابندی ضروری سمجھتے تھے،آپ کے تلامذہ میں بڑے بڑے ممتازائمۂ حدیث شامل ہیں ،مثلاًعبد الرحمن بن قاسمؒ،امام شعبیؒ،سالم بن عبد اللہؒ،یحیٰ بن سعید انصاریؒ،سعید بن ابی ملیکہؒ،نافع مولیٰ بن عمرؓ،امام زہریؒ،عبید اللہ بن عمرؒ،ایوبؒ،ابن عونؒ،اور مالک بن دینارؒ وغیرہ۔

مسجد نبوی میں آپ کا حلقۂ درس مشہور تھا،اسی مقام پر آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت عبد الرحمنؒ،اور سالم کے بھائی عبید اللہ بن عبد اللہؒ فائز ہوئے،ان دونوں کے بعد اسی مقام پر امام مالکؒ کی مسند درس بچھی ، یہ جگہ روضۂ پاک اور منبر نبوی کے درمیان دریچۂ عمرؓ کے محاذاۃ میں تھی۔

یحیٰ بن سعید انصاریؒ فرماتے تھے کہ ہم نے مدینہ منورہ میں کسی شخص کو بھی ایسا نہیں پایا جس کو حضرت قاسمؒ پر فضیلت دے سکیں۔

حضرت عمر بن عبد العزیز فرماتے تھے کہ اگر امر خلافت میرے اختیار میں ہوتا تو میں حضرت قاسمؒ کے سپرد کردیتا۔

آپ بہت کم گو اور خاموش طبع تھے،علم باطن میں آپ کو حضرت سلمان فارسیؓ سے نسبت حاصل تھی،حضرت سلمانؓ کے توسط سے آپ کو جدامجد حضرت ابو بکر صدیقؓ کی نسبت حاصل ہوئی،لیکن ظاہری طور پر حضرت سلمانؓ سے آپ کا کسب فیض کرنا ممکن نہیں،اس لئے کہ حضرت سلمان کی وفات کے وقت آپ (ایک قول کے مطابق) یا تو پیدا نہیں ہوئے تھے یا بہت چھوٹے تھے ،استفادہ کی عمر ہی نہیں تھی ،البتہ روحانی طور پر استفادہ ممکن ہے(دیکھئے الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ،مؤلفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ص ۲۳۸)

لیکن چونکہ آپ اکابر تابعین میں سے ہیں،اور بہت سے صحابہ سے آپ نے استفادہ کیا،خود حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ کی مربی رہی ہیں،اس لئے حضرت صدیق اکبرؓ اور آپ کے درمیان فی الجملہ اتصال ثابت ہے،اور حضرت سلمان فارسیؓ سے ظاہری انقطاع کا اثر نسبت ورابطہ کے تسلسل پر نہیں پڑے گا،واللہ اعلم بالصواب۔

اس کے علاوہ امام زین العابدینؒ آپ کے خالہ زاد بھائی تھے،ان کی صحبت سے حضرت علیؓ کی نسبت بھی آپ کو حاصل ہوئی۔

آپ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے ان کپڑوں میں کفن دینا جن میں میں نماز پڑھا کرتا تھا،یعنی قمیص،تہبند اور چادر۔

آپ کی سن وفات میں اختلاف ہے،طبقات ابن سعد کے مطابق آپ کی وفات چوراسی (۸۴)سال کی عمر میں ۲۴/جمادی الثانیۃ ۱۰۸ھ (۲۹/اکتوبر ۷۲۶ء)کو اور ابن معین اور ابن المدینیؒ کے مطابق ۲۴/جمادی الاولیٰ ۱۰۶ھ (۲۰/اکتوبر ء)کو ہوئی،عام طور پر محدثین نے ۱۰۶ھ ہی کے قول کو ترجیح دی ہے۔لیکن زرکلی نے تاریخ ولادت ۳۷ھ/۶۵۷ء اور تاریخ وفات ۱۰۷ھ/۷۲۵ء نقل کی ہے(الأعلام المؤلف : خير الدين بن محمود بن محمد بن علي بن فارس، الزركلي الدمشقي (المتوفى : 1396هـ) الناشر : دار العلم للملايين الطبعة : الخامسة عشر - أيار / مايو 2002 م **بحوالہ:** الجرح والتعديل، القسم الثاني من الجزء الثالث118 ونكت الهميان 230 والوفيات

حضرت قاسمؒ کا حضرت سلمانؓ سے استفادہ بھی تاریخی لحاظ سے مستبعد ہے اس لئے کہ حضرت سلمان فارسیؓ کی وفات کے وقت (ایک قول کے مطابق) آپ پیدا نہیں ہوئے تھے یا بہت چھوٹے تھے ،استفادہ کی عمر نہیں تھی، اسلئے اس کو بھی روحانی استفادہ پر ہی محمول کیا جائے گا[168]۔

☆لیکن آپ اکابر تابعین میں سے ہیں، اور بہت سے صحابہ سے آپ نے استفادہ کیا ہے، خود حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ کی مربی رہی ہیں، اس طرح حضرت صدیق اکبرؓ اور آپ کے درمیان فی الجملہ اتصال ثابت ہو جاتا ہے، اس لئے حضرت سلمان فارسیؓ سے ظاہری انقطاع کا اثر نسبت ورابطہ کے تسلسل پر نہیں پڑے گا واللہ اعلم بالصواب۔

☆علاوہ امام زین العابدینؒ آپ کے خالہ زاد بھائی تھے، ان کی صحبت سے حضرت علیؓ کی نسبت بھی آپ کو حاصل ہوئی تھی۔

۳۰-حضرت سلمان فارسیؓ (ولادت ۴۰۴ء عام الفیل سے ایک سوستاسی (۱۸۷) سال قبل-وفات ۱۰/رجب المرجب ۳۳ھ یا ۳۴ھ یا ۳۵ھ یا ۳۶ھ (۶/فروری ۶۵۱/۶۵۴ء یا ۶۵۵ء)[169]

1: 418 وصفة الصفوة 2: 49 وحلية الاولياء 2: 183.)

وفات مکہ اور مدینہ کے درمیان قدید کے مقام پر ہوئی، اور وہاں سے تین میل دور "مشلل" (بقول یاقوت حموی یہ ایک پہاڑ ہے جس سے سمندر کی طرف سے قدید کو اترتے ہیں) میں آخری آرامگاہ بنی، (تذکرۂ نقشبندیہ خیریہ ص ۲۱۰ ☆تذکرۂ نقشبندیہ توکلیہ ص ۵۵ تا ۵۶ بحوالہ تذکرۃ الحفاظ للذہبی، طبقات ابن سعد، تہذیب التہذیب للعسقلانیؒ، تاریخ ابن خلکان)

168 - دیکھئے الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، مؤلفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ص ۲۳۸

169 - آپ کی پیدائش اصفہان (ایران)- اور ایک روایت کے مطابق رامہرمز- میں مدائن کے مقام پر عام الفیل سے ایک سوستاسی (۱۸۷) سال قبل ۴۰۴ء میں ہوئی، آپ کا نسبی تعلق آب الملک خاندان سے تھا، آپ کا خاندان آتش پرست تھا، اسلام سے قبل آپ کا مجوسی نام "مابہ بن لوذ خشتان ابن مور سلا بن بھنوذان تھا، کہا جاتا ہے کہ آپ نے حضرت عیسیٰؑ کے وصی کی زیارت کی تھی، اسلام کے بعد آپ کا نام " سلمان " رکھا گیا، کنیت "ابوعبد اللہ " تھی، آپ ہی کو سلمان الخیر بھی کہا جاتا ہے، آپ کا خاندان مذہبی تھا، اس لئے بچپن سے ہی آپ کے اندر مذہبی ذوق موجود تھا، آتش پرستی کے رسوم میں بھی آپ نے سخت مجاہدات کئے تھے، ایک بار کسی سفر میں عیسائی طریقۂ عبادت کو دیکھا تو اس سے متاثر ہوئے اور اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر عیسائیت اختیار کرلی، عیسائیت کی آسمانی بادشاہت کا تصور ان کو بہت اچھا لگا تھا، عیسائیت کی باقاعدہ آپ نے تعلیم حاصل کی، بڑے بڑے عیسائی علماء اور رہبانوں کی صحبت میں رہے، آخر ایک عیسائی عالم سے ان کو پتہ چلا کہ آثار بتاتے ہیں کہ اب ریگستان عرب میں ایک نبی کے ظہور کا وقت قریب ہے، جو دین

ابراہیمی کو زندہ کرے گا، عیسائی عالم نے انہیں مشورہ دیا کہ اگر تم اس نبی سے مل سکو تو ضرور ملنا، چنانچہ اس عیسائی عالم کے انتقال کے بعد آپ عرب تاجروں (بنو کلب کے ایک قافلہ) کے ہمراہ وادی القریٰ پہونچے، لیکن ان عرب تاجروں نے دھوکہ دیا اور ایک یہودی (عثمان بن اشہل قریظی) کے ہاتھ آپ کو غلام بتا کر بیچ دیا، آپ اسی یہودی کے ساتھ مدینہ منورہ پہونچ گئے۔

ع پہونچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

قسمت نے یاوری کی، آپ جہاں پہونچنا چاہتے تھے وہیں پہونچ گئے، ابھی تک نبی کریم ﷺ کی آمد مدینہ منورہ نہیں ہوئی تھی، جب ہجرت مدینہ ہوئی تو حضرت سلمانؓ خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے، اور اپنے علم اور تجربات کی روشنی میں اطمینان ہونے کے بعد انہوں نے اپنی تمام سرگذشت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی، حضور ﷺ نے انتہائی محبت کا معاملہ فرمایا، اور آپ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، پھر حضور ﷺ کی عنایت سے ۵ھ میں اس یہودی کی غلامی سے بھی آزاد ہو گئے۔

آپ کی وجہ سے اسلام کو بڑی تقویت حاصل ہوئی، بڑے جہاں دیدہ اور صائب الرائے تھے، غزوۂ خندق میں آپ ہی کے مشورے سے خندق کھودی گئی، اور اس کے بعد تمام غزوات میں آپ شریک رہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ اصحاب صفہ میں سے ہیں، اس لئے آپ کا خاصا وقت حضور ﷺ کی خدمت و صحبت میں گذرا، اور علوم نبوت کے بڑے حاملین میں شمار ہوئے، بارگاہ نبوی میں آپ کو خصوصی تقرب حاصل تھا، زبان نبوت سے "سلمان منا اھل البیت" کا معزز خطاب ملا، حضرت علیؓ سے آپ کے مبلغ علم کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ "وہ علم و حکمت میں لقمان حکیم کے برابر تھے"

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے تھے کہ کہ سلمان دو کتابوں (قرآن کریم اور انجیل) کا علم رکھتے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں آپ کو مدائن کا گورنر بنا کر پانچ ہزار درہم سالانہ مقرر کر دیا تھا، آپ یہ رقم فقراء میں تقسیم کر دیتے تھے، اور خود بوریہ اور رسیاں بنا کر گذارا کرتے تھے، اسی زمانے میں دوران گورنری ایک دن بازار سے گذر رہے تھے، کہ ایک شخص نے آپ کو مزدور سمجھ کر اپنا سامان گھر تک پہونچانے کے لئے کہا، آپ نے بے تکلف اس کا سامان اٹھالیا، کچھ دور چل کر اس شخص کو معلوم ہوا کہ یہ تو حاکم وقت ہیں، تو پاؤں پر گر پڑا اور معافی مانگی۔

بے شمار فضائل و مناقب کے آپ حامل ہیں، تقریباً ڈھائی سو سال (اور ایک قول کے مطابق ساڑھے تین سو سال) کی عمر میں حضرت سیدنا عثمانؓ کے عہد خلافت کے آخر یا حضرت علیؓ کی خلافت کے آغاز میں آپ کی وفات ۱۰ / رجب المرجب ۳۳ھ یا ۳۴ھ یا ۳۵ھ یا ۳۶ھ (۶ / فروری ۶۵۱ / ۶۵۴ء یا ۶۵۵ء) کو مدائن میں ہوئی، کہا جاتا ہے کہ آپ کی تجہیز و تکفین کا انتظام حضرت علیؓ نے فرمایا، وفات کے وقت آپ کا کل سرمایہ پانی کا ایک تھیلا (مشک)، لوٹا، پالان، پوستین اور ایک کمبل کے سوا کچھ نہ تھا، مزار مبارک مدائن میں ہے، جو اب آپ کی نسبت سے "سلمان پاک" کہلاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ ایوان کسریٰ اسی مقام پر تھا، یہ جگہ بصرہ کے قریب ہے، کہتے ہیں کہ مدائن میں آج بھی آپ کی نسل موجود ہے اور سب صاحب علم و کمال ہیں، (تاریخ دمشق ج ۲۱ ص ۳۷۹ المؤلف : أبو القاسم علي بن الحسن بن هبة الله المعروف بابن عساكر (المتوفى : 571هـ* تاريخ بغداد 1 / 163 * تهذيب التهذيب ج ۴ ص ۱۲۲ المؤلف : أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر

۱۳۱- حضرت امیر المؤمنین سیدنا ابو بکر صدیقؓ (ولادت ۳ عام الفیل، ہجرت سے پچاس سال قبل / ۵۷۳ء - وفات ۲۱ یا ۲۳ / جمادی الثانیہ ۱۳ھ (۲۴ یا ۲۶ / اگست ۶۳۴ء)[170]

العسقلاني (المتوفى : 852هـ تاریخ مشائخ نقشبندیہ ص ۱۴۱ تا ۱۴۷ مؤلفہ عبد الرسول للہی)

[170] - حضرت صدیق اکبر کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے، آپ کی سیرت وسوانح پر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں، مختصراً یہ عرض ہے کہ:

اسم گرامی: عبد اللہ، لقب صدیق اور عتیق، اور کنیت ابو بکر ہے، والد ماجد کا نام "ابو قحافہ عثمان" اور والدہ ماجدہ کا نام سلمیٰ تھا، آپ کا نسب مبارک ساتویں پشت میں حضور اکرم ﷺ سے جاملتا ہے۔

آپ کی ولادت واقعۂ فیل سے دو سال چار ماہ بعد ہوئی، جمہور کے مطابق آپ کی عمر شریف حضور اکرم ﷺ سے کم وبیش اڑھائی سال کم تھی، بزرگوں میں سب سے پہلے آپ ایمان لائے، آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ خود بھی صحابی، والدین بھی صحابی اور اولاد بھی صحابی، یہ امتیاز آپ کے سوا کسی صحابی کو حاصل نہیں، انبیاء کے بعد سب سے افضل مقام آپ کو حاصل ہوا، قرآن کریم اور احادیث میں آپ کے فضائل پر بے شمار نصوص موجود ہیں، بعض مصنفین کا بیان ہے کہ ایک سو اکیاسی (۱۸۱) حدیثیں آپ کے خصوصی فضائل میں وارد ہوئی ہیں، اٹھاسی (۸۸) حدیثیں ایسی ہیں جن میں آپ کا اور حضرت عمرؓ کا مشترکہ طور پر ذکر ہے، سترہ (۱۷) حدیثوں میں بشمول آپ کے خلفاء ثلاثہ کے مناقب ہیں، چودہ (۱۴) روایات بشمول آپ کے خلفائے اربعہ کے لئے مروی ہیں، سولہ (۱۶) احادیث میں آپ کے ساتھ دیگر صحابہ کا بھی ذکر ہے، اس طرح کل تین سو سولہ (۳۱۶) روایات حضرت صدیق اکبر کے لئے ہو جاتی ہیں (تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ خیریہ ص ۱۷۸)

آپ کی فضلیت کے لئے یہی کیا کم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو جس نے بھی کچھ دیا سب کا بدلہ میں نے چکا دیا ہے، سوائے ابو بکر کے کہ ان کا بدلہ میں ادا نہیں کر سکا، ان کا بدلہ قیامت کے دن اللہ پاک عطا فرمائے گا (ترمذی وابوداؤد کتاب المناقب* الجامع الصحيح المختصرج ۱ ص ۱۷۷ حدیث نمبر: ۴۵۴ المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر: دارابن كثير، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987 تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عددالأجزاء: 6)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے "تصوف صدیقی" پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ کمال طریقت کے لئے جن اوصاف وملکات نفسانی کی ضرورت ہے، مثلاً توکل، ورع، احتیاط، کف لسان، تواضع، شفقت بر خلق خدا، رضا، نفی ارادہ، زہد، خشیت، عبرت، عجز وانکسار، رقت قلب، تحمل، فقر ودرویشی، یہ سب حضرت ابو بکر صدیقؓ میں بتمام وکمال موجود تھے، اور اس بنا پر آپ طائفۂ اصفیاء واہل طریقت کے سرخیل اور امام تھے (ازالۃ الخفاء ج ۲ ص ۲۱)

حضور ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کے آخری لمحات میں اپنے مصلی کا جانشین آپ کو بنایا، اور حضور ﷺ کے وصال کے بعد باتفاق رائے آپ خلیفۂ اول منتخب ہوئے، اور اپنے عہد خلافت میں دین کی توسیع واستحکام کے لئے عظیم الشان خدمات انجام دیں، دو

۳۲- سرور دوعالم رحمۃ للعالمین خاتم النبیین ﷺ (ولادت عام الفیل ۱ سنہ، ۹/ربیع الاول ۵۲/ سال قبل ہجرت م ۲۰/اپریل ۵۷۱ء -وفات ۱۲/ربیع الاول ۱۱ سنہ م ۷/جون ۶۳۲ سنہ ء بروز سوموار)

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کا یہ سلسلہ اکتیس (۳۱) واسطوں سے سرکار دوعالم ﷺ تک پہونچتا ہے، بشرطیکہ درمیانی کڑیوں کو شمار نہ کیا جائے جن کی نشاندہی گذشتہ صفحات میں کی گئی ہے، ورنہ واسطوں کی تعداد بڑھ جائے گی۔

"ارشاد رحمانی وفضل یزدانی "(مجموعۂ افادات وملفوظات حضرت مولانا فضل رحمن گنج مرادآبادیؒ) مؤلفہ حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ میں ایک شجرۂ منظومہ (بزبان فارسی) مطبوعہ ہے، یہ کتاب حضرت گنج مرادآبادیؒ کی حیات میں ہی طبع ہوئی تھی، اورآپ کی نظر سے گذری تھی، اور سند توثیق ومقبولیت بھی عنایت فرمائی تھی، بعینہ یہی شجرہ بعض اضافوں کے ساتھ حضرت گنج مرادآبادیؒ کے سلسلے کے بزرگ حضرت مولانا محمد احمد پرتابگڈھیؒ (م ۳/ربیع الثانی ۱۴۱۲ سنہ ھ مطابق ۱۱/اکتوبر ۱۹۹۱ سنہ ء الہ آباد) خلیفۂ حضرت مولانا شاہ بدر علیؒ (م ۲۳/شعبان المعظم ۱۳۵۴ سنہ ھ مطابق ۱۹/نومبر ۱۹۳۵ سنہ ء) سدھونہ، رائے بریلی کے یہاں بھی مروج ہے[171]۔

بطور برکت ویادگار وہ شجرۂ منظومہ یہاں نقل کیا جاتا ہے:

سال تین ماہ نودن سریر آرائے خلافت رہ کر تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں شب سہ شنبہ ۲۱ یا ۲۳/جمادی الثانیۃ ۱۳ سنہ ھ (۲۴ یا ۲۶/اگست ۶۳۴ سنہ ء) کو وصال فرمایا۔ وصیت کے مطابق زوجۂ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے غسل دیا، صاحبزادہ حضرت عبدالرحمنؓ نے پانی ڈالا، اورانہی کپڑوں میں کفن دیا گیا جو آپ نے پہن رکھے تھے، اوراپنے حبیب ﷺ کے پہلو میں گنبد خضرا کے اندر دفن ہونے کی سعادت سے مشرف ہوئے، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، اور حضرت عبدالرحمن بن ابو بکرؓ نے آپ کو قبر میں اتارا۔

آپ نے اپنی حیات طیبہ کے آخری ایام میں حضرت عمرؓ کو اپنے بعد جانشین نامزد فرمایا تھا، حضرت عمرؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی، اوراسی پلنگ پر آپ کا جنازہ اٹھایا گیا جس پر رسول اللہ ﷺ کو اٹھایا گیا تھا۔

آپ نے چار شادیاں کیں، دوزمانۂ قبل اسلام میں اور دوزمانۂ بعد اسلام میں، اولاد میں تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ توکلیہ ص ۲۴ تا ۵۰ ☆ تاریخ مشائخ نقشبندیہ ص ۱۲۱ تا ۱۴۰ عبدالرسول للٰہی)

171 - شجرۂ منظومہ نقشبندیہ مجددیہ مع فہرست خلفاومجازین حضرت مولانا شاہ محمد احمد پرتابگڈھیؒ ص ۱۱ تا ۱۵، ناشر قاری مشتاق احمد صاحبؒ ابن حضرت پرتابگڈھیؒ بانی مدرسہ عالیہ عرفانیہ لکھنؤ، سن طباعت درج نہیں ہے۔

شجرۂ منظومۂ خاندان عالیشان نقشبندیہ مجددیہ

خداوندا بحق سرور ما
محمد مصطفٰے پیغمبر ما
بحق حضرت صدیق اکبرؓ
وفا پروردۂ ضمن پیمبر
بحق بحر علم وکان احساں
چراغ محفل اصحاب سلماں
بحق قاسم انوار صدیق
حقیقت محرم اسرارصدیق
بحق وارث صدیق وحیدر
خطابش صادق وموسوم جعفر
بحق بایزید آں غوث بسطام
زانوارش منورروم تا شام
بحق بوالحسن آں قطب عالم
سمیّ مرتضٰی شیخ مکرم
بحق بوعلی پیر طریقت
بہار فقر وعرفان وحقیقت
بحق شیخ ابویعقوب یوسف
جمال افزائے ارباب تصوف
بحق خواجہ عبدالخالق ما
کلید گنج حکمت کان معنٰی

بحق خواجہ کو عارف آمد
زسر کنت کنزاً واقف آمد
بحق خواجۂ محمود نامے
ولایت منصبے والا مقامے
بحق کاشف انوار عرفاں
علی رامیتنی خواجہ عزیزاں
بحق خواجۂ بابا محمد
مشیخت پایۂ ارشاد مسند
بحق آں کہ نام اوامیراست
مکمل عارف وکامل فقیراست
بحق خواجۂ مشکل کشائے
بہاء الدیں طریق پیشوائے
بحق قطب ارشاد زمانہ
علاء الدیں حقیقت آشیانہ
بحق آں کہ یعقوب است نامش
فروغ دیدۂ عرفاں مقامش
بحق ناصرالدیں خواجہ احرار
عبید اللہ نور چشم اخیار
بحق آں کہ زاہد نام دارد
شراب معرفت درجام دارد
بحق شاہ معنیٰ خواجہ درویش
بحق پیوستہ ووارستہ ازخویش

بحق خواجگی کو حق نشاں بود
به عالم یادگار خواجگاں بود
بحق حضرت حق آگہ ما
جناب خواجہ باقی باللہ ما
بحق حضرت قیوم دوراں
سمیّ مصطفٰے محبوب دوراں
بحق جانشین صدر قیوم
جناب خواجہ مجدالدین معصوم
بحق نقشبنداں حجۃ اللہ
ابوالقاسم علیہ رحمۃ اللہ
بحق آبروئے فقروارشاد
زبیر آں قبلۂ اقطاب وافراد
بحق مشرق صبح ولایت
ضیاء اللہ پیر ما ہدایت
بحق خواجۂ ما شاہ آفاق
نمک ریز جراحتہائے عشاق
بحق فضل رحماں قبلۂ ما
کہ آمد حضرت او کعبۂ ما
بحق شہ نصیرالدین احمد
امام معرفت و عشق آمد
بحق آبروئے علم وعرفاں
حکیم احمد حسنؒ آں قطب دوراں

الٰہی ظل او ممدود تر باد
پناہ او جہاں را بیشتر باد
بامدادش زخودآزادگرداں
گرفتارخودم کن شادگرداں
شہودخویش کن ماراکرامت
بحال ما فگن چشم عنایت
ز احوال تباہ خود چہ گویم
ترحم کن اگر بد یا نکویم
تہی دستیم ازفقروریاضت
گنہہ گاریم بے زہد و عبادت
ولے با ایں تباہی در تباہی
تہیدستی و عصیاں دستگاہی
بدست دوستت چوں دست دادیم
نگاہ فضل آخر فضل یابیم
وگر یاد کسے وا کرد لب ہا
زجذب عشق دارم جلب وتب ہا
بہ مدحت خوانیش طاقت ندارم
ولے مجبور از جوش بیانم
چہ گویم وصف او اللہ اکبر
حبیب اللہ ، محبوب پیمبر
جمال مصطفٰے در سینۂ او
جلال کبریاء آئینۂ او

صفائے سینۂ صدیق اکبر
ہمہ آئینۂ صدیق اکبر
لسان ناطق فاروق اعظم
بیان او ہمہ ازدوست ملہم
نگاہ چشم ذو النورین عثماں
نہ بیند از حیا جزروئے یزداں
توانا بازوئے کرار حیدر
ز آل قرۃ العین پیمبر
دل خواجہ بہاء الدین والحق
دماغ شاہ جیلاں غوث اسبق
نظام الدیں بہ محبوبیت او
ہمہ احمد بہ قیومیت او
بود ہرچیز از خود بے نشانے
نشانے دارد از ہر خاندانے
بود او رافع دشواریٔ ما
دوائے شافی بیماریٔ ما
نباشد دردمارا ہیچ درماں
مگر تیر نگاہ فضل رحماں [172]

---حواشی---

172 -ارشاد رحمانی وفضل یزدانی ص۷۸ تا ۸۲ مؤلفہ حضرت مولانا سید شاہ محمد علی مونگیریؒ، مطبع انتظامی کانپور

(نوٹ)اس میں دو اشعار کا اضافہ اس حقیر نے کیا ہے:

(۴)

سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ خیریہ

تعارف اور خصوصیات

آستانۂ حضرت شاہ ابوالخیرؒ - پس منظر و پیش منظر

حضرت مولانا شاہ ابوالخیر مجددی دہلویؒ (ولادت: ۲۷/ ربیع الآخر ۱۲۷۲ھ مطابق ۶/ جنوری ۱۸۵۶ء - وفات: ۲۹/ جمادی الثانیہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۶/ فروری ۱۹۲۳ء)[173] خود خاندان مجددی کے ایک فرد تھے، اور آپ کو یہ نسبت اکثر اسماء شجرہ کے لحاظ سے گویا اباً عن جد حاصل ہوئی تھی، حضرت شاہ صاحبؒ ایک خلوت پسند اور تارک الدنیا بزرگ تھے، کبھی ایسا بھی ہوا کہ ایک ایک سال تک خانقاہ سے

بحق شہ نصیر الدین احمد
امام معرفت و عشق آمد
بحق آبروئے علم و عرفاں
حکیم احمد حسن آں قطب دوراں

---

173 ۔ مکمل اسم گرامی شاہ ابوالخیر عبد اللہ محی الدین خیرؔ ہے، آپ کی ولادت بتاریخ ۲۷/ ربیع الآخر ۱۲۷۲ھ مطابق ۶/ جنوری ۱۸۵۶ء بروز یکشنبہ دہلی کی خانقاہ میں ہوئی، خود والد ماجد شاہ عمرؒ نے تاریخ ولادت کہی:

تاریخ ولادت نور چشم ابوالخیر عبد اللہ اطال عمرہ
خوب سی دینا مبارکبا دیاں
جب جگر گوشہ عمر صاحب کا ہو
اور کوئی پوچھے سن میلاد تو
"قرۃ العین عمر صاحب" کہو

باہر قدم نہیں رکھا، بہت کم لوگوں کو آپ سے ملنے کی یا آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت ملتی تھی، بڑے بڑے نوابوں اوراعیان سلطنت کو بھی قابل اعتنا نہیں سمجھتے تھے، جس کی وجہ سے آپ کو بڑی تکلیفیں بھی اٹھانی پڑی، ابتدا میں سالہا سال تک مخلص خدمت گاروں کی کمی رہی، اور تنہائی کی اذیت برداشت کرنی پڑی، ارد گرد سازشوں کے جال بنے گئے، ارباب حکومت کو غلط اطلاعات پہونچائی گئیں، آپ کی کم آمیزی کو جرم بنا کر پیش کیا گیا، سی آئی ڈی کے پہرے لگائے گئے، انگریز کے افسر اعلیٰ کے یہاں طلبی ہوئی، اور سات آٹھ ماہ تک رام پور میں نظر بند کئے گئے، فتووں کا کھیل کھیلا گیا، خانقاہ کی مسجد اور آپ کے اہل خانہ کو نشانہ بنایا گیا، کفر کے فتوے تک داغے گئے، خدام خانقاہ کو زدوکوب کیا گیا، غرض آپ کو تنگ کرنے کے لئے کوئی دقیقہ چھوڑا نہیں گیا، اور آپ کو ہر طرح تنہا کرنے کی کوشش کی گئی، اور افسوس کی بات یہ تھی کہ اس میں غیروں سے زیادہ اپنے لوگوں کی حصہ داری تھی۔

دیکھا جو تیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

لیکن آپ نے صبر کیا، اور انتہائی عزیمت کے ساتھ ہر مشکل کو برداشت کیا، فرحمہ اللہ، آپ کے

نو(۹) سال کی عمر میں آپ نے حفظ قرآن مکمل کیا، اور دیگر علوم درسیہ میں مشغول ہوئے، وقت کے اکابر علماء سے کتب عقلیہ ونقلیہ پڑھیں، مثلاً: حافظ عبداللہ الضریرؒ، حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مدنیؒ بانی مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ، حضرت مولانا سید حبیب الرحمن صاحب ردولوی مہاجر مکیؒ، قطب مکہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید احمد دہانؒ۔۔۔ کتب حدیث حضرت مولانا شاہ عبدالغنی محدث دہلوی ثم المدنیؒ سے پڑھیں، کتب تصوف اپنے والد معظم شاہ عمرؒ اور عم مکرم حضرت مولانا شاہ محمد مظہرؒ سے پڑھیں۔ شعر وشاعری کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔۔۔

چار پانچ سال کی عمر ہی میں اپنے جد امجد حضرت سراج الاولیاء سے شرف بیعت حاصل کر کے خلافت خاصہ سے سرفراز ہوئے، تفصیلی علوم ومعارف وتوحید اپنے والد بزرگوار سے حاصل کر کے اجازت مطلقہ وخلافت عامہ سے بہرہ ور ہوئے، بلکہ اپنے والد ماجد کی حیات ہی میں بڑے بڑے علماء وفضلاء کے مرجع قرار پا گئے، آپ کی ذات علوم عقلیہ ونقلیہ کی جامع تھی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے الہامی مشورے سے آپ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے، وہاں بڑے بڑے لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے، اور بڑی شہرت حاصل ہوئی، پھر حضور پاک ﷺ کے اشارے سے ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں خانقاہ مظہریہ میں رونق افروز ہوئے، اور خلق کثیر نے آپ سے فیض پایا، ۳۶/ سال سجادہ نشیں رہ کر خانقاہ میں ہی وصال پایا اور اپنے جد امجد کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ (مقامات خیر ص ۱۵۲ تا ۱۸۲، مختصر حالات نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ ص ۲۸ تا ۳۰)

فرزند ارجمند حضرت مولانا شاہ زید ابوالحسن فاروقی مجددیؒ(ولادت ۲۵/رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۳/نومبر ۱۹۰۶ء - وفات ۱۷/جمادی الثانیۃ ۱۴۱۴ھ مطابق ۱/دسمبر ۱۹۹۳ء)[174] نے ان واقعات کو تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا ہے۔

------حواشی--

174 ۔ حضرت مولانا زید ابوالحسن فاروقی مجددی دہلویؒ اپنے عہد کے بڑے صاحب نسبت بزرگ، عظیم محقق، اور صاحب تصنیف عالم دین تھے، انہوں نے اپنی تصنیفات کے ذریعہ خانقاہ مظہریہ اور خاندان مجددی کو نئی زندگی عطا کی، آپ کی ولادت ۲۵/رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۳/نومبر ۱۹۰۶ء خانقاہ ارشاد پناہ دہلی میں ہوئی، آپ کا نام زید رکھا گیا، آپ کے والد ماجد نے اپنے تینوں بیٹوں کا نام حضرت عمر بن الخطابؓ کے صاحبزادوں کے نام پر رکھا تھا، آپ کی تاریخ ولادت پر آپ کے والد ماجد نے دو شعر کہے:

حضرت زید بن عبداللہ فرزند عمرؓ
بوالحسن عبدالغنی تاریخ میلادش بگو
(۱۳۲۴ھ)
سال میلاد زید شیخ جہاں
شد محمد بشارت الرحمن (۱۳۲۴ھ)

آپ کی تربیت وخدمت خانقاہ کے پاکیزہ ماحول میں افغانستان کے علماء کے زیر نگرانی ہوئی۔

پانچ سال تک اسکول کی تعلیم حاصل کی، اسی دوران حفظ قرآن شروع کیا، مگر اسکول کے ساتھ حفظ کے اسباق جاری رکھنا مشکل تھا، اس لئے چھوڑ دیا، پھر اسکول سے بھی الگ ہوگئے، عربی کی ابتدائی تعلیم کافیہ تک مولانا محمد عمر صاحبؒ، اور جناب ملا امان اللہ صاحبؒ سے حاصل کی، مولوی خیر محمد صاحبؒ سے بھی کچھ دنوں تعلیم حاصل کی، والد ماجدؒ سے بھی نحو میر اور کافیہ کے کچھ اسباق پڑھے۔ عروض اور فن شاعری کی تعلیم بھی والد ماجد سے حاصل کی، ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء میں مدرسہ عبدالرب میں داخل ہوئے، اور دو سال وہاں تعلیم حاصل کی، اس مدرسہ میں جناب مولانا عبدالوہاب صاحبؒ، جناب مولانا حکیم جی محمد مظہر اللہؒ(م ۱۹/ربیع الاول ۱۳۸۶ھ مطابق ۹/جولائی ۱۹۶۶ء)، جناب مولانا محبوب الٰہیؒ(م ۲۰/جمادی الثانیۃ ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۳/اگست ۱۹۷۱ء) سے مختلف کتابیں پڑھیں، کتب حدیث میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابن ماجہ مکمل حضرت مولانا عبدالعلیؒ(م ۱۳/جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۹/اکتوبر ۱۹۲۸ء) سے اور جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، اور سنن نسائی حضرت مولانا محمد شفیع صاحبؒ(۱۷/جمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ مطابق ۷/نومبر ۱۹۶۰ء) سے پڑھیں، دورۂ حدیث میں رفقاء کی تعداد پچاس ساٹھ تھی، لیکن عبارت کی خواندگی زیادہ تر آپ ہی کے حصے میں آتی تھی، تکمیل بخاری کے دن استاذ محترم حضرت مولانا عبدالعلیؒ نے ایک اشرفی عنایت فرمائی، حضرت مولانا عبدالعلی صاحبؒ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند کے شاگرد تھے، اور اپنے استاذ سے ان کو کامل قلبی تعلق تھا، ان کا ذکر کرتے تو آبدیدہ ہوجاتے تھے،۔۔۔ حضرت مولانا محمد شفیع صاحب حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کے داماد تھے،

خانقاہ مظہر یہ دہلی کی تعمیر و تولیت

حضرت مولانا زید ابو الحسن صاحبؒ نے اس کے اسباب و وجوہ کی طرف بھی اشارے کئے ہیں، جن میں بڑی وجہ غالباً یہ تھی کہ یہ خانقاہ جہاں آپ کا قیام تھا یہ آپ کے مبارک خاندان کی یاد گار تھی، اس لئے کہ اس روحانی سرچشمہ کا حقیقی آغاز آپ کے جد اکبر حضرت خواجہ سیف الدین سرہندی مجددیؒ (م ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۵ء) کے ورود دہلی (۱۰۷۶ھ / ۱۶۶۵ء) کے وقت سے ہو گیا تھا، جنہوں نے اپنے والد گرامی عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصومؒ (م ۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۸ء) کے حکم سے دارالسلطنت دہلی میں طرح اقامت ڈالی تھی، گویا انہی کے مبارک ہاتھوں سے اس مرجع عالم خانقاہ کی بنیاد پڑی، حضرت خواجہ سیف الدینؒ کے بعد آپ کے خلیفۂ ارشد حضرت سید نور محمد بدایونیؒ (م ۱۱۳۵ھ / ۱۷۲۳ء) نے ان کی جگہ کو آباد کیا، بعد ازاں مظہر انوار الٰہی، مصدر آثار حضور و آگہی، فرید العصر و شمس الدین حضرت میرزا مظہر جان جاناںؒ (م ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) نے اس مسند ارشاد کو زینت بخشی، آپ نے قریب تیس پینتیس برس تک اپنے انفاس قدسیہ سے اس خانقاہ کو آباد رکھا، آپ کے زمانے میں اس خانقاہ کی شہرت چار دانگ عالم میں پہونچ گئی۔

دیوبند میں ان کی وفات ہوئی۔

مدرسہ عبد الرب سے فراغت کے بعد ۱۳۴۹ھ / ۱۹۳۱ء میں جامعہ ازہر مصر تشریف لے گئے اور ۱۹۳۵ء تک چار سال وہاں تعلیم حاصل کی۔

طریقت کی پوری تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، ۱۳۳۵ھ میں والد ماجد سے بیعت ہوئے اور ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۲ء میں اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے، ۱۹۴۷ء میں بڑے بھائی جان حضرت مولانا محمد بلال صاحبؒ کی ہجرت پاکستان کے بعد خانقاہ مظہر یہ کے مسند ارشاد پر فائز ہوئے، پھر پوری زندگی خلق خدا کی خدمت، روحانی تعلیم و تربیت، اور تصنیف و تالیف میں مصروف رہے، بہت سی قیمتی، تاریخی اور دستاویزی کتابوں کے آپ مصنف ہیں، جن میں مقامات خیر، رسالہ بزم زید، مناہج السیر و مدارج الخیر، رسالہ وحدۃ الوجود، مقامات اخیار، القول الجلی فی آثار الولی بطور خاص قابل ذکر ہیں، شعر و شاعری کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے، برجستہ شاعری پر بھی بڑی قدرت تھی، آپ کی وفات ۱۷ / جمادی الثانیۃ ۱۴۱۴ھ مطابق ۱ / دسمبر ۱۹۹۳ء کو ہوئی، خانقاہ کے احاطے میں مدفون ہیں (مقامات خیر ص ۶۹۷ تا ۷۶۵ مؤلفہ حضرت مولانا زید ابو الحسن فاروقیؒ اور تاریخ وفات کے لئے دیکھئے: شجرۂ مبارکہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ خیریہ ص ۱۶، ناشر: درگاہ حضرت شاہ ابو الخیر دہلی، ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۴ء)

خانقاہ کا آغاز

ابتدا میں اس خانقاہ پاک کی نوعیت کیا تھی؟اس کی تفصیل معاصر کتابوں میں نہیں ملتی،البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مختصر عمارت ضرور تھی،۱۱۶۱ھ /۱۷۴۸ء میں اپنی خود نوشت میں آپ رقمطراز ہیں کہ:

"تقریباً بیس سال کی عمر میں فقر کی گدائی اختیار کرکے اپنے اوقات کو مدرسہ اور خانقاہ کی خدمت میں صرف کیا[175]۔

محلہ "امام" جو جامع مسجد (دہلی) کے مقابل تھا، آپ اس میں رہتے تھے[176]۔

آپ کے خلیفۂ اکبر حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ (م ۱۲۴۰ھ /۱۸۲۴ء) آپ کی روحانی خدمات اور خانقاہ مظہریہ کے واردین وصادرین کی کثرت کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

"ہزاروں لوگ آپ سے طریقہ کی تعلیم حاصل کرکے دائمی ذکر خدا میں مشغول ہوئے، تقریباً دوسو افراد تعلیم طریقہ کی اجازت حاصل کرکے راہ خدا کی ہدایت میں مصروف ہوئے۔ پچاس افراد صرف انبالہ سے مقامات احمدیہ (نقشبندیہ مجددیہ) کی نہایت کو پہونچ کر ارباب طریقت کے پیشوا بنے[177] زمانۂ پیری میں بھی سوسو آدمیوں کو صبح وشام توجہ دی جاتی تھی[178]

---حواشی---

175 - تاریخ وتذکرہ خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ مجددیہ دہلی ص ۴۹ مؤلفہ محمد نذیر رانجھا،ناشر جمعیۃ پبلیکیشنز لاہور، جولائی ۲۰۱۰ء بحوالہ مقامات مظہری ص ۱۵۶ (مقدمہ)، مرتب: شاہ غلام علی دہلویؒ، تحقیق وتقدیم: محمد اقبال مجددی، ناشر: اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۱۹۸۳ء

176 - تاریخ وتذکرہ خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ مجددیہ دہلی ص ۴۹ مؤلفہ محمد نذیر رانجھا،ناشر جمعیۃ پبلیکیشنز لاہور، جولائی ۲۰۱۰ء بحوالہ: عمدہ منتخبہ (تذکرۂ شعراء) دہلی، ص ۵۵۲، مرتب: خواجہ احمد فاروقی، ناشر: دہلی یونیورسیٹی، ۱۹۶۱ء۔

177 - تاریخ وتذکرہ خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ مجددیہ دہلی ص ۴۹ مؤلفہ محمد نذیر رانجھا،ناشر جمعیۃ پبلیکیشنز لاہور، جولائی ۲۰۱۰ء بحوالہ مقامات مظہری ص ۱۵۷ (مقدمہ)، مرتب: شاہ غلام علی دہلویؒ، تحقیق وتقدیم: محمد اقبال مجددی، ناشر: اردو سائنس بورڈ ،لاہور، ۱۹۸۳ء۔

178 - تاریخ وتذکرہ خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ مجددیہ دہلی ص ۴۹ مؤلفہ محمد نذیر رانجھا،ناشر جمعیۃ پبلیکیشنز لاہور، جولائی ۲۰۱۰ء بحوالہ مکاتیب مظہر جان جاناں شہیدؒ ص ۵۵، ۵۷۔

یہ سلسلہ آپ کی شہادت (۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) تک جاری رہا، آپ کے وصال سے قبل آپ کی اہلیہ محترمہؒ نے آپ سے درخواست کی تھی، کہ آپ اپنی تجہیز و تکفین اور تدفین کا معاملہ ان کے سپرد فرمادیں، آپ کے مریدوں اور خلفائے عظام کو اس بات کا علم تھا، گو کہ بی بی صاحبہ کی حویلی کی خرید کے بعد حضرت مرزا صاحبؒ کی رائے تبدیل ہو گئی تھی اور اس تعلق سے ایک وصیت نامہ بھی تحریر فرما کر انہوں نے اپنے خلیفۂ خاص قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (م ۱۲۲۵ھ / ۱۸۱۰ء) کے حوالے فرمایا تھا، لیکن بر وقت قاضی صاحب کے نہ پہونچ پانے کی بنا پر حضرت کی اہلیہ محترمہ ہی کی خواہش کے مطابق چتلی قبر سے متصل ان کی خرید کردہ حویلی میں حضرت کو دفن کر دیا گیا۔

اس حویلی کے علاوہ جس میں آپ مدفون ہوئے، حضرت کی اہلیہ نے (تقریباً ۱۲۱۶ھ / ۱۸۰۱ء میں) اسی سے متصل ایک اور حویلی بھی خریدی تھی، اور دونوں حویلیاں مزار اور مخلصین کے قیام کے لئے وقف کر دی تھیں، انہوں نے دونوں حویلیوں کا وقف نامہ باقاعدہ تحریری صورت میں تیار کروایا تھا، اور اس پر حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ (م ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء) اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (م رجب ۱۲۲۵ھ مطابق اگست ۱۸۱۰ء) کی مہریں ثبت کرائی تھیں، جس پر حضرت مولانا نعیم اللہ بہرائچیؒ (م ۱۲۱۸ھ / ۱۸۰۳ء، ۱۸۰۴ء) نے بطور گواہ دستخط کئے تھے۔

خانقاہ کی تشکیل جدید اور عروج و زوال

البتہ چتلی قبر کی موجودہ خانقاہ حضرت کے خلیفۂ اکبر حضرت شاہ عبد اللہ غلام علی دہلویؒ (م ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء) کے زمانے میں قائم ہوئی، مسجد کے آس پاس کی کئی زمینیں شاہ غلام علی صاحبؒ نے حاصل کیں، اور پھر ان تمام کے مالکانہ حقوق حضرت شاہ ابو الخیرؒ کے جد امجد حضرت شاہ ابو سعید مجددیؒ (م ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۵ء) اور حضرت شاہ احمد سعید دہلوی ثم مہاجر مدنیؒ (م ۱۲۷۷ھ / ۱۸۶۰ء) کو منتقل کر دیئے، ان کے علاوہ کئی قطعات ارضی خود حضرت احمد سعیدؒ نے بھی خریدیں، حضرت شاہ احمد سعید دہلویؒ چوبیس (۲۴) سال تک خانقاہ کی سجادگی پر فائز رہے، لیکن جنگ آزادی (۱۸۵۷ء) کے بعد ملک میں جو حالات پیدا ہوئے ان کی بنا پر دیگر بہت سے علماء کی طرح آپ نے بھی مع اہل خانہ حجاز مقدس

کی طرف ہجرت کا فیصلہ فرمایا، آپ (۱۰/ ربیع الثانی ۱۲۷۴ھ /۲۸/ نومبر ۱۸۵۷ء کو) دہلی سے نکلے اور موسیٰ زئی ضلع ڈیرہ اسماعیل تشریف لے گئے، حجاز مقدس روانگی (جمادی الثانیہ ۱۲۷۴ھ / جنوری ۱۸۵۸ء) کے وقت دہلی خانقاہ کی تولیت و نگرانی تحریری طور پر اپنے خلیفہ و مجاز حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ (م ۱۲۸۴ھ / ۱۸۶۸ء) کے حوالے کی، جن کے زیر نگرانی پہلے سے بھی قندھار (غنڈاا شریف) اور موسیٰ زئی میں دو خانقاہیں چل رہی تھیں۔

اس کے بعد حضرت احمد سعید دہلویؒ تاحیات مدینہ طیبہ ہی میں مقیم رہے، اور وہیں وفات پائی، آپ کے صاحبزادے اور خلیفۂ اکبر حضرت شاہ عمرؒ اپنے صاحبزادے (حضرت شاہ ابوالخیر) کے نکاح کی ضرورت سے رام پور (ہندوستان) تشریف لائے اور یہیں انتقال فرمایا، قبر مبارک رامپور میں ہے[179]، حضرت شاہ عمرؒ کے وصال کے بعد حضرت شاہ ابوالخیرؒ حجاز مقدس لوٹ گئے لیکن سرکار دوعالم ﷺ کے ایماء پر پھر دوبارہ ہندوستان واپس تشریف لائے اور اپنی اس آبائی خانقاہ کے احیاء کا عزم فرمایا، حضرت احمد سعید دہلویؒ کی ہجرت مدینہ کے بعد اس خانقاہ کی مرکزیت متأثر ہوگئی تھی، اس لئے کہ حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ کا قیام دہلی کے بجائے موسیٰ زئی میں رہا، اور دہلی کی خانقاہ کی دیکھ بھال کے لئے انہوں نے اپنے خادم خاص اور مجاز حضرت مولانا رحیم بخش اجمیری ہرصوریؒ (م ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء، ۱۸۶۷ء) [180] کو حضرت شاہ احمد سعید دہلویؒ کی اجازت سے مقرر فرمادیا تھا، اور اس طرح یہ موسیٰ زئی کی ایک ذیلی

---- حواشی --

179 - مقامات خیر ۱۲۴، ۱۲۵

180 - بڑے فاضل قابل اور انشاء پرداز تھے، ابتداءً حضرت شیخ احمد عرب صاحب مدنی الآفندی الجوخدار انصاریؒ (جو ان کو ہندوستان میں ملے تھے) سے بیعت ہوئے، اور طریقۂ قادریہ و چشتیہ میں اجازت و خلافت بھی حاصل ہوئی، اور کئی لوگوں کو سلسلہ میں داخل بھی کیا، چھ (۶) سال انگریز کے یہاں ملازمت کی، اسی اثناء حسن اتفاق صوبۂ سرحد کے ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقہ درابن میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے مثل خواں بنے، اور درابن میں ملازمت کرنے لگے، یہیں حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ کی بارگاہ میں حاضری کا موقعہ ملا، اور آپ کی نسبت عالیہ سے متأثر ہو کر بیعت ہوگئے، ان پر واردات کا ایسا غلبہ ہوا کہ نوکری ترک کردینے کا فیصلہ کرلیا، انگریز سرکار نے تنخواہ میں اضافہ کردیا لیکن اس کے باوجود وہ نوکری سے سبکدوش ہوگئے، اور حضرت قندھاریؒ کے دربار کے مستقل حاضر باشوں میں شامل ہوگئے، حضرت کے مخصوص خلفاء میں ان کا شمار ہوتا ہے، فضائل الباری نیز مکتوبات حضرت قندھاریؒ کی ترتیب میں حضرت محمد عادل کاکڑؒ کے رفیق رہے۔ آپ ہی کو خانقاہ مظہریہ دہلی کے انصرام و انتظام پر مامور کیا گیا تھا، خانقاہ دہلی ہی

شاخ بن کر رہ گئی تھی، حضرت احمد سعید دہلویؒ کی ہجرت سے حضرت شاہ ابوالخیر دہلویؒ کی واپسی تک خانقاہ میں کوئی تعمیری کام نہیں ہوا، بلکہ اس کی حالت اس قدر ابتر ہوگئی تھی کہ مسجد کی آدھی چھت گر چکی تھی ، آس پاس کے کمرے بھی منہدم ہونے لگے تھے ،اور خانقاہ میں بہت سے غیر مخلص عناصر نے اپنا اڈہ جمالیا تھا، اللہ پاک نے حضرت شاہ ابوالخیر صاحبؒ کے ذریعہ اس خانقاہ کی مرکزیت واپس کرائی، اور آپ کے جد امجد حضرت شاہ احمد سعیدؒ نے (۱۲۷۵ھ / ۱۹۵۸ء میں بمقام حرم نبویؐ) جو پیشگوئی فرمائی تھی کہ "میری خلافت خاصہ اس بچے کے نصیب میں ہے" وہ پوری ہوئی۔

حضرت شاہ ابوالخیر کی واپسی (ربیع الثانی ۱۳۰۶ھ مطابق دسمبر ۱۸۸۸ء) سے قبل حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ (متوفیٰ ۲۲/ شوال المکرم ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۶/ فروری ۱۸۶۸ء) کا انتقال ہوچکا تھا، مولانا رحیم بخشؒ بھی وفات پاچکے تھے، اور خانقاہ ہی کے احاطے میں مدفون ہوئے، اب خانقاہ کی تولیت حضرت حاجی صاحب کے جانشین حضرت مولانا عثمان دامانیؒ کے پاس تھی، آپ نے حضرت عثمان دامانیؒ کو خط لکھا اور خانقاہ کی امانت واپس کرنے کی فرمائش کی، چنانچہ تین چار ماہ کے بعد حضرت عثمان دامانیؒ شعبان ۱۳۰۶ھ / اپریل ۱۸۸۹ء میں تقریباً ساٹھ ستر آدمیوں کے ہمراہ دہلی تشریف لائے اور خانقاہ شریف آپ کو تفویض کردی، اور وہاں موجود حاضرین میں اس کا اعلان بھی کردیا[181]۔

خانقاہ کی تعمیر جدید اور فتنوں کا آغاز

خانقاہ کو اپنی تحویل میں لینے کے بعد آپ نے مسجد اور خانقاہ کی تعمیر نو کا پروگرام بنایا، اور خانقاہ شریف کے حجروں کو نااہل افراد سے خالی کرایا، مجحر شریف کو بھی (۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء میں) توڑ کر از سر نو بنوایا، اور اس میں صرف اصل اکابر کی قبریں رہنے دیں، مولانا رحیم بخشؒ کی قبر مجحر شریف سے خارج کردی، اس کی وجہ سے ان کے مریدین نے شورش برپا کردی اور اس میں بہت سے اہم لوگ بھی شامل ہوگئے، دھمکیوں کے گمنام خطوط آنے لگے، سازشوں اور مخالفتوں کا دروازہ کھل گیا، مخلصین اور منافقین

میں ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء، ۱۸۶۷ء میں وفات پائی (تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی ص ۱۸۴، ۱۸۵ مؤلفہ محمد نذیر رانجھا، ناشر: جمعیۃ پبلیکیشنز لاہور، جولائی ۲۰۱۰ء، بحوالہ مواہب رحمانیہ ج ا ص ۱۹۷ مؤلفہ مولانا محمد اسماعیل سراجی مجددیؒ وغیرہ)

181 - مقامات خیر ص ۲۰۰ مؤلفہ حضرت شاہ زید ابوالحسن فاروقیؒ

کی شناخت مشکل ہوگئی، یہی وہ وقت تھا جب آپ نے لوگوں سے ملنا کم کردیا، دشمنوں کے شر سے بچنے کے لئے خانقاہ کا دروازہ اندر سے بند رکھا جانے لگا، باہر نکلنا بھی آپ کا تقریباً بند ہو گیا تھا، اندازہ کیا جائے تو دہلی تشریف آوری کے بعد کم از کم چھ (۶) سال آپ نے کلیتاً تنہائی اور گوشہ نشینی کے گذارے ہیں، بہت محدود لوگ حلقہ میں آکر بیٹھتے تھے، کئی سال کے بعد رفتہ رفتہ لوگوں کی آمد و رفت شروع ہوئی ،اور شورش کے اثرات کم ہوئے، اور افغانستان اور دنیا کے مختلف خطوں سے عوام و خواص جوق در جوق آنے لگے، اور یہ خانقاہ پھر ایک بار روحانیت کا سب سے عظیم مرکز بن گئی۔

کوئٹہ - مرکز ثانی

خانقاہ میں قیام کے بارہ سال بعد صحت کے نقطۂ نظر سے ڈاکٹروں کے مشورے کے مطابق آپ نے دہلی کے علاوہ ایک دوسرا مسکن کوئٹہ (بلوچستان) کو بنایا، جہاں آپ سال میں تقریباً چھ (۶) ماہ قیام فرماتے تھے ،اس طرح کوئٹہ آپ کا وطن ثانی بن گیا تھا، ابتدا میں کرایہ پر رہے پھر مستقل مکان خرید لیا تھا، ہر سال اپریل کی بیس پچیس تاریخ کو آپ کوئٹہ تشریف لے جاتے، اور اکتوبر کی بیس پچیس تاریخ تک دہلی واپس تشریف لے آتے ،یہ سلسلہ ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء سے ۱۳۴۰ء / ۱۹۲۲ء تک یعنی مسلسل تئیس سالوں تک جاری رہا[182]۔

یہ نسبت خانقاہ مظہریہ دہلی کے علاوہ بہت سے مقامات پر جاری ہے، منورواشریف کی خانقاہ میں بھی یہ نسبت موجود ہے۔

---- حواشی ----

182 - مقامات خیر ص ۱۹۹ تا ۲۸۲ مؤلفہ حضرت مولانا زید ابوالحسن فاروقی مجددیؒ، ناشر شاہ ابوالخیر اکیڈمی دہلی ۱۴۰۹ھ / ۱۹۸۹ء۔

مشائخ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ خیریہ

(۱)حضرت مولانا شاہ ابوالخیر مجددی دہلویؒ (ولادت :۲۷/ ربیع الآخر ۱۲۷۲ھ مطابق ۶/ جنوری ۱۸۵۶ء—وفات:۲۹/ جمادی الثانیہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۶/ فروری ۱۹۲۳ء)

(۲)حضرت ابوالسعادات شاہ محمد عمرؒ (ولادت ۶/ شوال ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۰/ اپریل ۱۸۲۹ء- وفات ۲/ محرم الحرام ۱۲۹۸ء مطابق ۴/ دسمبر ۱۸۸۰ء)[183]

----حواشی---

183 - آپ حضرت شاہ احمد سعیدؒ کے فرزند ثالث ہیں، اسم گرامی "محمد عمر" اور کنیت "ابوالسعادات" ہے، ولادت ۶/ شوال ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۰/ اپریل ۱۸۲۹ء خانقاہ دہلی میں ہوئی، حافظ قرآن تھے، علوم متداولہ حضرت مولانا حبیب اللہؒ سے، حدیث شریف اپنے چچا حضرت شاہ عبد الغنی سے، اور کتب تصوف اپنے والد ماجد سے پڑھیں، اور سلوک نقشبندیہ مجددیہ ازاول تا آخر اپنے والد ماجد ہی سے حاصل کیا، بچپن سے آخر عمر تک مختلف امراض کا شکار رہے، مرض کی وجہ سے کبھی کبھی حلقہ سے غیر حاضری بھی ہوتی تھی، والد صاحب نے فرمایا کہ میں تم کو اپنی ضمنیت میں لیتا ہوں، ۱۲۶۲ء / ۱۸۴۶ء میں آپ کا نکاح ہوا، بائیس (۲۲) سال کی عمر میں اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے، دلی پر انگریزوں کے تسلط کے بعد مع اہل وعیال اپنے والد ماجد کے ہمراہ حجاز مقدس ہجرت کر گئے، اور ربیع الاول ۱۲۷۵ھ سے ربیع الاول ۱۲۷۷ھ تک مدینہ منورہ میں قیام فرمایا، ۱۲۷۷ھ میں والد ماجد کی وفات کے بعد مکہ مکرمہ منتقل ہوگئے، ۱۲/ محرم الحرام ۱۲۷۹ء کو جدہ سے سمندری جہاز کے ذریعہ مصر کا سفر فرمایا، پھر اسی سال مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے، ۲۴/ ذی قعدہ ۱۲۸۱ء کو اہلیہ محترمہ نواب بیگم بنت جناب احمد علی (جو حضرت خواہ عثمان ہارونیؒ کی اولاد میں تھیں) کا انتقال ہوا، پھر یکے بعد دیگرے دو ہفتے کے اندر دو ننھے صاحبزادگان کا انتقال ہوا، اس طرح مسلسل صدمات سے آپ کا دل چھلنی ہو گیا، صرف بڑے صاحبزادے حضرت شاہ ابوالخیرؒ باحیات رہے۔ امراض اور صدمات ومجاہدات نے آپ کو بہت کمزور کر دیا تھا، مکہ مکرمہ میں آپ کا قیام تقریباً بیس (۲۰) سال رہا، اور اس دوران سینکڑوں افراد کو نسبت حضوری سے مشرف فرمایا، حسن اتفاق ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء میں ہندوستان تشریف لائے اور رامپور کو رونق بخشی، (جس میں صاحبزادہ کے نکاح کی غرض بھی پوشیدہ تھی) نواب رامپور نے ضیافت کا اہتمام کیا، چھ سات ماہ سے آپ ایک مرض میں مبتلا تھے، کبھی وہ بڑھ جاتا اور کبھی ہلکا ہو جاتا، پانچ چھ ماہ اسی شہر میں آپ مقیم رہے یہاں تک کہ ۲/ محرم الحرام ۱۲۹۸ء / ۴/ دسمبر ۱۸۸۰ء کو وفات پائی، اور حضرت حافظ جمال اللہؒ کی قبر کے مغربی جانب دفن ہوئے۔ جنازہ کی نماز حضرت مولانا ارشاد حسین مجددیؒ نے پڑھائی، جو آپ کے پدر بزرگوار حضرت مولانا احمد سعیدؒ کے خلیفہ تھے۔

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ، حضرت مولانا سید حبیب الرحمن کاظمی رودولویؒ، حضرت مولانا عبد الحق الہ آبادیؒ خلیفۂ حضرت شاہ عبد الغنی اور حضرت حاجی امداد اللہؒ سے آپ کے خصوصی مراسم تھے، ان حضرات کا باہم اجتماع ہوتا تھا، اور سب لوگ اپنا اپنا تازہ کلام ایک دوسرے کو سناتے تھے، حضرت شاہ عمرؒ شعر وشاعری کا عمدہ مذاق رکھتے تھے۔

(۳)حضرت ابوالمکارم شاہ احمد سعیدؒ (ولادت یکم ربیع الثانی ۱۲۱۷ھ مطابق ۳۱/جولائی ۱۸۰۲ء-وفات ۲/ربیع الاول ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸/ستمبر ۱۸۶۰ء)[184]

کئی تصنیفات یادگار چھوڑیں:

☆الجدول المنتخبۃ من النہر المار من الانہار الاربعۃ (فارسی)☆رسالۂ وظائف ومراقبات (عربی)☆رسالہ کنز المصلیٰ کو اردو میں نظم کیا،☆انساب الطاہرین (حضرت مجدد الف ثانی کی اولاد در اولاد کی تفصیل) (تفصیل کے لئے دیکھئے مقامات خیر ص ۱۱۴ تا ۱۴۷)

184 - حضرت شاہ ابوسعیدؒ کے فرزند اکبر ہیں، اسم گرامی احمد سعید، تاریخی نام "مظہر یزداں" اور کنیت ابوالمکارم ہے، نانا جان حضرت شاہ غلام صدیقؒ نے آپ کا نام "غلام غوث" رکھا، ولادت باسعادت یکم ربیع الثانی ۱۲۱۷ھ مطابق ۳۱/جولائی ۱۸۰۲ء کو ریاست رامپور میں ہوئی، علوم معقول کی کتابیں مولوی فضل امام سے اور باقی کتابیں مولوی رشید الدین خان سے پڑھیں، رامپور میں مفتی شرف الدینؒ اور شاہ سراج احمد مجددیؒ، لکھنؤ میں مولوی محمد اشرفؒ اور مولوی نور عالمؒ سے بھی تعلیم حاصل کی، مولوی نور عالم صاحب ؒصاحب نسبت تھے اور حدیث شریف میں ان کو حضرت شاہ عبد العزیزؒ سے اجازت حاصل تھی، آپ حضرت شاہ عبد العزیزؒ، شاہ رفیع الدینؒ، اور شاہ عبد القادرؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا کرتے تھے، کبھی زیارت کے لئے اور کبھی برائے استفادہ، آپ فرماتے تھے کہ "یہ تینوں بھائی علم کے سمندر تھے" اور یہ تینوں صاحب نسبت وکشف تھے، علوم الٰہی میں شاہ عبد العزیزؒ اللہ کی آیات میں سے ایک آیت تھے، حضرت شاہ عبد القادرؒ آپ پر نہایت شفیق تھے۔

سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی پوری تعلیم حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ سے حاصل کی، اور شاہ صاحبؒ ہی نے خلافت سے بھی سرفراز فرمایا، تقریباً پندرہ (۱۵)سال آپ کے زیر تربیت رہے، حفظ پڑھنے کے زمانے ہی میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں جایا کرتے تھے اور اسی زمانے میں دس سال سے بھی کم عمر میں حضرت شاہ صاحبؒ سے بیعت ہوگئے، حضرت کی آپ پر خصوصی نظر شفقت تھی، اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے لوگوں سے ایک بچہ طلب کیا، کسی نے نہ دیا، ابوسعیدؒ نے میری طلب پوری کردی، اور اپنا بیٹا مجھ کو دے دیا، آپ نے حضرت شاہ صاحب سے تصوف کی کتابیں رسالہ قشیریہ، عوارف، الاحیاء، نفحات، رشحات، مکتوبات، مثنوی معنوی وغیرہ اور حدیث میں مشکوٰۃ اور ترمذی پڑھی، البتہ تمام مقامات میں والد ماجد سے بھی توجہات حاصل کیں اس لئے شجرہ میں والد ماجد کا نام نامی بھی شامل ہے۔

جمادی الثانیہ ۱۲۴۹ھ/اکتوبر ۱۸۳۳ء میں والد ماجد حج کے لئے تشریف لے گئے تو خانقاہ آپ کے حوالے فرمادی، اس کے بعد تقریباً پچیس (۲۵)سال آپ مسند ارشاد پر فائز رہے، اواخر محرم ۱۲۷۴ھ/اگست ۱۸۵۷ء میں انگریزی فوج دہلی میں داخل ہوئی، اور وہ شر وفساد مچایا اور وہ ہنگامۂ دار وگیر برپا ہوا کہ الامان والحفیظ، آپ نے بے سروسامانی کے عالم میں اہل وعیال ورفقاء واحباب (قریب ایک سو-۱۰۰-نفوس) کے ساتھ حجاز مقدس کی طرف ہجرت اختیار فرمائی، خانقاہ سے نکلنے کے بعد دہلی میں ہی اہلیہ محترمہ جنابہ امۃ الفاطمہ کا وصال ہوا اور ان کو حضرت نور محمد بدایونیؒ کے مزار مبارک کے جوار میں دفن کیا گیا، اس طرح کی اور بھی بڑی

(۴) حضرت زکی القدر شاہ ابو سعید مجددیؒ (ولادت ۲/ ذی قعدہ ۱۱۹۶ھ مطابق ۹/ اکتوبر ۱۷۸۴ء - وفات یکم شوال ۱۲۵۰ھ مطابق ۳۱/ جنوری ۱۸۳۵ء)[185]

آزمائشوں سے گذرتے ہوئے، ڈیرہ اسماعیل خان، موسیٰ زئی پہونچے وہاں آپ کے خلیفۂ ارشد حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ نے آپ کا استقبال کیا، دوران سفر بے شمار لوگ حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے، موسیٰ زئی میں قیام کے دوران ہی آپ نے دہلی کی خانقاہ تحریری طور پر حضرت حاجی دوست محمدؒ کے حوالہ کردی، حاجی صاحب کی ایک خانقاہ قندھار (غنڈان) میں اور دوسری موسیٰ زئی میں تھی، لیکن زیادہ تر قیام موسیٰ زئی میں رہتا تھا، حضرت احمد سعیدؒ کی موجودگی میں ہی خانقاہ دہلی کی نگرانی کے لئے انہوں نے اپنے خلیفہ مولانا رحیم بخش پنجابیؒ (متوفیٰ ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۶ء) کو مقرر فرمایا۔

موسیٰ زئی سے آپ بمبئی پہونچے اور وہاں سے بادبانی جہاز کے ذریعہ جدہ روانہ ہوئے، تین مہینہ مکہ مکرمہ قیام کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے، اور زندگی کے آخری لمحات تک وہیں مقیم رہے، مدینہ پاک ہی میں ظہر وعصر کے مابین منگل کے دن ۲/ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸/ ستمبر ۱۸۶۰ء کو آپ کی وفات ہوئی، محراب نبوی میں جنازہ کی نماز ادا کی گئی اور حضرت عثمان غنیؓ کی قبر اطہر کے جوار میں سپرد خاک ہوئے، عمر شریف قریب ساٹھ (۶۰) سال ہوئی۔

آپ صاحب تصنیف وتالیف تھے، پانچ اہم کتابیں آپ کی یادگار ہیں: ☆سعید البیان فی مولد سید الانس و الجان (اردو) ☆الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف (فارسی) ☆الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطۃ (فارسی) ☆ الانہار الاربعۃ (فارسی) ☆ تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ المسائل الاربعین۔

آپ کے خلیفہ حضرت حاجی دوست محمدؒ نے آپ کا مجموعۂ مکاتیب بھی مرتب کیا تھا۔

فرزندان عالی قدر کے علاوہ آپ کے خلفاء کی تعداد اسی (۸۰) بتائی جاتی ہے، بعض لوگوں نے سینکڑوں کی تعداد بھی لکھی ہے (مقامات خیر ص ۸۸ تا ۱۱۳)

185 -اسم گرامی زکی القدر اور کنیت ابو سعید ہے اور کنیت زیادہ مشہور ہے، ولادت باسعادت ۲/ ذی قعدہ ۱۱۹۶ھ مطابق ۹/ اکتوبر ۱۷۸۴ء کو ریاست رامپور میں ہوئی، حافظ وعالم وولی باوا" سے سن ولادت نکلتا ہے، دس (۱۰) سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا، قاری نسیم صاحب سے تجوید پڑھی، اوائل عمر میں جناب ضیاء النبی مجددی کے ساتھ لکھنؤ جانا ہوا، وہاں جس مسجد میں آپ نماز پڑھتے تھے، اس کے قریب کفایت اللہ مجذوب رہا کرتے تھے، اور اکثر اوقات برہنہ ہوا کرتے تھے، وہ جب آپ کو دیکھتے ستر عورت فرماتے، کسی نے ان سے پوچھا، کیا بات ہے کہ آپ اس شخص کو دیکھ کر ستر عورت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: "وہ وقت آنے والا ہے، کہ ان کو منصب ملے گا، اور وہ مرجع اقارب ہونگے "مجذوب نے آپ سے کہا" تحصیل علم سے جلد فارغ ہو، تم سے ارشاد خلق وابستہ ہے"

آپ نے مفتی شرف الدین، شاہ رفیع الدین، اور اپنے ماموں شاہ سراج احمد سے کتب متداولہ پڑھیں، اور شاہ سراجؒ، اپنے پیر ومرشد حضرت شاہ غلام علیؒ، اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ سے حدیث کی سند حاصل کی۔

(۵)حضرت شاہ عبد اللہ المعروف بہ شاہ غلام علی دہلویؒ(ولادت ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۳ء یا ۱۱۵۸ھ)

روحانی تعلیم کے لئے اولاً اپنے والد ماجد سے بیعت ہوئے، انہوں نے آپ سے کہا، تمہارا مرغ ہمت بلند پرواز ہے، لہٰذا اس خاندان کے خلفاء سے تکمیل نسبت کرو، چنانچہ آپ حضرت شاہ درگاہی خلیفہ حضرت شاہ جمال اللہ خلیفہ حضرت قطب الدین، خلیفہ حضرت محمد زبیر مجددیؒ سے بیعت ہوئے، بارہ سال تک فیوض وبرکات حاصل کئے، شاہ درگاہیؒ نے آپ کو خلافت عطا کی اور اپنا جانشین بنایا، وہ آپ پر نہایت مہربان تھے، آپ کی طرف لوگوں کا رجوع ہوا، اور بیعت وارادت کا سلسلہ بھی شروع ہوا، اسی دوران حسن اتفاق آپ کا دلی جانا ہوا، آپ نے دلی سے حضرت قاضی ثناء اللہ صاحبؒ کو پانی پت خط لکھا کہ میں آپ سے باطنی استفادہ کرنا چاہتا ہوں، قاضی صاحب نے اس خط کا محبت بھرا جواب دیا اور آپ کو حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی طرف رجوع کرنے کا مشورہ دیا ،چنانچہ ۱۲۲۵ھ میں آپ نے مشیخت چھوڑ کر حضرت شاہ غلام علی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔اس فارسی شعر کے مصداق:

از برائے سجدۂ عشق آستانے یافتم　　　سر زمینے بود منظور آسمانے یافتم

ترجمہ: عشق کے سجدے کے لئے مجھے چوکھٹ مل گئی، مقصد سرزمین تھی آسمان مل گیا۔

حضرت شاہ غلام علیؒ کا باطنی سلسلہ حضرت سیف الدین تک دو واسطوں سے پہونچتا ہے: حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ اور حضرت سید نور محمد بدایونیؒ۔ جبکہ شاہ ابوسعیدؒ کا نسبی سلسلہ حضرت سیف الدین تک تین واسطوں سے پہونچتا ہے: حضرت صفی القدرؒ، حضرت عزیز القدرؒ، حضرت محمد عیسیٰؒ۔ اس کی وجہ سے شاہ صاحب آپ کے احوال پر خصوصی عنایات فرماتے تھے، چند مہینوں میں ہی آپ ولایت کے مرتبۂ علیا تک پہونچ گئے، اور حضرت شاہ صاحب نے آپ کو خلافت سے سرفراز کیا، اور سالکوں کی رہنمائی کا کام آپ کے سپرد کیا، شاہ صاحبؒ کے آخری دور کے دو نامور خلفاء مولانا خالد کردیؒ اور سید اسماعیل مدنیؒ نے بھی روحانی طور پر آپ سے استفادہ کیا ہے۔

شاہ صاحب نے آپ کو ضمنیت سے بھی سرفراز فرمایا، اور ماہ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۳ھ میں منصب قیومیت کی بشارت بھی دی۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے آپ کو بلا کر دہلی کی خانقاہ اور مکانات سپرد کئے، اور اپنا جانشین مقرر کیا، شاہ صاحب کی وفات ۲۲/ صفر ۱۲۴۰ھ (۱۵/ اکتوبر ۱۸۲۴ء) کو ہوئی، ان کے بعد آپ نو(۹) سال تین مہینے مسند ارشاد پر متمکن رہے، اور جمادی الثانیہ ۱۲۴۹ھ / اکتوبر ۱۸۳۳ء میں اپنے دوسرے صاحبزادے حضرت شاہ عبد الغنی کو ساتھ لے کر حج کے واسطے تشریف لے گئے، حج و زیارت سے مشرف ہو کر دلی واپس آرہے تھے کہ ٹونک کے مقام پر قریب چون (۵۴) سال کی عمر میں بتاریخ یکم شوال ۱۲۵۰ھ (۳۱/ جنوری ۱۸۳۵ء) بروز شنبہ وفات پائی۔ مولوی خلیل الرحمن قاضی ٹونک نے نماز جنازہ پڑھائی، آپ کے دوسرے فرزند شاہ عبد الغنیؒ ہمراہ تھے، وہ آپ کے تابوت کو دہلی لائے، انساب الطاہرین میں ہے کہ شاہ احمد سعیدؒ نے تابوت منگوایا تھا، دہلی تابوت پہونچنے میں چالیس (۴۰) دن لگے، چالیس دن کے بعد جب آپ کو تابوت سے نکالا گیا تو معلوم ہو رہا تھا کہ ابھی غسل دیا گیا ہے، کوئی تغیر نہیں ہوا تھا، آپ کے نیچے جو روئی بچھائی گئی تھی، وہ بھی نہایت معطر تھی۔ آپ نے اپنی یادگار میں اولاد و مریدین کے علاوہ قرآن کریم کا ایک قیمتی نسخہ چھوڑا جو خود آپ کے ہاتھ کا تحریر کردہ تھا، اور سلوک مجددیہ کے موضوع پر "ہدایۃ الطالبین" کے نام سے ایک کتاب بھی تحریر فرمائی (مقامات خیر ص ۷۵ تا ۸۷ مؤلفہ حضرت مولانا زید ابو الحسن فاروقیؒ)

ھ / ۱۷۴۵ء — وفات، ۲۲ / صفر المظفر ۱۲۴۰ھ مطابق ۱۶ / اکتوبر ۱۸۲۴ء)[186]

-- حواشی ------

186 - آپ کا حسب و نسب حضرت علی مرتضیٰؓ تک پہونچتا ہے، آپ کے والد ماجد حضرت شاہ عبد اللطیفؒ اپنے وقت کے نہایت عابد و مرتاض شخص تھے، وہ حضرت پیر ناصر الدین قادریؒ (م ۱۱۷۴ھ / ۱۷۶۱ء) کے مرید تھے، جو حضرت خضر علیہ السلام کے ہم صحبت تھے، حضرت شاہ عبد اللطیف اور ان کے پیر و مرشد کا مزار دہلی، جیش پورہ عقب عید گاہ محمد شاہی میں واقع ہے، شاہ عبد اللطیف پٹیالہ پنجاب کے رہنے والے تھے، اور قادری، چشتی اور شطاری نسبتوں سے فیض یافتہ تھے، وہ اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضری کے لئے دہلی میں مقیم ہو گئے تھے۔

حضرت شاہ غلام علی کی ولادت ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۳ء میں بٹالہ میں ہوئی، حضرت شاہ عبد الغنیؒ (۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء) نے تاریخ ولادت "مظہر جود" سے ۱۱۵۸ھ / ۱۷۴۵ء نقل کی ہے، اور بعض دوسرے تذکرہ نگاروں نے بھی اسے نقل کیا ہے۔

آپ کی ولادت سے قبل آپ کے والد بزرگوار کو خواب میں حضرت علیؓ کی زیارت ہوئی، تو آپ نے فرمایا: اپنے بیٹے کا نام میرے نام پر رکھنا، چنانچہ انہوں نے آپ کی ولادت کے بعد آپ کا نام "علی" رکھا، جب آپ سن تمیز کو پہونچے تو خود کو ادباً "غلام علی" کہلوایا۔ آپ کے چچا بزرگوار (جو ایک بزرگ شخصیت کے حامل تھے اور انہوں نے ایک ماہ میں قرآن حفظ کیا تھا) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کا نام "عبد اللہ" رکھا، آپ اپنی تالیفات میں اپنا نام "فقیر عبد اللہ عرف غلام علی" لکھتے تھے۔

آپ حافظ و قاری تھے، آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ملتیں، قیاس ہے کہ بٹالہ ہی میں ہوئی ہوگی، کیونکہ آپ سولہ (۱۶) برس کی عمر تک یہیں رہے، آپ کے والد ماجد دہلی میں رہتے تھے، والد ماجد نے تعلیم باطن کے لئے آپ کو اپنے پیر و مرشد کے پاس بھیجا لیکن وہاں سے فیض آپ کے مقدر میں نہ تھا جس دن آپ پہونچے اسی شب میں حضرت ناصر الدینؒ رحلت فرما گئے۔

اس کے بعد ۱۱۷۴ھ سے ۱۱۷۸ھ تک آپ چار سال دہلی میں حصول علم میں مصروف رہے، اس دوران آپ نے حضرت شاہ ضیاء اللہؒ اور حضرت شاہ عبد العدلؒ خلفائے حضرت خواجہ محمد زبیر سرہندیؒ (م ۱۱۵۱ھ / ۱۷۳۹ء)، خواجہ میر دردؒ (م ۱۷۸۵ء / ۱۱۹۹ھ)، حضرت شاہ فخر الدینؒ (م ۱۷۸۴ء / ۱۱۹۹ھ)، حضرت شاہ نانوؒ اور حضرت شاہ غلام سادات چشتیؒ سے بھی استفادہ کیا۔ ان حضرات سے تفسیر و حدیث کا علم بھی حاصل کیا، سند حدیث حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ (م ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء) سے لی، بخاری شریف بھی آپ ہی سے پڑھی، اپنے پیر و مرشد سے بھی حدیث کی سند حاصل کی تھی۔

۱۱۸۰ھ / ۱۷۶۷ء میں جب آپ کی عمر بائیس سال تھی، آپ حضرت مظہر جان جاناں شہید (م ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) کی خدمت مبارکہ میں خانقاہ مظہریہ وارد ہوئے اور بیعت کے لئے درخواست کی، اس پر حضرت مظہرؒ نے فرمایا "جہاں ذوق و شوق پاؤ، وہاں بیعت کرو، یہاں تو بغیر نمک کے پتھر چاٹنا ہوگا، آپ نے عرض کی "مجھے یہی منظور ہے" حضرت نے فرمایا، تو مبارک ہو" اور پھر آپ کو بیعت فرما لیا، حضرت مظہرؒ نے آپ کو سلسلۂ قادریہ میں بیعت فرمایا اور طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ کی تلقین فرمائی، اس کے بعد آپ پندرہ سال تک پیر و مرشد کے ذکر و مراقبہ کے حلقہ میں شرکت فرماتے رہے۔ بالآخر اجازت مطلقہ اور بشارت ضمنیت سے مشرف ہوئے، اگرچہ آپ نے بیعت سلسلۂ قادریہ میں کی تھی لیکن تمام سلاسل کی اجازت آپ کو حاصل ہوئی، تلقین و ارشاد کا سلسلہ

(٦) حضرت حبیب اللہ میرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ (ولادت ۱۱ / رمضان المبارک ۱۱۱۱ھ یا ۱۱۱۳ھ مطابق یکم مارچ ۱۷۰۰ء / ۱۷۰۲ء—وفات ۱۰ / محرم الحرام ۱۱۹۵ھ مطابق ٦ / جنوری ۱۷۸۱ء)[187]

پیرومرشد کی زندگی ہی میں شروع ہوگیا تھا، اور حضرت مظہر جان جاناںؒ کی شہادت (۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء) کے بعد خانقاہ میں آپ کے جانشین ہوئے، آپ سے طریقۂ نقشبندیہ کی خوب اشاعت ہوئی، آپ اپنے وقت کے شیخ الشیوخ اور صاحب ارشاد تھے، ایسی عالمگیر شہرت حاصل ہوئی کہ آپ کو تیرہویں صدی کا مجدد بھی کہا گیا، پوری دنیا میں آپ کے ذریعہ سلسلہ کا فیض پہونچا، خاص طور پر آپ کے خلفاء میں حضرت خالد رومیؒ (م ۱۲۴۲ھ / ۱۸۲۷ء)، حضرت شیخ احمد کردیؒ، اور حضرت سید اسماعیل مدنیؒ کی بدولت سلسلہ کا فیض بلاد عرب، ترکی، شام، روم و عراق، کردستان، بغداد، بخارا اور مراکش بلکہ پورے عالم تک محیط ہوگیا، ہندوستان میں آپ کی خانقاہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ (م ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء) کے مدرسہ کا مدمقابل سمجھی جاتی تھی۔ عجم و عرب کے طالبین پروانوں کی طرح ٹوٹتے تھے، خانقاہ شریف میں کسی وقت پانچ سو (۵۰۰) آدمی سے کم لوگ نہیں ہوتے تھے، جن کے قیام وطعام بلکہ کپڑے کا انتظام بھی آپ کی طرف سے ہوتا تھا، ہندوستان کا کوئی شہر ایسا نہ ہوگا جہاں آپ کا خلیفہ موجود نہ ہو، صرف ایک انبالہ شہر میں آپ کے پچاس (۵۰) خلفائے عظام موجود تھے۔

ابتدا میں کافی مالی دشواریوں کا سامنا رہا، پھر بعد میں فتوحات کے دروازے کھل گئے اور ہزاروں خلائق نے آپ کے دریائے جود وسخا سے فیض پایا، ۲۲ / صفر المظفر ۱۲۴۰ھ مطابق ۱٦ / اکتوبر ۱۸۲۴ء بروز ہفتہ بوقت اشراق آپ نے وصال فرمایا، نماز جنازہ جامع مسجد دہلی میں حضرت شاہ ابو سعید مجددیؒ کی امامت میں پڑھی گئی، اور اپنے پیرومرشد حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کے جوار میں دفن ہوئے، آپ کثیر التصانیف عالم دین تھے، کئی بہترین کتابیں آپ نے یادگار چھوڑیں: احوال بزرگان (فارسی) ☆ ایضاح الطریقہ (فارسی) ☆ درالمعارف (فارسی) ☆ رسالہ اذکار (فارسی) ☆ رسالہ دراحوال شاہ نقشبندؒ (فارسی) ☆ رسالہ درذکر مقامات ومعارف وواردات حضرت مجددؒ ☆ رسالہ دراعتراضات شیخ عبد الحق بر حضرت شیخ مجددؒ (فارسی) ☆ رسالہ دررد مخالفین حضرت مجددؒ (فارسی) ☆ رسالہ درطریق بیعت واذکار (فارسی) ☆ رسالہ درطریقۂ شریفہ شاہ نقشبندؒ (فارسی) ☆ رسالہ مراقبات (فارسی) ☆ رسالۂ مشغولیہ (فارسی) ☆ سلوک راقیہ نقشبندیہ (فارسی) کمالات مظہریہ (فارسی) ☆ مقامات مظہری (فارسی) ☆ مکاتیب شریفہ (فارسی) ☆ مکتوب گرامی (اردو) ☆ ملفوظات شریفہ (فارسی) (تاریخ وتذکرہ خانقاہ مظہریہ نقشبندی دہلی ص ۳۲۵ تا ۳۵۳ مؤلفہ محمد نذیر رانجھا)

187 - آپ علوی سادات میں سے تھے، آپ کا نسب مبارک اٹھائیس واسطوں سے بتوسط محمد بن حنفیہؒ (م ۸۱ھ / ۷۰۱ء) امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہونچتا ہے، آپ کے آبائے کرام عظیم امراء میں سے تھے، آپ کے اجداد میں سے ایک بزرگ امیر کمال الدین آٹھویں صدی ہجری میں کسی تقریب سے ترک وطن کر کے طائف سے ترکستان آئے تھے، انہوں نے اس علاقہ کے حاکم کی لڑکی سے جو قبیلہ الوس قاقشالاں کا سردار تھا، شادی کرلی، حاکم کی نرینہ اولاد نہیں تھی، اس لئے حکومت کا تعلق ان (امیر کمال الدین) سے ہوگیا۔

آپ کے خاندان کے امراء میں ایک باباخان تھے، جن تک چار واسطوں سے آپ کا نسب پہونچتا ہے، انہوں نے عہد اکبری میں بغاوت کی تھی، جس کے جرم کی سزا میں حضرت مظہر جان جاناں کے والد صاحب میرزا جان کم منصبی کا شکار رہے، انہوں نے عمر کا زیادہ تر حصہ اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ (م ۱۱۱۸ھ / ۱۷۰۷ء) کی خدمت میں گذارا۔

لیکن آخری عمر میں ترک دنیا کر کے سلسلۂ قادری کے ایک بزرگ شاہ عبد الرحمن دہلوی قادری نوشاہیؒ (زندہ در ۱۱۲۷ھ / ۱۷۱۵ء) سے وابستہ ہو گئے تھے، بڑے صابر و شاکر اور قانع و متوکل بزرگ تھے، متعدد علوم کے ماہر اور بہترین مقرر بھی تھے، شعر و شاعری کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے، اور جانی تخلص کرتے تھے، ان کا دو شعر حضرت میرزا مظہر جان جاناں نے اپنے خریطۂ جواہر میں نقل کیا ہے، کشتی کے فن میں بھی طاق تھے، اورنگ زیب عالمگیر کے امراء میں چند اشخاص ہی اس پایہ کے تھے، انہوں نے ۱۱۳۰ھ / ۱۷۱۸ء میں وصال فرمایا۔

حضرت میرزا مظہرؒ کی ولادت باسعادت بروز جمعہ ۱۱ / رمضان المبارک ۱۱۱۱ھ یا ۱۱۱۳ھ مطابق یکم مارچ ۱۷۰۰ء / ۱۷۰۲ء کو کاشانۂ حضرت شاہ عبد الرحمن میں فجر کے وقت ہوئی، ایک دوسری روایت کے مطابق آپ کے والد بزرگوار آگرہ کی طرف جا رہے تھے، کہ موضع کالا باغ (حدود مالوہ) میں آپ کی ولادت ہوئی۔

تاریخ ولادت کے بارے میں اختلاف ہے، مولانا نعیم اللہ بہرائچیؒ نے ۱۱۱۱ھ کو ترجیح دی ہے، بعض تذکرہ نگاروں نے ۱۱۱۳ھ کی تاریخ کو صحیح تر قرار دیا ہے۔

والد ماجد کا نام نامی میرزا جان تھا، اورنگ زیب عالمگیر نے اسی مناسبت سے آپ کا نام "جان جاں" رکھا کہ بیٹا باپ کی جان ہوا کرتا ہے، بعد میں آپ کا نام رفتہ رفتہ جان جاناں مشہور ہو گیا۔

تعلیم کا آغاز والد ماجد کے پاس کیا، سن تمیز تک اکبر آباد (آگرہ) میں رہے پھر والدین کے ہمراہ دہلی آگئے، فارسی کتابیں والد ماجد سے پڑھیں، قاری عبد الرسولؒ سے قرآن مجید پڑھا، تجوید و قرأت کی سند انہی سے لی، مروجہ علوم منقولہ و معقولہ کی تعلیم علماء وقت سے حاصل کی، والد ماجد نے بڑی توجہ کے ساتھ آداب شاہی، فنون سپہ گری اور صنائع ہنروری سکھائے تاکہ منصب امارت تک پہونچیں تو کوئی دشواری نہ ہو، یا ترک دنیا کریں تو کسی کی حاجت نہ ہو، نیز فنون بینک و پٹہ کے استعمال میں چودہ (۱۴) سال صرف کر کے مہارت تامہ حاصل کی، اس طرح آپ نے ہر علم و فن میں کمال پیدا کیا، اس دور کا ہر فنکار آپ کو اپنے فن کا استاد تسلیم کرتا تھا۔

والد ماجد کے وصال کے بعد علوم اسلامی میں آپ نے مزید اختصاص حاصل کیا، حضرت حاجی محمد افضل سیالکوٹیؒ سے کئی علوم کی مبسوط کتابیں پڑھیں، علم ظاہر سے فراغت کے بعد عرصہ تک آپ طلبہ کو علوم ظاہر پڑھاتے رہے، لیکن جب نسبت باطن کا غلبہ ہوا تو شغل کتاب ترک فرما دیا۔

آپ فرماتے تھے کہ والد صاحب نے آخری وقت میں مجھے وصیت کی تھی کہ اوقات کی حفاظت کرنا، اور عمر کو بیکار کاموں میں صرف نہ کرنا، والد کے وصال کے بعد خاندان کے کئی لوگوں نے چاہا کہ آپ کو خاندانی منصب امارت مل جائے، اس کے لئے وہ ایک روز بادشاہ وقت فرخ سیر کے دربار میں بھی لے گئے، لیکن اتفاق کی بات ہے اس دن دربار نہ ہوا، رات میں

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ (م ۶۳۳ھ / ۱۲۳۵ء) کو خواب میں دیکھا، کہ انہوں نے مزار سے نکل کر اپنی کلاہ آپ کے سر پر رکھ دی، اس کے بعد آپ کا دل دنیا کی طرف سے سرد ہو گیا۔

آپ کو جوانی ہی سے بزرگوں کی زیارت کا شوق تھا، کئی بزرگوں کی زیارت کا شرف آپ کو حاصل ہوا، مثلاً حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی جہان آبادیؒ، حضرت شاہ مظفر قادریؒ، حضرت شاہ غلام محمد موحدؒ، حضرت میر ہاشم جالیسریؒ وغیرہ بہت سے اکابر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

علم باطن میں آپ نے کئی پیران طریق سے اخذ واستفادہ کیا، مگر بنیادی طور پر آپ کے پیر طریق حضرت سید نور محمد بدایونیؒ (م ۱۱۳۵ھ / ۱۷۲۳ء) ہیں، اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں حضرت سید محمد نور بدایونیؒ سے طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوئے، اور پہلی توجہ ہی میں لطائف خمسہ جاری ہو گئے، اس کے بعد ہر وقت مراقبہ کی کیفیت رہتی تھی، ریاضت ومجاہدہ میں زندگی گذرنے لگی، یہاں تک کہ پیر ومرشد کی خدمت میں چار (۴) سال رہ کر حضور واحسان کی کیفیت حاصل ہو گئی، اور سلوک نقشبندیہ مجددیہ کے مطابق ولایت کبریٰ کے مقام پر پہونچ گئے، پھر پیر ومرشد نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا، اپنا پیرہن مبارک بھی بطور تبرک عنایت کیا، اور بالہام ربانی "شمس الدین حبیب اللہ "کالقب عطا فرمایا، اس کے بعد حضرت سید نور محمد بدایونیؒ نے وصال فرمایا، پھر مسلسل چھ (۶) سال تک آپ کے مزار مبارک پر حاضری دیتے رہے، اور باطنی ترقیات حاصل ہوتی رہیں، یہاں تک کہ حضرت سید نور محمد بدایونیؒ نے خواب میں قبر سے استفادہ سے منع فرمایا اور کسی زندہ بزرگ کی طرف مراجعت کا حکم دیا تا کہ کمالات بے انتہا حاصل ہوں، چنانچہ زندہ بزرگ کی تلاش میں آپ بالترتیب حضرت شاہ گلشنؒ (م ۱۱۴۰ھ / ۱۷۲۷ء)، حضرت خواجہ محمد زبیرؒ (م ۱۱۵۲ھ / ۱۷۳۹ء) خلیفہ حضرت حجۃ اللہ نقشبندؒ (م ۱۱۱۴ھ / ۱۷۰۲ء) ونبیرۂ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ (م ۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۴ء)، حضرت حاجی محمد افضل سیالکوٹیؒ (م ۱۱۴۶ھ / ۱۷۳۳ء، ۱۷۳۴ء) خلیفہ حضرت حجۃ اللہ نقشبندؒ کے آستانوں پر حاضر ہوئے، مگر ہر جگہ کوئی نہ کوئی عذر مانع بیعت ہوا، یہاں تک کہ آپ حضرت حافظ سعد اللہؒ (م ۱۱۵۲ھ / ۱۷۴۰ء- جو حضرت خواجہ محمد معصومؒ (م ۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۸ء) کے صاحبزادے حضرت محمد صدیقؒ (م ۱۱۳۰ھ / ۱۷۱۸ء) کے خلیفہ تھے) کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور بارہ (۱۲) سال آپ کی صحبت میں رہ کر فیوض وبرکات حاصل کئے، کچھ عرصہ کے بعد حضرت حافظ صاحبؒ نے اپنے اصحاب کی تربیت پر آپ کو مامور فرمایا۔

بعد ازاں حضرت مظہرؒ حضرت شیخ محمد عابد سنامیؒ (م ۱۱۶۰ھ / ۱۷۴۷ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے جو حضرت شیخ عبد الاحدؒ (م ۱۱۲۷ھ / ۱۷۱۵ء) نبیرۂ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقیؒ کے خلیفہ تھے، سات (۷) سال تک ان سے کسب فیض کیا، اور کمالات ثلاثہ اور حقائق سبعہ ان سے اخذ کئے، بعد ازاں اول سے آخر تک دوسری مرتبہ ایک سال کی سیر مرادی سے تمام مقامات سے گزر ہوا، اور ہر مقام کی کیفیات وحالات کو نئی قوت ملی، حضرت شیخ محمد عابد سنامیؒ کی توجہ سے آپ کی باطنی نسبت میں اتنی وسعت پیدا ہو گئی، کہ نظر کشفی اس کے ادراک سے عاجز تھی، اور تسلیک مقامات طریقہ کی ایسی قوت حاصل ہوئی تھی جس کی حد وانتہا نہیں تھی، انہی کی برکت سے سلسلۂ قادریہ کی اجازت آپ کو خود سرکار دوعالم ﷺ سے حاصل ہوئی، حضرت شیخ سنامیؒ نے طریقۂ قادریہ کے علاوہ چشتیہ اور سہروردیہ کی اجازت سے بھی سرفراز فرمایا، آپ سے سلسلہ کو اس قدر فروغ ہوا جس کی کوئی دوسری مثال

تمام شجرات نقشبندیہ میں حضرت مرزامظہر جان جاناںؒ کااسم گرامی حضرت نور محمد بدایونیؒ کے بعد متصلاً ذکر کیاجاتاہے، جوبلاشبہ درست ہے اس لئے کہ حضرت مرزاصاحبؒ کو حضرت نور محمد بدایونیؒ سے اجازت وخلافت حاصل ہے، چار(۴)سال سے زائدان کی صحبت بھی آپ کو میسر رہی ہے ،لیکن وہیں پر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حضرت نور محمد بدایونیؒ کے وصال کے بعد بھی حضرت مرزا صاحبؒ کی تشنگی ختم نہیں ہوئی تھی، اسی لئے وہ چھ (٦) سال تک مسلسل حضرت بدایونیؒ کی قبر پر حاضری دیتے رہے ،اورفیوض حاصل کرتے رہے، مگر ظاہر ہے کہ قبروں سے فیوض توحاصل کئے جاسکتے ہیں،

نہیں ملتی، حضرت شاہ ولی اللہ جیسی عظیم المرتبت شخصیت اپنے اصحاب کو آپ کی خدمت میں استفادہ کے لئے بھیجا کرتے تھے، آپ کوتربیت کاعمدہ سلیقہ تھا، خانقاہ مظہریہ باقاعدہ طورپر آپ ہی کے دور میں قائم ہوئی، آپ کوشہادت کی بڑی آرزو تھی، ہمیشہ اس کااظہار فرماتے تھے ،اللہ کریم نے آپ کی آرزوئے شہادت کو قبول فرمایااوربدھ کی رات مؤرخہ ۷ / محرم ۱۱۹۵ھ / ۳جنوری ۱۷۸۱ء کوکچھ رات گذری تھی، کہ چند آدمیوں نے آپ کے دروازے پر دستک دی،اورزیارت کی خواہش ظاہر کی، آپ کی اجازت ملنے پر تین آدمی اندرداخل ہوئے اورآپ کوشناخت کرنے کے بعد گولی چلادی، گولی آپ کے دل مبارک کے قریب بائیں طرف لگی، زخمی ہوکر آپ گرپڑے ، تین دن کے بعد بروزجمعۃ المبارک ۱۰ / محرم الحرام ۱۱۹۵ھ /٦ / جنوری ۱۷۸۱ء کو بوقت نماز مغرب آپ نے وصال فرمایا۔ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ فرماتے تھے کہ "آپ کواپنی وفات کے ناگزیرواقعے کا علم تھا، اسی لئے اپنے دیوان میں خود تحریر فرمایا:

بہ لوح تربت من یافتند از غیب تحریرے
کہ ایں مقتول راجزبے گناہی نیست تقصیرے

یہی شعر آپ کے مزارپر کندہ ہے۔

آپ ایک بڑے کتب خانہ کے مالک تھے، جوآپ کی وصیت کے مطابق حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کو دے دیاگیا۔ شعروشاعری کابھی آپ کوفطری ذوق تھا، آپ کاکلام فارسی اوراردودونوں زبانوں میں موجود ہے، آپ نے ابہام گوئی ترک کرکے بے تکلف بیان اورصاف وشستہ زبان اختیار کی، آپ صاحب تصانیف بھی تھے، کئی اہم کتابیں یادگار چھوڑیں:

☆دیوان مظہر (فارسی) ☆اردوکلام ☆خریطۂ جواہر (فارسی) ☆مجموعہائے مکاتیب (فارسی) ☆خود نوشت حالات برائے سفینہ خوش گو(فارسی) ☆خودنوشت احوال مشمولہ سروآزاد(فارسی) ☆دیوان فارسی کادیباچہ (فارسی) ☆تقریظ رسالہ کلمات الحق (فارسی) ☆وصیت نامہ (فارسی) ☆تنبیہات الخمسۃ (فارسی) ☆سلوک طریقہ (فارسی) (تذکرہ وتاریخ خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ مجددیہ دہلی ص۱۴۳تا۱۹۰مؤلفہ محمد نذیررانجھا)

لیکن ترقی اوراصلاح کے لئے زندہ شخصیت سے تعلق ضروری ہے، چنانچہ صاحب قبر حضرت نور محمد بدایونیؒ نے اس مقصد کے لئے قبر پر حاضری سے ان کو روک دیا، اور فرمایا کہ کمالات کی کوئی حدو انتہا نہیں ہے، کمالات کے حصول کے لئے کسی زندہ بزرگ سے تعلق قائم کریں، اس کے بعد ہی حضرت مرزا صاحبؒ نے زندہ بزرگ کی تلاش شروع کی، اور کئی اکابر اولیاء اللہ کے آستانوں پر حاضر ہوئے، لیکن ان کا حصہ اس وقت کے دو بزرگوں کے پاس تھا، جن کی بدولت وہ کمالات کی انتہا تک پہونچے:

☆اول حضرت حافظ سعد اللہؒ (م ۱۱۵۲ھ / ۱۷۴۰ء)[188]، جن کی صحبت میں مرزا صاحبؒ تقریباً بارہ (۱۲) سال رہے۔

----حواشی---

188 - آپ حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے صاحبزادے حضرت شیخ محمد صدیقؒ کے خلیفۂ اکبر ہیں، مجددیہ سلسلہ کے عظیم تر لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں، آپ کا لقب "سید الصوفیاء" تھا، تیس (۳۰) سال تک اپنے پیرو مرشد کی صحبت میں رہے، اور بڑی خدمت کی، بطور فخر کہا کرتے تھے، کہ میں نے تیس (۳۰) سال تک اپنے مرشد کی خانقاہ کا پانی بھرا ہے، اور سر پر گھڑے اٹھائے ہیں، جس سے میرے سر کے بال اڑ گئے اور اللہ کے ڈر میں زیادہ رونے کی وجہ سے میری نظر ختم ہوگئی، کبھی حضرت مجھے موسم گرما میں احمد آباد بھیج دیتے تو میں آپ کی جدائی کے غم میں بہت روتا تھا، لیکن آج اسی کی برکت ہے کہ میرے دروازے پر خدام کا اتنا ہجوم ہے، کہ ہر ایک کو خدمت کا موقعہ نہیں ملتا، اور میرے دل کی آنکھیں نور الٰہی سے منور ہیں۔

ایک دن شیخ سعد اللہ کے مرید نواب خان فیروز جنگ نے عرض کیا کہ شیخ حسن رسول نماؒ جسے چاہتے تھے حضرت محمد ﷺ کی زیارت کروادیتے تھے، میں آپ کا مرید ہوں چاہتا ہوں کہ یہ نعمت مجھے بھی حاصل ہو، فرمایا: ہم جسے چاہتے ہیں آپ ﷺ کی زیارت سے دوبار مشرف کرادیتے ہیں، اگر آپ چاہتے ہیں تو آج رات فاتحہ پڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی روح پر فتوح کی طرف متوجہ ہو کر سو جایئے، ان شاء اللہ یہ نعمت مل جائے گی، نواب نے ایسا ہی کیا، اسی رات زیارت سے مشرف ہوا، آنکھ کھلی تو اس نعمت عظمیٰ کے حاصل ہونے پر پانچ سو (۵۰۰) روپیہ بطور شکرانہ اپنے اوپر عائد کر لیا اور تصور کیا کہ اگر دوبارہ بھی شرف زیارت نبوی ﷺ حاصل ہوئی تو پانچ سو (۵۰۰) روپے مزید ہدیۂ شکرانہ ادا کروں گا، اور پورے ہزار (۱۰۰۰) روپے صبح اپنے شیخ کی خدمت میں لے جاؤں گا، اب پھر سوئے تو زیارت نبوی ﷺ سے سرفراز ہوئے، صبح ہوئی تو ہزار روپیہ کے بجائے صرف پانچ سو (۵۰۰) روپے پیرو مرشد کی خدمت میں پیش کیا، آپ نے فرمایا یہ تو پہلی زیارت کا زر شکرانہ ہے، دوسری زیارت کا شکرانہ کہاں ہے؟ نواب نے فوراً زر شکرانہ ادا کیا اور معتقد کامل بن گئے۔

آپ کی خانقاہ میں ایک بلی تھی جو خانقاہ کے دروازے پر پڑی رہتی تھی، اور حضرت حافظ صاحبؒ کے تصرف سے چڑیوں پر بہت مہربان تھی، چڑیاں اس سے کھیلتی تھیں، خادم غلہ کے دانے بلی کے منہ میں ڈالتے تو بلی اپنا منہ کھول کر لمبی پڑ جاتی، حتیٰ کہ چڑیاں سارے دانے اس کے منہ سے نکال لیتیں۔

☆ پھر حافظ صاحبؒ کے وصال کے بعد حضرت شیخ محمد عابد سنامی مجددیؒ (م ۱۱۶۰ھ / ۱۷۴۷ء)[189] کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور تقریباً سات (۷) سال ان سے کسب فیض کیا، اوران مقامات بلند تک رسائی حاصل ہوئی جہاں وہ پہلے نہیں پہونچے تھے، علاوہ پچھلے اسباق کا بھی اعادہ فرمایااوران میں استحضار تام اور پختگی پیدا ہوئی۔

(۷) حضرت سید السادات نور محمد بدایونیؒ (م ۱۱/ ذی قعدہ ۱۱۳۵ھ مطابق ۱۳/ اگست ۱۷۲۳ء)[190]

آپ کی وفات ۱۱/ شوال المکرم ۱۱۵۳ھ (۲۹/ دسمبر ۱۷۴۰ء) کو ہوئی، مزار پر انوار شاہ جہان آباد دہلی میں اجمیری دروازہ سے باہر ہے (خزینۃ الاصفیاء ج ۳ ص ۲۴۱ تا ۲۴۳ مفتی غلام سرور)

189 - حضرت حافظ محمد عابد صاحبؒ حضرت شیخ عبد الاحدؒ کے نامور خلیفہ تھے، اپنے عہد کے سب سے ممتاز بزرگ، آبائی نسبت حضرت ابو بکر صدیقؓ تک پہونچتی ہے، آپ کو اسہال کا مرض تھا، اس تکلیف کے باوجود شب وروز طاعت وعبادت میں مصروف رہتے تھے، ہر رات نماز تہجد میں ساٹھ (۶۰) مرتبہ سورہ یٰسین پڑھتے، البتہ مرض الموت کی راتوں میں تہجد میں پینتیس (۳۵) مرتبہ سورۂ یٰسین کی تلاوت کی، آپ بیس ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ کا ذکر ایک ہزار بار نفی واثبات بحبس نفس اور تلاوت قرآن شریف کرتے، ایک ہزار بار آپ کا روزانہ کا معمول کا وظیفہ تھا، آپ کے روزانہ کے حلقے میں تقریباً دو سو (۲۰۰) علماء وصلحا بیٹھتے تھے، ہزاروں طالبان حق آپ کی توجہات عالیہ سے مقامات احمدیہ نقشبندیہ تک پہونچے، جمعہ کے دن آپ کی خانقاہ میں بہت بڑا اجتماع ہوتا، جو کوئی آپ کی نظر کیمیا اثر میں آجاتا اس کا دل ذاکر ہو جاتا تھا، کئی نام نہاد مشائخ آپ کی خفیہ توجہات کی بدولت درجۂ کمال تک پہونچے، ایک بار پاپیادہ حج بیت اللہ کا سفر کیا، وفات ۱۸/ رمضان المبارک ۱۱۶۰ھ مطابق ۳۰/ ستمبر ۱۸۴۴ء کو ہوئی (خزینۃ الاصفیاء ج ۳ ص ۲۴۵ تا ۲۴۹ مفتی غلام سرور)

190 - آپ علوم ظاہرہ وباطنہ کے ماہر، فقیہ اور عارف تھے، اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں حضرت اشرف الاتقیا محمد شریفؒ (م ۱۱۲۴ھ / ۱۷۱۲ء) کے پاس علوم ظاہرہ کی تکمیل کی۔ علم باطن حضرت مجددؒ کے پوتے اور حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے صاحبزادے حضرت خواجہ سیف الدین مجددیؒ (م ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۵ء) سے حاصل کیا، علاوہ ازیں آپ نے حضرت خواجہ محمد معصوم کے خلیفہ اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ (م ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء) کے نواسے حضرت شیخ محمد محسنؒ (م ۱۱۴۷ھ / ۱۷۳۴ء، ۱۷۳۵ء) سے بہت سے مقامات نقشبندیہ مجددیہ طے کئے۔

حضرت شیخ سیف الدینؒ سے وابستگی کے بعد ابتدائی پندرہ (۱۵) سال تک ہر وقت استغراق کی کیفیت رہتی تھی، اور یہ استغراق اس قدر قوی ہوتا تھا کہ صرف نماز کے وقت حقیقت حال میسر ہوتی تھی، اور افاقہ ہو جاتا تھا، نماز کی ادائیگی کے بعد پھر مغلوب الحال ہو جاتے تھے، کثرت مراقبہ کی وجہ سے کمر مبارک جھک گئی تھی، اپنے دونوں بزرگوں سے یکے بعد دیگرے اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے، حضرت سیف الدینؒ کے وصال کے بعد ان کی خانقاہ کو آباد رکھا، اتباع سنت کا پختہ ذوق تھا، بڑے عاشق

شجرات میں حضرت نور محمد بدایونیؒ کے مشائخ میں صرف حضرت خواجہ سیف الدینؒ کا ذکر کیا جاتا ہے، حالانکہ حضرت بدایونیؒ نے حضرت خواجہ معصومؒ کے خلفاء میں خواجہ سیف الدینؒ کے علاوہ حضرت حافظ محمد محسن دہلویؒ (م ۱۱۴۷ھ / ۳۴-۱۷۳۵ء) [191] سے بھی مقامات نقشبندیہ کی تعلیم حاصل کی ہے، اورآپ کے پیران طریق میں حافظ صاحبؒ کو ممتاز مقام حاصل ہے، ارباب سلوک کو یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے۔

(۸) قطب العارفین محی السنۃ حضرت خواجہ سیف الدین مجددی سرہندیؒ (ولادت ۱۰۴۹ھ / ۱۶۳۹ء — وفات ۲۶ / جمادی الاولیٰ ۱۰۹۶ھ (۳۰ / اپریل ۱۶۸۵ء) [192]

رسول تھے، ادنیٰ ادب بھی ترک نہ ہوتا تھا، صاحب کشف اور صاحب تصرف تھے، کشف بالکل صحیح ہوتا تھا، ۱۱ / ذی قعدہ ۱۱۳۵ھ / ۱۳ / اگست ۱۷۲۳ء کو عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی، مزار مبارک قبرستان پنج پیران، متصل بستی حضرت نظام الدین اولیاء دہلی میں ہے (خزینۃ الاصفیاء ج ۳ ص ۲۲۶، ۲۲۷ مؤلفہ مفتی غلام سرور ☆ تاریخ وتذکرہ خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ دہلی ص ۱۲۷ تا ۱۳۹ مؤلفہ محمد نذیر رانجھا)

191 - آپ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (م ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء) کے نواسے ہیں، علمی مقام بہت بلند تھا، علوم عقلی ونقلی کے جامع اور یگانۂ روزگار تھے، دہلی کے علماء وفضلاء میں کسی کو آپ کے سامنے بولنے کی مجال نہیں تھی، علمی اعتبار سے یہ شہرت وعظمت حاصل ہونے کے بعد وہ حضرت خواجہ معصومؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، اورآپ کے ممتاز خلفاء میں شمار کئے گئے، ورع وتقویٰ اور زہد و ریاضت میں بڑے ممتاز تھے، بہت سے علماء اور مشائخ نے آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور مقامات بلند تک پہونچے، ۱۱۴۷ھ / ۱۷۳۴ء، ۱۷۳۵ء میں رحلت فرمائی، اور دہلی میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے مقبرہ کی غربی جانب ایک چبوترہ پر آرام فرماہیں (تاریخ وتذکرہ خانقاہ سرہند شریف ص ۸۸۴، ۸۸۵ مؤلفہ محمد نذیر رانجھا، ناشر جمعیۃ پبلیکیشنز لاہور ۲۰۱۱ء ☆، خزینۃ الاصفیاء ج ۳ ص ۶۲۶ مؤلفہ مفتی غلام سرور ☆ انوار معصومیہ (سوانح حیات حضرت خواجہ محمد معصومؒ) ص ۳۶۸، ۳۶۹ مؤلفہ مولانا سید زوار حسین شاہؒ، ناشر ادارۂ مجددیہ کراچی، ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۰ء)

192 - آپ حضرت خواجہ محمد معصومؒ (م ۱۰۷۹ھ / ۱۶۶۸ء) کے صاحبزادے ہیں، ولادت باسعادت ۱۰۴۹ھ / ۱۶۳۹ء میں بمقام سرہند شریف ہوئی، حافظہ نہایت قوی، دماغ سنجیدہ، طبیعت سلیس اور فطرت نہایت سلیم تھی، ابتدائی تعلیم گھر کے پاک ماحول میں ہوئی، جب ہوش سنبھالا تو مکتب میں بٹھایا گیا، جلد ہی قرآن کریم حفظ کرلیا، بعد ازاں تھوڑی ہی مدت میں تمام کتب متداولہ کی تعلیم سے فارغ ہوگئے۔

علم باطن توان کے گھر کی چیز تھی، باطنی فیوض وکمالات بچپن ہی سے حاصل کرنے شروع کردیئے، گیارہ سال کی عمر میں والد مکرم اور پیر طریق حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے ولایت کے اعلیٰ درجہ "فناء قلب اور ولایت صغریٰ" کی بشارت دی، اعزاء واقارب

(۹) عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ (ولادت ۱۰۰۷ھ م ۱۵۹۹ء —وفات ۱۰۷۹ھ م ۱۶۶۸ء)

(۱۰) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ (ولادت ۹۷۱ھ م ۱۵۶۴ء —وفات ۱۰۳۴ھ م ۱۶۲۴ء)

(۱۱) حضرت خواجہ عبدالباقی محمد رضی الدین باقی باللہؒ (ولادت ۹۷۱ھ م ۱۵۶۴ء —وفات ۱۰۱۲ھ م ۱۶۰۳ء)

میں آپ کے ہم عمر اس بشارت پر رشک کرتے تھے، عنفوان شباب میں والد مکرم کی زندگی میں ولایت وارشاد کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوگئے، والد ماجد نے ستائیس (۲۷) سال کی عمر میں بادشاہ ہند عالمگیر اورنگ زیب (۱۰۲۷ھ-۱۱۱۸ھ / ۱۶۵۹ء-۱۷۰۷ء) کی خواہش پر ان کی اور اہل دہلی کی اصلاح وتربیت کے لئے آپ کو دہلی روانہ کیا، آپ کے عہد شباب کا یہ دور محبوب بے چون وبے کیف کے عشق ومحبت کی سرمستیوں سے معمور تھا، اور اتباع شریعت آپ کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، شاید آپ اوائل ۱۰۷۶ھ / ۱۶۶۵ء میں دہلی پہونچے، اہل شہر نے آپ کا پرجوش استقبال کیا، اور عوام وخواص اور شاہی گھرانے کے افراد آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے، بادشاہ اس وقت سفر میں تھا واپسی پر اس کو اطلاع ملی، تو بہت خوش ہوا، اس نے اپنے اراکین سلطنت کے ساتھ آپ کا استقبال کیا اور نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ قلعۂ معلیٰ میں اپنے قریب ٹھہرایا، بادشاہ کی خواہش تھی کہ آپ محل میں قیام فرمائیں، لیکن آپ نے چوکیدار کی جھونپڑی میں قیام کو پسند فرمایا، بادشاہ یہیں آکر منازل سلوک طے کرتا تھا، آپ نے محل میں بہت سی غیر شرعی چیزوں کی اصلاح فرمائی، بادشاہ نے آپ کے زیر تربیت مقامات بلند طے کئے۔ آپ کی اصلاحی مساعی سے خوش ہوکر آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ محمد معصومؒ نے آپ کو محتسب الامۃ کا خطاب عنایت فرمایا۔

آپ نہایت قوی التاثیر اور صاحب جذب وتصرف تھے، لوگ ایک اضطراب واستغراق کی حالت میں آپ کی خانقاہ میں پڑے رہتے تھے، بڑے دبدبہ اور عظمت والے شیخ تھے، سلاطین وامراء آپ کی مجلس میں مؤدب کھڑے رہتے تھے، اور ان کو آپ کے سامنے بیٹھنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی، بے شمار لوگ آپ کے حلقۂ بیعت میں داخل ہوئے، تین سال دہلی میں مقیم رہنے کے بعد سرہند شریف تشریف لے گئے، پھر حضرت خواجہ معصوم کی رحلت (۱۰۷۹ء / ۱۶۶۸ء) کے بعد آپ خانقاہ سرہند کی مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے، آپ کی طرف رجوع عام کا عالم یہ تھا کہ کم از کم چار سو (۴۰۰) طالبین ہر وقت خانقاہ میں موجود رہتے تھے، اور اکثر وبیشتر چودہ سو (۱۴۰۰) آدمی دونوں وقت کا کھانا حسب فرمائش وذوق آپ کے باورچی خانہ سے کھایا کرتے تھے، اس نعمت و سہولت کے باوجود طالبین بہت جلد مقامات سلوک طے کر لیتے تھے، اس لئے کہ اس طریق کا مدار مرشد کی ہمت وتوجہ پر ہے، آپ نے سینتالیس (۴۷) سال کی عمر میں ۲۶ / جمادی الاولیٰ ۱۰۹۶ھ (۳۰ / اپریل ۱۶۸۵ء) کو سرہند شریف میں عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی، اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار پر انوار سے جنوب کی طرف ذرا فاصلے پر آسودۂ خاک ہوئے، آپ کے مزار مبارک پر بڑا عالی شان گنبد ہے، اور اس کے پاس باغ لگا ہوا ہے (تاریخ وتذکرہ خانقاہ مظہریہ نقشبندیہ دہلی ص ۵۵ تا ۹۵ مؤلفہ محمد نذیر رانجھا)

(۱۲)-حضرت مولانا خواجگی محمد مقتدیٰ امکنگیؒ (ولادت ۹۱۸ھ/۱۵۱۲ء -وفات ۱۰۰۸ھ/۱۶۰۰ء)

(۱۳)-حضرت مولانا درویش محمدؒ (ولادت ۸۴۶ھ م ۱۴۴۳ء-وفات ۹۷۰ھ م ۱۵۶۲ء)

(۱۴)-حضرت مولانا خواجہ محمد زاہد وخشیؒ (ولادت ۸۵۲ھ م ۱۴۴۸ء-وفات ۹۳۶ھ م ۱۵۲۹ء)

(۱۵)-حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرارؒ (ولادت ۸۰۶ھ م ۱۴۰۴ء-وفات ۸۹۵ھ م ۱۴۹۰ء)

(۱۶)-حضرت مولانا یعقوب بن عثمان چرخیؒ (ولادت ۷۶۲ھ م ۱۳۶۰ء-وفات ۸۵۱ھ م ۱۴۴۷ء)

(۱۷)-حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ (وفات ۸۰۲ھ م ۱۴۰۰ء)

(۱۸)-خواجہ خواجگان خواجہ سید محمد بہاء الدین نقشبندؒ (ولادت ۷۱۸ھ م ۱۳۱۸ء-وفات ۷۹۱ھ م ۱۳۸۹ء)

(۱۹)-حضرت خواجہ شمس الدین سید امیر کلالؒ (ولادت ۶۷۶ھ م ۱۲۷۸ء-وفات ۷۷۲ھ م ۱۳۷۰ء)

(۲۰)-حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ (ولادت ۵۹۱ھ م ۱۱۹۵ء-وفات ۷۵۵ھ، ۱۳۵۴ء)

۲۱-حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنیؒ (ولادت ۵۹۱ھ م ۱۱۹۴ء، ۱۱۹۵ء-وفات ۷۲۱ھ م ۱۳۲۱ء)

(۲۲)-حضرت خواجہ محمود انجیر فغنویؒ (ولادت ۶۲۷ھ م ۱۲۳۰ء-وفات ۷۱۵ھ / ۷۱۷ھ / ۶۴۳ھ م ۱۳۱۵ء / ۱۳۱۷ء / ۱۲۴۵ء۔

(۲۳)-حضرت خواجہ عارف ریوگریؒ (ولادت ۵۵۱ھ م ۱۱۵۶ء-وفات ۷۱۵ھ م ۱۳۱۵ء)

(۲۴)-حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ (ولادت ۴۳۵ھ م ۱۰۴۴ء-وفات ۵۷۵ھ م ۱۱۷۹ء

(۲۵)-حضرت خواجہ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانیؒ (ولادت ۴۴۰ھ یا ۴۴۱ھ م ۱۰۴۹ء یا ۱۰۵۰ء- وفات ۵۳۵ھ م ۱۱۴۰ء / ۱۱۴۱ء)

(۲۶)-شیخ بو علی فارمدی طوسیؒ (ولادت ۴۰۷ھ / ۴۳۴ھ م ۱۰۱۶ء / ۱۰۴۲ء- وفات ۴۷۷ھ م ۱۰۸۴ء)

(۲۷)-حضرت شیخ ابو القاسم کر گانیؒ (وفات ۴۵۰ھ / ۴۶۹ھ م ۱۰۵۸ء / ۱۰۷۶ء)

(۲۸)-حضرت شیخ ابو الحسن خرقانیؒ (ولادت ۳۵۲ھ م ۹۶۳ء-وفات ۴۲۵ھ م ۱۰۳۳ء / ۱۰۳۴ء)

(۲۹)-سلطان العارفین حضرت بایزید طیفور بن عیسیٰ بسطامیؒ (ولادت ۱۳۶ھ م ۷۵۳ء، ۷۵۴ء-وفات

سنہ ۲۶۱ھ / سنہ ۲۶۹ھ م سنہ ۸۷۴ء / سنہ ۸۸۳ء)

(۳۰)- حضرت امام جعفر صادقؒ (ولادت سنہ ۸۰ھ م سنہ ۶۹۹ء – وفات سنہ ۱۴۹ھ م سنہ ۷۶۶ء)

(۳۱)- حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر الصدیقؓ (ولادت سنہ ۲۴ھ م سنہ ۶۴۵ء – وفات سنہ ۱۰۶ھ م سنہ ۷۲۴ء یا سنہ ۱۰۸ھ م سنہ ۷۲۶ء)

(۳۲)- حضرت سلمان فارسیؓ (ولادت سنہ ۴۰۴ء عام الفیل سے ایک سوستاسی (۱۸۷) سال قبل – وفات سنہ ۳۳ھ / سنہ ۳۵ھ / سنہ ۳۶ھ م سنہ ۶۵۱ء / سنہ ۶۵۳ء / سنہ ۶۵۴ء)

(۳۳)- حضرت امیر المؤمنین سیدنا ابو بکر صدیقؓ (ولادت سنہ ۳ عام الفیل، ہجرت سے پچاس سال قبل م سنہ ۵۷۳ء – وفات سنہ ۱۳ھ م سنہ ۶۳۴ء)

(۳۴)- سرور دوعالم رحمۃ للعالمین خاتم النبیین ﷺ (ولادت عام الفیل سنہ ۱، ۹/ ربیع الاول ۵۲/ سال قبل ہجرت م ۲۰/ اپریل سنہ ۵۷۱ء – وفات ۱۲/ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ م ۷/ جون سنہ ۶۳۲ء بروز سوموار)

خانقاہ مظہریہ دہلی (حضرت شاہ ابو الخیر مجددی دہلویؒ) کا یہ سلسلہ تینتیس (۳۳) واسطوں سے حضور اکرم سرور دوعالم ﷺ تک منتہی ہوتا ہے (درمیانی کڑیوں کی انہی تفصیلات کے ساتھ جو سلسلۂ اول میں ذکر کی گئی ہیں)

اس سلسلہ کا شجرۂ منظومہ حضرت منورویؒ کی کتاب "مختصر حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ میں خانقاہ دہلی روضۃ الازہار کے مطابق حسب ذیل ہے:

شجرۂ منظومہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ

اللھم صل علیٰ سیدناومولانامحمدوعلیٰ آل محمدوعلیٰ آل سیدنامحمدافضل صلواتک بعددمعلوماتک وبارک وسلم علیہ

یاالٰہی احمد خیر الوریٰ کے واسطے
سرور عالم امام الانبیاءؐ کے واسطے
جاں نثارویارغار و جانشین مصطفٰے
حضرت صدیق اکبرؓ باصفا کے واسطے
واقف اسرارایزدداخل آل رسول
فارسی سلمانؓ صحابی مقتداکے واسطے
نورعین حضرت صدیق ہادیٔ جہاں
حضرت قاسمؒ امام الاصفیاء کے واسطے
نور چشم مصطفٰے و مرتضٰی و فاطمہ
حضرت صادقؒ امام الاتقیاء کے واسطے
نیر بسطام سلطان و امام العارفیں
عاشق حق بایزیدؒ رہنما کے واسطے
شیخ الاسلام اورپیر شیخ الاسلام ہرات
خرقانیؒ بوالحسن نورالہدیٰ کے واسطے
پیر مولانا غزالیؒ فارمدکے آفتاب
بوعلیؒ شیر نیستان ہدیٰ کے واسطے
یوسف ہمدانیؒ محبوب رب العالمیں
آفتاب چرخ ہمداں پرضیاکے واسطے
خواجہ عبدالخالقؒ مرشدامام خواجگاں

غجدوانیؒ شمع بزم اولیاء کے واسطے
کاشف انوار ایزد سرو باغ ریوگر
خواجہ عارفؒ مرشد بااتقیاکےواسطے
زینت انجیر فغنہ خواجہ محمودؒ ولی
رازدان سر خاص کبریاکےواسطے
حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنیؒ
بادشاہ ملک تسلیم و رضا کےواسطے
خواجہ بابائے سماسیؒ پیشوائے کاملاں
شاہ باز اوج عرفان خداکےواسطے
سیدعالی نسب خورشیدبرج مکرمت
حضرت میرکلالؒ پرضیا کے واسطے
حضرت خواجہ بہاء الدینؒ جناب نقشبند
تاجداراولیاء مشکل کشا کےواسطے
شمع دیں خواجہ علاء الدین عطارؒولی
قطب ارشادہدایت رہنماکےواسطے
خواجہ یعقوب چرخیؒ آبروئے خانداں
عالم علم حقیقت پیشوا کےواسطے
حضرت خواجہ عبیداللہؒ احرارش لقب
ناصردین نبی شمس الضحیٰ کےواسطے
خواجہ مولانا محمد زاہدؒ عالی مقام
واصل حق الیقیں نجم الہدیٰ کےواسطے
عارف بے مثل درویش محمدؒ محوذات

عاشق حق کشتۂ حب خدا کے واسطے
خواجۂ دیں خواجگی خورشید شہر امکنہ
ماہ کامل ہادئ شاہ و گدا کے واسطے
شہ رضی الدین خواجہ باقی باللہؒ امام
فانی اندر ذات پاک کبریاء کے واسطے
شہ مجدد الف ثانی شیخ احمدؒ نور حق
نائب حضرت محمد مصطفٰیؐ کے واسطے
عروۃ الوثقٰی جناب حضرت ایشاں لقب
خواجۂ معصومؒ محبوب خدا کے واسطے
خواجہ سیف الدیں محمدؒ رہبر دنیا و دیں
قطب عالم بادشاہ اولیا کے واسطے
خواجۂ نور محمدؒ سید عالی نسب
قبلۂ دیں تاجدار اتقیاء کے واسطے
شاہ شمس الدیں حبیب اللہ مظہر جان جاں
غوث عالم وارث دین ہدیٰ کے واسطے
رہبر راہ حقیقت شاہ عبداللہ علی
قطب ارشاد خلائق باخدا کے واسطے
ابر فیضان الٰہی چشمۂ جود و کرم
بوسعید احمدیؒ بدر الدجیٰ کے واسطے
قطب عالم حضرت احمد سعید احمدیؒ
آفتاب چرخ ارشاد و ہدیٰ کے واسطے

پیر و مرشد حضرت شاہ عمرؒ غوث جہاں
مظہر حق نائب خیر الوریٰ کے واسطے
شہ محی الدین عبداللہ ابوالخیر ولی
بوبلال و زید و سالم مقتدا کے واسطے

یاالٰہی کر عطا دارین میں ہردم فلاح
حضرت حاجی دوست محمدؒ رہنما کے واسطے
مجھ کو اور احباب کو میرے ہدایت کر نصیب
حضرت عثمان داماںؒ پر ضیا کے واسطے
امت احمدؐ کی کر دے مغفرت از فضل خویش
وہ سراج الدینؒ مرد باخدا کے واسطے
نام کو ہے جس کے نسبت باغلام باحسینؒ
مغفرت فرما خدا اس پیشوا کے واسطے
سوز دل اور استقامت بہر شریعت کر عطا
وہ بشارت اور کریمؒ پارسا کے واسطے
کر تو مجھ کو بھی عنایت اور چشم تر اور درد دل
شاہ نوراللہؒ مرشد رہنما کے واسطے

نام میں ہے جس کے احمد اور حسنؒ بھی ساتھ ہے
آرزو برلا میری اس پارسا کے واسطے
عشق اپنا دے مجھے اور معرفت بھی کر عطا
اے میرے پروردگار ان اولیاء کے واسطے
دین و دنیا میں مجھے محفوظ رکھ عزت کے ساتھ
آل و اصحاب جناب مصطفیٰؐ کے واسطے
آپڑا ہوں تیرے در پر ہر طرح سے ہوں ملول
کر تو ان ناموں کی برکت سے دعا میری قبول
کون ہے تیرے سو مجھ بے نوا کے واسطے

---

(۵)

سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ

(خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی، کانپور اور گڑھول شریف)

تعارف اور خصوصیات

موسیٰ زئی ڈیرہ اسماعیل خان (موجودہ پاکستان) سے اکتالیس (۴۱) میل کے فاصلہ پر جنوب مغربی سمت میں واقع ہے، مشہور قصبہ درابن سے جنوب کی طرف اس کا فاصلہ تین میل ہے، اس کے مغرب کی طرف تمام علاقوں کی زبان پشتو ہے، اور مشرقی سمت کے تمام علاقوں کی زبان پنجابی ہے، خود موسیٰ زئی میں پنجابی اور پشتو دونوں زبانیں بولی اور سمجھی جاتی ہیں۔

موسیٰ زئی کی خانقاہ دراصل خانقاہ مظہریہ (دہلی) ہی کی ایک شاخ ہے اس کی بنیاد حضرت حاجی دوست محمد قندھاری (۱۲۱۶ھ - ۱۲۸۴ھ / ۱۸۰۱ء - ۱۸۶۸ء) نے ڈالی، جو حضرت شاہ ابوسعید مجددی دہلویؒ (۱۱۹۶ھ - ۱۲۵۰ھ / ۱۷۸۲ء - ۱۸۳۵ء) کے دست مبارک پر بیعت تھے، اور خرقۂ خلافت حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی ثم مہاجر مدنیؒ (۱۲۱۷ھ - ۱۲۷۷ھ / ۱۸۰۲ء - ۱۸۶۰ء) سے حاصل ہوا تھا، حضرت شاہ احمد سعیدؒ نے انہیں دہلی سے رخصت کرتے وقت یہ وصیت فرمائی تھی کہ ارشاد و ہدایت کے لئے ایسی جگہ کا انتخاب کرنا جو پشتو اور پنجابی زبانوں کے سنگم پر واقع ہو، چنانچہ یہ قرعۂ فال موسیٰ زئی بستی کے نام نکلا، حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ نے جمادی الاولیٰ ۱۲۷۴ھ / جنوری ۱۸۵۸ء میں اس قریہ کے مغرب میں پہاڑی نالے کے قریب ایک جگہ کو اپنے قیام کے لئے پسند فرمایا، جہاں آج یہ خانقاہ معلیٰ آباد ہے۔

حضرت قندھاریؒ نے اس جگہ کو اپنے قیام کے لئے پسند فرمایا، اور اپنے مریدان باصفا کی معیت

میں پانی کی کمیابی کے پیش نظر موسیٰ زئی کے مغرب میں ایک پہاڑی نالے کے کنارے ڈیرہ ڈالدیا، تاکہ خوردونوش اور دیگر ضروریات زندگی میں سہولت رہے، تھوڑے ہی عرصہ میں قبیلہ تاجوخیل کے لوگ آپ سے بے حد مانوس ہوگئے اور بہت سے داخل طریق بھی ہوگئے۔

بعض قبائل کے چند رئیسوں کو جو اس بستی میں رہتے تھے، حضرت حاجی صاحبؒ کا یہاں قیام اور اس نالے سے پانی کا استعمال سخت گراں گذرا، مگر ان میں تاجوخیل قبیلے کی عقیدت مندی کی وجہ سے آپ پر سختی کرنے کی ہمت نہ تھی، لیکن وہ موقعہ کی تلاش میں رہے، اتفاق سے ایک روز تحصیلدار (جو ہندو تھا) دورہ کرتے ہوئے ادھر آنکلا، ان لوگوں نے موقعہ غنیمت دیکھتے ہوئے اس تحصیلدار کا پرتپاک استقبال کیا، اور زوردار ضیافت کی اور اس دوران اس کو حضرت حاجی صاحبؒ کے خلاف خوب ورغلایا، چنانچہ اس نے خانقاہ پہونچ کر حضرت کو یہاں سے نکل جانے کو کہا، اور گستاخانہ لہجہ اختیار کیا، لیکن حضرت کے تصرف باطنی کے نتیجے میں وہ بے ہوش ہوکر گھوڑے سے گر گیا، گاؤں کے لوگ اس کو اٹھاکر لے گئے ، ہوش میں آیا تو اس نے حاجی صاحب کے پاس دوبارہ جانے کی خواہش کی، لوگ اس کو خانقاہ لے کر آئے اس نے اپنی گستاخی کی معافی چاہی، اور کچھ شرطوں کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہوگیا، اس کی تمام شرطیں بھی اللہ پاک نے پوری کردیں، اور حضرت کی طرف سے اس کو قومیت کے طور پر فقیر کا خطاب مرحمت ہوا، اس کے بعد سے آج تک اس کی ذریات کے لوگ اپنے نام کے ساتھ فقیر لگاتے ہیں، جن میں فقیر فیض اللہ، فقیر ابوسعید اور فقیر ابوالحسن خاص طور پر مشہور ہوئے ہیں۔

حضرت کی اس کرامت اور تحصیلدار کے مسلمان ہوجانے سے پورا علاقہ آپ کا گرویدہ اور معتقد ہوگیا، اس خطہ میں رشد وہدایت کی باد بہاری چلنے لگی، خانقاہ احمدیہ سعیدیہ کی صورت میں ایک عظیم روحانی مرکز قائم ہوگیا، اور حضرت شاہ احمد سعیدؒ نے جو آپ کو پیش گوئی کی تھی وہ پوری ہوئی، موسیٰ زئی کی عظمت وبزرگی حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ کے وہاں قیام پذیر ہونے کی وجہ سے ہے، جنھوں نے وہاں نقشبندیہ مجددیہ سلسلے کی خانقاہ قائم کی، اسی طرح حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ کی اہمیت و سعادت مندی حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلویؒ کی نسبت وخلافت کی بدولت ہے۔

پھر ایک وقت آیا کہ ۱۸۵۷ء میں دہلی اجڑ گئی، اور حضرت شاہ احمد سعیدؒ کو وہاں سے ہجرت

کرنی پڑی ، آپ دہلی سے موسیٰ زئی تشریف لائے ، حضرت قندھاریؒ نے ڈیرہ اسماعیل خان پہونچ کر سینکڑوں لوگوں کے ساتھ آپ کا والہانہ استقبال کیا، اور پھر موسیٰ زئی اور قندھار کی خانقاہوں کے ساتھ دہلی خانقاہ کی چابی بھی حضرت دہلویؒ نے آپ کے حوالے فرمادی، حضرت قندھاریؒ کے بعد اس خانقاہ کی سجادگی حضرت خواجہ عثمان دامانیؒ کے پاس آئی اور وہی تینوں خانقاہوں کے متولی و نگراں ہوئے ،بعد میں حضرت دامانیؒ نے دہلی کی خانقاہ حضرت شاہ ابوالخیرؒ کو واپس کر دی، جس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے ،حضرت عثمان دامانیؒ کے زمانے میں اس خانقاہ کی شہرت دور دور تک پہونچ گئی،اور اطراف عالم سے طالبین کا رجوع شروع ہو گیا، حضرت عثمان دامانیؒ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ سراج الدینؒ اس منصب پر فائز ہوئے، گو کہ نو عمری میں وہ اس منصب جلیل پر متمکن ہوئے تھے، اور اسی لئے کئی لوگوں کو خدشات بھی تھے، لیکن اللہ پاک نے اس جوان صالح کے ذریعہ اس خانقاہ کی وہ آبرو بڑھائی کہ رجوع اور قبولیت کے لحاظ سے اس دور کی کم خانقاہیں اس کا مقابلہ کر سکتی تھیں، حضرت خواجہ سراج الدینؒ کو مسند سجادگی پر صرف اٹھارہ (١٨) سال کا موقعہ ملا لیکن انہوں نے اس خانقاہ کو نقطۂ ارتقاء تک پہونچا دیا، اور اس کا شمار عالم اسلام کی بڑی خانقاہوں میں ہونے لگا، سیکڑوں طالبین ہمہ وقت کے حاضر باشوں میں ہوتے تھے، عین عالم شباب میں زندگی کی صرف پینتیس (٣۵) بہاریں دیکھنے کے بعد وہ عالم آخرت کی طرف سدھار گئے، ورنہ کہا جاتا تھا کہ اگر کچھ دن اور زندہ رہ جاتے تو دنیا کی تمام خانقاہیں سونی پڑ جاتیں، لٰکن قدر اللہ ماشاء[193]۔

اس خانقاہ کو اللہ پاک نے وہ قبولیت عطا فرمائی کہ آج پاکستان میں سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی اکثر خانقاہیں (مثلاً: خانقاہ عثمانیہ سراجیہ ڈیپ شریف وادئ سون سیکسر ضلع خوشاب ☆ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ ، کندیاں ضلع میانوالی ☆ خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ ،بگھار شریف ، کہوٹہ ضلع راولپنڈی ☆ خانقاہ سراجیہ حسنیہ نقشبندیہ مجددیہ ، حسن آباد تھل، ضلع لیہ ☆ خانقاہ فضلیہ نقشبندیہ مجددیہ ، مسکین پور شریف ، ضلع مظفر گڑھ ☆ خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ ،احمد پور شرقیہ احمدیہ شرقیہ ، ضلع بھاولپور ☆ خانقاہ

---حواشی---

193- تاریخ و تذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی ص ۵۷ تا ۶۴ مؤلفہ مولانا محمد نذیر رانجھا)

نقشبندیہ مجددیہ حبیبیہ، چکوال☆خانقاہ سعیدیہ غفوریہ، یوسف گوٹھ، نیو کراچی☆خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ ،واں بھچراں ضلع میاں والی☆خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ، مسجد دارالسلام، ساتواں میل گوجرانوالہ روڈ ،شیخوپورہ☆خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ، شجاع آباد ضلع ملتان) اسی خانقاہ کے بطن سے پیدا ہوئی ہیں، بلکہ ہندوستان کی بھی کئی اہم خانقاہیں (مثلاً: خانقاہ حسینیہ کانپور، خانقاہ حضرت غلام حسین کانپوریؒ، خانقاہ شاہ برکت علی کلکتہ، خانقاہ گڑھول شریف، سیتامڑھی وغیرہ) اسی شجرۂ طوبیٰ سے نکلی ہیں، یہ اس خانقاہ کاوہ امتیاز ہے، جس میں بہت کم خانقاہیں اس کی ہمسری کر سکتی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ سب ثمرہ ہے حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ کی بے پناہ محبت وخلوص کا، اور فیض ہے حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلویؒ کی حسن عنایت اور وہاں قدوم میمنت لزوم کا، اس طرح ان سب کا مرکز فیض خانقاہ مظہریہ دہلی ہے، اللہ پاک ان تمام سرچشموں کو آباد وشاد رکھے آمین۔

منورواشریف میں یہ سلسلہ قطب الاقطاب، ابوالانوار حضرت مولانا حافظ بشارت کریم گڑھولویؒ (ولادت: ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۷ء - وفات ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء)[194] کے ذریعہ پہونچا۔

---حواشی--

194 - اسم گرامی: بشارت کریم، کنیت: ابوالانوار، والد ماجد کا نام: عبدالرحیم، سن ولادت جنۃ الانوار میں حضرت مولانا محمد ادریس ذکا گڑھولویؒ (متوفیٰ ۱۹۹۳ء م ۱۴۱۳ھ صاحبزادہ حضرت گڑھولویؒ صدرالمدرسین وصدر مفتی مدرسہ جامع العلوم مظفرپور بہار) نے قرینہ وقیاس سے ۱۲۹۴ھ م ۱۸۷۷ء لکھا ہے، موضع بازید پور گڑھول شریف موجودہ ضلع سیتامڑھی میں آپ کی پیدائش ہوئی ،جنۃ الانوار (اول ایڈیشن جولائی ۱۹۷۲ء) میں آپ کو "نسباً شیخ صدیقی" بتایا گیا ہے، اس کے بعد اس کتاب کے دو ایڈیشن شائع ہوئے ،دوسرا ایڈیشن حضرت مولانا محمد ادریسؒ کی حیات ہی میں شائع ہوا جو اس وقت میرے سامنے نہیں ہے، البتہ اس کا تیسرا ایڈیشن آپ کے بھتیجے فاضل محترم مولانا باقی باللہ کریمی القاسمی صاحب مدظلہ العالی نے ۲۰۱۴ء میں شائع کیا ہے یہ میرے پیش نظر ہے، اس کے دیباچہ میں کہا گیا ہے کہ یہ بعینہ دوسرے ایڈیشن کے مطابق ہے، اس ایڈیشن میں حضرت کے نسب کا خانہ حذف کر دیا گیا ہے۔

آپ چھ (۶) سال کے تھے کہ والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا، اور تقریباً دس (۱۰) سال کی عمر میں شفقت پدری سے بھی محروم ہو گئے، والد کے انتقال کے بعد اپنے بہنوئی کے زیر تربیت رہے، فارسی عربی کی ابتدائی تعلیم دربھنگہ میں حکیم مولانا علی حسن چھپرویؒ سے حاصل کی اور متوسطات تک تعلیم مدرسہ جامع العلوم (قدیم نام خادم العلوم) مظفرپور میں ہوئی، یہیں آپ نے شرح جامی کے سال (۱۸۹۲ء م ۱۳۱۰ھ میں) قرآن کریم کا حفظ مکمل کیا، اس وقت حضرت مولانا حافظ رحمت اللہ صاحبؒ (بانیٔ مدرسہ) مہتمم تھے، حفظ مکمل کرنے بعد آپ نے تراویح میں پورا قرآن سنایا، رمضان کے بعد آپ کی دستاربندی عمل میں آئی جس میں آپ کے استاذ گرامی قدر حضرت مولانا عبدالواسع سعدی پوریؒ (سعدی پور موضع الماس پور ضلع سمستی پور کے قریب ایک گاؤں ہے) نے

ایک طویل تہنیتی نظم پیش فرمائی، اور وہ نظم روئیداد مدرسہ میں شائع ہوئی ، یہ ترجیع بند نظم مسدس کی ہیئت میں ہے، جنۃ الانوار میں پوری نظم نقل کی گئی ہے، یہاں اس کا ایک بند بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے:

اے مرے حافظ بشارت نو گل باغ کمال
ہے بجاہوں جس قدر آپ اس مسرت پر نہال
آپ کو بخشا ہے حق نے کیا ہی گنج لازوال
ہورہاہے جس کے باعث بزم میں یہ قیل وقال
یوں تو ہر شب کی جہاں میں شان ہی کچھ اور ہے
آج کی شب کا مگر فیضان ہی کچھ اور ہے

آپ کے حفظ کے استاذ حافظ عبدالحلیم تھے، جن کا تذکرہ تہنیتی نظم میں موجود ہے (جنۃ الانوار مرتبہ حضرت مولانا محمد ادریس ذکا گڑھولویؒ ص ۵ تا ۳۰)

مظفرپور کے زمانۂ تعلیم میں ہی آپ حضرت مولانا سید نصیرالدین احمد نصرؔ سے وابستہ ہوئے، اور ان سے علمی، اخلاقی، دینی وفکری استفادہ کیا، اس کے بعد آپ ہی کے ایما پر متوسطات اور اعلیٰ تعلیم کے لئے کانپور تشریف لے گئے (۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۳ء میں) اور وہیں دارالعلوم کانپور مسجد رنگیان میں حضرت مولانا احمد حسن کانپوریؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور متوسطات سے فضیلت تک کی کتابیں اسی دارالعلوم میں پڑھیں اور یہیں سے فراغت حاصل کی۔

جنت الانوار (مرتبہ: حضرت مولانا مفتی محمد ادریس صاحب گڑھولویؒ) وغیرہ میں حضرت گڑھولویؒ کی تعلیم وفراغت کو مدرسہ فیض عام کانپور سے منسوب کیا گیا ہے، لیکن تاریخی طور پر یہ بات درست نہیں ہے، اس لئے کہ حضرت مولانا احمد حسن کانپوریؒ ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء) میں ہی مدرسہ فیض عام سے علٰحدہ ہوچکے تھے اور مسجد رنگیان نئی سڑک (چھوٹا بوچڑ خانہ) میں اپنا مدرسہ "دارالعلوم کانپور" کے نام سے قائم کرلیا تھا، جہاں وہ زندگی کے آخری لمحات تک فائز رہے۔

اس مسئلہ کی مکمل تحقیق اس حقیر کی تالیف "تذکرۂ حضرت آہؔ" میں حضرت مولانا عبدالشکور آہؔ کی تعلیم کی بحث میں ملاحظہ فرمائیں (تذکرۂ حضرت آہ" ص ۲۵۰ تا ۲۷۵)۔

حضرت گڑھولویؒ نے روحانی تعلیم شیخ المشائخ حضرت مولانا غلام حسین کانپوریؒ (متوفی ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۲ء) سے حاصل کی اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے، علوم ظاہری وباطنی کی تکمیل کے بعد ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں تقریباً تیس (۳۰) سال کی عمر میں آپ کی شادی موضع محی الدین نگر ضلع سمستی پور (قدیم ضلع دربھنگہ) میں حضرت مولانا سید عبدالغنیؒ (تلمیذ حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ وخلیفۂ حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ) کی صاحبزادی سے ہوئی (جنۃ الانوار مرتبہ حضرت مولانا محمد ادریس ذکا گڑھولویؒ ص ۵ تا ۳۰)

مشائخ سلسلہ

(۱)ابوالانوار قطب الاقطاب حضرت مولانا حافظ بشارت کریم گڑھولوی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت: ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۷ء - وفات ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء)

(۲)حضرت مولانا غلام حسین کانپوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۴ صفر المظفر ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۵ / ستمبر ۱۹۲۲ء)[195]

حضرت گڑھولوی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام ساری زندگی گو کہ ایک انتہائی پسماندہ دیہات میں رہا، لیکن آپ کے ذریعہ صوبۂ بہار میں سلسلۂ نقشبندیہ کو بڑا فروغ ہوا، بڑے صاحب کرامات وتصرفات تھے، آپ کی خانقاہ مرجع خلائق تھی، علماء ومشائخ اور عوام وخواص ہر طرح کے لوگ وہاں حاضر ہوتے تھے، خاص طور پر رمضان المبارک میں آپ کے یہاں طالبین کا ہجوم رہتا تھا، آپ نے مرید تو بہت زیادہ لوگوں کو نہیں کیا، لیکن فیض یافتگان کا حلقہ بہت وسیع تھا، عقیدت مند بھی بے شمار تھے، کئی غیر مسلموں کو بھی آپ کے دست مبارک پر ایمان لانے کا شرف حاصل ہوا، جن میں بعض حضرات روحانی طور پر بڑے صاحب مقام ہوئے، ان میں حضرت شاہ نوراللہ عرف حضرت پنڈت جی رحمۃ اللہ علیہ (مہاجر کراچی) اور حضرت شاہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (مقام پروہی ضلع مدھوبنی بہار) بطور خاص قابل ذکر ہیں، یہ دونوں بزرگ اپنے اپنے حلقہ کے عظیم مرشد ورہنما گذرے ہیں۔

حضرت گڑھولوی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ رشد وہدایت آپ کے وصال کے بعد آپ کے نامور صاحبزادگان- حضرت مولانا حافظ محمد ایوب رحمۃ اللہ علیہ (تاریخی نام محفوظ رحمن (ولادت ۱۳۳۲ھ م ۱۹۱۴ء- وفات ۱۳۶۳ھ م ۱۹۴۴ء)، حضرت مولانا مفتی محمد ادریس ذکاء رحمۃ اللہ علیہ، تاریخی نام منظور الحق (وفات جنوری ۱۹۹۳ء م ۱۴۱۳ھ)، حضرت مولوی محمد ذاکر الرحمن (وفات ۱۱ / ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۴ / اکتوبر ۱۹۷۸ء)، اور حضرت حافظ حکیم محمد سلمان صاحب (وفات ۹ / شوال المکرم ۱۴۰۶ء مطابق ۱۷ / جون ۱۹۸۶ء)- اور خلفاء میں حضرت شاہ نوراللہ عرف حضرت پنڈت جی رحمۃ اللہ علیہ (متوفیٰ ۱۳ / ربیع الاول ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۷ / ستمبر ۱۹۵۸ء) اور قطب الہند حضرت مولانا حکیم سید احمد حسن منوروی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۹۰۱ء م ۱۳۱۸ھ - وفات ۲۸ / رجب المرجب ۱۳۸۷ھ م ۲ / نومبر ۱۹۶۷ء بروز جمعرات) سے جاری ہوا، البتہ تقسیم ہند کے موقعہ پر حضرت پنڈت جی رحمۃ اللہ علیہ کی ہجرت پاکستان کے بعد یہ سلسلہ تنہا حضرت منوروی رحمۃ اللہ علیہ کی انفاس قدسیہ کی بدولت فروغ پایا، اور آپ اس سلسلہ کے سب سے بڑے مرجع وماویٰ قرار پائے فرحمہ اللہ۔

حضرت گڑھولوی رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ وفات ۱۹ / محرم ۱۳۵۴ھ م ۲۲ / اپریل ۱۹۳۵ء روز چہار شنبہ گذار کر بیسویں محرم کی شب قریب دو بجے پیش آیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ کی وصیت آپ نے حضرت مولانا عبدالشکور آہ مظفرپوری رحمۃ اللہ علیہ کے لئے کی تھی، مگر حضرت مظفرپوری رحمۃ اللہ علیہ کے بروقت نہ پہونچ پانے کی بناپر جنازہ کی نماز حضرت گڑھولوی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا محمد ایوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی (تفصیل کے لئے دیکھئے "تذکرۂ حضرت آہ" ص ۳۴۲، ۳۴۳)

195 - حضرت مولانا غلام حسین کانپوری رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ نقشبندیہ کے بڑے مشائخ میں گذرے ہیں، ان کا فیض دور دور تک پہونچا، بڑے صاحب نسبت اور صاحب تاثیر بزرگ تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ محمد اور دادا کا نام شیخ ابراہیم ہے، آپ کی ولادت "بنون" کے

علاقے میں "عیسیٰ خیل "(ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) میں ہوئی، صرف ونحو اور ابتدائی کتابیں اپنے شہر میں شیخ ولایت سے پڑھیں، پھر حصول علم کے لئے سہارن پور تک پیدل سفر کیا، سہارن پور میں ریل میں بیٹھ کر کانپور پہونچے، اور مولانا احمد حسن کانپوریؒ کے حلقۂ تلمذ میں داخل ہوئے اور تمام درسی کتابیں ان سے پڑھیں، اور ایک مدت تک آپ سے استفادہ کیا، ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۰ء میں فراغت حاصل کی، پھر کانپور ہی میں سکونت اختیار کرلی، اور حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ کی مسجد دلاری میں درس وتدریس کی خدمت سے وابستہ ہوگئے، یہ مسجد احاطۂ کمال خان میں واقع ہے، (اب کوئی احاطہ باقی نہیں ہے، صرف گلیاں ہیں) یہ مسجد اب روٹی گلی میں واقع ہے، اس جگہ سب سے پہلے حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ کے اجداد میں شاہ محمد نصیبؒ تشریف لائے تھے، اور انہوں نے ایک خام مسجد بنوائی تھی، ۱۲۱۹ھ میں ایک شخص دین محمد طباخ اور اس کی بیوی دلاری جو فوج میں روٹی دیا کرتی تھی، نے اس مسجد کو پختہ بنوادیا، مسجد پر جو پتھر لگا ہوا ہے اس میں دین محمد کا نام لکھا ہوا ہے، مگر شہرت "مسجد دلاری" کے نام سے ہوئی، اس مسجد میں عرصہ تک مولانا محمد علی مونگیریؒ بھی درس دے چکے ہیں (سیرت مولانا محمد علی مونگیری ص ۵ بحوالہ مقامات محمدیہ ص ۵)

حضرت مونگیریؒ جب سفر حج کو تشریف لے گئے تو مولانا کانپوریؒ کو بھی اپنے ساتھ لیتے گئے، اور اپنی اہلیہ کی طرف سے ان سے حج بدل کرایا، (افادات محمدیہ ص ۲۸ مؤلفہ مولانا عبد الوارث خان صاحب حیدرآبادیؒ، ناشر دارالاشاعت رحمانی مونگیر، طبع سادس ۱۴۰۰ھ)

مکہ معظمہ میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے انہوں نے مثنوی درساً درساً پڑھی۔

باطنی تعلیم کے لئے حضرت خواجہ عثمان دامانیؒ موسیٰ زئی خلیفہ حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ سے بیعت ہوئے، البتہ سلوک کی تکمیل حضرت دامانیؒ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا سراج الدینؒ (موسیٰ زئی) کے پاس کی، اور ان کے مجاز طریق ہوئے، سات برس تک سفر وحضر میں حضرت مولانا سراج الدین کی نماز کی امامت کی، پھر کانپور میں مسجد دلاری (جہاں وہ درس وتدریس کرتے تھے) کو اپنا روحانی مستقر بنایا، گاہے گاہے حضرت مولانا فضل رحماں گنج مرادآبادیؒ کے یہاں بھی حاضری دیتے تھے، ان سے سند حدیث بھی حاصل کی۔

تجوید وقرأت میں بھی کمال حاصل تھا، قاری سبعہ تھے، کہتے ہیں کہ اتنے خوش الحان قاری تھے کہ طوائفوں نے آپ کا قرآن سن کر گناہ سے توبہ کرلی، اور نمازی ہوگئیں، صبح کی نماز میں ان کی بڑی تعداد مسجد میں الگ صف بناکر آپ کے پیچھے نماز ادا کرتی تھی۔

بڑی شہرت وقبولیت حاصل ہوئی، سینکڑوں بندگان خدا نے فیض پایا، علم بہت پختہ تھا لیکن کوئی تصنیفی شغل نہیں رہا، البتہ درس وتدریس اور مریدین کی تربیت پر خاص توجہ تھی، اور اس کے لئے اسفار بھی کرتے تھے، آپ کے خلفاء ومریدین میں حضرت مولانا بشارت کریم گڑھولویؒ سب سے زیادہ ممتاز ہوئے، ۴/صفر المظفر ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۵/ستمبر ۱۹۲۲ء میں وفات پائی، مسجد دلاری (روٹی والی گلی) میں ہی آرام فرما ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون (نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۳۲۰ ☆ تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی ص ۴۳۷، ۴۳۸ مؤلفہ محمد نذیر رانجھا، ناشر: جمعیۃ پبلیکیشنز لاہور، ۲۰۱۰ء)

(۳)حضرت مولانا خواجہ سراج الدینؒ خانقاہ موسیٰ زئی (ولادت ۱۵/ محرم الحرام ۱۲۹۷ھ مطابق ۲۹/ دسمبر ۱۸۷۹ء—وفات ۲۶/ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۱/ فروری ۱۹۱۵ء)[196]

-----حواشی---

196 -خواجہ سراج الدین کی ولادت بتاریخ ۱۵/ محرم الحرام ۱۲۹۷ھ مطابق ۲۹/ دسمبر ۱۸۷۹ء بروز سوموار خانقاہ سعیدیہ موسیٰ زئی میں ایک علمی وروحانی خانوادہ میں ہوئی، والد ماجد کا اسم گرامی حضرت خواجہ عثمان دامانیؒ ہے، قرآن مجید آخوند ملا شاہ محمد بابرؒ (چودھوان ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) سے پڑھا، فارسی میں نظم ونثر کی متداول کتابیں، عربی میں صرف ونحو، منطق وعقائد اور علم تجوید وقرأت کے رسائل، فقہ میں کنزالدقائق، شرح وقایہ، ہدایہ، اصول فقہ میں نورالانوار اور چند جزوحسامی، تفسیر میں جلالین، حدیث میں مشکوٰۃ، اور ابن ماجہ حضرت مولانا محمود شیرازیؒ سے پڑھیں، اور بقیہ کتب یعنی حسامی کامل، شرح وقایہ، تفسیر مدارک، تنقیح اصول بزدوی، تلخیص المفتاح، ترجمہ قرآن کریم اور صحاح ستہ حضرت مولانا حسین علیؒ (م ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ھ) ساکن واں بھچراں ضلع میانوالی سے پڑھیں، طریقت کی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت خواجہ محمد عثمان دامانیؒ سے حاصل کی، چودہ (۱۴) سال کی عمر میں بیعت ہو گئے تھے ۲۳/ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ مطابق ۸/ مئی ۱۸۹۴ء کو تحریری خلافت سے سرفراز کئے گئے جس پر حضرت خواجہ عثمان دامانیؒ نے اور آپ کے خلفاء اور مخصوصین نے دستخط کئے، خلفاء ومریدین کے ایک مقدس مجمع میں آپ کے سر پر دستار باندھی گئی، جس میں نصف دستار والد ماجد نے باندھی، پھر کچھ حصہ حضرت مولانا محمود شیرازیؒ، اور پھر کچھ حصہ حضرت مولانا حسین علیؒ اور آخری حصہ حضرت لعل شاہ ہمدانیؒ (ساکن ڈندہ شاہ بلاول اٹک) نے تبرکاً مکمل کیا، پھر والد صاحبؒ نے آپ کو ایک جبہ پہنایا اور اس پر تمام حاضرین محفل نے مبارکباد دی، حضرت دامانیؒ نے اپنی ضمنیت، اشارت وبشارت واجازت سے سرفراز فرمایا، اسی مجلس میں آپ کے اساتذہ کے سر پر بھی دستار استادی باندھی گئی، اور دیگر خدام کی بھی دستار بندی عمل میں آئی، ۷/ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۶/ اگست ۱۸۹۶ء کو والد بزرگوار نے جانشینی اور امامت بھی سپرد فرمادی، پھر والد کی وفات کے بعد صرف سترہ (۱۷) سال، سات ماہ، سات دن کی عمر میں مسند ارشاد پر فائز ہوئے، مضبوط نسبت کے حامل تھے، بے شمار لوگوں کو آپ کا فیض پہونچا، سلسلۂ نقشبندیہ کو آپ سے کافی فروغ ملا، حضرت عثمان دامانیؒ کے کئی خلفاء نے آپ سے رجوع کیا اور تجدید بیعت کی، جن میں خاص طور پر حضرت مولانا محمود شیرازیؒ، حضرت مولانا حسین علیؒ، اور حضرت مولانا محمد امیر جھنڈویریؒ قابل ذکر ہیں، یہ حضرات آپ کی مجالس روحانی میں شریک ہو کر کسب فیض بھی کرتے تھے، بڑی عزت ووجاہت حاصل ہوئی، قندھار، کابل، بخارا، ترکستان اور بلاد اسلامیہ سے طالبین آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، طالبین کی کثرت کی وجہ سے آپ نے خانقاہ احمدیہ سعیدیہ کی توسیع اور تعمیر جدید کرائی، خانقاہ شریف کی مسجد کے پیچھے ایک بڑی سرائے بنوائی، جس میں پندرہ سولہ کمرے تھے اور اپنے صاحبزادگان گرامی اور علماء عظام کے لئے دو پختہ کمرے اور چھ دری پختہ متصل مسجد دائیں طرف بنوائی، اور ایک وسیع کتب خانہ اور ذکر وتوجہ کی ہمیشگی کے لئے ایک عالی شان بنگلہ اور لنگر خانہ شریف تعمیر کرایا تھا، جن میں روزانہ پانچ سو (۵۰۰) سے بھی زیادہ زائرین وواردین اور خلفائے عظام وعلمائے کرام کے طعام وقیام کا بندوبست ہوتا تھا۔

حضرت خواجہ عثمان دامانیؒ نے وادی سون سیکسر ضلع خوشاب کے پہاڑ میں ایک خانقاہ بنوائی تھی، آپ نے اس کی بھی

(۴)حضرت خواجہ عثمان دامانیؒ (ولادت ۱۲۴۴ھ / ۱۸۲۸ء، ۱۸۲۹ء۔ وفات ۲۲ / شعبان المعظم ۱۳۱۴ھ مطابق ۲۶ / جنوری ۱۸۹۷ء)[197]

مرمت اور تعمیر جدید کا کام کرایا، وہاں بھی طالبین کی کثرت کے پیش نظر کئی مکانات، ایک وسیع مسجد، اور آبنوشی اور طہارت ووضو کے لئے چاہ عثمانی کی تعمیر کرائی، اور سارے کام جدید طرز پر کرائے گئے، اس سے آپ کے بلند ذوق تعمیر کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

آپ کا کتب خانہ نادر کتابوں سے مالامال تھا، اور اکثر علماء اور زائرین آپ کے ذوق کو دیکھتے ہوئے کتابیں لے کر حاضر ہوتے تھے، علم حدیث سے خصوصی شغف تھا، مبسوط سرخسی کی احادیث کی تخریج کی تھی۔

سفر میں بھی آپ کے ساتھ کئی سو آدمیوں کا قافلہ ہوتا تھا، اور سارے انتظام خود فرماتے تھے، اہل دنیا کی دعوت قبول نہیں کرتے تھے، آپ کی شہرت ومقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ہر خاص وعام کی زبان پر یہ بات رہتی تھی کہ اگر حضرت خواجہ سراجؒ چند سال مزید زندہ رہے تو کوئی شیخ طریقت ان کے عہد میں مسند آرائی نہیں کر سکے گا۔

آپ نے دو حج کئے، پہلا حج شوال ۱۳۲۴ھ / نومبر ۱۹۰۶ء میں کیا، اس میں آپ کا قافلہ پینتالیس (۴۵) اونٹوں پر مشتمل تھا، اور چھتیس (۳۶) آدمی آپ کے شریک سفر تھے، یہ سفر بڑے فیوضات کا حامل تھا۔

آپ صرف اٹھارہ (۱۸) سال مسند ارشاد پر متمکن رہے، اور کل پینتیس (۳۵) سال کی عمر پائی، مگر بے شمار خلق خدا نے آپ سے فیض پایا، آخر عمر میں آپ کو ورم امعاء کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا، دہلی میں حکیم حافظ اجمل کے یہاں بھی زیر علاج رہے، مگر موت کا کوئی علاج نہیں، عین عالم شباب میں بروز جمعہ ۲۶ / ربیع الاول ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۱ / فروری ۱۹۱۵ء کو وفات پائی، اور والد ماجد کے پہلو میں مدفون ہوئے، آپ نے اپنے پیچھے چار (۴) صاحبزادے اور چار (۴) صاحبزادیاں اور بے شمار متوسلین چھوڑے، آپ کے خلفاء کی تعداد پینتیس (۳۵) درج کی گئی ہے (نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۲۳۳، مجموعۂ فوائد عثمانی ص ۲۲ تا ۲۴ مرتبہ سید محمد اکبر علی دہلوی ناشر: خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ میاں والی، مطبوعہ دار الکتاب لاہور ۲۰۱۷ء ☆ تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی ص ۳۸۹ تا ۴۳۵ مؤلفہ محمد نذیر رانجھا)

197 - خواجہ عثمان دامانیؒ کی ولادت ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲۸ء، ۱۸۲۹ء میں ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، تحصیل کلاچی میں اپنے آبائی گاؤں "لونی" حضرت مولانا موسیٰؒ کے گھر میں ہوئی، آپ کا نسب چار واسطوں سے قندھار اور اس کے مضافات کے قاضی القضاۃ قاضی ملا شمس الدینؒ سے ملتا ہے، آپ خاندانی طور پر افغانوں کے قبیلہ درانی کی شاخ "اچگ زئی درانی" سے تعلق رکھتے تھے، جو دینی حمیت وغیرت اور سخاوت وفیاضی میں ممتاز تھا۔

آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد موسیٰ صاحبؒ بڑے عابد وزاہد اور عالم وفقیہ تھے، اپنے علاقے میں "فقیہ لونی" کے لقب سے مشہور تھے، ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے اور ماموں جان "حضرت مولانا نظام الدینؒ" سے حاصل کی، بچپن ہی میں والد ماجد کا انتقال ہو گیا تھا، اس کے بعد آپ کی کفالت ماموں جان نے کی، ابتدائی تعلیم کے بعد آپ کو گاؤں سے باہر مدارس میں بھیج دیا گیا جہاں آپ نے متوسطات تک کی کتابیں پڑھیں، ابتداء سے اہل اللہ کی محبت وعقیدت دل میں بسی تھی، آپ کے ماموں جان

حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ کے مرید تھے ،ایک بار حضرت حاجی صاحبؒ کا قافلہ چودھوان کے مقام پر فروکش ہوا، آپ کے مدرسہ کا راستہ اسی طرف سے گذرتا تھا، آپ کے ماموں جان نے کہا کہ حضرت حاجی صاحبؒ کو میر اسلام اور پیام پہونچادینا، خواجہ عثمان حضرت حاجی صاحبؒ سے واقف نہیں تھے، لیکن پتہ لگا کر ایک مسافر کی حیثیت سے حاضر خدمت ہوئے اور ماموں جان کا سلام پہونچایا، اسی دن باطنی طور پر وہ حضرت حاجی صاحبؒ کے تیر نظر کا شکار ہوگئے ،حضرت نے آپ کی پیشانی میں سلسلۂ نقشبندیہ کا نور محسوس کرلیا تھا، جس کا اظہار حضرت قندھاریؒ نے بعد میں خواجہ عثمانؒ کے سامنے فرمایا، سلام پہونچا کر وہ تعلیم میں مصروف ہوگئے ،ان کے ہدایہ پڑھنے کا سال تھا، لیکن کچھ دنوں کے بعد اچانک دل تعلیم سے اچاٹ ہوگیا، اور کسی صاحب دل سے بیعت کی دھن سوار ہوگئی ،اساتذہ نے مشورہ دیا کہ ہدایہ اخیرین کے کچھ اسباق باقی ہیں ،مکمل کرلو، مگر ان پر اضطراب واستغراق کا ایسا غلبہ تھا، کہ انہوں نے کچھ نہیں سنا، وہ سیدھے موسیٰ زئی پہونچے اور گرمی کی شدت سے گاؤں سے متصل ایک نہر میں چھلانگ لگادی ،اور تھوڑی دیر نہانے کے بعد باہر نکلے، یہ ۹/ جمادی الثانیۃ ۱۲۶۶ھ مطابق ۲۲/ اپریل ۱۸۵۰ء روز جمعہ کی بات ہے، وہ بوقت عصر حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے ،اور بیعت کی درخواست پیش کردی، حضرت نے فرمایا: فقیری آسان نہیں ہے، خواجہ عثمانؒ نے عرض کیا، اب جو بھی ہو، سب کچھ چھوڑ کر آیا ہوں ،اور تین طلاقیں دے دی ہیں ،یعنی اب واپس نہیں جاسکتا، حاجی صاحب نے آپ کی طلب وہمت کو دیکھتے ہوئے فرمایا: اپنے ارادہ پر قائم رہو، مغرب کے بعد دیکھتے ہیں ،چنانچہ مغرب کے بعد آپ کو حلقۂ ارادت میں قبول فرمایا، اس وقت خواجہ عثمانؒ کی عمر مبارک بائیس (۲۲) سال تھی ،چونکہ آپ نے علم ظاہر کی تکمیل نہیں کی تھی ،اس لئے بیعت کے بعد مشکوۃ شریف ،صحاح ستہ ،احیاء العلوم ،معالم التنزیل ،مکتوبات امام ربانی مکمل ،مکتوبات خواجہ محمد معصوم اور دیگر کتب تصوف بڑی تحقیق اور توجہ کے ساتھ پڑھیں، اس کے بعد مسلسل اٹھارہ (۱۸) سال سفر وحضر میں اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں رہے اور خدمت کا حق ادا کردیا، مشکل راستوں کا سفر کرکے پہونچتے ،رات رات بھر جاگ کر حضرت کی راحت کا خیال رکھتے ،اس طرح ایک لمبی مدت تک شیخ کی صحبت میں رہ کر مراتب کمال تک پہونچے ،حضرت حاجی صاحبؒ نے طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ ، قادریہ ، چشتیہ ، سہروردیہ ، کبرویہ ، قلندریہ ،شطاریہ اور مداریہ تمام سلاسل میں آپ کو اپنا خلیفہ ومجاز بنایا، شرف ضمنیت سے بھی سرفراز فرمایا، اور وصال سے تقریباً ۲ روز قبل (۲۶/ رمضان المبارک ۱۲۸۴ھ مطابق ۲۰/ جنوری ۱۸۶۸ء کو) تحریری طور پر آپ کو اپنا جانشین نامزد فرمایا، اور اپنی زیر نگرانی متعدد خانقاہوں کا انتظام وانصرام اور جملہ تولیت بھی آپ کے سپرد فرمادی ،ان خانقاہوں میں خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی ،خانقاہ مظہریہ دہلی ،اور خانقاہ غنڈاں (قندھار) افغانستان بھی شامل ہیں، شیخ کے وصال (۲۲/ شوال المکرم ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۶/ فروری ۱۸۶۸ء) کے بعد ۳۰ سال تک منصب مشیخت پر فائز رہے، حج وزیارت کے سفر سے واپسی پر موسیٰ زئی میں اقامت اختیار کی، اور یہیں سے ایک زمانہ نے آپ سے فیض پایا، آپ نے وادی سون سیکسر، ضلع خوشاب میں ڈیپ شریف کے مقام پر بھی ایک خانقاہ تعمیر کرائی ،بعد میں یہ خانقاہ خانقاہ عثمانیہ سراجیہ کے نام سے مشہور ہوئی، آپ استغنا اور توکل کی دولت سے مالامال تھے، صاحب اخلاق ،متواضع اور مہمان نواز تھے، ---وصال سے تین سال قبل وصیت نامہ تیار کرلیا تھا، جس میں سب کے فرائض وحقوق واضح کردیئے گئے تھے، ۲۴/ دن بیمار رہ کر بتاریخ ۲۲/ شعبان المعظم ۱۳۱۴ھ مطابق ۲۶/ جنوری ۱۸۹۷ء بروز منگل وصال فرمایا، اور خانقاہ احمدیہ سعیدیہ میں اپنے پیرو مرشد

(۵)حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ (ولادت ۱۲۱۶ھ /۱۸۰۱ء -وفات ۲۲ / شوال المکرم ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۶ / جنوری ۱۸۶۸ء)[198]

حضرت حاجی دوست محمد قندھاری کے پہلو میں مدفون ہوئے فرحمہ اللہ، آپ نے مجموعی طور پر ستر (۷۰) سال ۲ ماہ تیرہ (۱۳) روز عمر پائی، (نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۳۰۸، مجموعہ فوائد عثمانی ص ۲۰ تا ۲۱ مرتبہ سید محمد اکبر علی دہلوی ناشر: خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ میاں والی ، مطبوعہ دار الکتاب لاہور ۲۰۱۷ء ☆ تاریخ و تذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی ص ۲۴۷ تا ۳۰۳ مؤلفہ مولانا محمد نذیر رانجھا)

198 - حضرت خواجہ حاجی دوست محمد قندھاریؒ کی ولادت ۱۲۱۶ھ مطابق ۱۸۰۱ء میں قندھار کے قریب ایک گاؤں "ارغسان یوسف زئی" میں ہوئی، آپ کے والد ماجد حضرت آخوند ملا علیؒ یوسف زئی درانی قبیلے کے معزز فرد تھے، بچپن ہی میں آپ کے تمام خویش واقارب اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔

کابل میں وقت کے اکابر علماء سے تعلیم ظاہری کی تکمیل کی، ابتداء ہی سے آپ میں ذوق فقر موجود تھا، اور کسی بزرگ اور عارف باللہ کا علم ہوتا تو ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، پھر پیر کی تلاش کا جذبہ پیدا ہوا، حرمین شریفین حاضر ہوئے، حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر بغداد، بصرہ، ترکستان، روم، کردستان اور مختلف شہروں کا سفر کیا، مزارات اولیاء اللہ پر بھی حاضری دی، بغداد حضرت سیدنا عبد القادر جیلانیؒ (م ۵۶۱ھ /۱۱۶۶ء) کے مزار پر بھی حاضر ہوئے، لیکن کہیں آپ کے درد کی دوا نہ ملی، سلیمانیہ میں شیخ عبد اللہ ہرویؒ نے آپ کو حضرت شاہ ابو سعید مجددیؒ کے پاس جانے کا مشورہ دیا، آخر درمیان میں کئی رکاوٹوں اور دشواریوں کو قطع کرتے ہوئے، بمبئی پہونچے، تو معلوم ہوا کہ حضرت شاہ صاحب سفر حج کی نیت سے بمبئی تشریف لائے ہوئے ہیں، حضرت جہاز کے انتظار میں بمبئی میں قیام فرما تھے، حاجی صاحب خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست پیش کی، حضرت نے شرف قبولیت بخشا اور فرمایا کہ

> "تمہاری باطنی کشائش کے لئے وقت درکار ہے، میں حج پر جا رہا ہوں اور روح کی تمام لطافتیں سرزمین حجاز کی طرف مرکوز ہیں، لہذا اس قلبی اضطراب کی تسکین دہلی جا کر میرے فرزند احمد سعید کی صحبت اختیار کرو، اور ان سے کسب فیض کرتے رہو، یا پھر بمبئی ٹھہر جاؤ اور میری واپسی کا انتظار کرو"

بمبئی میں ان کا کوئی شناسا تھا، انہوں نے دہلی جانے کو ترجیح دی، سفر دہلی کے دوران خواب میں حضرت شاہ احمد سعیدؒ کو دیکھا کہ وہ فرما رہے ہیں "تم ہمارے خلیفہ ہو" اس سے دہلی کی کشش اور بڑھ گئی، بالآخر دہلی حضرت شاہ احمد سعید دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی، اور یہاں ایک سال دو ماہ قیام فرمایا، اس اثنا آپ نے حضرت شیخ سے صحاح ستہ کا درس بھی لیا، اور ہر طرح کی خدمت بھی انجام دی، آپ کی جوتیاں سیدھی کرتے، کبھی سر پر اٹھا کر رکھتے، شیخ کے ذاتی بیت الخلاء کی صفائی کرتے، اس طرح مختصر سی مدت میں ہی آپ کمال تک پہونچ گئے، اور نقشبندیہ مجددیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ چار سلسلوں کی خلافت سے سرفراز کئے گئے، حضرت شاہ صاحبؒ نے بوقت رخصت اپنے تحریری اجازت نامہ میں آپ کو مجمع الانوار اور معدن البحار کا لقب عنایت فرمایا، ساتھ ہی ایک دستار، ایک قمیص، اور ایک کلاہ مبارک بھی عنایت فرمائی، اور بشارت دی کہ ایک دنیا ان

سے نفع حاصل کرے گی، اس کے بعد شاہ صاحبؒ نے افغانستان کے سوداگروں کے ساتھ رفیق بنا کر آپ کو رخصت فرمایا، اور قافلہ والوں سے فرمایا کہ: "حاجی صاحب تمہارے ساتھ ہیں ایسے سمجھو جیسے فقیر تمہارے ساتھ ہے"،

راستے میں ہی آپ کی طرف لوگوں کا رجوع شروع ہو گیا، حاجی صاحب سوچنے لگے کہ

"اس سے پہلے تو فقیر کا یہ حال نہیں تھا اور نہ کسی نے اس سے پہلے فقیر کے ساتھ ایسا معاملہ کیا، یہ سب میرے آقا، میرے مرشد کریم کی نگاہوں اور توجہات شریفہ کی تاثیرات ہیں کہ دوست محمد فقیر سے پیر اور مرشد بن گیا"

حاجی صاحب وطن پہونچے، اور سلسلہ کا کام شروع کیا، مگر پھر بے قرار ہو کر دہلی حاضر ہوئے، چند ماہ کے بعد جب واپس ہونے تو شیخ نے پھر تحریری طور تمام سلاسل کی اجازت مطلقہ عنایت فرمائی، اس بار واپسی پر کڑی پٹھانوں کے قبیلے میں آپ کی شادی ہوئی، کڑی پٹھان اکثر خانہ بدوش ہوتے تھے، اور خیموں میں زندگی گذارتے تھے، پٹھانوں نے اس لئے حاجی صاحب کی شادی کرائی تاکہ ان کو چھوڑ کر نہ چلے جائیں، ان لوگوں نے حاجی صاحب کے لئے پانچ خیمے بنوائے، ایک گھر کے لئے، ایک باجماعت نماز کے لئے، ایک عبادت وریاضت کے لئے، دو زائرین وطالبین کے لئے، یعنی باقاعدہ خانقاہ کا آغاز ہو گیا، پھر آہستہ آہستہ آپ کی شہرت کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا، بڑے بڑے علماء وفضلاء آپ سے رجوع ہوئے، ایک ایک دن میں کبھی چار چار سو (۴۰۰) لوگ بیعت ہوتے تھے، قندھار کے آس پاس کے لوگوں کو حضرت شاہ احمد سعیدؒ نے خود ہی پیغام بھجوا دیا تھا کہ وہ حاجی صاحب سے رجوع کریں، حاجی صاحب بھی مسلسل تحفے تحائف افغانستان سے دہلی بھیجتے رہے۔

آخر میں حاجی صاحبؒ نے "موسیٰ زئی" میں اقامت اختیار فرمائی، اور ۱۲۶۶ھ میں خان میر عالم خان رئیس موسیٰ زئی نے خانقاہ کی شاندار تعمیر کرائی، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- وسیع اور کشادہ چہار دیواری اور درمیان میں ایک بڑا دروازہ۔

۲- دو عدد بڑے کشادہ کمرے برائے رہائش حرم محترم بمعہ حویلی۔

۳- ایک کشادہ دالان (ہوادار کمرہ) برائے خواتین پردہ نشین۔

۴- ایک تسبیح خانہ برائے محفل وختم حلقہ شریف۔

۵- ایک کشادہ مسجد جس میں چار پانچ بڑی صفیں تھیں۔

۶- تین عدد کمرے برائے خاص وعام طالبین ومہمانان۔

۷- دو عدد بڑے کمرے برائے رہائش خاص خلفا وعلماء۔

۸- ایک اصطبل گھوڑوں کے لئے۔

۹- ایک عدد کمرہ فالتو نہایت ہی صاف ستھرا کسی خاص ضرورت کے لئے۔

۲۸/ نومبر ۱۸۵۷ء کو حضرت شاہ احمد سعید نے ہجرت حجاز کے موقعہ پر دہلی کی خانقاہ بھی آپ کے حوالے فرمادی، اور اس موقعہ پر آپ نے اس خانقاہ (موسیٰ زئی) میں کچھ دنوں قیام فرمایا تھا، اسی مناسبت سے حضرت حاجی صاحبؒ نے اس خانقاہ کا نام

(۶)حضرت ابوالمکارم شاہ احمد سعیدؒ(ولادت ۱۲۱۷ھ مطابق ۱۸۰۲ء-وفات ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸۶۰ء)

(۷)حضرت زکی القدر شاہ ابوسعید مجددیؒ(ولادت ۱۱۹۶ھ / ۱۷۸۲ء-وفات ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۵ء)

(۸)حضرت شاہ عبداللہ المعروف بہ شاہ غلام علی دہلویؒ(ولادت ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۳ء-وفات ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء)

(۹)حضرت حبیب اللہ میرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ(ولادت ۱۱۱۱ھ یا ۱۱۱۳ھ / ۱۷۰۰ء یا ۱۷۰۱ء-وفات ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء)

(۱۰)حضرت سید السادات نور محمد بدایونیؒ(م ۱۱۳۵ھ / ۱۷۲۳ء)

(۱۱)قطب العارفین محی السنۃ حضرت خواجہ سیف الدین مجددی سرہندیؒ(ولادت ۱۰۴۹ھ / ۱۶۳۹ء-وفات ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۵ء)

(۱۲)عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ(ولادت ۱۰۰۷ھ م ۱۵۹۹ء-وفات ۱۰۷۹ھ م ۱۶۶۸ء)

(۱۳)حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ(ولادت ۹۷۱ھ م ۱۵۶۴ء-وفات ۱۰۳۴ھ م ۱۶۲۴ء)

(۱۴)حضرت خواجہ عبدالباقی محمد رضی الدین باقی باللہؒ(ولادت ۹۷۱ھ م ۱۵۶۴ء-وفات ۱۰۱۲ھ م

"خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی" تجویز فرمایا، جو خانقاہ کی پیشانی پر آج بھی کندہ ہے، موسیٰ زئی کے علاوہ قندھار میں ناؤ ترکیاں کے مقام پر، نیز علاقہ غنڈان میں بھی آپ کی خانقاہیں تھیں، بلکہ موسیٰ زئی سے پہلے یہ خانقاہیں بنی تھیں، بے شمار کشف وکرامات آپ کی طرف منسوب ہیں، آپ کی وفات موسیٰ زئی "میں شب سوموار ۲۲ / شوال المکرم ۱۲۸۴ھ مطابق ۱۶ / جنوری ۱۸۶۸ء کو ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے، خانقاہوں اور خلفاء و مریدین کے علاوہ بعض علمی تحریرات بھی آپ نے یادگار چھوڑی ہیں مثلاً: احوال دوست محمد قندھاری (فارسی) اس کا قلمی نسخہ موسیٰ زئی میں موجود ہے ☆ مکتوبات شریفہ (فارسی) اکتیس مکاتیب پر مشتمل ہے، ۱۱۲ صفحات کی مطبوعہ ہے ☆ تحفۂ زواریہ درانفاس سعیدیہ (فارسی) یعنی مکاتیب حضرت شاہ احمد سعیدؒ بنام حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ، ۱۴۴ صفحات میں مطبوعہ ہے (نزہۃ الخواطر ج ۷ ص ۹۶۷، ۹۶۸ ☆ مجموعۂ فوائد عثمانی ص ۱۶ تا ۱۸ مرتبہ سید محمد اکبر علی دہلوی ناشر: خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ میاں والی، مطبوعہ دارالکتاب لاہور ۲۰۱۷ء ☆ تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی ص ۱۵۱ تا ۱۸۲ مؤلفہ مولانا محمد نذیر رانجھا)

۱۶۰۳ء)

(۱۵)- حضرت مولانا خواجگی محمد مقتدیٰ املنگیؒ (ولادت ۹۱۸ھ / ۱۵۱۲ء - وفات ۱۰۰۸ھ / ۱۶۰۰ء)

(۱۶)- حضرت مولانا درویش محمدؒ (ولادت ۸۴۶ھ م ۱۴۴۳ء - وفات ۹۷۰ھ م ۱۵۶۲ء)

(۱۷)- حضرت مولانا خواجہ محمد زاہد وخشیؒ (ولادت ۸۵۲ھ م ۱۴۴۸ء - وفات ۹۳۶ھ م ۱۵۲۹ء)

(۱۸)- حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرارؒ (ولادت ۸۰۶ھ م ۱۴۰۴ء - وفات ۸۹۵ھ م ۱۴۹۰ء)

(۱۹)- حضرت مولانا یعقوب بن عثمان چرخیؒ (ولادت ۷۶۲ھ م ۱۳۶۰ء - وفات ۸۵۱ھ م ۱۴۴۷ء)

(۲۰)- حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ (وفات ۸۰۲ھ م ۱۴۰۰ء)

(۲۱)- خواجہ خواجگان خواجہ سید محمد بہاء الدین نقشبندؒ (ولادت ۷۱۸ھ م ۱۳۱۸ء - وفات ۷۹۱ھ م ۱۳۸۹ء)

(۲۲)- حضرت خواجہ شمس الدین سید امیر کلالؒ (ولادت ۶۷۶ھ م ۱۲۷۸ء - وفات ۷۷۲ھ م ۱۳۷۰ء)

(۲۳)- حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ (ولادت ۵۹۱ھ م ۱۱۹۵ء - وفات ۷۵۵ھ، ۱۳۵۴ء)

۲۴- حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنیؒ (ولادت ۵۹۱ھ م ۱۱۹۴ء، ۱۱۹۵ء - وفات ۷۲۱ھ م ۱۳۲۱ء)

(۲۵)- حضرت خواجہ محمود انجیر فغنویؒ (ولادت ۶۲۷ھ م ۱۲۳۰ء - وفات ۷۱۵ھ / ۷۱۷ھ / ۶۴۳ھ م ۱۳۱۵ء / ۱۳۱۷ء / ۱۲۴۵ء)

(۲۶)- حضرت خواجہ عارف ریوگریؒ (ولادت ۵۵۱ھ م ۱۱۵۶ء - وفات ۷۱۵ھ م ۱۳۱۵ء)

(۲۷)- حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ (ولادت ۴۳۵ھ م ۱۰۴۴ء - وفات ۵۷۵ھ م ۱۱۷۹ء)

(۲۸)- حضرت خواجہ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانیؒ (ولادت ۴۴۰ھ یا ۴۴۱ھ م ۱۰۴۹ء یا ۱۰۵۰ء - وفات ۵۳۵ھ م ۱۱۴۰ء / ۱۱۴۱ء)

(۲۹)- شیخ بو علی فارمدی طوسیؒ (ولادت ۴۰۷ھ / ۴۳۴ھ م ۱۰۱۶ء / ۱۰۴۲ء - وفات ۴۷۷ھ م ۱۰۸۴ء)

(۳۰)- حضرت شیخ ابو القاسم کرگانیؒ (وفات ۴۵۰ھ / ۴۶۹ھ م ۱۰۵۸ء / ۱۰۷۶ء)

(۳۱)- حضرت شیخ ابو الحسن خرقانیؒ (ولادت ۳۵۲ھ م ۹۶۳ء - وفات ۴۲۵ھ م ۱۰۳۳ء / ۱۰۳۴ء)

(۳۲)-سلطان العارفین حضرت بایزید طیفور بن عیسیٰ بسطامیؒ (ولادت ۱۳۶ھ م ۷۵۳ء، ۷۵۴ء-وفات ۲۶۱ھ / ۲۶۹ھ م ۸۷۴ء / ۸۸۳ء)

(۳۳)-حضرت امام جعفر صادقؒ (ولادت ۸۰ھ م ۶۹۹ء-وفات ۱۴۹ھ م ۷۶۶ء)

(۳۴)-حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر الصدیقؓ (ولادت ۲۴ھ م ۶۴۵ء-وفات ۱۰۶ھ م ۷۲۴ء یا ۱۰۸ھ م ۷۲۶ء)

(۳۵)-حضرت سلمان فارسیؓ (ولادت ۴۰۴ء عام الفیل سے ایک سو ستاسی (۱۸۷) سال قبل-وفات ۳۳ھ / ۳۵ھ / ۳۶ھ م ۶۵۱ء / ۶۵۳ء / ۶۵۴ء)

(۳۶)-حضرت امیر المؤمنین سیدنا ابو بکر صدیقؓ (ولادت ۳ عام الفیل، ہجرت سے پچاس سال قبل م ۵۷۳ء-وفات ۱۳ھ م ۶۳۴ء)

(۳۷)-سرور دو عالم رحمۃ للعالمین خاتم النبیین ﷺ (ولادت عام الفیل ۱، ۹/ ربیع الاول ۵۲ / سال قبل ہجرت م ۲۰ / اپریل ۵۷۱ء-وفات ۱۲ / ربیع الاول ۱۱ھ م ۷ / جون ۶۳۲ء بروز سوموار)

خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی کا یہ سلسلہ چھتیس (۳۶) واسطوں سے حضور اکرم سرور دو عالم ﷺ تک منتہی ہوتا ہے (ان تمام تفصیلات کے ساتھ جو سلسلۂ نقشبندیہ کے طریق اول میں ذکر کی گئی ہیں

خانقاہ موسیٰ زئی کا اپنا شجرۂ منظومہ (بزبان فارسی) ہے، جس کو قطب الاقطاب حضرت مولانا بشارت کریم گڑھولویؒ نے اپنے دادا پیر حضرت خواجہ سراج الدینؒ کی ایک تحریر سے نقل فرمایا تھا، حضرت مولانا ادریس صاحبؒ نے حزب البحر کے ساتھ اس کو شائع کیا، وہ شجرۂ منظومہ درج ذیل ہے:

شجرۂ طیبہ منظومہ سلسلۂ حضرات نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ

خداوندا طفیل ذات پاک سید عالم
محمد مصطفیٰ ختم رسل فخر بنی آدم

طفیل حضرت صدیق اکبر عاشق صادق کہ
بعد از مصطفیٰ خیر البشر شد افضل وفائق

طفیل حرمت آں فارسی حضرت سلماں کہ
شد از صحبت خیر البشر سر حلقۂ عرفاں

طفیل ابن ابن حضرت صدیق نورانی
امام الاولیاء قاسم قسیم فیض رحمانی

طفیل حضرت نوبادۂ گلزار پیغمبر
امام جعفر صادق سبیل ساقی کوثر

طفیل بایزید بو العلا سلطان مقبولاں کہ
شد بسطام ازیں میزاب فیض رحمت رحماں

طفیل بوالحسن خرقانی محبوب سبحانی
کہ از نور طریقت عالمے را کرد نورانی

بآں بوالقاسم گرگانی مسعود دیں پرور
کہ شد خلق خدارا بر صراط دین حق رہبر

بجاہ بو علی متقی اکمل اسعد
کہ شہر فاء حد از فیض او شد گلشن سرحد

طفیل پیر ابو یوسف امام الخلق ہمدانی کہ
ذاتش از کمال عشق شد در نور حق فانی

طفیل عبدخالق غجدوانی کامل اکمل
کہ در یاد الٰہی بود ہر دم شاغل واشغل
طفیل خواجۂ عارف کہ بودہ ریوگڑ مسکن
کہ از نور طریقت کرد دلہائے جہاں روشن
طفیل خواجۂ محمود کش فغنو وطن بودہ
زیُمنش قصبۂ انجیر فغنو چوں عدن بودہ
طفیل آں عزیزان علی رامیتنی مقبل
کہ کردے از نگاہ ناقصاں راعارف کامل
طفیل خواجۂ بابا سماسی صاحب عرفاں
ولی کامل و محبوب عالم خواجۂ دوراں
طفیل خواجۂ میر کلال آں سید اطہر
منور شد ز نور فیض عامش عالم اکثر
طفیل آنکہ نور نسبتش چوں مہر رخشاں شد
بہاء الدین محمد پیشوائے نقشبنداں شد
طفیل آں علاؤالدین ماہ برج دینداری کہ
عطاری لقب می داشت فیضش عام شد جاری
طفیل حضرت یعقوب چرخی صاحب نعمت
کہ مخلوق خدارا کرد سوئے عشق حق دعوت
طفیل آں نصیرالدین فخر اولیائے دیں
عبید اللہ آں سر حلقۂ احرار با تمکین
طفیل پیر مولانا محمد زاہد کامل
کہ شد مخلوق از فیضش بہ شغل فیض حق شامل

طفیل خواجہ درویش محمد عارف نوری
کہ می بردے جہانے را براہ حق بمستوری
طفیل خواجگی امکنگی شاہ سمرقندی
کہ غیر از یاد حق ہر گز نمی فرمود خرسندی
طفیل حضرت باقی کہ باقی باخدا بودہ
جہانے را بہ تعلیم معارف پیشوا بودہ
طفیل شیخ احمد قدوۂ اصحاب عرفانی
مجدد الف ثانی حضرت محبوب سبحانی
طفیل خواجہ معصوم محمد حضرت ایشاں
کریم ابن کریم و حامی و غمخوار درویشاں
طفیل شیخ سیف الدین سرہندی وفاروقی
کہ انجامید کار از عاشقی اورا بمعشوقی
بآں حافظ محمد محسن گنجینۂ عرفاں
کہ بخشیدے بہر کس حقہ ہائے گوہر عرفاں
بآں نور محمد سید شاہ بدایونی
کہ شاغل بود باحق فارغ از چندے واز چونی
طفیل میرزائے جان جاناں مظہر عرفاں
مکمل پیشوائے رہنمائے جادۂ عرفاں
طفیل شاہ عبداللہ پیر ارشد کامل
کہ بود اندر حریم حرمت عرفان حق واصل
بجاہ بوسعید اسعد مسعود نورانی
امام الاولیاء قطب جہاں مقبول ربانی

طفیل حضرت احمد سعید نیر انور
ولی کامل و اکمل گل گلزار پیغمبر
طفیل حضرت حاجی محمد دوست قندھاری
امام و مقتدائے دیں حبیب حضرت باری
طفیل حضرت شیخ الشیوخ خواجۂ عثماں
وجودش رحمت عالم عمیم الوجودوالاحساں
طفیل نور چشم اولیا محبوب یزدانی
سراج الدین محمد مظہر انوار رحمانی

طفیل مرشد کامل فقیہ و قطب دیں پرور
معین الحق غلام شہ حسین سیدانور
طفیل حضرت علم الہدیٰ انوار یزدانی
ابو الانوار مولانا بشارت مظہر ثانی
امام الاولیاء قطب زماں محبوب ربانی
محقق عالم دیں کاشف اسرار قرآنی
طفیل حضرت مقبول دوراں صاحب عرفاں
حکیم و حاجی احمد حسن غمخوار درویشاں[199]
خداوندا طفیل جملہ ایں حضرات بابرکت
بیامرزی گناہانم بہ عشق خود دہی رغبت

---- حواشی ----

199 - میرے والد ماجد کی خواہش پر حضرت مولانا ادریس صاحبؒ نے حضرت منورویؒ کے اسم گرامی کی مناسبت سے یہ شعر موزوں فرما کر اس میں شامل فرمایا (دیکھئے: خط حضرت مولانا محمد ادریس صاحبؒ بنام حضرت مولانا محفوظ الرحمن صاحب دامت برکاتہم، تاریخ ارقام: ۹/اکتوبر ۱۹۸۲ء)

غریق بحر عصیانست احقر گرچہ سرتاپا
بجز امید فضل تو نمی دارد دگر ملجا
خطاہائیکہ کردم از ہوائے نفس و نادانی
بیامرزی بفضل خود بدرکن ایں پریشانی
بفضل خویش رحمت کن تو قیومی و سلطانی
طفیل ایں بزرگاں خاتمہ بالخیر گردانی[200]

---حواشی---

200 ۔ حضرت مولانا ادریس صاحبؒ نے اس شجرہ کو نقل کرنے کے بعد ایک نوٹ چڑھایا ہے:

"مندرجہ بالا منظوم شجرۂ طیبہ میں جن بزرگان کرام کا نام جس ترتیب سے درج ہے اس کو میں نے اور جناب محمد سمیع الحسن صاحب ساکن موضع بلہا ضلع مدھوبنی نے اس تحریر سے مقابلہ کرکے دیکھ لیا ہے، جس کو حضرت مولانا محمد بشارت کریمؒ نے حضرت خواجہ سراج الدینؒ کی ایک تحریر سے نقل کیا ہے، یہ منظوم شجرہ بالکل اس تحریر کے مطابق ہے، فرق صرف یہ ہے کہ حضرت خواجہ سراج الدین اور ان سے نیچے کے اسماء گرامی اس میں نہیں ہیں، مگر ہم لوگوں کے علم میں ہیں"

(حزب البحر (مترجم) مرتبہ وطبع باجازت حضرت مولانا محمد ادریس صاحب ذکاؒ (گڑھول شریف) ص ۱۸ تا ۲۳، ناشر محمد سمیع الحسن مدھوبنی بہار، سن اشاعت: ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء)

(۶)

سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ

(خانقاہ مہدولی)

نقشبندیت کی ایک نسبت حضرت منورویؒ کو حضرت شاہ نوراللہ عرف حضرت پنڈت جیؒ (متوفی ۱۳/ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۷/ ستمبر ۱۹۵۸ء)[201] خانقاہ مہدولی سے حاصل ہوئی۔

-----حواشی-----

201 ۔حضرت شاہ نوراللہؒ نو مسلم تھے، آبائی وطن سوراٹھ ضلع مدھوبنی اور نانیہال بھاگلپور تھا، وہ ہندو کے سوت برہمن گھرانے میں پیدا ہوئے، آپ کی نانیہال کے لوگ بہت خوشحال تھے، ایک وقت میں اسی (۸۰) آدمیوں کا کھانا پکتا تھا، آپ ابتداء ہی سے مذہبی خیالات کے حامل تھے، ابتدا میں بتوں پر حلوہ چڑھانا آپ کے ذمہ تھا، شعور کی عمر کو پہونچے تو حق کی تلاش میں مشکل سے مشکل ریاضتیں اور مجاہدات کئے، کہا جاتا ہے کہ ہندو مذہب کے مطابق انہوں نے چوراسی (۸۴) جوگ کئے تھے، ان کی ایک کٹیا بھاگلپور اور برما کے سرحد پر تھی، اور ایک کٹیا پورنیہ میں تھی، ہندو مذہب کے زمانے میں بھی آپ کے بہت سے مریدین تھے، جس وقت آپ کو توفیق اسلام نصیب ہوئی اس وقت آپ ہندو مذہب کے مطابق "پر بھنس" کے مقام پر فائز تھے، جو اس مذہب میں فقیری کا اعلیٰ مقام (فنافی اللہ) مانا جاتا ہے، ابتدا میں آپ کو مسلمانوں سے گاؤکشی کی وجہ سے بہت نفرت تھی، لیکن پھر ان کو بتوں سے ناامیدی ہونے لگی، اور پھر وہ تلاش حق میں سرگرداں ہوگئے، اور رات میں اکثر آپ پر گریہ وبکا طاری رہنے لگا، اس زمانے میں کالا ناتھ ساہو کی والدہ آپ کی خادمہ تھی، جو نہایت ذہین اور ہوشیار تھی، اور روز وشب آپ کے حالات پر نظر رکھتی تھی، اس خادمہ نے کہا کہ ایک ہندو فقیر دربھنگہ میں ہے اور ایک مسلمان فقیر مظفرپور میں، آپ ان سے ملئے، اگر آپ تبدیل مذہب کریں گے تو میں بھی مسلمان ہوجاؤں گی، چنانچہ آپ دربھنگہ کے لئے روانہ ہوئے، ٹرین میں ایک مولوی صاحب کو دیکھا جو دین اسلام کی باتیں کررہے تھے، وہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف سے وابستہ تھے، اس زمانے میں حضرت شاہ بدرالدین قادریؒ وہاں کے سجادہ نشیں تھے، پنڈت جی چپ چاپ مولوی صاحب کی باتیں سنتے رہے، پھر مولوی صاحب سے پوچھا کہ کیا آپ کو شانتی مل گئی ہے؟ جواب ملا، یہ ہم کو کہاں نصیب؟ پنڈت جی فرماتے تھے کہ وہ سچا آدمی تھا۔

اسی سفر میں پوپری (ضلع سیتامڑھی، بہار) کا ایک غیر مسلم بھی ساتھ لگ گیا تھا، وہ آپ کی قابلیت دیکھ کر آپ کو پوپری لے جانا چاہتا تھا، تاکہ وہاں کے مٹھ کا آپ کو پردھان بنادیا جائے۔ آپ دربھنگہ اسٹیشن اتر کر درویشی بابا مجذوب سے ملنے کا ارادہ رکھتے

تھے، جومادرزاد برہنہ مہدولی گھاٹ کے پاس ایک جھونپڑی میں رہتے تھے، (حضرت مولانا محمود صاحب نستویؒ نے انہیں دیکھا تھا) لیکن ایک حسین و جمیل لانبی خوبصورت رنگریزن عورت (جس کے ہاتھوں کی انگلیاں رنگی ہوئی تھیں) نے آپ کو مخاطب کر کے کہا کہ بادشاہ کو چھوڑ کر سپاہی کے پاس جاتے ہو؟ بادشاہ گڑھول میں ہے، چنانچہ آپ نے در بھنگہ کا ارادہ ترک کر کے گڑھول کا ارادہ کر لیا، اوراسی حالت میں حضرت گڑھولویؒ کو عالم خواب میں دیکھا کہ انہوں نے رومال سے ان کے بدن کو پوچھا، اوران پر گریہ طاری ہوگیا، ساتھی پنڈت نے جھنجھوڑ کر پوچھا کہ کیاہوا ؟ توآپ نے اس کوٹال دیا، گڑھول کے لئے آپ کو "جوگیارہ اسٹیشن اترنا تھا، لیکن وہ ساتھ والا غیر مسلم آپ کو پوپری مندرلے آیا، چندروزاس مندر میں قیام رہا، خوداپنے ہاتھ سے کھانا پکا کر کھاتے تھے، چندروزہ صحبت کے نتیجے مہنت کے کئی چیلے مندر سے بھاگ کھڑے ہوئے، بالآخر مہنت نے ان سے پوچھا کہ پنڈت جی! آپ کو جانا کہاں تھا؟ آپ نے گڑھول کا نام لیا، مہنت نے کہا: وہ تو مسلمانوں کی بستی ہے، آپ نے جواب دیا کہ اگر حکیم مسلمان ہو تو ہم علاج نہ کرائیں؟ مہنت نے دیکھا کہ دو تین روز میں اس نے میرے کئی چیلوں کو بھگادیا، اگر یہ یہاں رہے گا تو میرا مندر خالی ہوجائے گا، اس نے موقعہ غنیمت دیکھا اورآپ کو جانے کی اجازت دے دی، وہاں سے پوپری اسٹیشن واپس آئے، تاکہ ٹمٹم وغیرہ کرایہ کرکے گڑھول جائیں، چنانچہ ایک ٹمٹم والے سے کہا کہ ہم کو گڑھول پہونچادوگے؟ تواس نے کہا کہ ہاں ہم پہونچادیں گے وہی مولانا صاحب کے یہاں، جو تیل پانی پڑھ دیا کرتے ہیں؟ آپ نے کہا، ہاں ہاں! میرا بھی تیل پانی پڑھوادوگے؟ ہم تم کو آٹھ آنہ اورزیادہ دیں گے، ان باتوں کو ٹمٹم والے کی بیوی سن رہی تھی، اس نے اپنے شوہر سے آپ کی سفارش کی کہ یہ بڑا بھولا آدمی ہے، کرایہ کچھ کم کردو، چنانچہ اس نے کچھ کم کردیا، اورسیدھے حضرت گڑھولویؒ کے دروازے پر پہونچادیا، آپ نے حضرت گڑھولوی کو ٹھیک اسی لباس میں پایا جیساکہ در بھنگہ اسٹیشن پر خواب میں زیارت کی تھی، حضرت کودیکھتے ہی قدموں پہ گرگئے، اور عرض کیا کہ مجھ کو پرمیشور سے ملادیجئے، آپ کے ٹھہرنے کا انتظام ایک گوالے کے یہاں کیا گیا (روایت حضرت مولانا محمود نستویؒ، مضمون جویائے حق، منقول ازالاکلیل ص ۱۴۱، ۱۴۲ مؤلفہ جناب مولانا شمس الہدیٰ صاحب راجوی)

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت گڑھولویؒ کے دربار میں پہونچ کر ایک کنارے آسن جما کر بیٹھ گئے، دوروز تک حضرت نے کوئی توجہ نہ کی، تیسرے روزآپ پر توجہ ڈالی، توجہ پڑتے ہی آپ تڑپنے لگے، اسی اضطراب کی حالت میں کئی دن رہے اور حضرت کی توجہ مسلسل آپ پر مرکوز رہی، حضرت نے اپنا جوٹھا پانی بھی پلوایا، یہاں تک کہ چند دن میں آپ کا تزکیہ ہوگیا اورآپ پرسکون ہوگئے، پھر حضرت گڑھولویؒ نے کلمہ کی تلقین کی اورآپ مشرف باسلام ہوگئے، یہ غالباً ۱۹۲۷ء سے قبل کی بات ہے، اس وقت آپ کی عمر قریب چالیس (۴۰) سال تھی، کچھ دنوں کے بعد حضرت نے آپ کو ذکر اسم ذات کی تعلیم دی، اس ذکر کے بعد ایسی حالت ہوئی کہ جاڑے کے موسم میں تالاب میں کھڑے ہو کر ذکر کیا کرتے تھے۔

حضرت پنڈت جیؒ اپنے سابقہ علم کی روشنی میں حضرت گڑھولویؒ کے مقام کا تعین کرنے کے خواہشمند تھے، اس کے لئے وہ حضرت کو کھلے جسم میں دیکھنا چاہتے تھے، اتفاق سے حضرت غسل فرما کر نکلے، گنجی اور قمیص پہنے ہوئے نہیں تھے، حضرت پنڈت جیؒ نے دیکھا کہ دائیں ہاتھ میں بازو سے لے کر کہنی تک تل ہے، پنڈت جیؒ فرماتے تھے کہ یہ فطری طور پر آپ کے بادشاہ ہونے کی علامت ہے، اگر یہ تل اوراوپر تک چلاگیا ہوتا تو آپ دونوں جہان کے بادشاہ ہوتے، اسی نسبت سے حضرت پنڈت جیؒ

حضرت گڑھولویؒ کو بادشاہ کہا کرتے تھے ،نام نہیں لیتے تھے(ارواح طیبہ ص ۳۴۱ تا ۳۴۳ مؤلفہ مولانا محفوظ الرحمن صابری مظاہریؒ،ناشر مکتبہ عزیزیہ جنکپور روڈسیتامڑھی بہار،۱۴۱۴ھ)

اسلام قبول کرنے کے بعد آپ نے قرآن کریم پڑھنا سیکھا،جناب مولوی صدیق صاحبؒ اورجناب مولوی رحمت کریم صاحبؒ نے آپ کو قرآن کریم پڑھایا۔۔۔قرآن کے علاوہ اردواورفارسی کی شدھ بدھ بھی آپ کو حاصل ہوگئی تھی ، مثنوی مولاناروم آپ پڑھ لیتے تھے،آپ سنسکرت بھی جانتے تھے۔

گڑھول شریف میں آپ کا قیام جناب بدرالحسن صاحبؒ کے دروازہ پر رہتا تھا۔۔۔بعد میں آپ نے اپنی بھاگلپوروالی کٹیا مع زمین فروخت کرکے کچھ رقم سے جناب بدرالحسن صاحب کی صاحبزادی کی شادی جناب سیدعبداللہ صاحب (بیلادرگاہ)کے صاحبزادے جناب سید ضحیٰ صاحب سے کرائی،اوریہی سید ضحیٰ صاحب بعد میں(۱۹۴۶ء) آپ کی نسبت نقشبندیت کے مجاز بھی ہوئے۔

باقی رقم سے گڑھول شریف کی مسجد کے بازو میں وہ زمین خریدی جہاں آج حضرت گڑھولویؒ کامزار مبارک ہے۔

روحانی تعلیم آپ نے حضرت گڑھولویؒ ہی سے حاصل کی، آپ نے اپنے مذہب کے مطابق روحانیت کے بہت سے مقامات طے کئے ہوئے تھے،اور جنگلوں اور پہاڑوں میں کافی ریاضتیں کی تھیں،لیکن وہ ظلماتی سفر تھا،حضرت گڑھولویؒ کی توجہ وصحبت کی برکت سے وہ یکلخت نورانی میں تبدیل ہوگیا،اورآپ نے بہت جلد تمام مدارج سلوک طے کرلئے،اور کمال تک پہونچ گئے،حضرت گڑھولویؒ نے آپ کو خلافت واجازت سے مشرف فرمایا۔

حضرت گڑھولویؒ سے آپ کی خلافت کا معاملہ شک وشبہ سے بالاترہے،اوراس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حضرت پنڈت جیؒ نے اپنے وصیت نامہ میں خود کو حضرت گڑھولویؒ کا خلیفہ کہاہے،نیز کراچی میں ان کے مزار کے کتبہ پر بھی ان کو حضرت گڑھولویؒ اور حضرت مولانا حسین علیؒ دونوں کا خلیفہ لکھاگیاہے،جو ظاہرہے کہ ان کی ہدایات کے مطابق کیاگیاہوگا۔

☆بلکہ جنۃ الانوار میں حضرت مولانا محمودصاحب نستویؒ کی شہادت یہ ہے کہ خود حضرت گڑھولویؒ کی زندگی میں ہی حضرت پنڈت جیؒ نے لوگوں کوداخل سلسلہ کرنے کا عمل شروع کردیاتھا،مولانا محمودصاحبؒ نے سہسرام کا ذکر کیاہے، کہ "حضرت پنڈت جیؒ کے واسطہ سے بہت لوگ داخل سلسلہ ہوئے "جب کہ حضرت گڑھولویؒ باحیات ہی تھے(جنۃ الانوار ص ۳۳۲ مضمون مولانا محمود صاحب نستویؒ طبع ثالث)

ماسٹر منظر الحق صاحبؒ (م ۲۳ / مئی ۱۹۹۵ء مطابق ۱۸ / ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ – مہدولی، خسر محترم حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ)کابیان ہے کہ پنڈت جی حضرت گڑھولویؒ کی حیات ہی میں لوگوں کواورادووظائف بتایاکرتے تھے،لیکن ذکر قلبی کے لئے حضرت اقدس کی خدمت میں بھیجتے تھے،اوراس کی مثال میں انہوں نے اپنے چچا ڈاکٹر بدیع الزماں صاحبؒ کاذکر کیاہے(الاکلیل ص۱۵۷ طبع ثانی)خلافت ونیابت کے لئے یہ بہترین ثبوت ہے۔

البتہ انہوں نے حضرت گڑھولویؒ سے اپنے بعد کسی شیخ وقت کی نشاندہی کی درخواست کی تھی،جن سے وہ ضرورت پڑنے پر رجوع کرسکیں،توحضرت گڑھولویؒ نے حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ واں بچھراں ضلع میانوالی کی طرف رہنمائی فرمائی

،اور حضرتؒ کے وصال کے بعد وہ جناب حافظ یسین صاحبؒ (دملہ، مدھوبنی)(اور غالباً جناب عبد القیوم صاحب گڑھول شریف)کے ہمراہ حضرت مولانا حسین علیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سات (۷)سلاسل کی تحریری اجازت حاصل کی، حضرت مولانا محمود نستویؒ نے وہ اجازت نامہ دیکھا تھا(جنۃ الانوار ص ۳۳۶ مضمون حضرت مولانا محمود صاحبؒ طبع ثالث☆الاکلیل ص ۱۶۹ مؤلفہ مولانا شمس الہدیٰ صاحب، طبع ثانی ۲۰۰۷ء)

لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنے آپ کو حضرت مولانا بشارت کریم گڑھولویؒ سے منسوب رکھا،اور اپنے کو ان کا فرزند اور خلیفہ قرار دیا۔بقول شاعر ؎

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی
انہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی

اپنے پیر کے علاوہ دیگر مشائخ سے کمالات حاصل ہوتے ہیں مگر ارادت منقطع نہیں ہوتی

دراصل صاحب کمال ہو جانے کے بعد مختلف مشائخ سے نسبتوں اور کمالات کے حصول سے اصل شیخ کی نسبت وارادت منقطع نہیں ہوتی ،انسان اسی کا فرزند رہتا ہے جس نے اسے پہلی بار جنم دیا اور تربیت کر کے درجۂ کمال تک پہونچایا، کامل ہونے کے بعد دیگر اہل کمال اور اصحاب نسبت کی توجہات بلا طلب بھی حاصل ہو جاتی ہیں، اور مختلف مقاصد کے لئے بھی دیگر اصحاب نسبت اپنی اپنی نسبتیں عنایت کرتے ہیں، اس سے طالب کو بلاشبہ فائدہ ہوتا ہے، مقامات میں ترقی واقع ہوتی ہے، بہت سی نئی منزلوں اور نئی نسبتوں سے آشنائی ہوتی ہے، جن سے وہ خود بھی مستفیض ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی مستفیض کر سکتا ہے، لیکن ان سب کے باوجود نسبت فرزندی اور نسبت ارادت تبدیل نہیں ہوتی وہ بدستور اپنے سلسلے کے شیخ اول کا مرید و خلیفہ رہتا ہے ،اور دیگر تمام فیوض و کمالات اور نسبتوں اور مقامات کو بھی بالواسطہ طور پر انہی کا فیض تصور کرتا ہے ،اس لئے کہ اگر انہوں نے اس لائق نہ بنایا ہوتا تو آج کسی کی نظر عنایت کا وہ مستحق نہ ہو سکتا تھا۔

کوئی شبہ نہیں کہ حضرت گڑھولویؒ کو متعارف کرانے میں حضرت پنڈت جیؒ کی شخصیت کا بڑا کردار ہے، حضرت گڑھولویؒ کا یہ ارشاد ہمارے حلقہ میں کافی معروف ہے کہ "میں تو گوشۂ عافیت میں پڑا تھا اس پنڈت نے آکر ہنگامہ کر دیا"

حضرت پنڈت جیؒ کہتے تھے کہ "لوگوں کو بادشاہ کی کیسے قدر ہوگی، میری طرح پہاڑوں اور جنگلوں کی ٹھوکریں کھائے ہوتے تو قدر ہوتی، آپ لوگوں کو تو بادشاہ گود میں مل گئے"(جنۃ الانوار ص ۳۳۵ مضمون حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نستویؒ طبع ثالث)

حضرت گڑھولویؒ کی بے پناہ شفقت و عنایت ان کو حاصل تھی، وہ اپنے آپ کو حضرت گڑھولویؒ کا بیٹا کہتے تھے، گڑھول شریف میں ایک زمین خریدی اس میں بھی اپنی یہی نسبت درج کرائی، اور اپنا سب کچھ حضرت کی ذات پر نچھاور کر دیا، اسی لئے گو کہ آپ نو مسلم تھے، اور اسلامی علوم سے بھی زیادہ آگاہ نہ تھے، لیکن سلسلۂ گڑھول کی توسیع و اشاعت میں آپ کی خدمات بنیادی حیثیت رکھتی ہیں، آپ کے جذب و مستی اور عشق و جنون نے وہ کام کیا، جو بہت سے ہوش والے بھی انجام نہ دے سکے، آپ کامل و اکمل تھے

اور آپ کی توجہ سے بہت سے لوگ کامل بن گئے۔

حضرت گڑھولویؒ کے وصال کے بعد ان کا اضطراب کافی بڑھ گیا تھا، جس کی وجہ سے حضرت گڑھولویؒ کی اہلیہ کے مشورہ سے ان کو در بھنگہ بھیج دیا گیا، در بھنگہ ان کی آمد ورفت پہلے سے بھی تھی، ۱۹۳۱ء میں ہی در بھنگہ کے محلہ جمال پورہ میں آپ کی آمد ورفت ہو چکی تھی، ۱۹۳۵ء میں بعض وجوہات سے وہ مہدولی میں جناب ماسٹر منظر الحق صاحبؒ (خسر محترم حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ) کے مکان میں منتقل ہو گئے، اس وقت ان کی عمر قریب اڑتالیس (۴۸) سال تھی، اور ہجرت پاکستان تک یہی مکان ان کی خانقاہ بھی تھا، اور نہ معلوم کیسے کیسے اصحاب دل نے یہاں پہونچ کر آپ سے فیض پایا۔

آپ نے ساری زندگی شادی نہیں کی، آپ کا ذریعۂ معاش سرمہ تھا، جس کا نسخہ حضرت گڑھولویؒ نے آپ کو عنایت فرمایا تھا، کہا جاتا ہے کہ یہ سرمہ آنکھوں کے امراض کے لئے بہت مفید تھا۔

قرآنی بصیرت

آپ کی ایک بڑی کرامت جو اس دور میں شاید کہیں اور نہ مل سکے وہ یہ تھی کہ گو کہ آپ نے قرآن نہیں پڑھا تھا مگر قرآنی بصیرت سے حصۂ وافر ملا تھا، میرے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ سابق مفتی دار العلوم دیوبند نے مجھ سے بیان فرمایا کہ "ایک بار مولانا محمود صاحبؒ (نستہ) کے کہنے پر ان کے ساتھ میں بھی مہدولی (در بھنگہ) چلا گیا، پنڈت جی آرام کرسی پر تشریف فرما ہوئے، کسی عالم نے تلاوت کلام پاک کی، اور تھوڑی دیر خاموشی رہی، اس کے بعد پنڈت جی کی گفتگو شروع ہوئی، تو وہ پوری گفتگو ان آیات پر مبنی تھی، جو وہاں پر تلاوت کی گئی تھیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ پاک نے ان کو علم لدنی سے نوازا تھا، جس کی وجہ سے خواص اور عوام دونوں آپ سے مستفیض ہوتے تھے۔

اور غالباً یہ حضرت مولانا حسین علیؒ کا فیض تھا، اس لئے کہ علوم قرآنی میں وہ اپنے دور میں بے نظیر تھے، اور ان کی قرآنی بصیرت سے ایک زمانہ نے استفادہ کیا تھا۔

۱۹۴۶ء میں آپ کو حج کی سعادت حاصل ہوئی۔

آزادئ ہند کے بعد وہ کراچی (پاکستان) چلے گئے، کہا جاتا ہے کہ در بھنگہ کے ہندوان پر ارتداد (یعنی گھر واپسی) کے لئے دباؤ ڈال رہے تھے (الاکلیل ص ۱۵۳ بروایت جناب عبد الخالق خلیقؒ)، اس لئے آپ نے تحفظ ایمان کے لئے ہجرت کو ترجیح دی، مہدولی (در بھنگہ) سے پہلے آپ موتی پور (ضلع مظفر پور) پہونچے اور پھر ۱۳/ صفر المظفر ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۷/ دسمبر ۱۹۴۷ء کو وہ کراچی روانہ ہو گئے، ہجرت کی یہ تاریخ حضرت منورویؒ نے اپنے زیر مطالعہ کتاب "حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ (مؤلفہ مولانا حسن نقشبندی مجددی مطبوعہ مطبع احسن المطابع مراد آباد، ربیع الاول ۱۳۲۲ھ) کے حاشیہ پر اپنے قلم سے رقم فرمائی ہے، جس کی عبارت ہے:

> "حضرت مولانا شاہ نوراللہ بتاریخ ۲۷/ دسمبر ۱۹۴۷ء مطابق ۱۳/ صفر ۱۳۶۷ھ بروز سنیچر مقام موتی پور سے کراچی روانہ ہو گئے"

میرے گھر میں یہ نسخہ موجود ہے، اور یہ بہت پختہ ثبوت ہے، اس کے علاوہ حضرت پنڈت جیؒ کی تاریخ ہجرت کی تصریح

مجھے کہیں نہیں ملی۔

اس تحریر کا لب ولہجہ بتاتا ہے کہ یہ ہجرت ہی کے وقت رقم کی گئی تھی، حضرت منورویؒ کی اکثر یہ عادت مبارکہ تھی کہ اگر کوئی اہم خبر ملتی تو جو کتاب بھی زیر مطالعہ ہوتی اس کے حاشیہ پر اسی وقت محفوظ کر دیتے تھے، کہ مبادا بھول جائیں، اس طرح بڑی اہم تاریخیں محفوظ ہو جاتی تھیں۔

بعض تذکروں (مثلاً الاکلیل ص ۱۸۷ وغیرہ) میں محض اندازے سے اجمالی طور پر لکھا گیا ہے کہ حضرت پنڈت جیؒ نے آزادیٔ ہند سے چندماہ قبل پاکستان ہجرت کی، مگر حضرت منورویؒ کی مذکورہ بالا تصریح کے مطابق یہ بات غلط ہے، اس لئے کہ ہندوستان ۱۵ / اگست ۱۹۴۷ء کو آزاد ہوا، اور حضرت پنڈت جیؒ کی ہجرت اس کے قریب چار ماہ بعد ۲۷ / دسمبر ۱۹۴۷ء کو پیش آئی۔

حضرت پنڈت جیؒ ہجرت کے بعد تقریباً دس سال تک باحیات رہے، اور کراچی میں معرفت وروحانیت کی دنیا آباد فرمائی، کراچی میں آپ کا قیام جمشید پور روڈ بہار کالونی، گورنمنٹ کوارٹر میں رہا، ایک سال کے بعد ۱۹۴۸ء میں بہار ہاؤسنگ سوسائٹی کی بنیاد ڈالی، آپ اس سوسائٹی کے بانی ممبر تھے، یہ سوسائٹی صرف بہاریوں کے لئے بنائی گئی تھی، حضرت نے ایک پلاٹ اس کا اپنے نام سے خرید لیا تھا، لیکن اپنی زندگی میں اس پلاٹ پر رہائش اختیار نہیں کی، بلکہ اپنی گود پالک لڑکی "بی بی ہاجرہ خاتون" (م ۱۹۹۲ء - صاحبزادی جناب بدرالحسن صاحبؒ گڑھول شریف، زوجۂ جناب سید محمد ضحیٰ صاحب، یہ آپ کی متبنیہ تھیں) کے ساتھ وصال تک اسی سوسائٹی میں مقیم رہے، بہار کالونی سوسائٹی اب شریف آباد کے نام سے مشہور ہے (الاکلیل ص ۱۸۷، ۱۸۸)

آپ زندگی کے آخری دو سال میں ذیابیطس کے مریض ہو گئے تھے، جس سے آپ کی صحت گرتی چلی گئی، بالآخر وقت موعود آپہونچا، انہوں نے اپنی زندگی میں ہی اپنے نجی مکان میں اپنی قبر تیار کرلی تھی، اور آپ کے عقیدت مند حاجی مولیٰ بخش سمرو (سندھ کی ایک مقتدر شخصیت) کے تعاون سے صدر پاکستان مرزا اسکندر بیگ سے مکان میں دفن کی اجازت بھی لے لی تھی، پاکستانی قانون کے مطابق کوئی شخص اپنی نجی زمین میں اپنی قبر نہیں بنا سکتا، کہا جاتا ہے کہ انہوں نے آخری دنوں میں اپنے مریدین ومعتقدین میں منادی کرائی تھی کہ ۱۲ / ربیع الاول ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۵ / ستمبر ۱۹۵۸ء کو آکر ملیں، اس اعلان پر تقریباً ڈیڑھ لاکھ نفوس کراچی پہونچے تھے، ان تمام لوگوں کو شہر کی مختلف مساجد میں شب گذار کر خانقاہ آنے کا مشورہ دیا گیا تھا، فجر کی نماز کے بعد سب لوگ خانقاہ حاضر ہوئے تو خلاف معمول آٹھ بجے دن تک آپ کے حجرہ کا دروازہ بند تھا، خادم نے لوگوں کے اصرار پر دروازہ پر زور ڈالا تو اندر سے دروازہ کھلا ہوا تھا، دیکھا گیا کہ حضرتؒ چادر اوڑھے ہوئے لیٹے ہیں، اور اجازت نامہ فریم شدہ سامنے رکھا ہے، اور آپ کی روح پرواز کر چکی ہے، حسب وصیت جنازہ کی نماز ادا کی گئی، اور پہلے سے تیار شدہ قبر میں آپ کو دفن کر دیا گیا، اناللہ وانا الیہ راجعون (ارواح طیبہ ص ۳۴۴ مؤلفہ مولانا محفوظ الرحمن صابری مظاہریؒ ☆ الاکلیل ص ۱۹۱، ۱۹۲ مؤلفہ مولانا شمس الہدیٰ راجوی)

آپ نے وصیت کی تھی کہ مزار پر نذرانہ یا چندہ پیش کرنے کی اجازت نہیں ہے، عورتوں کو حدود مقبرہ کے اندر آنے کی اجازت نہیں ہے، کوئی چادر یا منت پیش کرنے کی اجازت نہیں ہے، اور کسی کو خلاف سنت وشریعت کوئی بات کرنے کی اجازت نہیں ہے (الاکلیل ص ۱۷۴ مؤلفہ مولانا محمد شمس الہدیٰ راجوی)

حضرت پنڈت جیؒ کی ایک عالی نسبت

حضرت پنڈت جیؒ حضرت گڑھولویؒ کے وصال کے بعد آپ ہی کے ایما پر (جیسا کہ بعض معتبر حضرات نے تصریح کی ہے) حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ[202] (واں بچھڑاں میانوالی - موجودہ پاکستان

---- حواشی --

202 - حضرت مولانا حسین علیؒ کی ولادت مورخہ ۲۵/ مارچ ۱۸۶۷ء مطابق ۱۹/ ذی قعدہ ۱۲۸۳ھ کو سنیچر کے دن ایک زمیندار گھرانے میں ہوئی، آپ کے والد ماجد کا نام محمد تھا، وہ حافظ قرآن تھے، ان کا خاندان کئی پشتوں سے حافظ قرآن چلا آرہا تھا، اسی لئے ان کا خاندان "میانہ" سے مشہور تھا، پنجاب میں مولوی اور حفاظ کے گھرانے کو "میانے" کہتے ہیں، آپ کا گاؤں "واں بھچراں "ضلع میانوالی کا ایک مشہور قصبہ ہے، جہاں راجپوت قبیلے کی ایک دوسری شاخ (بھچر) کے افراد کثرت سے آباد ہیں، آب وہوا کے لحاظ سے یہ علاقہ گرم وخشک ہے، زمین ریگستانی اور صحرائی ہے۔

ابتدائی تعلیم گھر ہی پر ہوئی، فارسی اور صرف ونحو کی کتابیں والد ماجد سے پڑھیں، منطق، حمد اللہ وغیرہ ضلع میانوالی کے مدارس میں مولانا غلام نبیؒ اور مولانا سلطان احمدؒ سے پڑھیں، اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں دورۂ حدیث کے لئے ہندوستان کا سفر کیا، اور حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہیؒ کے پاس گنگوہ حاضر ہوئے، یہ ایسا وقت تھا جب اسباق شروع ہو چکے تھے، اور طلبہ میں کتابیں تقسیم ہو چکی تھیں، اور ان کی خوراک ورہائش کا انتظام مختلف گھرانوں میں کیا جا چکا تھا، اب کسی اور طالب علم کے لئے نہ تو کتاب میسر آسکتی تھی اور نہ خوراک ورہائش کا بندوبست ہو سکتا تھا، ان وجوہ کی بنا پر حضرت گنگوہیؒ نے شریک درس کرنے سے معذرت کردی، مگر یہ خیال کرکے کہ طالب علم بہت دور سے آیا ہے آپ نے دو شرطوں کے ساتھ شریک درس ہونے کی اجازت دی: اولاً طالب علم کو خوراک کا بندوبست خود کرنا ہوگا۔ ثانیاً مطالعۂ کتب کے لئے کسی ساتھی طالب علم سے شراکت کرنی ہوگی۔

چند دنوں بعد جب استاذ محترم پر نوجوان پنجابی طالب علم کی ذہانت کا عقدہ کھلا، تو اپنی ذاتی کتابیں مطالعہ کے لئے فراہم کردیں، اور اپنی بیٹی کے ہاں کھانے کا بندوبست کردیا، دوران درس سبق کی عبارت پڑھنا بھی آپ کی ذمہ داری قرار پائی، دوران تعلیم حضرت کی خصوصی توجہ حاصل رہی، ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۵ء میں اول پوزیشن سے دورۂ حدیث کے امتحان میں کامیاب ہوئے، حضرت گنگوہیؒ فرماتے تھے:

"میں نے اپنی پوری زندگی میں ان سے بڑھ کر ذہین اور محنتی طالب علم نہیں دیکھا"

گنگوہ سے فارغ ہو کر حضرتؒ ہی کے مشورہ سے سہارن پور حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور مدرسہ مظاہر علوم میں رہ کر حضرت کے پاس ترجمہ وتفسیر قرآن پڑھی، ۱۸۸۶ء/ ۱۳۰۳ھ میں آپ نے اول پوزیشن سے درس تفسیر سے فراغت پائی۔

اس طرح مولانا حسین علیؒ صرف تین واسطوں (عن مولانا محمد مظہر نانوتویؒ، عن شاہ محمد اسحاق دہلویؒ، عن شاہ عبد العزیز دہلویؒ) سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے شاگرد ہیں۔

اس کے بعد کانپور تشریف لے گئے اور حضرت مولانا احمد حسن کانپوریؒ کے پاس علوم وفنون کی تکمیل کی ، ۱۸۸۷ء / ۱۳۰۴ھ میں بیس (۲۰) کتابوں کا امتحان دیا اور پانچ ممتحنین کے سوالات کا سامنا کیا، مدرسہ کانپور کے امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی، حضرت کانپوریؒ نے آپ کی سند پر مندرجہ ذیل توصیفی الفاظ لکھے:

"امابعدفان الفہیم الاریب الذکی النجیب الکثیرعلمہ،الدقیق فہمہ،المؤید بتائیداللہ،القوی الفاضل اللوذعی المتوقدالیلمعی المولوی حسین علی بن میاں محمدالوانی الفنجابی ،صانہ اللہ عن شرکل غوی وغبی"

کانپور سے فراغت کے بعد دوبارہ حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے،اوران کے طرز خاص پر ترجمہ وتفسیر پڑھی ، آپ نے بیعت کے لئے بھی حضرت سے درخواست کی تھی ، لیکن حضرت نے فرمایا کہ اپنے علاقے میں کسی اللہ والے سے رجوع کریں، اس طرح علوم وفنون میں تکمیل واختصاص کے بعد ۱۸۸۹ء / ۱۳۰۶ھ میں وطن واپس لوٹے۔ اوراپنے آبائی قصبہ واں بھچراں میں درس وتدریس کے ذریعے عملی زندگی کا آغاز کیا، شروع شروع میں آپ صرف ونحواورفنون کی کتابیں پڑھایا کرتے تھے، مگر کچھ عرصہ بعد خود کو قرآن پاک کے ترجمہ وتفسیر اور تدریس حدیث کے لئے وقف کر دیا، جس سے آپ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی ، اوردوردور سے طلبہ آنا شروع ہوگئے، آپ نے بدعات اور عقائدہ فاسدہ کے خلاف تحریک شروع کی ، جس سے آپ کے خلاف مخالفت کا طوفان کھڑا ہوگیا، اور گاؤں چھوڑ کر اپنی زرعی زمینوں پر گھر بنا کر رہنا پڑا، اوروہیں تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رہا، خود ہی کاشت کرتے ، کھیت کاٹتے اور سارے کام کرتے اورانہی کھیتوں کی آمدنی سے طلبہ کو بھی کھلاتے اور خود بھی کھاتے ، گھر کے لئے اور طلبہ کے لئے ایک ہی کھانا تیار ہوتا تھا، آپ نے طلبہ کے لئے نہ کبھی چندہ مانگا اور نہ ہدیہ قبول کیا، بلکہ ساری ضرورتیں اپنے گھر سے پوری فرماتے تھے، اس طرح پوری استقامت کے ساتھ تقریباً ساٹھ سال (۱۹۴۴ء / ۱۳۶۳ھ) تک قال اللہ وقال الرسول کا درس انہی ریگستانی فضاؤں میں آپ کا جاری رہا۔

تعلیم ظاہر سے فراغت کے بعد ہی تعلیم باطن کی فکر آپ کو پیدا ہوگئی تھی ، چنانچہ اولاً حضرت گنگوہیؒ کے سامنے حرف تمنا کا اظہار کیا، لیکن حضرتؒ نے علاقے کے کسی صاحب دل سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا، وطن واپسی کے بعد بھی یہ خیال ذہن ودماغ پر راسخ رہا، چنانچہ خواب میں کچھ اشارے ہوئے، اورآپ حضرت خواجہ عثمان دامانیؒ کی خدمت میں ان کی گرمائی خانقاہ دیپ شریف وادی سون سیکسر ضلع خوشاب حاضر ہوگئے، حضرت کی زیارت ہوئی تو خواب کے مطابق پایا، آپ نے حضرت کے پوچھنے پر بتایا کہ واں بھچراں ضلع میانوالی سے آیا ہوں ، حضرت نے پوچھا کہ مولوی حسین علیؒ کو جانتے ہو؟، حضرت آپ کی شخصیت سے غائبانہ طور پر واقف تھے ، آپ نے عرض کیا کہ میں ہی حسین علی ہوں، حضرت نے سنا تو فرط مسرت سے کھڑے ہوگئے، اوراپنے ساتھ دوسرے کمرہ میں لے جاکر بہت احترام کے ساتھ بٹھایا، اورآنے کا مقصد دریافت فرمایا، آپ نے عرض کیا کہ بیعت ہونے کا ارادہ ہے، حضرت نے فرمایا کہ یہاں کشف وکرامات تو ہیں نہیں ، بس اپنے آپ کو جلادینا اور مٹادینا ہے، آپ نے دین کا علم اکابر علماء سے حاصل کیا ہے، کیوں اپنے آپ کو جلاتے ہیں ؟ آپ نے عرض کیا کہ بیعت کے لئے ہی حاضر ہوا ہوں۔ پھر حضرت خواجہ عثمانؒ نے آپ کو بیعت کرلیا، ابتدا میں اپنے مزاج کے مطابق آپ نے بہت زیادہ ریاضتیں کیں یہاں تک کہ دوبارہ حضرت کی خانقاہ پہونچے تو آپ کو پہچاننا مشکل ہوگیا، حضرت خواجہؒ نے دیکھا تو حیران رہ گئے اورآئندہ ریاضت سے منع فرمادیا، حضرت کی صحبت میں رہ کر آپ

نے تمام منازل سلوک طے کئے اور ۱۸۹۳ء / ۱۳۹۳ھ میں آپ کو خلافت واجازت سے تحریری طور پر سرفراز کیا گیا، اس کے بعد حضرت خواجہؒ خود بھی طالبین کو آپ کے پاس بھیجا کرتے تھے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کو آپ کے علم پر اس قدر اعتماد تھا کہ کسی بھی مشکل سے مشکل مسئلے میں آپ کی رائے حرف آخر مانی جاتی تھی، حضرت نے اپنے صاحبزادگان خواجہ سراج الدین اور صاحبزادہ محمد عیسیٰ کی تعلیم وتربیت کے لئے آپ کا انتخاب فرمایا، اور اس مقصد کے لئے آپ کو موسیٰ زئی بلایا، آپ نے دو سال رہ کر صاحبزادہ محترم خواجہ محمد سراج الدین اور صاحبزادہ محمد عیسیٰ کو بہت سی کتابیں پڑھائیں، بلکہ مرشد کے حکم پر روحانی تربیت بھی دی، اور پھر اپنی اجازت سے بھی صاحبزادوں کو سرفراز فرمایا۔

پھر خواجہ صاحب نے اپنے وصال سے قبل جب خواجہ سراج الدینؒ کو خلعت خلافت دینے کا فیصلہ کیا تو حضرت مولانا حسین علیؒ کو اپنے مکتوب کے ذریعہ اس کی اطلاع دی، دستار باندھنے میں آپ بھی شریک رہے۔

جولائی ۱۸۹۷ء (صفر ۱۳۱۵ھ) میں حضرت خواجہ عثمان دامانیؒ کے وصال کے بعد جب خواجہ سراج الدینؒ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے تو آپ نے خواجہ سراج الدین سے رجوع فرمایا اور ان سے بھی خرقۂ خلافت حاصل ہوا۔

آپ نے اپنے وطن بھچراں میں مدرسہ حسینیہ قائم فرمایا تھا، جو آپ کی تعلیم گاہ بھی تھا اور خانقاہ بھی، ملک اور بیرون ملک لوگ سے آپ سے استفادہ کے لئے حاضر ہوتے تھے، آپ نے قرآن کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی اور دورۂ قرآن قائم فرمایا، یہ پہلا قرآنی مدرسہ تھا جو خالص قرآن کریم کی تعلیم کے لئے پنجاب میں قائم ہوا، حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کا مدرسۂ قرآن اس کے بعد شروع ہوا۔

آپ نے سفر حج (غالباً ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۶ء میں) کیا، اس دوران بہت سے علماء حجاز سے آپ کی ملاقاتیں ہوئیں آپ مناظرہ کو مفید تصور نہیں کرتے تھے، لیکن اگر کوئی چیلنج کرتا تو قبول فرمالیتے تھے۔

آپ اس دور میں توحید اور علوم قرآن کے سب سے بڑے علمبردار تھے، علوم قرآن اور خاص طور پر ربط آیات پر آپ کی گہری نگاہ تھی، آپ کا کہنا تھا کہ قرآن کریم کی ہر سورت کا ایک موضوع ہے اور تمام آیات اس سے مربوط ہیں، تمام سورتوں کے موضوعات کی آپ نے تعیین بھی کی تھی، آپ اس دور میں امام ابن تیمیہؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے مثیل اور نمائندہ تھے۔

آپ کے دشمنوں کی تعداد کچھ کم نہ تھی، ایک بار آپ کی موت کی افواہ اڑادی گئی، لیکن اس کے بعد آپ دو سال زندہ رہے، سوموار کی رات ۲۵/جون ۱۹۴۴ء مطابق ۴/رجب المرجب ۱۳۶۳ھ کو آپ نے وصال فرمایا، آپ نے اہلیہ، پانچ (۵) صاحبزادے اور قابل فخر تلامذہ کے علاوہ مختلف موضوعات پر قریب ڈیڑھ درجن کتابیں یادگار چھوڑیں، جن میں درج ذیل کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

☆ بلغۃ الحیران فی ربط آیات القرآن (اردو) ☆ البیان فی ربط القرآن (تفسیر بے نظیر) اردو ☆ تلخیص الطحاوی (عربی) ☆ تحریرات حدیث (عربی) ☆ تقریر الجنجوہی علیٰ صحیح البخاری (عربی) ☆ تقریر الجنجوہی علیٰ صحیح المسلم (عربی) ☆ عون المعبود علیٰ سنن ابی داؤد (عربی) ☆ رسالہ جرید تین (عربی) ☆ برہان التسلیم یا فسخ الحج بالعمرۃ ☆ رسالہ خمس اوسق ☆ رسالہ رفع سبابہ ☆ رسالہ ذبح فوق العقدہ ☆ خلاصہ فتح القدیر ☆ رسالہ مسئلۂ علم الغیب (اردو) ☆ تحفۂ ابراہیمیہ (فارسی) ☆ حواشی فوائد عثمانی (فارسی) (رئیس

)کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اوران سے سات (۷) سلاسل کی(یعنی نقشبندیہ کے علاوہ) تحریری اجازت حاصل کی تھی[203]۔

خانقاہ موسیٰ زئی کے بانی حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ کو حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلویؒ سے آٹھ سلاسل (نقشبندیہ، قادریہ ،چشتیہ ،سہروردیہ، قلندریہ کبرویہ ،مداریہ اورشطاریہ) کی اجازت عطا ہوئی تھی [204]۔وہی اجازت حضرت خواجہ عثمان دامانیؒ کو منتقل ہوئی ،اوران سے حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کو حاصل ہوئی[205]۔

حضرت مولانا حسین علیؒ سے اجازت ملنے کے بعد حضرت پنڈت جیؒ کی نسبت انتہائی عالی ہوگئی تھی ،اس لئے کہ حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ حضرت خواجہ عثمان دامانیؒ کے خلیفہ ،حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے تلمیذ حدیث، حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ کے تلمیذ قرآن اور حضرت مولانا احمد حسن کانپوریؒ کے تلمیذ علوم وفنون تھے، حضرت خواجہ عثمان دامانیؒ حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ کے خلیفہ ہیں ،اوروہ حضرت شاہ احمد سعید مجددیؒ کے،اس طرح حضرت پنڈت جیؒ مولانا حسین علیؒ کے ذریعہ صرف تین واسطوں سے حضرت شاہ احمد سعید مجددیؒ تک پہونچ گئے تھے،جب کہ حضرت گڑھولویؒ کے توسط سے درمیان میں پانچ (۵) واسطے ہیں، حضرت مولانا حسین علیؒ کی نسبت حضرت خواجہ عثمان دامانیؒ کی خلافت کے حوالے سے حضرت گڑھولویؒ کے داداپیر کے مساوی ہے۔

علوئے نسبت کی اہمیت

دراصل جس قدر نسبت عالی ہوگی اور درمیانی واسطے کم ہونگے، سرکاردوعالم ﷺ سے قرب زیادہ ہوگا،اوراس نسبت کی بنیاد قرب واتصال پر ہے، اسی لئے تمام علماء، محدثین اور مشائخ اولیاءاللہ

المفسرین امام المؤحدین مولانا حسین علیؒ ص ۴۴ تا ۱۰۷ مؤلفہ میاں محمد الیاس، اشاعت اکیڈمی پشاور)

203 - جنۃ الانوار ص ۳۳۶ مضمون حضرت مولانا محمود صاحبؒ طبع ثالث

204 - تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ (موسیٰ زئی) ص ۱۶۳ مؤلفہ مولانا محمد نذیر رانجھا صاحب)

205 - آٹھوں سلاسل کی پوری تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں (تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ (موسیٰ زئی) ص ۱۴۰ تا ۱۴۵ و ۴۴۹ تا ۴۵۵ مؤلفہ مولانا محمد نذیر رانجھا صاحب)

نے نسبت کے علو کو وجہ ترجیح قرار دیا ہے، اور نسبت کو عالی سے عالی بنانے کی سعی بلیغ کی ہے۔

حضرت پنڈت جیؒ کی ہجرت

مہدولی میں حضرت پنڈت جیؒ کا قیام قریب بارہ تیرہ سال رہا، پھر ملک کی تقسیم ہوئی تو آپ نے ہجرت کو ترجیح دی، حالانکہ آپ کے حلقہ کے کئی لوگ ہندوستان میں ہی رہنے پر اصرار کر رہے تھے، اس ہجرت کے پیچھے اصل جذبہ تو غیر اسلامی ملک کے بالمقابل اسلامی ریاست کے انتخاب کا تھا۔

☆دوسرے آپ کے پیرو مرشد حضرت مولانا گڑھولویؒ کو بھی ہندوؤں کے زیر اقتدار زندگی گذارنا قطعی پسند نہیں تھا، اس لئے کہ آپ اس سچی حقیقت کا ادراک رکھتے تھے کہ یہ متعصب اور تنگ نظر قوم ہے، اور ایسی قوم میں حکومت کی اہلیت نہیں ہوتی، جب ان کو موقعہ ملے گا مسلمانوں سے بدلہ لینے کی کوشش کریں گے، جنۃ الانوار میں حضرت کا یہ ملفوظ نقل کیا گیا ہے کہ:

"میں آزادی کا مخالف نہیں، لیکن خطرہ یہ ہے کہ یہاں جو قوم ہے وہ متعصب ہے کہیں آگے چل کر یہ مسلمانوں سے بدلہ نہ لے"[206]

☆اور ایک بڑی وجہ پاکستان میں آپ کے شیخ ثانی حضرت مولانا حسین علیؒ کی سرزمین کی کشش بھی تھی۔

وصیت نامہ حضرت پنڈت جیؒ -مندرجات پر ایک نظر

حضرت پنڈت جیؒ نے وصال سے دو تین ماہ قبل اپنی خانقاہ کراچی، اپنی ذات، خاندان، اور اپنی جائیداد سے متعلق ایک وصیت نامہ تیار کرایا تھا، جس میں ایک ایک چیز کی تفصیل درج کی گئی تھی، یہ وصیت نامہ چار (۴) دفعات پر مشتمل ہے:

☆پہلی دفعہ وقف کی تولیت وخدمت اور اپنی تدفین سے متعلق ہے، حضرت پنڈت جی نے اپنی پوری جائیداد اپنی زندگی میں "وقف نور اللہ" کے نام سے وقف کر دی تھی، اور خود اس کے متولی رہے، اپنے بعد ڈاکٹر محمد ظہیر صاحب کو اس کا متولی قرار دیا، اور شق نمبر تین کے مطابق انہی کو نماز جنازہ

---- حواشی ---

206 -جنۃ الانوار ص ۳۳۵ مضمون مولانا محمود صاحب، طبع ثالث۔

پڑھانے کا بھی اختیار دیا گیا تھا، اور اگر کسی وجہ سے وہ نہ پڑھا سکیں تو ماسٹر نذیر السلام پڑھائیں گے، خانقاہ کی خدمت کے لئے جناب محمد ادریس صاحب کو نامزد فرمایا، اور اپنی قبر اسی مکان میں تیار کرنے کی وصیت کی جس کی تعمیر حضرت پنڈت جیؒ نے خود کرائی تھی۔

☆ دوسری دفعہ خانقاہ کی سجادگی و جانشینی سے متعلق ہے، انہوں نے اس خانہ کو خالی چھوڑ دیا ، اور لکھا کہ سر دست میرے حلقہ میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے جس کو جانشین یا سجادہ نشیں قرار دیا جائے ، اگر آئندہ کوئی اس لائق ہو جائے، اور اسے مقبولیت بھی حاصل ہو جائے، تو اللہ کے حکم سے وہی میرا جانشین ہو گا۔

ظاہر ہے کہ اس دفعہ کا تعلق کراچی کی خانقاہ کی سجادگی سے ہے، اس کا بحیثیت خلیفۂ روحانی بیعت و ارشاد سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور اس سے ہر گز یہ معنیٰ پیدا نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے کسی کو بیعت و ارشاد کے لئے عام اجازت بھی نہیں دی تھی، اس لئے کہ اسی دفعہ میں اس بات کا ذکر موجود ہے کہ ۱۹۴۶ء میں حج بیت اللہ کی روانگی سے قبل انہوں نے جناب سید محمد ضحیٰ صاحب ولد سید عبد اللہ صاحب کو اپنا خلیفہ بنایا تھا اور سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ میں بیعت و ارشاد کی اجازت دی تھی۔ وصیت نامہ تیار کرتے وقت محمد ضحیٰ صاحب بھی کراچی ہی میں موجود تھے ، وصیت نامہ پر ان کا دستخط موجود ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ حضرت پنڈت جی نے ہجرت سے قبل ان کو جو بیعت کی اجازت دی تھی، وہ آئندہ بھی بیعت روحانی تک ہی محدود رہے گی، خانقاہ یا وقف میں کسی قسم کے تصرف و اختیار کا انہیں حق حاصل نہ ہو گا۔

غرض یہ دفعہ کلیتاً کراچی کی خانقاہ سے متعلق ہے، اور ان تحدیدات کی ضرورت وہیں کے مقامی حالات کے پیش نظر تھی، اس کا حضرت پنڈت جیؒ کے عام سلسلۂ روحانی یا ہندوستان سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔

حضرت پنڈت جیؒ کا سلسلہ موسیٰ زئی کا ہے، اس لئے ظاہر ہے کہ مشائخ سلسلہ وہی ہیں جن کا ذکر حضرت گڑھولویؒ کے ضمن میں گذر چکا ہے، نیز اس کا شجرۂ منظومہ (فارسی) بھی وہی ہے، جو حضرت گڑھولویؒ کے یہاں رائج تھا۔

(۷)

سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ توکلیہ محبوبیہ اصغریہ بشارتیہ کریمیہ

تعارف اور خصوصیات

سلسلۂ توکلیہ حضرت خواجہ توکل شاہ انبالویؒ (ولادت ۱۲۵۵ھ / ۱۸۳۹ء۔ وفات ۴/ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ مطابق ۲/ اگست ۱۸۹۷ء) سے منسوب ہے، جن کا سلسلہ چار (۴) واسطوں سے حضرت خواجہ ابو سعید مجددی دہلویؒ تک پہونچتا ہے، سلسلۂ توکلیہ کی ایک شاخ حضرت سید بشارت علی شاہ میرٹھیؒ (م ۲۷/ رمضان ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۶/ ستمبر ۱۹۴۳ء) کے واسطے سے حضرت صوفی عبد الکریم شاہ بشارتیؒ تک امروہہ (یوپی) میں پہونچی ہے، وہ شاخ اپنے مشائخ سلسلہ کی مناسبت سے "سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ توکلیہ محبوبیہ اصغریہ بشارتیہ کریمیہ" کے نام سے موسوم ہے۔

"سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ توکلیہ محبوبیہ اصغریہ بشارتیہ کریمیہ" کی خصوصیات

اس سلسلے میں دیگر سلاسل کے مقابلے میں واسطے زیادہ ہیں، حضرت مجدد الف ثانیؒ تک درمیان میں تقریباً چودہ (۱۴) واسطے ہیں، البتہ اس سلسلے میں وظائف کم اور فکر پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔

☆ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہاں نقشبندیت کی تعلیم میں قادریہ کی تعلیم کا بھی امتزاج پایا جاتا ہے، اسی لئے یہ حضرات اپنے کو قادریہ نقشبندیہ کہتے ہیں، اس طریق میں مرید کو ذکر سری اور ذکر جہری دونوں کی اجازت ہوتی ہے۔ یہ چیز باقاعدہ اس سلسلہ کی تعلیمات میں صریح طور پر مذکور ہے، میرے سامنے وہاں کے شجرہ کی کتاب موجود ہے جو سولہ (۱۶) صفحات پر مشتمل ہے، اس میں طالب کو ہدایات دیتے ہوئے لکھا گیا ہے:

> "دوسو (۲۰۰) مرتبہ لا الہ الا اللہ اور چار سو (۴۰۰) مرتبہ قلب پر الا اللہ تکرار کے ساتھ خفی یا جہر کرے، چھ سو (۶۰۰) مرتبہ الا اللہ جہرے کرے تو بھی جائز ہے، خفی کرے تو بھی، قادریہ حضرات کے طریقہ پر جہر بہتر ہے، کیونکہ ہم قادریہ

نقشبندیہ ہیں، یا جس طرح شیخ تعلیم کرے"[207]

سلسلۂ مجددیہ کی یہ ایسی شاخ ہے جہاں طالب کو دونوں طریق کے وظائف واحوال سے بیک وقت آشنا کرایا جاتا ہے، اوراس سے طالب میں ایک نئی کیفیت اور نیارنگ پیدا ہوتا ہے اور کم وقت میں دو منزلیں طے ہو جاتی ہیں۔

☆تیسری خصوصیت اس سلسلہ کی یہ ہے کہ حضرت مرزا مظہر جاناں کے شیخ حضرت نور محمد بدایونیؒ کے علاوہ آپ کے دونوں مشائخ حضرت حافظ محسنؒ اور حضرت عابد سنامیؒ کے اسماء گرامی بھی باقاعدہ طور پر داخل شجرہ ہیں، تاکہ ان کی برکات وفیوض بھی مسلسل طالب کو حاصل ہوں، اکثر شجرات نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت نور محمدؒ بدایونی کے بعد براہ راست خواجہ سیف الدینؒ کا نام ذکر کیا گیا ہے ،جب کہ حضرت مرزا صاحبؒ نے مذکورہ دونوں بزرگوں سے بھی کافی استفادہ کیا تھا۔

☆اس سلسلہ کی ایک خصوصی ہدایت کا ذکر بھی اس موقعہ پر فائدہ سے خالی نہیں، جو مذکورہ کتاب میں درج ہے اور فی زمانہ اس کی بڑی اہمیت ہے:

"درویش کو کسی فتنہ فساد میں نہیں پڑنا چاہیئے، ظاہر بیں اور خشک ملاؤں اور زمانۂ حال کے نئے نئے مذاہب کے غلط رویہ سے پرہیز چاہیئے، اور حکومت کے ساتھ کسی معاملہ میں سرکشی نہ چاہیئے، ہر ایک امر میں اپنے شیخ کی اجازت لیوے تو مرید کے واسطے بہتر ہو گا، بلا اجازت شیخ کے کفار کی مجلس اور کسی معاملہ میں شرکت نہ کرے "[208]

---- حواشی ----

207 -وسیلۂ نجات یعنی شجرۂ عالیہ حضرات نقشبندیہ مجددیہ، توکلیہ، محبوبیہ، اصغریہ، بشارتیہ، کریمیہ رحمۃ اللہ علیہم ص ۱۶ حسب فرمائش حضرت خلیفہ صوفی میاں نور محمد صاحب کریمی امروہوی ثم الدہلوی مقیم لال چاہ کٹرہ شیخ چاند دہلی، زیر ہدایت حضرت صوفی عبدالکریم شاہ صاحب بشارتی امروہوی خلیفۂ اعظم پیر سید بشارت علی شاہ صاحب میرٹھیؒ، الامان پریس دہلی۔

208 -وسیلۂ نجات یعنی شجرۂ عالیہ حضرات نقشبندیہ مجددیہ، توکلیہ، محبوبیہ، اصغریہ، بشارتیہ، کریمیہ رحمۃ اللہ علیہم ص ۵

مشائخ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ توکلیہ محبوبیہ اصغریہ بشارتیہ کریمیہ

اس سلسلہ کے مشائخ کی ترتیب حسب ذیل ہے:

(۱)حضرت صوفی عبد الکریم شاہ بشارتیؒ(امروہہ، یوپی)

(۲)حضرت پیر سید بشارت علی شاہ صاحبؒ میرٹھ، یوپی(م ۲۷/رمضان ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۶/ستمبر ۱۹۴۳ء)

(۳)حضرت اصغر علی شاہ صاحبؒ، راودر شریف(م ۹/ذی الحجہ ۱۳۴۹ھ مطابق ۲۶/اپریل ۱۹۳۱ء)

(۴)حضرت مولانا محبوب عالم صاحبؒ گجرات، پاکستان (م ۲۱/رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ مطابق ۲۹/جون ۱۹۱۸ء)[209]

(۵)حضرت خواجہ توکل شاہ انبالویؒ(ولادت ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء–وفات ۴/ربیع الاول ۱۳۱۵ھ مطابق ۲/اگست ۱۸۹۷ء)[210]

---حواشی---

209 -آپ کا وطن موضع سیدا تحصیل پھالیہ ضلع گجرات (پنجاب) تھا، علوم دینیہ کی تحصیل کے لئے آپ ہندوستان گئے، اور فارغ التحصیل مدرسہ اسلامیہ کرنال میں مدرس مقرر ہوئے، باطنی تعلیم کے لئے حضرت شاہ توکل انبالویؒ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے، اور شرف بیعت حاصل کر کے ملازمت پر کرنال واپس آ گئے، پھر تین مہینہ کے بعد ملازمت سے مستعفی ہو کر انبالہ چلے آئے، یہاں آپ کے آنے پر مدرسہ توکلیہ جاری ہوا، آپ قیام مدرسہ سے مسلسل گیارہ (۱۱) برس تک حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں رہے، اور حضرت کے خلفاء خاص میں شمار کئے گئے، آپ سے نواحی گجرات میں بڑا فیض پہونچا اور بہت سے لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے، آپ نے اپنے پیرو مرشد کے حالات پر ایک کتاب "ذکر خیر" لکھی تھی، آپ کا وصال ۲۱/رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ مطابق ۲۹/جون ۱۹۱۸ء کو ہوا (تذکرۂ مشائخ نقشبندیہ توکلیہ ص ۶۱۸ مؤلفہ علامہ نور بخش توکلی)

210 -خواجہ توکل شاہؒ موضع کپھوکے (جو ضلع گورداسپور میں موضع رتڑ چھتر اور ڈیرہ بابانانک کے درمیان واقع ہے) میں قریب ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے، والدین کا سایہ بچپن میں ہی سر سے اٹھ گیا تھا، آپ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے، آپ کے نانا جان میاں اللہ دین شاہ مست نے جو نوشاہی طریق کے ایک صاحب نسبت درویش تھے، اس در یتیم کی پرورش کی۔

آپ کا نام کچھ اور تھا، توکل شاہ لقب تھا جو خود ان کے بقول ان کو اللہ کی طرف سے عطا ہوا تھا، آپ کو "میاں صاحب" بھی کہتے ہیں۔

بچپن ہی سے آپ کو بزرگوں کی صحبت کا شوق دامنگیر تھا، اسی خیال سے سن بلوغ سے پہلے ہی آپ نے وطن کو خیر باد کہہ دیا، اور پھرتے پھراتے ہریانہ کے علاقہ اور کہاں کہاں ہوتے ہوئے اجمیر شریف پہونچے، وہاں ایک بزرگ چشتی نظامی رہتے تھے آپ

اکثر ان کی صحبت میں حاضر ہوتے ،وہ ایسے صاحب استغراق تھے کہ صبح سے اپنے حجرے کا دروازہ بند کر کے ظہر کے وقت تک مراقبے میں رہتے تھے اور سماع میں شریک نہ ہوتے تھے،ایک روز اسی بزرگ نے آپ کو بطریق چشتیہ نفی اثبات کی تلقین کی ،اسی وقت کلمۂ شریفہ قلب پر جاری ہو گیا،اور عجیب کیفیت وارد ہوئی،کچھ عرصے کے بعد اس بزرگ کو حضرت خواجہ غریب نواز کی بارگاہ سے حکم ہوا تھا کہ تم بصرہ کے قطب ہو گئے ہو،وہاں چلے جاؤ۔

دوسری طرف حضرت خواجہؒ کی بارگاہ سے آپ کو اشارہ ہوا کہ تمہارا پیر پنجاب میں ہے اور تمہارا حصہ خاندان نقشبندیہ میں ہے،چنانچہ آپ وہاں سے پیر کی تلاش میں روانہ ہوئے اور گھومتے ہوئے جہانخیلاں پہونچے اور حضرت خواجہ قادر بخشؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے،وہ بھی باشارۂ غیبی آپ کے منتظر تھے،انہوں نے اپنے سینے سے لگا کر نسبت نقشبندیہ کا القاء فرمایا اور انوار لطائف سبعہ اور فیوض ولایات ثلاثہ وغیرہ سے آپ کو مالا مال کر دیا،فیض کا غلبہ اس قدر ہوا کہ آپ کے ناک سے خون نکلنے لگا،اور آپ بے ہوش ہو گئے،کسی نے اس حالت میں آپ کو دیکھ کر کہا کہ یہ تو مست ہو گئے،ان سے سلسلہ کس طرح جاری ہو گا،حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ان سے بڑا سلسلہ جاری ہو گا اور میری روح ان کے مریدوں کی پرورش کرے گی،دو ماہ قیام کے بعد پیر و مرشد کی طرف سے واپسی کی اجازت ملی اور آپ نے انبالہ آکر قیام فرمایا،پھر وقفہ وقفہ سے حاضر ہوتے رہے،تھوڑے ہی عرصے میں خلافت سے مشرف ہوئے،آپ کہا کرتے تھے:

"مولوی!خلافت آسمان سے خدا کی طرف سے ہوتی ہے،چنانچہ جب اس فقیر کو حضرت مرشدنا قدس سرہ کی طرف سے اجازت ملی تو میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک دستار لٹک رہی ہے،اور اس فقیر کے سر پر خود بخود لپٹ رہی ہے"

خاندان مجددیہ میں شامل ہونے کے بعد آپ نے سماع ترک کر دیا،آپ نے بڑی ریاضتیں کیں،بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو سلطان الاذکار کی مشق ایسی تھی کہ عالم شباب میں کڑے جاڑے میں انبالہ کے نبوالے تالاب میں حبس دم کے ساتھ غوطہ لگا کر نفی اثبات کیا کرتے تھے،اور دو دو گھنٹے کے بعد سر نکالتے،اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اس شغل میں جو اسرار کھلتے ہیں وہ اور کسی شغل میں نہیں کھلتے،آپ پر سکرات کا غلبہ رہتا تھا،وضو کرتے وقت بڑی دقت ہوتی تھی ،ایک عضو دیر تک دھوتے رہ جاتے اور ایک ایک گھڑا پانی ختم ہو جاتا تھا،پھر وصال سے کچھ قبل استغراق کا ایسا غلبہ ہوا کہ بمشکل وقت پر صرف نماز ادا کر پاتے تھے،کبھی ایک ہی رکعت پر سلام پھیر دیتے تھے،مگر کبھی نماز قضا نہ ہوتی تھی ،مراقبہ میں بڑا استغراق رہتا تھا،مراقبہ شروع ہونے کے بعد خواہ آندھی چلے طوفان آئے کچھ پتہ نہیں چلتا تھا،پہلے آپ پر وحدت وجود کا غلبہ ہوا کچھ دنوں کے بعد وحدت شہود کی منزل ملی،فرماتے تھے کہ پہلے تو ہم اسی (وحدت الوجود) کو ایک بہت بڑی چیز جانتے تھے،مگر آگے چل کر معلوم ہوا کہ توحید کے آگے شاہراہ شہود بھی ہے۔

آپ نے مزارات اولیاء سے بھی کافی فیض حاصل کیا تھا۔پیر و مرشد کے وصال کے بعد بہت دنوں تک کسی کی بیعت نہ کی،جو آتا دوسرے خلفاء کے پاس بھیج دیتے تھے،آپ کے پہلے مرید خلیفہ عالم شاہ ہیں،پھر بہت جلد آپ کا فیض دور دور تک پہونچ گیا،لاہور،دہلی،کرنال، پانی پت ،اجمیر شریف، احمد آباد،جے پور،بمبئی وغیرہ سے ارادتمند پروانہ وار حاضر ہو کر داخل سلسلہ ہوئے۔بعض جن بھی آپ کے مرید تھے،آپ کی توجہ بہت سخت ہوتی تھی،بسا اوقات حاضرین حلقہ تڑپ کر بے ہوش ہو جاتے تھے

(٦)خواجہ قادر بخش جہانخیلیؒ (ولادت ١٧/ شوال المکرم ١٢٣٧ھ مطابق ٦/ جولائی ١٨٢٢ء -وفات ٨/ ذی الحجہ ١٢٧٢ھ مطابق ٩/ اگست ١٨٥٦ء)[211]

،بعض لوگوں نے جادوگر کہنا شروع کیا، مگر وہ بھی پھر معتقد ہوگئے۔

ایک بار دریائے راوی کے کنارے ذکر میں مصروف تھے، کئی دنوں تک کھانے پینے کی چیز میسر نہ ہوئی تو میاں صاحب نے اللہ پاک سے مدد مانگی، چنانچہ کئی روز تک ان حضرات کو غیب سے تیار شدہ کھانا ملتا رہا، مگر اس کو من وسلویٰ قرار دینا بے ادبی قرار دیتے تھے، یہ صرف غیبی نصرت تھی۔وہ فرماتے تھے کہ نعمت خواہ ایک ہی طرح کی ہو لیکن غیر انبیاء کو انبیاء کے مشابہ قرار دینا کسی بھی اعتبار سے بے ادبی ہے۔

آپ علماء کا بے حد احترام کرتے تھے، آپ نے انبالہ میں مدرسہ توکلیہ کی بنیاد ڈالی، اور علم دین کے فیض کو عام کیا۔۔۔ عالم نہیں تھے، مگر علم لدنی سے حصۂ وافر ملا تھا، قرآن وحدیث اور تصوف سے متعلق بڑے قیمتی نکات بیان فرماتے تھے، بڑے صاحب کشف اور صاحب تصرفات تھے، وہ کبھی کبھی کراماً کاتبین کے اعمال لکھنے کا بھی مشاہدہ فرماتے تھے، حزب البحر نہیں پڑھتے تھے، آخری عمر میں اسہال ہوگیا تھا، دن رات میں پچاس پچاس مرتبہ بیت الخلا جانا پڑتا تھا، مگر اس حالت میں نماز پنجگانہ اور اشغال و مراقبات جاری رہے، بیعت وارشاد کی اجازت وخلافت بہت لوگوں کو دی، مگر خانقاہ کا سجادہ نشین اور اپنا جانشین کسی کو نہیں بنایا اور اس کو خدا کے حوالے کر دیا، کہ وہ جس کو چاہے اس لائق بنادے گا، آپ کا یہ عمل بھی توکل ہی پر مبنی تھا، ٤/ ربیع الاول ١٣١٥ھ مطابق ٢/ اگست ١٨٩٧ء یوم چہار شنبہ آپ نے انتقال فرمایا، جنازہ میں خلائق کا ہجوم تھا، دوبار نماز جنازہ پڑھی گئی، رات میں دس بجے تدفین عمل میں آئی۔

جب اٹھی پیا کی خاطر کو میں ڈھونڈرہی مورے ہاتھ نہ آئیو
اور سکھی اپنا پی سووت کھویو میں اپنا پی جاگ گنوائیو

(تاریخ مشائخ نقشبندیہ توکلیہ ص ٤٨١ تا ٦٠٩ مؤلفہ علامہ نور بخش توکلی)

211 - آپ کی ولادت باسعادت بروز دوشنبہ ١٧/ شوال المکرم ١٢٣٧ھ مطابق ٦/ جولائی ١٨٢٢ء کو ہوئی، آپ کا لقب شمس العرفاں ہے، آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی دیدار بخش تھا، وہ بھی بڑے عارف وکامل تھے، اور غزنی سے جہان خیل کی زمین پر آکر آباد ہوئے تھے، پانچ سال کی عمر میں قرآن کریم شروع کیا اور سات سال کی عمر میں ختم کیا، انہی ایام میں آپ کے والد ماجد نے کشمیر میں وفات پائی، ان کا مزار کشمیر ہی میں پنجابی پیر کے نام سے مشہور ہے، بارہ سال کی عمر میں اردو، فارسی اور دینیات کی تعلیم میں مشغول رہے، پھر کھیتی کرنے لگے، چودہ (١٤) سال کی عمر میں کھیتی کا کام چھوڑ کر تن تنہا لدھیانہ چلے گئے، اور انگریزی فوج میں ملازم ہوگئے، جس رسالہ میں آپ ترم بجانے کی ڈیوٹی پر تھے، وہ بھی کابل پر حملہ میں شریک ہوا، لڑائی ختم ہونے کے بعد آپ پانچ (٥) سال کابل ہی میں رہے، اسی اثنا آپ نے شاہ عنایت اللہ سے خاندان قادریہ میں بیعت کی اور خلافت حاصل کی، پھر اپنے وطن اصلی کلال گو میں ایک سال قیام کیا، بعد ازاں پشاور ہوتے ہوئے لاہور پہونچے، اور نواب شیخ امام الدین کے یہاں ترم یا مرلی بجانے کے کام پر ملازم

(۷)حضرت حاجی حافظ محمود شاہ صاحبؒ، جالندھر (م ۸/ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۱/ نومبر ۱۸۸۸ء)[212]

ہو گئے، لاہور سے آپ سنگھڑ شریف میں حضرت شاہ سلیمان تونسویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے سلسلۂ چشتیہ کی نسبت مع خلافت لے کر کشمیر پہونچے، وہاں ایک درویش سید احمدؒ سے خاندان سہر وردیہ میں بیعت ہوئے اور اجازت ارشاد پا کر جالندھر تشریف لائے ۔یہاں حاجی حافظ محمود صاحبؒ سے سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے، بیعت ہونے کے بعد آپ جمعدار محکمۂ پولیس ہو گئے، پھر ترقی کرتے ہوئے انسپکٹر ہو گئے، پھر حاجی صاحبؒ کے اشارہ پر نوکری چھوڑ دی، حاجی صاحب نے آپ کو خلافت سے مشرف کر کے خلق خدا کی تلقین وہدایت کا حکم دیا، آپ وہاں سے اپنے وطن جہانخیلان میں آ گئے، پہلے مسجد میں قیام فرما کر ذکر واذکار شروع کیا، لیکن گاؤں کے لوگوں نے مذاق اڑایا کہ بزرگ بنتا ہے، ہمارا پیر بننا چاہتا ہے، تو مسجد چھوڑ کر ایک دوسری جگہ قیام فرمایا جو اب کوٹ عبد الخالق کے نام سے مشہور ہے، یہی آپ کا مرکز رشد وہدایت بنا، آپ کے پہلے مرید جناب امام بخش ہوئے ، پھر آپ کا فیض دور دور تک پہونچا، آپ کو حبس دم کی ایسی مشق تھی کہ صبح کو مکھن بادام نوش فرما کر حبس دم کرتے اور دوپہر تک صرف تین سانس لیتے اور اس میں نفی واثبات کیا کرتے تھے، مراقبہ میں بڑا استغراق ہوتا تھا، ایک دفعہ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی مجددی محدث دہلویؒ سرہند تشریف لائے اور خواجہ صاحب کو مراقب دیکھا تو فرمایا کہ مراقبہ اسی کا نام ہے جیسا کہ میاں قادر بخش کرتے ہیں۔

بڑے صاحب کرامات، مکاشفات وتصرفات بزرگ تھے، آپ کا رنگ باطنی کیفیات کے لحاظ سے اکثر بدلتا رہتا تھا، چہرہ کبھی زرد، کبھی سرخ، کبھی سبز، کبھی سفید ہو جایا کرتا تھا، آپ کے مسترشد خاص خواجہ توکل شاہؒ نے دریافت کیا، تو فرمایا:

> "فقیروں کی ایک حالت نہیں ہوتی تھی، نہ وہ ایک حالت پر رہتے ہیں، جس طرح انوار الٰہی برستے ہیں، اسی طرح سالک کی روحانی حالت بدلتی رہتی ہے، انوار الٰہیہ کے مختلف رنگوں پر ہی سالک کے لطائف کے انوار حالت جسمانی سے نمایاں ہوتے ہیں"

مسجد سے متصل حجرہ میں آپ کا قیام رہتا تھا، کمرہ کی چھت گر جانے سے آپ شہید ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، تاریخ وفات ہے:۸/ ذی الحجہ ۱۲۷۲ھ مطابق ۹/ اگست ۱۸۵۶ء، آپ کا مزار مبارک یتیم خانہ خالقیہ کے ہائی اسکول کی پشت پر ایک چار دیواری میں ہے جہاں اور بھی قبریں ہیں (تاریخ مشائخ نقشبندیہ توکلیہ ص ۴۶۰ تا ۴۷۷ مؤلفہ علامہ نور بخش توکلی)

212۔حضرت حاجی صاحبؒ ڈیرہ غازی خان کے رہنے والے تھے، بیس (۲۰) سال کی عمر میں والد صاحب کے ہمراہ سفر حج میں گئے بڑا مشکل سفر کیا، حج سے واپسی پر بمبئی آئے، یہاں آپ کے والد صاحب اور بہن صاحبہ کا انتقال ہو گیا، بمبئی سے ایک ٹھگ کے چکر میں جالندھر آ گئے، یہاں حضرت مولانا محمد شریف صاحب ہوشیار پور سے تشریف لاتے تھے، ان کی خدمت میں حاضر ہوئے ،انہوں نے آپ کو اللہ کا نام بتایا، جب کچھ اثر ظاہر ہوا تو دریافت فرمایا کہ اس سے قبل کس سے مرید ہوئے تھے، اپنے علاقے کے ایک پیر صاحب کا نام بتایا تو فرمایا، نہیں تم ہمارے مرید ہو، تمہیں اللہ کا نام ہم سے پہونچا ہے، پھر آپ ان سے بیعت ہو گئے، اور مقامات سلوک طے کئے، کچھ دنوں کے بعد ہی خلافت سے بھی مشرف فرما دیا، جب ولایت صغریٰ ہی کے مقام پر تھے کہ ایسی طاقت ورنسبت

(۸)حضرت مولانا محمد شریف صاحبؒ قیام: ہوشیار پور، مدفون: سرہند(ولادت ۱۱۹۸ھ / ۱۷۸۴ء۔ وفات ۱۲۶۱ھ / ۱۸۴۵ء)[213]

حاصل ہوگئی تھی کہ توجہ کے وقت سامنے دس بیس آدمی بھی ہوں تو لوٹ پوٹ ہوجاتے تھے، جالندھر کے پیرزادوں نے آپ کو نکالنے کی ہر ممکن کوشش کی، گاؤں والوں کو بہکایا، حقہ پانی بند کیا، اور ظلم وستم کی ہر تاریخ دہرائی، لیکن سرکار دوعالم ﷺ کی طرف سے آپ کو تسلی دی گئی، آپ گاؤں کی آبادی سے نکل کر ایک ویران جگہ پر آکر مقیم ہوگئے، مگر وہاں بھی ان کی سازشوں کا سلسلہ جاری رہا، نتیجہ یہ ہوا کہ باہر کے لوگوں نے آپ سے خوب فائدہ اٹھایا اور گاؤں کے لوگ محروم رہے، آپ کا فیض آپ کے خلفاء کے ذریعہ پہونچا، مریدوں کا شمار نہیں تھا، بے حد حلیم وبردبار تھے، آپ باضابطہ عالم نہ تھے مگر علم لدنی سے حصۂ وافر ملا تھا، فالج کے حملہ میں ۸/ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۱/ نومبر ۱۸۸۸ء کو آپ کی وفات ہوئی، جنازہ میں خلائق کا ہجوم دیدنی تھا۔(تاریخ مشائخ نقشبندیہ توکلیہ ص۴۴۸ تا ۴۵۹ مؤلفہ علامہ نور بخش توکلی)

213 - آپ خاندان غلزیہ سے تعلق رکھتے تھے اور قندھار کے رہنے والے تھے، اپنی والدہ محترمہ کی جانب سے علوی تھے، آپ کی ولادت ۱۱۹۸ھ / ۱۷۸۴ء کو ہوئی، سترہ (۱۷) سال کی عمر میں اپنے والد بزرگوار کی اجازت سے علوم ظاہری کی تحصیل کے لئے سفر اختیار کیا، دوسال کابل میں اور سات (۷) سال پشاور میں رہے، پھر دہلی وارد ہوئے، اور حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، شاہ صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ جس طرح علوم ظاہری کے فاضل ہوگئے ہو، اسی طرح بحر معارف باطنی میں موجزن ہوجاؤ، عرض کیا کہ خوب، لیکن چونکہ ابھی علم ریاضی وغیرہ کا شوق جوش زن تھا، آپ دہلی سے رامپور چلے گئے، اور وہاں مفتی شرف الدین سے استفادہ کیا، وہیں ایک مجذوب سے دوسال دیوان مثنوی مولانا رومؒ پڑھی، پھر وہاں سے بریلی آئے اور یہاں علم تجوید حاصل کیا۔ بیالیس (۴۲) سال کی عمر میں پھر دہلی لوٹ کر آئے، اس وقت حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کا انتقال ہوچکا تھا، شاہ صاحبؒ کے خلیفۂ اعظم حضرت شاہ ابوسعید مجددیؒ سے بیعت ہوئے، اور دوسال رہ کر مقامات سلوک طے کئے، اور ساتوں سلسلے میں تحریری اجازت وخلافت سے سرفراز ہوکر وہاں سے رخصت ہوئے، رخصت کے وقت آپ کے پیر طریق نے پیرہن، دستار، کلاہ اور عصا مبارک عنایت فرمایا، اور چار (۴) باتوں کی وصیت فرمائی: اول مذہب حنفیہ کی کتابوں پر عمل کرنا جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے، دوسرے یہ کہ طلبہ کو باطنی توجہ دینا، تیسرے یہ کہ بغرض دنیا امیروں سے نہ ملنا، چوتھے یہ کہ اغیار کی مجلسوں سے پرہیز رکھنا۔

دہلی سے واپسی کے بعد چند سال مزارات اولیا کے سفر میں گذرے، پھر دہلی تشریف لائے، اور حضرت شیخ کی خدمت میں حاضری دی، دہلی سے جالندھر تشریف لے گئے، وہاں بہت سے لوگ داخل سلسلہ ہوئے، آخر میں ہوشیار پور میں مسجد حافظ جانی مرحوم میں جو مسجد دروازہ گوریاں کے نام سے معروف ہے آپ کا قیام رہا، اشاعت سلسلہ کے لئے بھی آپ کے کئی اسفار ہوئے، کشمیر بھی گئے۔

آپ کو ساتوں سلاسل میں اجازت تھی لیکن توجہ صرف نقشبندیہ مجددیہ کی دیا کرتے تھے، آپ کے حلقۂ توجہ میں بعض اوقات سوسو (۱۰۰) طالب ہوا کرتے تھے، آپ کو کشف بہت ہوتا تھا، طبیعت فیاض پائی تھی، وقت آخر آیا تو مرض الموت میں اپنی

(۹) حضرت زکی القدر شاہ ابو سعید مجددیؒ (ولادت ۱۱۹۶ھ / ۱۷۸۲ء — وفات ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۵ء

(۱۰) حضرت شاہ عبد اللہ المعروف بہ شاہ غلام علی دہلویؒ (ولادت ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۳ء — وفات ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء)

(۱۱) حضرت حبیب اللہ میرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ (ولادت ۱۱۱۱ھ یا ۱۱۱۳ھ / ۱۷۰۰ء یا ۱۷۰۱ء — وفات ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء)

(۱۲) حضرت سید السادات نور محمد بدایونیؒ (م ۱۱۳۵ھ / ۱۷۲۳ء)

(۱۳) قطب العارفین محی السنۃ حضرت خواجہ سیف الدین مجددی سرہندیؒ (ولادت ۱۰۴۹ھ / ۱۶۳۹ء — وفات ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۵ء)

(۱۴) عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ (ولادت ۱۰۰۷ھ م ۱۵۹۹ء — وفات ۱۰۷۹ھ م ۱۶۶۸ء)

(۱۵) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ (ولادت ۹۷۱ھ م ۱۵۶۴ء — وفات ۱۰۳۴ھ م ۱۶۲۴ء)

(۱۶) حضرت خواجہ عبد الباقی محمد رضی الدین باقی باللہؒ (ولادت ۹۷۱ھ م ۱۵۶۴ء — وفات ۱۰۱۲ھ م ۱۶۰۳ء)

(۱۷)- حضرت مولانا خواجگی محمد مقتدیٰ امکنگیؒ (ولادت ۹۱۸ھ / ۱۵۱۲ء — وفات ۱۰۰۸ھ / ۱۶۰۰ء)

تمام چیزیں اپنے خلفاء میں تقسیم فرمادیں، حاجی محمود صاحبؒ بعد میں آئے، حضرت نے فرمایا، آپ کہاں تھے ؟، سب چیزیں ختم ہو گئیں، حاجی صاحبؒ نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ ایک چیز باقی ہے وہ ہے آپ کی ذات گرامی، میرے لئے وہی کافی ہے، حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ تم نے بڑی چیز طلب کی ہے، اچھا ہم تمہارے ساتھ ہی رہیں گے۔

آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ اگر میں بیاس ندی سے جانب غرب انتقال کروں تو مجھے لاہور مقبرہ حضرت داتا گنج بخشؒ کے پاس سپرد خاک کیا جائے، اور ندی کے جانب شرق انتقال ہو تو سرہند شریف میں دفن کیا جائے، چنانچہ آپ نے جانب شرق ہوشیار پور میں ۱۲۶۱ھ / ۱۸۴۵ء میں انتقال فرمایا، اور حسب وصیت آپ کی نعش مبارک سرہند شریف لائی گئی، اور حضرت خواجہ محمد معصوم کے مزار مبارک کے شمال مغرب میں حوض مسجد کے جنوبی کنارے سے ملحق سپرد خاک کیا گیا (تاریخ مشائخ نقشبندیہ توکلیہ ص ۴۴۳ تا ۴۴۷ مؤلفہ علامہ نور بخش توکلی)

(۱۸)- حضرت مولانا درویش محمدؒ (ولادت ۸۴۶ھ م ۱۴۴۳ء - وفات ۹۷۰ھ م ۱۵۶۲ء)

(۱۹)- حضرت مولانا خواجہ محمد زاہد وخشیؒ (ولادت ۸۵۲ھ م ۱۴۴۸ء - وفات ۹۳۶ھ م ۱۵۲۹ء)

(۲۰)- حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرارؒ (ولادت ۸۰۶ھ م ۱۴۰۴ء - وفات ۸۹۵ھ م ۱۴۹۰ء)

(۲۱)- حضرت مولانا یعقوب بن عثمان چرخیؒ (ولادت ۷۶۲ھ م ۱۳۶۰ء - وفات ۸۵۱ھ م ۱۴۴۷ء)

(۲۲)- حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ (وفات ۸۰۲ھ م ۱۴۰۰ء)

(۲۳)- خواجہ خواجگان خواجہ سید محمد بہاء الدین نقشبندؒ (ولادت ۷۱۸ھ م ۱۳۱۸ء — وفات ۷۹۱ھ م ۱۳۸۹ء)

(۲۴)- حضرت خواجہ شمس الدین سید امیر کلالؒ (ولادت ۶۷۶ھ م ۱۲۷۸ء — وفات ۷۷۲ھ م ۱۳۷۰ء)

(۲۵)- حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ (ولادت ۵۹۱ھ م ۱۱۹۵ء — وفات ۷۵۵ھ، ۱۳۵۴ء)

(۲۶)- حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنیؒ (ولادت ۵۹۱ھ م ۱۱۹۴ء، ۱۱۹۵ء - وفات ۷۲۱ھ م ۱۳۲۱ء)

(۲۷)- حضرت خواجہ محمود انجیر فغنویؒ (ولادت ۶۲۷ھ م ۱۲۳۰ء — وفات ۷۱۵ھ / ۷۱۷ھ / ۶۴۳ھ م ۱۳۱۵ء / ۱۳۱۷ء / ۱۲۴۵ء)

(۲۸)- حضرت خواجہ عارف ریوگریؒ (ولادت ۵۵۱ھ م ۱۱۵۶ء — وفات ۷۱۵ھ م ۱۳۱۵ء)

(۲۹)- حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ (ولادت ۴۳۵ھ م ۱۰۴۴ء — وفات ۵۷۵ھ م ۱۱۷۹ء)

(۳۰)- حضرت خواجہ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانیؒ (ولادت ۴۴۰ھ یا ۴۴۱ھ م ۱۰۴۹ء یا ۱۰۵۰ء - وفات ۵۳۵ھ م ۱۱۴۰ء / ۱۱۴۱ء)

(۳۱)- شیخ بو علی فارمدی طوسیؒ (ولادت ۴۰۷ھ / ۴۳۴ھ م ۱۰۱۶ء / ۱۰۴۲ء — وفات ۴۷۷ھ م ۱۰۸۴ء)

(۳۲)- حضرت شیخ ابو القاسم کرگانیؒ (وفات ۴۵۰ھ / ۴۶۹ھ م ۱۰۵۸ء / ۱۰۷۶ء)

(۳۳)- حضرت شیخ ابو الحسن خرقانیؒ (ولادت ۳۵۲ھ م ۹۶۳ء — وفات ۴۲۵ھ م ۱۰۳۳ء / ۱۰۳۴ء)

(۳۴)- سلطان العارفین حضرت بایزید طیفور بن عیسیٰ بسطامیؒ (ولادت ۱۳۶ھ م ۷۵۳ء، ۷۵۴ء — وفات ۲۶۱ھ / ۲۶۹ھ م ۸۷۴ء / ۸۸۳ء)

(۳۵)- حضرت امام جعفر صادقؒ (ولادت ؁۸۰ھ م ؁۶۹۹ء — وفات ؁۱۴۹ھ م ؁۷۶۶ء)

(۳۶)- حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر الصدیقؓ (ولادت ؁۲۴ھ م ؁۶۴۵ء — وفات ؁۱۰۶ھ م ؁۷۲۴ء یا ؁۱۰۸ھ م ؁۷۲۶ء)

(۳۷)- حضرت سلمان فارسیؓ (ولادت ؁۴۰۴ء عام الفیل سے ایک سوستاسی (۱۸۷) سال قبل — وفات ؁۳۳ھ / ؁۳۵ھ / ؁۳۶ھ م ؁۶۵۱ء / ؁۶۵۳ء / ؁۶۵۴ء)

(۳۸)- حضرت امیر المؤمنین سیدنا ابو بکر صدیقؓ (ولادت ؁۳ عام الفیل، ہجرت سے پچاس سال قبل م ؁۵۷۳ء — وفات ؁۱۳ھ م ؁۶۳۴ء)

(۳۹)- سرور دو عالم رحمۃ للعالمین خاتم النبیین ﷺ (ولادت عام الفیل ؁۱، ۹ / ربیع الاول ۵۲ / سال قبل ہجرت م ۲۰ / اپریل ؁۵۷۱ء — وفات ۱۲ / ربیع الاول ؁۱۱ھ م ۷ / جون ؁۶۳۲ء بروز سوموار)

اس طرح یہ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ توکلیہ محبوبیہ اصغریہ بشارتیہ کریمیہ اڑتیس (۳۸) واسطوں سے حضور اکرم سرور دو عالم ﷺ تک منتہی ہوتا ہے (ان تمام تفصیلات کے ساتھ جو سلسلۂ نقشبندیہ کے طریق اول میں ذکر کی گئی ہیں)

اس سلسلہ کے دو منظوم شجرے مطبوعہ ہیں، ایک شجرۂ خورد ہے جو حضرت خواجہ توکل شاہؒ کے دور سے چلا آرہا ہے، اور دوسرا شجرۂ کلاں ہے جو غالباً صوفی عبد الکریم بشارتیؒ کی خانقاہ کا تیار کردہ ہے۔ یہاں بطور برکت و یادگار شجرۂ خورد نقل کیا جاتا ہے:

شجرۂ منظومہ خورد نقشبندیہ مجددیہ توکلیہ محبوبیہ اصغریہ بشارتیہ کریمیہ

رحم کر ہم پر خدا ذات خدا کے واسطے
شافع امت محمد مصطفیٰ کے واسطے
بہر بوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اصحاب کل
اہل بیت حسنین حضرت مصطفیٰ کے واسطے
نفس امارہ کے پھندے سے بچا پروردگار
حضرت صدیق اکبرؓ بوالوفا کے واسطے
الفت حق حب احمدؐ میں رہوں ثابت قدم
حضرت سلمان فارسؓ باخدا کے واسطے
مجھ کو مکروہات دنیاوی سے تو محفوظ رکھ
حضرت قاسمؒ سراج الاولیاء کے واسطے
تشنہ لب ہوں جام وحدت سے مجھے سیر اب کر
جعفر صادقؒ امام الاتقیاء کے واسطے
کر فنا فی اللہ مجھ کو بہر حضرت بایزیدؒ
اس ولیٔ طالب ذات خدا کے واسطے
روز و شب ہو یاد تیری اے کریم کارساز
بوالحسن خرقانیؒ بدرالدجےٰ کے واسطے
مجھ غریب خستہ دل کی دستگیری ہے ضرور
قاسم گرگانیؒ نور الہدیٰ کے واسطے
ہمت عالی عطا فرما مجھے یا ذوالجلال
بوعلیؒ صاحب دل پارسا کے واسطے
کر زلیخا کی طرح سرمست جام بے خودی

خواجہ یوسفؒ ہادئ شمس الضحیٰ کے واسطے

پردۂ چشم بصیرت کھول دے رب کریم

عبد خالق غجدوانیؒ مقتدا کے واسطے

سختئ سکرات کو آسان کرنا اے رحیم

اس محمد عارفؒ صاحب ضیا کے واسطے

گور میری نور سے بھرنا خدائے ذوالکرام

حضرت محمودؒ انجیر اولیاء کے واسطے

کیا عجب گر پرسش منکر نکیر آسان ہو

بو علی رامیتنیؒ بوالعلیٰ کے واسطے

مؤمنوں میں حشر ہو میرا جناب کبریا

بابا سمّاسی محمدؒ خوش ادا کے واسطے

آفتاب حشر میں مجھ پہ ہو سایہ عرش کا

حضرت میر کلالؒ اولیاء کے واسطے

نامۂ اعمال مجھ کو ہاتھ سیدھے میں ملے

شہ بہاؤالدینؒ تاج الاولیاء کے واسطے

پلۂ نیکی ہو سنگی عدل کے میزان میں

شہ علاء الدینؒ شمس الاولیاء کے واسطے

عیب پوشی حشر میں کرنا مری ستار تو

خواجۂ یعقوب چرخیؒ باوفا کے واسطے

برق کی مانند طے ہو جائے راہ پل صراط

شہ عبیداللہ احرار اولیاءؒ کے واسطے

جام کوثر دے پلا دست محمدؐ سے مجھے

اس محمد زاہدؒ صاحب رضا کے واسطے
اورہوں فردوس میں ہمسایۂ حضرت نبیؐ
خواجہ درویش محمدؒ پرضیا کے واسطے
ہووے اہل اللہ میں یارب وہاں میرا شمار
خواجہ امکنگی ولیؒ صاحب شفا کے واسطے
بعداس کے ہووہاں دیدار رب مجھ کونصیب
باقیؒ باللہؒ مقبول الدعا کے واسطے
آتش دوزخ کاہومجھ کونہ کچھ خوف وخطر
شہ مجدد الف ثانیؒ ذوالعطا کے واسطے
دین ودنیامیں مجھےخوشحال رکھنااے خدا
حضرت معصومؒ مرشدرہنماکے واسطے
کرزباں کوسیف میری قلب کوپرنورکر
خواجہ سیف الدینؒ تاج الاتقیاکے واسطے
اتباع شرع میں ثابت قدم رکھنامجھے
خواجہ عابدؒ نقشبندی پارساکے واسطے
نوردل سے ہوبدن روشن میرافانوس واد
شہ محمد محسنؒ نورالھدیٰ کے واسطے
نورعرفاں سے میرادل کرمنور اے خدا
حضرت نور محمدؒ اولیاء کے واسطے
جو میری اولاد ہوسب ہو تقی وپارسا
میرزائے جان جاناںؒ پیشواکے واسطے
باب رحمت کھول دے مجھ پرخداوندغفور

شہ غلام باعلیؒ صاحب ہدا کے واسطے
ذکر حق ہو روز و شب مونس میرا اے ذوالمنن
بوسعیدؒ اولیاء نجم الہدیٰ کے واسطے
جز خیال نور حق کچھ دل میں گنجائش نہ ہو
شاہ مولانا شریف الاولیاءؒ کے واسطے
حافظ حاجی محمد شاہ محمود اللقبؒ
آرزو برلا میری اس پارسا کے واسطے
شاہ قادر بخشؒ خواجہ خواجگاں حق کے شہید
بخش دے مجھ کو خدا اس مقتدا کے واسطے
تیرے در پر آپڑا ہوں اپنا کر لے اب مجھے
شہ توکل شاہؒ پیر رہنما کے واسطے
دو جہاں کی کل مرادیں میری برلا اے خدا
خواجۂ محبوب عالمؒ پیشوا کے واسطے
اپنے بندوں میں مجھے مقبول کرنا اے خدا
خواجۂ اصغر علیؒ نور الہدیٰ کے واسطے
مبتدی ہوں کر میری تکمیل اے رب رحیم
عاجز و مسکیں بشارتؒ با حیا کے واسطے
رکھ نظر مجھ پر کرم کی تو ہمیشہ اے کریم
صوفی عبد الکریمؒ باصفا کے واسطے
حشر کے دن رحم کرنا میرے حال زار پر
صوفئ نور محمدؒ بے ریا کے واسطے[214]

---حواشی---

214 ۔وسیلۂ نجات ص ۲ تا ۴ شجرۂ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ توکلیہ بشارتیہ کریمیہ، البتہ اس میں اخیر کا ایک شعر اس حقیر نے اضافہ کیا ہے

چشم دل کو معرفت کے نور سے معمور کر
حضرت احمد حسنؒ صاحب ضیا کے واسطے

----

(۸)

سلسلۂ شاذلیہ

تعارف، افکار وتعلیمات اور خصوصیات

سلسلۂ شاذلیہ اسلامی تاریخ کے مشہور بزرگ حضرت شیخ ابوالحسن علی شاذلیؒ (ولادت: ۵۷۱ھ یا ۵۹۳ھ / ۱۱۷۵ء یا ۱۱۹۷ء — وفات: ۲۰ / ذی قعدہ ۶۵۶ھ مطابق ۱۸ / نومبر ۱۲۵۸ء)[215] کی طرف

---- حواشی ---

215 ۔ حضرت شیخ ابوالحسن شاذلیؒ کی ولادت مغربی مراکش کے علاقہ غمارہ میں ۵۷۱ھ یا ۵۹۱ھ / ۱۱۷۵ء یا ۱۱۹۵ء میں ہوئی، صاحب طبقات الشاذلیۃ الکبریٰ نے اول الذکر تاریخ کو درست قرار دیا ہے، اس وقت وہاں مؤحدین کی حکومت تھی، آپ حسنی النسب تھے ، اٹھارہویں پشت میں آپ کا نسب حضرت امام حسنؓ تک پہونچتا ہے، شجرۂ نسب یہ ہے: ابوالحسن علی بن عبد اللہ بن عبد الجبار بن تمیم بن ھرمز بن حاتم بن قصی بن یوسف بن یوشع بن ورد بن بطال بن علی بن احمد بن محمد بن عیسیٰ بن ادریس ابن عبد اللہ بن الحسن المثنیٰ بن الحسن ابن امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالبؓ۔

شجرۂ نسب میں تھوڑا اختلاف ہے لیکن مذکورہ بالا شجرہ زیادہ معروف اور مستند ہے۔

درسیات کی تعلیم فقہ مالکی کے مطابق اپنے وطن میں حاصل کی، فقہ و عربی ادب کے اساتذہ میں شیخ نجم الدین اصفہانیؒ اور علم الاخلاق کے اساتذہ میں صوفی کبیر عبد اللہ بن ابوالحسن بن حرازم تلمیذ رشید سید ابو مدین غوث خاص طور پر قابل ذکر ہیں، آپ کا شمار فقہاء مالکیہ میں ہوتا ہے، علم باطن کے لئے آپ نے تطوان کا سفر کیا، اور جبل عالم میں حضرت شیخ عبد السلام بن مشیشؒ (م ۶۲۵ھ / ۱۲۲۸ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے، جن کی رہنمائی آپ کو حضرت شیخ ابوالفتح واسطیؒ نے کی تھی ، وہ مغارہ کے پہاڑ پر رہتے تھے، آپ نے حضرت ابن مشیشؒ کی صحبت میں رہ کر علم باطن میں کمال حاصل کیا، تکمیل سلوک کے بعد اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے اور حضرت شیخ ابن مشیشؒ کے حکم پر شاذلہ کی طرف رخت سفر باندھا، شاذلہ تیونس میں واقع ہے، اس علاقے میں قیام کی نسبت سے آپ شاذلی کی نسبت سے مشہور ہوئے، یہاں زہد وریاضت کے بعد آپ نے ۶۲۵ھ / ۱۲۲۸ء میں تیونس میں ایک

روحانی خانقاہ قائم کی، یہ وہ دور ہے جب حفصی سلطنت کا بانی ابوزکریا گورنر کی حیثیت سے تیونس آیا تھا، وہ شیخ ابوالحسنؒ سے خاص ارادت رکھتا تھا، آپ کی خانقاہ کا فیض یہاں بہت عام ہوا، اور عوام وخواص اور طبقۂ امراء سب متاثر ہوئے، آپ کی بے پناہ مقبولیت نے آپ کے بہت سے حاسدین بھی پیدا کر دیئے، آپ کو بڑی اذیتیں دی گئیں، اور لوگوں کو آپ سے ملنے سے روکا گیا، بالآخر ۶۴۲ھ / ۱۲۴۴ء میں آپ نے وہاں سے مصر کا رخ کیا، لیکن حاسدین نے ان کے اسکندریہ پہونچنے سے قبل ہی بادشاہ مصر اور اسکندریہ کے لوگوں تک یہ خبر پہونچا دی تھی کہ ایک زندیق آپ کے ملک میں آرہا ہے، جس کو ہم نے اپنے ملک سے نکال دیا ہے، اس نے کچھ جنات مسخر کر رکھے ہیں، چنانچہ وہاں بھی اذیتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا، اور آخر ایک دن ایک مجرم کی حیثیت سے آپ کو بادشاہ مصر کے حضور پیش کیا گیا، لیکن بادشاہ آپ کے علم اور روحانیت سے متاثر ہوا، اور باعزت اسکندریہ واپس بھیج دیا، پھر بذات خود آپ سے ملنے کے لئے اسکندریہ حاضر ہوا، جس سے پوری صورت حال ہی تبدیل ہو گئی، بادشاہ کو بتایا گیا تھا کہ آپ کو علم کیمیا حاصل ہے، اس نے کیمیا حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی، تو شیخ نے کہا "ہمارا کیمیا تقویٰ ہے، تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اللہ پاک تمہیں وہ علم بخشیں گے کہ جو تم کرنا چاہو گے ہو جائے گا، بادشاہ اس جواب سے متاثر ہوا اور آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گیا، اس نے اسکندریہ میں آپ کے نام بیش قیمت اراضی وقف کی، اور آپ نے یہاں باقاعدہ ایک خانقاہ کی بنیاد رکھی، تیونس کی طرح مصر میں بھی آپ کو کافی پذیرائی حاصل ہوئی، عوام کے علاوہ بڑے بڑے علماء وامراء حلقۂ عقیدت میں داخل ہوئے، شیخ عزالدین بن عبدالسلام (۵۷۷ھ / ۱۱۸۱ء - ۶۶۰ھ / ۱۲۶۲ء)، شیخ علی بن دقیق العیدؒ (۶۴۱ھ / ۱۲۴۴ء - ۶۸۵ھ / ۱۲۸۶ء)، شافعی محدث شیخ عبدالعظیم منذری (۵۸۱ھ / ۱۱۸۵ء - ۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء)، ابن الصلاح، ابوالحسن ابن عصفور الحضرمی الاشبیلی (۵۹۷ھ / ۱۲۰۰ء - ۶۶۹ھ / ۱۲۷۱ء)، ابن الحاجبؒ (۵۷۰ھ / ۱۱۷۳ء - ۶۴۶ھ / ۱۲۴۹ء) اور شیخ شمس الدین اصفہانیؒ جیسے مشائخ آپ کے دامن تربیت سے وابستہ ہوئے۔

ابن دقیق العید فرماتے تھے کہ میں نے شیخ ابوالحسن شاذلیؒ سے بڑا عارف کسی کو نہیں دیکھا، لیکن اسکے باوجود لوگوں نے ان کو بہت ستایا، اپنے وطن سے نکلنے پر مجبور کیا، اور ہجرت کے بعد بھی سازشیں کیں۔

شیخ نہ صرف مجاہدۂ نفس پر زور دیتے تھے بلکہ عملاً جہاد میں بھی شریک ہوئے، آپ نے مصری سپاہ کے ہمراہ منصورہ کی جنگ میں عملی طور پر شرکت کی، یہ جنگ بنیادی طور پر فرانس کے سینٹ لوئس کی زیر قیادت ساتویں صلیبی جنگ تھی ۔۔۔ کئی بار سعادت حج سے بہرہ ور ہوئے۔

شیخ ابوالحسن شاذلیؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے شیخ کون ہیں؟ فرمایا ماضی میں میرے شیخ حضرت عبدالسلام بن مشیش تھے لیکن آج کل دس سمندر سے پانی پی رہا ہوں، پانچ آسمانی اور پانچ زمینی۔

شیخ کی وفات تریسٹھ سال کی عمر میں ۲۰ / ذی قعدہ ۶۵۶ھ مطابق ۱۸ / نومبر ۱۲۵۸ء کو ہوئی، آپ حج کے ارادے سے مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہوئے تھے، کہ راستے میں بیمار پڑ گئے، اور بحیرۂ احمر کے قریب مصر کے مشرقی صحراء "عیذاب" میں حمیثرا کے قریب وفات پا گئے۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔

کہا جاتا ہے کہ وہاں ایک کھارا کنواں تھا جو آپ کی برکت سے میٹھا ہو گیا، آپ نے بوقت وفات اپنے اصحاب کو حزب البحر پڑھنے کی تاکید کی اور فرمایا کہ اس میں اسم اعظم ہے، اور شیخ ابوالعباس المرسی کو اپنا جانشین مقرر کیا۔

منسوب ہے، اس کا آغاز ساتویں صدی ہجری میں تیونس اور اسکندریہ مصر میں ہوا، اور آہستہ آہستہ پورے بساط عالم میں پھیل گیا۔

سلسلۂ شاذلیہ کی مقبولیت - خصوصیات و امتیازات

حزب البحر اور دلائل الخیرات

☆اس سلسلے میں بہت جذب اور تاثیر ہے، اس لئے ارباب معرفت کے یہاں بے حد مقبول ہے، خاص طور پر اس کی حزب البحر اور دلائل الخیرات کو بڑی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی، ہر سلسلہ کے اکابر نے اس کو اپنے معمولات کا حصہ بنایا، اس طرح سلسلۂ شاذلیہ کا فیض ہر سلسلہ کو پہونچا، یہ وہ خصوصیت ہے جو اس کو تمام سلاسل میں ممتاز کرتی ہے۔

فقہ اور تصوف کا امتزاج

☆ابتدائی شاذلی صوفیاء تصوف کے ساتھ اسلام کے قانونی اور کلامی مباحث میں بھی خاص دلچسپی لیتے تھے، وہ امام ابو الحسن اشعریؒ (م ۳۲۴؁ھ مطابق ۹۳۵؁ء) کے ساتھ امام غزالیؒ (م ۵۰۵؁ھ / ۱۱۶۱؁ء) کے نقطۂ نظر کو بھی پیش نظر رکھتے تھے، خصوصاً وہ توجیہات اور اضافے جو امام غزالیؒ نے اشعری نظام فکر میں کئے تھے۔

شیخ نے باقاعدہ کوئی کتاب تصنیف نہیں کی، لیکن آپ کے جو اقوال و معارف مختلف کتابوں میں نقل کئے گئے ہیں ان سے آپ کے گہرے علم اور بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے، آپ کے اکثر اقوال قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں، جو بے حد عارفانہ اور انسانی زندگی کے لئے مینارۂ نور ہیں، علاوہ آپ نے چند احزاب مرتب کئے تھے جو کہ قرآنی آیات پر مشتمل ہیں، ان میں سے حزب البحر اور حزب الانوار خاص طور پر قابل ذکر ہیں، یہ احزاب سلسلۂ شاذلیہ کے پیروکاروں میں خاص طور پر مقبول ہیں، کئی مشائخ نے ان کی شروحات بھی لکھی ہیں، ان احزاب و اوراد کا بنیادی موضوع خدا کی وحدانیت کا اثبات ہے، تمام مسلمان چاہے وہ روحانی طور پر کسی درجہ پر فائز ہوں ان اوراد سے مستفید ہوتے ہیں (طبقات الشاذلیۃ الکبریٰ (المسمّیٰ جامع الکرامات العلیۃ فی طبقات السادۃ الشاذلیۃ) ص ۱۹ تا ۵۹، مؤلفہ ابو علی الحسن بن- محمد بن قاسم الکوھن الفاسی المغربی (م ۱۳۴۷؁ھ / ۱۹۲۸؁ء)، تحقیق و تحشیہ: محمد علی، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۶؁ھ / ۲۰۰۵؁ء ☆بعض چیزیں انجمن ضیاء طیبہ ڈاٹ کام سے بھی لی گئی ہیں)

توحید، اسماء حسنیٰ اور وحدۃ الوجود

☆شیخ ابوالحسن شاذلیؒ نے اپنے طریقہ کی بنیاد خاص طور پر نظریۂ توحید پر رکھی ،اور اس کا مقصد ذات الٰہی کا عرفان تھا، جس کے لئے وہ عقل اور نزہت روح کے اوپر خصوصی توجہ دیتے تھے، معرفت کے حصول کے لئے وہ شریعت کو بنیادی وسیلہ قرار دیتے تھے، عقیدہ کے لحاظ سے ان کے یہاں اشعری نظام عقائد کو رہنما حیثیت حاصل تھی۔

شیخ اکبر ابن عربیؒ اوران کے ناقدین کے بارے میں شاذلیہ کا رویہ

شیخ ابوالحسن شاذلیؒ اپنے ہم عصر حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربیؒ (م ۶۳۸ھ / ۱۲۴۰ء) کے نظریۂ وحدۃ الوجود کے برعکس ذکر اسماء الحسنیٰ کو روحانی ارتقاء کا اہم ترین ذریعہ سمجھتے تھے، شیخ ابوالحسن شاذلیؒ عقیدہ کی تصحیح پر سب سے زیادہ زور دیتے تھے۔۔۔۔

لیکن وہیں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ شاذلی مشائخ نے شیخ اکبر ابن عربیؒ کا دفاع کیا ہے، اوران کے خلاف لکھنے والوں خصوصاً علامہ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ / ۱۳۲۸ء) کی تردید کی ہے ، شیخ ابن العربیؒ شیخ ابوالحسن شاذلیؒ کے معاصر تھے، گوکہ ان دونوں مشائخ کی باہم ملاقات پر کوئی تاریخی ثبوت موجود نہیں ہے، تاہم شیخ اکبر کے شاگرد صدرالدین محمد قونویؒ (م ۶۷۳ھ / ۱۲۷۵ء) مصر میں شیخ ابوالحسن شاذلیؒ سے ملاقات کے لئے آئے تھے، اوروہ اپنے استاذ شیخ اکبرؒ کے نظریۂ وحدۃ الوجود کے حامی تھے، اس موضوع پر ان کی کئی تصانیف موجود ہیں[216]۔

محسوس یہ ہوتا ہے کہ شاذلی مشائخ اس بارے میں بہت زیادہ محتاط ہیں، شیخ ابن العربیؒ کے بارے میں وہ کوئی بھی رائے دینے سے اجتناب کرتے ہیں، وہ شیخ کے خلاف کسی قسم کی بحث کی بھی تائید نہیں کرتے، شیخ احمد زروقؒ (م ۸۹۹ھ / ۱۴۹۳ء) نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ "شیخ اکبرؒ کے کلام میں بہت زیادہ مبہمات پائے جاتے ہیں، لہٰذا اس بات کا امکان ہے کہ عام آدمی ان کو نہ سمجھ پائے اور گمراہی کا شکار ہو جائے، جبکہ دوسری طرف شیخ اکبرؒ پر تنقید و تنقیص کی صورت میں اس بات کا قوی امکان ہے کہ

۔۔۔حواشی۔۔۔

216 ۔الکواکب الدریۃ للمناویؒ ج ۲ ص ۱۹۳-۱۹۶

ابن عربیؒ کے بارے میں غلط رائے قائم کرے جبکہ ان کا مقام اس سے بہت بلند ہے جس کی طرف ان کے مخالفین اشارہ کرتے ہیں"۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین شاذلیہ کے یہاں تصور توحید اوراس کا شعور بہت حد تک شیخ ابن عربیؒ کے نظریۂ توحید کے مماثل ہے، گو کہ وہ اس کا اظہار زبان وبیان کے بجائے ذوق ووجدان سے کرتے ہیں، شیخ ابوالحسن شاذلیؒ فرماتے تھے کہ میرے شیخ حضرت عبدالسلام ابن مشیشؒ (م ۶۲۲ھ یا ۶۲۵ھ / ۱۲۲۵ء یا ۱۲۲۸ء)[217] نے مجھے وصیت کی تھی کہ:

"اپنی بصارت ایمان کو جلا بخشو تاکہ تم اللہ کو پاسکو ہر شے میں ،ہر شے کے پاس، ہر شے کے ساتھ ،اور ہر شے کے قریب، اس کی ذات نے احاطہ کیاہوا ہے ہر شے کا ، قرآن کریم میں ہے "الاول والآخر والظاھر والباطن" (الحدید:۳)[218]

یہی وجہ ہے کہ شاذلیہ نے شیخ ابن عربیؒ کی تعلیمات کی نہ کبھی تردید کی، اور نہ ہی اس کی تبلیغ کی ، تاہم اگر کسی نے شیخ اکبر پر تنقید کی تو اس کو ناپسند کیا، شیخ ابن عطاء اللہ اسکندریؒ کا علامہ ابن تیمیہؒ (جو شیخ اکبرؒ کے نظریات کے بڑے نقاد تھے) کے ساتھ قاہرہ کے قلعہ میں مناظرہ اس سلسلے کی اہم کڑی ہے ، ابن عطاء اللہؒ نے شیخ اکبرؒ کا دفاع کیا، اوراس بات پر زور دیا کہ ابن تیمیہؒ کا فہم دین صرف الفاظ کے ظاہری

---حواشی---

217 ۔قطب دائرۃ المحققین حضرت سیدنا ومولانا عبدالسلام ابن مشیش ابن ابو بکر الحسنی الادریسی سلسلۂ شاذلیہ کے سب سے بڑے مصدر فیض ہیں، یہ حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی کے پیر طریق اور ایک بڑے عالم ربانی ہیں، بے شمار کرامات وواقعات آپ سے منسوب ہیں، رمضان المبارک کے مہینے میں دن میں ماں کا دودھ نہیں پیتے تھے، آپ کی فضلیت کے لئے یہی بہت کافی ہے کہ آپ تین بڑے اقطاب :سید ابراہیم الدسوقیؒ، سید احمد البدویؒ، اور سید ابوالحسن الشاذلیؒ کے استاذ ہیں ،آپ کو مغرب میں وہی درجہ حاصل ہے جو مصر میں حضرت امام شافعیؒ کا تھا، آپ نے ۶۲۲ھ یا ۶۲۵ھ / ۱۲۲۵ء یا ۱۲۲۸ء میں شہادت کی موت پائی، ابن ابی الطواحن نے آپ کو قتل کر دیا تھا، تطوان کے سرحد پر جبل الاعلام کے پاس آپ کا مزار مرجع خلائق ہے (طبقات الشاذلیۃ الکبریٰ المسمیٰ جامع الکرامات العلیۃ فی طبقات السادۃ الشاذلیۃ ص ۵۹، ۶۰ مؤلفہ ابو علی الحسن بن۔محمد بن قاسم الکوھن الفاسی المغربی (م ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۸ء)، تحقیق وتحشیہ: محمد علی، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء)

218 ۔طبقات الشاذلیۃ الکبریٰ (المسمیٰ جامع الکرامات العلیۃ فی طبقات السادۃ الشاذلیۃ) ص ۳۵، مؤلفہ ابو علی الحسن بن۔محمد بن قاسم الکوھن الفاسی المغربی (م ۱۳۴۷ھ /)، تحقیق وتحشیہ: محمد علی، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء

معانی پر مبنی ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے شیخ ابوالحسن شاذلیؒ کی کتاب "حزب البحر" کا بھی رد لکھا تھا، اس بات کا ذکر شیخ احمد زروقؒ نے شرح حزب البحر میں کیا ہے، زروقؒ نے ابن تیمیہ کے رد کو نا قابل اعتنا قرار دیا ہے، اور لکھا ہے کہ ابن تیمیہ اپنے حفظ واتقان کے حوالے سے ایک مسلم شخصیت کے مالک ضرور ہیں، لیکن ان کے عقیدہ پر طعن کیا گیا ہے، اور عقلی لحاظ سے اس میں کئی نقائص موجود ہیں۔

لیکن متأخرین شاذلیہ کے یہاں ابن تیمیہؒ کے تعلق سے بعد اور شدت میں تخفیف پیدا ہوئی، مثلاً شیخ محمد بن علی سنوسیؒ (۱۷۸۷ء-۱۸۵۹ء)، جو شیخ احمد بن ادریسؒ (م ۱۲۵۳ھ / ۱۸۳۷ء) کے طریقۂ محمدیہ سے منسلک تھے، جو کہ شاذلیہ کی ہی ایک شاخ شمار کی جاتی ہے، یہ دونوں حضرات ایک طرف ابن عربیؒ کو اپنے مشائخ میں شمار کرتے ہیں، تو دوسری طرف ابن تیمیہؒ کی عظمت کے بھی قائل ہیں اور ان کے علوم سے استفادہ کرتے ہیں[219]۔

ذات رسالت مآب ﷺ سے رابطہ اور فنائیت

☆سلسلۂ شاذلیہ میں توحید ومعرفت کے ساتھ فنافی الرسول کی بھی بڑی اہمیت ہے، احزاب شاذلیہ، قصیدہ بردہ، دلائل الخیرات وغیرہ کے مطالعہ سے یہ بات مزید آشکارا ہو جاتی ہے، شیخ ابوالحسن مرسیؒ سے منقول ہے کہ:

> "چالیس برس سے ایک لمحہ کے لئے رسول اللہ ﷺ میری نظروں سے پوشیدہ نہیں ہوئے، اور اگر وہ ایک لمحہ کے لئے بھی میری آنکھوں سے اوجھل ہو جائیں تو میں خود کو مسلمانوں میں شمار نہ کروں"[220]

---حواشی---

219 ۔ قواعد التصوف ص ۴۸ مؤلفہ شیخ احمد زروق، تحقیق: ابراہیم الیعقوبی، مطبعۃ الملاح، ۱۹۶۸ء، ☆شرح حزب البحر ص ۳۴ مؤلفہ شیخ احمد زروق، تحقیق احمد فرید المزیدی، ناشر: دار جوامع الکلم قاہرہ۔ ماخوذ از الاحسان، شعبۂ علوم اسلامیہ وعربی، شمارہ نمبر ا گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد ص ۱۵۲ تا ۱۶۴ مقالہ نگار: ڈاکٹر غلام شمس الرحمن ایسوی ایٹ پروفیسر شعبۂ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

220 ۔ طبقات الشاذلیۃ الکبریٰ ص ۶۸، مؤلفہ ابو علی الحسن بن محمد الفاسی الکوھن،

اتباع شریعت اور طریقت و شریعت کا امتزاج

☆اس سلسلہ کا ایک بڑا امتیاز یہ ہے کہ جذب کے مقابلے میں اتباع شریعت کو اور سکر کے بجائے صحو کو اہمیت دی جاتی ہے۔ شیخ ابو الحسنؒ کے نزدیک طریقت و شریعت کو جمع کرنے ہی کا نام ایمان ہے۔ کشف و مشاہدہ شریعت کے مقابلے میں معتبر نہیں، اس لئے کہ کتاب و سنت کی عصمت و تقدیس کی ضمانت اللہ پاک نے دی ہے، جب کہ کشف والہام کے صحیح ہونے کی ضمانت اللہ پاک نے نہیں دی ہے۔

شیخ یہ بھی فرماتے تھے کہ جو فقیر پنج وقتہ نماز باجماعت کا پابند نہ ہو اس کا کوئی مقام نہیں ہے۔

نیز کہتے تھے کہ مسلمانوں کی جماعت (سواد اعظم) کے ساتھ رہو خواہ وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو، اور انفرادی آراء پر عمل نہ کرو[221]۔

شریعت کو بہت زیادہ اہمیت دینے کی بنا پر فقہاء و محدثین کے یہاں اس سلسلہ کو بڑی قبولیت حاصل ہوئی۔

اوراد ماثورہ کا اہتمام

☆اس سلسلہ کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے اکثر اوراد و وظائف اور معمولات قرآن کریم اور سنت نبویہ سے ماخوذ ہیں، غیر ماثور دعائیں اس سلسلے میں بہت کم ملتی ہیں۔

عام طرز زندگی کی روش

☆اس سلسلہ کے سالکین کا کوئی امتیازی خرقہ یا لباس نہیں ہے، اس کے اکابر ہمیشہ عام لوگوں کی طرح زندگی گذارتے ہیں، خود شیخ ابو الحسن شاذلیؒ بہت نفیس لباس زیب تن فرماتے تھے۔

یہ حضرات دنیاوی زندگی سے بھاگ کر مشاہداتی زندگی کی طرف نہیں آئے تھے بلکہ معاشرہ میں رہتے ہوئے اپنی زندگی کے معمولات بجالاتے تھے، اور اسی کے ساتھ وہ روحانی مشاہدہ و مراقبہ بھی کرتے تھے، شاذلیہ کے یہاں یہ طریقہ عہد نبوی کے معاشرہ سے ماخوذ ہے، جہاں مسلمان بغیر کسی امتیازی

---- حواشی --

221 - طبقات الشاذلیۃ الکبریٰ (المسمیٰ جامع الکرامات العلیۃ فی طبقات السادۃ الشاذلیۃ) ص ۲۲، ۲۵، مؤلفہ ابو علی الحسن بن-محمد بن قاسم الکوھن الفاسی المغربی (م ۱۳۴۷ھ /)، تحقیق و تحشیہ: محمد علی، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء

نشانات کے عام زندگی گذارتے تھے ،اوروزمرہ کے سماجی امور کی بجاآوری کے ساتھ ساتھ روحانی ارتقاکے لئے ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے[222]۔

شیخ ابوالحسن شاذلیؒ کا قول ہے کہ شیخ وہ ہے جو تمہارے لئے راحت کا سامان پیدا کرے نہ کہ تھکاوٹ کا،اس لئے کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

یسروا ولاتعسروا[223]

شیخ ابوالحسنؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کا مطلب اپنے پیر طریق شیخ عبدالسلام ابن مشیشؒ سے دریافت کیاتوانہوں نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ لوگوں کواللہ کی طرف رہنمائی کرواس کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف انہیں راغب نہ کرو"[224]

اسقاط تدبیر

☆شاذلیہ کے یہاں ایک اہم ترین صوفیانہ ریاضت اسقاط تدبیر ہے،ابن عطاء اللہ اسکندریؒ نے اس موضوع پر مستقل کتاب تحریر کی ہے:التنویر فی اسقاط التدبیر "اسقاط تدبیر کا مطلب حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی کے الفاظ میں یہ ہے کہ "کوئی عالم اس وقت تک مقام علم میں مکمل نہیں ہوسکتا،جب تک وہ چارآزمائشوں میں نہ ڈالا جائے:

۱-دشمنوں کا گالی دینا،۲-دوستوں کاملامت کرنا،۳-جاہلوں کا طعنہ دینا،۴-علماء کا حسد کرنا[225]۔

-----حواشی--

222 - الاحسان، شعبۂ علوم اسلامیہ وعربی، شمارہ نمبر۱ گورنمنٹ کالج یونیورسیٹی، فیصل آباد ص ۱۵۲ تا ۱۶۴ مقالہ نگار: ڈاکٹر غلام شمس الرحمن ایسوی ایٹ پروفیسر شعبۂ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریایونیورسیٹی، ملتان۔

223 - صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب بیان ان کل مسکر خمر---حدیث نمبر: ۵۲۱۶

224 -لطائف المنن فی مناقب الشیخ ابی العباس وشیخہ ابی الحسن، للشیخ تاج الدین بن عطاء اللہ احمد بن محمد الشاذلی الاسکندریؒ (م ۷۰۹ھ)ص ۲۵۴،۲۵۵

225 --طبقات الشاذلیۃ الکبریٰ (المسمیٰ جامع الکرامات العلیۃ فی طبقات السادۃ الشاذلیۃ) ص ۴۲، مؤلفہ ابو علی الحسن بن-محمد بن قاسم الکوھن الفاسی المغربی(م ۱۳۴۷ھ /)، تحقیق وتحشیہ: محمد علی، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء

سلسلۃ الذہب۔سلسلۂ قطبیت

حضرت شیخ ابن مشیشؒ نے اللہ پاک سے یہ دعا مانگی تھی کہ قطب میرے گھر (خاندان شاذلیہ)میں پیدا فرما، اورآپ کی یہ دعا قبول کی گئی[226] چنانچہ ہر دور میں قطبیت اس سلسلہ میں موجود رہی ہے۔

☆حضرت شیخ ابن مشیشؒ کا قول ہے کہ قطب کی پندرہ (۱۵)علامات ہیں ،اگر کوئی قطبیت کا مدعی ہو، تو ان علامات کو ظاہر کرنا چاہئے[227]۔

اصول خمسہ

☆شیخ ابوالحسن شاذلی کی تعلیمات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس طریقہ کے مشائخ نے اس کی تعلیمات کے پانچ (۵) بنیادی اصول بیان کئے ہیں، جن کو سلسلۂ شاذلیہ کے "اصول خمسہ " کہا جاتا ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱-ظاہر و باطن دونوں میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنا

۲-اقوال اور افعال دونوں میں سنت کی اتباع کرنا۔

۳-توجہ اور عدم توجہ ہر دو صورت میں مخلوق سے اعراض کرنا

۴- قلیل اور کثیر ہر دو صورت میں اللہ سے راضی رہنا۔

۵-خوشحالی اور تنگی ہر حالت میں اللہ کی طرف رجوع کرنا[228]۔

---حواشی---

226 - طبقات الشاذلیۃ الکبریٰ (المسمیّٰ جامع الکرامات العلیۃ فی طبقات السادۃ الشاذلیۃ)ص ۴۰،مؤلفہ ابوعلی الحسن بن-محمد بن قاسم الکوھن الفاسی المغربی(م ۱۳۴۷ھ /)، تحقیق وتحشیہ: محمد علی، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء

227 - طبقات الشاذلیۃ الکبریٰ (المسمیّٰ جامع الکرامات العلیۃ فی طبقات السادۃ الشاذلیۃ)ص ۲۷،مؤلفہ ابوعلی الحسن بن-محمد بن قاسم الکوھن الفاسی المغربی(م ۱۳۴۷ھ /)، تحقیق وتحشیہ: محمد علی، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء

228 - الاحسان، شعبۂ علوم اسلامیہ و عربی، شمارہ نمبر ا گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد ص ۱۵۲ تا ۱۶۴ مقالہ نگار: ڈاکٹر غلام شمس الرحمن ایسوی ایٹ پروفیسر شعبۂ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔ بحوالہ اصول الطریقۃ شیخ احمد زروق۔

سلسلۂ شاذلیہ کی پچیس (۲۵) اہم خصوصیات

☆صاحب طبقات الشاذلیۃ علامہ الکوہن الفاسیؒ نے عارف ربانی ابوعبداللہ محمد بن محمد المدغری الحاجی الفاسیؒ کی ایک تالیف لطیف کے حوالے سے سلسلۂ شاذلیۃ کی پچیس (۲۵) خصوصیات تحریر کی ہیں، وہ اختصار کے ساتھ درج ذیل ہیں:

۱- اکابر شاذلیہ کے اسماء گرامی لوح محفوظ میں موجود ہیں۔

۲- اس سلسلہ کا مجذوب بھی حالت صحو میں ہوتا ہے، کبھی مغلوب الحال نہیں ہوتا۔

۳- ہر دور میں قطب سلسلۂ شاذلیہ ہی سے ہوتے ہیں۔

۴- ان کی نسبت سلب سے محفوظ ہوتی ہے۔

۵- یہاں مرید کو اسم اعظم کی تلقین کی جاتی ہے، اور یہی اسم ذات بھی ہے، اسی لئے شاذلی کو ذاتی بھی کہا جاتا ہے۔

۶- اس کے شیخ تربیت کا فیض کبھی منقطع نہیں ہوتا۔

۷- کسی ولی کی ولایت اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتی جب تک کہ اس کا اختتام طریق شاذلیہ پر نہ ہو۔

۸- اس کے باطنی مقامات کی بنیاد اسی توحید خالص پر ہے جس پر صحابہ کا علم باطن مبنی تھا۔

۹- یہاں مبتدی بھی سلسلہ میں داخل ہوتے ہی حالت بیداری میں زیارت نبوی سے مشرف ہوجاتا ہے، بشرطیکہ صدق نیت اور خلوص کے ساتھ داخل ہو، اور مقامات کی ترقی کے ساتھ اس میں دوام پیدا ہوتا ہے، یہ اس سلسلہ کی بڑی خصوصیت ہے۔

۱۰- مشرق و مغرب کے جملہ علماء و اولیاء ہر دور میں اس سلسلہ کے مداح و معترف رہے ہیں۔

۱۱- اہل دیوان ہمیشہ شاذلی اکابر میں سے ہوتے ہیں، اس لئے کہ یہ سلب اور سوء خاتمہ سے محفوظ ہیں۔

۱۲- مرید اگر اس سلسلہ میں پوری یکسوئی اور صدق و خلوص کے ساتھ داخل ہو، تو بہت

جلد اس کا فتح باب ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ یہ طریقۂ اجتباء ہے۔

۱۳- اس طریق میں ہمت، حال اور قال سب کے ذریعہ تربیت ہوتی ہے۔

۱۴- یہ سلسلہ شریعت و حقیقت دونوں کا جامع ہے، اس کا ظاہر اتباع سنت اور باطن انوار ذات کے مشاہدہ سے معمور ہوتا ہے، جمع و تفریق کسی حالت میں یہاں حجاب نہیں ہے، یہاں ہر چیز کو اسی طرح ادا کیا جاتا ہے جو اس کا حق ہے، یہ عارفین کاملین کی شان ہے۔

۱۵- اکابر سلسلہ کے علوم و معارف کتاب و سنت سے مأخوذ ہیں۔

۱۶- بانی سلسلہ حضرت شیخ ابوالحسن شاذلیؒ خصوصی فیوض ذاتیہ اور صفات ربانیہ کے حامل تھے۔

۱۷- اسی لئے آپ کو امام مہدیؑ کا عکس جمیل کہا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ بھی خلیفۃ اللہ ہونگے۔

۱۸- اس سلسلہ میں کبھی اس درجہ انجذاب اور فنائیت نہیں ہوتی کہ انسان مغلوب الحال ہو جائے اور خلاف شریعت چیزوں کا ارتکاب کرنے لگے، اس لئے کہ یہ چیز عرفان کی کمی اور مشاہدہ کی کمزوری سے پیدا ہوتی ہے، اور یہ سلسلہ اس سے پاک ہے۔

۱۹- اہل اللہ کے نزدیک سلسلۃ الذہب کا اطلاق صرف طریقۂ شاذلیہ پر ہوتا ہے، اس لئے کہ یہ سلسلہ اول سے آخر تک اقطاب کا سلسلہ ہے، غیر قطب یہاں سلسلۂ مشیخت پر فائز نہیں ہو سکتا، یہ اس سلسلہ کا بڑا امتیاز ہے۔

۲۰- اس سلسلہ کے اکابر اپنی ذات یا ولایت کا اخفا نہیں کرتے۔

۲۱- یہ غنا باللہ اور فقر الی اللہ کا راستہ ہے۔

۲۲- اس سلسلہ کے قطب کامل شیخ ابن مشیشؒ تھے، قیامت تک کے مشائخ سلسلہ کو ان کا فیض ملتا رہے گا، ان کا امتیاز یہ ہے کہ یہ عالم روحانیات میں تین اقطاب کے استاذ ہیں:

۱- سید ابوالحسن الشاذلیؒ ۲- سید ابراہیم الدسوقیؒ ۳- اور سید احمد البدویؒ۔

۲۳- یہاں شدت و خشکی نہیں ہے، اس سلسلہ کے اکابر اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی دوستوں جیسا معاملہ کرتے ہیں۔

۲۴- قضائے حاجت اور دفع بلایا میں اس سلسلہ کے اوراد و اشغال اکسیر کا درجہ رکھتے ہیں، جس سے ہر سلسلہ کے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔

۲۵- یہاں ہر سالک کے لئے زندہ شیخ ہونا ضروری ہے، گذرے ہوئے لوگوں سے محض روحانی استفادہ تکمیل سلوک کے لئے کافی نہیں ہے، ہاں کمال حاصل کرنے کے بعد نسبت اویسیت سے مشرف ہو سکتے ہیں[229]۔

سلسلۂ شاذلیہ کی بنیادی کتابیں

☆شاذلیہ کے یہاں ابتدائی مشائخ اور ان کی کتابوں کا خاص مقام ہے، وہ اس سلسلے میں حکیم ترمذیؒ (م ۲۸۵ھ / ۸۹۸ء) کی "ختم الولایۃ"، ابو طالب مکیؒ (م ۳۸۶ھ / ۹۹۶ء) کی قوت القلوب، امام غزالیؒ کی احیاء علوم الدین، ابن عطیہ کی المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز اور قاضی عیاض کی "الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ" کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔

تاہم سلسلۂ شاذلیہ کی تعلیمات کا خلاصہ شیخ ابن عطاء اللہ کی کتب میں پایا جاتا ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱- کتاب الحکم، ۲- التنویر فی اسقاط التدبیر، ۳- لطائف المنن، ۴- القسط المجرد فی معرفۃ اسم المفرد، ۵- مفتاح الفلاح ومصباح الارواح۔

ان میں خاص طور پر کتاب الحکم اور لطائف المنن بنیادی اہمیت کی حامل ہے، لطائف المنن حضرت شیخ ابو الحسن شاذلیؒ اور آپ کے مرید و جانشیں شیخ ابو العباس المرسیؒ کی حیات و افکار پر مشتمل ہے، ان کے علاوہ شیخ ابن صباغؒ نے "درۃ الاسرار وتحفۃ الابرار" کے نام سے شیخ ابو الحسن شاذلی کے افکار و حالات پر کتاب لکھی ہے، ان کتابوں سے اس سلسلے کے مزاج و مذاق اور بنیادی تعلیمات پر روشنی پڑتی ہے[230]۔

---- حواشی ----

229 - طبقات الشاذلیۃ الکبریٰ (المسمیٰ جامع الکرامات العلیۃ فی طبقات السادۃ الشاذلیۃ) ص ۵۴ تا ۵۹، مؤلفہ ابو علی الحسن بن محمد بن قاسم الکوھن الفاسی المغربی (م ۱۳۴۷ھ /)، تحقیق وتحشیہ: محمد علی، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء

سلسلۂ شاذلیہ کا نفوذ و شیوع

سلسلۂ شاذلیہ کو اپنی تعلیمات و خصوصیات کی بنا پر ہر حلقہ میں قبول عام حاصل ہوا، ہر سلسلۂ تصوف کے علماء و مشائخ نے اس سے خوشہ چینی کی، مغرب الاقصیٰ سے پروان چڑھنے والا یہ سلسلہ آہستہ آہستہ پورے شمالی افریقہ کا اہم ترین روحانی سلسلہ بن گیا، اس وقت شمالی افریقہ میں پائے جانے والے تمام صوفی سلاسل کسی نہ کسی حوالے سے شاذلیہ کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں، مغرب کے مشہور صوفی طرق خصوصاً حنفیہ، جزولیہ، درقاویہ، بوزیدیہ، دفاعیہ، زروقیہ، عسیاویہ، سنوسیہ سلسلۂ شاذلیہ کی شاخیں ہیں، عصر حاضر میں اس سلسلہ نے یورپ اور امریکہ میں بسنے والے مسلمانوں اور مستشرقین کو بہت متاثر کیا ہے، بلکہ اس کے فیوض پورے عالم میں پہونچ چکے ہیں [231]۔

قطب دہلی حضرت مولانا شاہ محمد برکت اللہ دہلوی الشاذلیؒ

ہندوستان میں سلسلۂ شاذلیہ کی نمائندہ شخصیات میں ایک بڑی شخصیت عارف باللہ قطب دہلی حضرت مولانا شاہ محمد برکت اللہ دہلوی الشاذلیؒ (ولادت ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء تقریباً - وفات ۲۷ / شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۴ / جنوری ۱۹۶۳ء) [232] کی گذری ہے، جو اپنے دور میں طاقتور روحانیت

---

230 - طبقات الشاذلیۃ الکبریٰ (المسمیٰ جامع الکرامات العلیۃ فی طبقات السادۃ الشاذلیۃ) ص ۱۹ تا ۵۹، مؤلفہ ابو علی الحسن بن محمد بن قاسم الکوھن الفاسی المغربی (م ۱۳۴۷ھ /)، تحقیق و تحشیہ: محمد علی، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء

231 - الاحسان، شعبۂ علوم اسلامیہ و عربی، شمارہ نمبر ۱، گورنمنٹ کالج یونیورسیٹی، فیصل آباد ص ۱۵۲ تا ۱۶۴ مقالہ نگار: ڈاکٹر غلام شمس الرحمن ایسوی ایٹ پروفیسر شعبۂ علوم اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسیٹی، ملتان۔

232 - اسم گرامی "محمد برکت اللہ" ہے، استاذ برکت اللہ، برکت اللہ خوش نویس، اور منشی برکت اللہ کے ناموں سے بھی مشہور تھے، والد ماجد کا نام محمد نجف تھا، ولادت غالباً ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء میں ہوئی، وطن مالوف دہلی ہی تھا، سندھی مسلمانوں کی بے پناہ عقیدت اور پھر انہی کے قبرستان میں مدفون ہونے کی بنا پر یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ آپ باہر سے تشریف لائے تھے، آپ کا نرم و نازک اور منحنی وجود اور شستہ و شگفتہ اور لطیف پیرایۂ بیان آپ کے دہلوی ہونے کی غمازی کرتا ہے، آپ خود اپنے نام کے ساتھ دہلوی لکھتے تھے (دیکھئے آثار البرکتہ ص ۶۸ مؤلفہ حضرت مولانا شاہ محمد برکت اللہ دہلویؒ سوداگر آئینہ، مطبوعہ جید برقی پریس بلی ماران دہلی، ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء ☆ نیز میرے جد امجد حضرت منورویؒ کو جو قلمی شجرہ آپ نے عنایت فرمایا تھا اس پر بھی دستخط میں آپ نے اپنے کو دہلوی تحریر کیا ہے)

نیز آپ کے کتبۂ مزار پر بھی آپ کو "تہذیب دلی کا امیں، اشراف دہلی باوقار" لکھا گیا ہے۔

خطاطی آپ کا ذوق تھا، اس پر اجرت نہیں لیتے تھے، محض فن کی خدمت کے طور پر یہ کام انجام دیتے تھے، آپ کا ذریعۂ معاش شیشہ کی تجارت تھا، اپنی کتابیں خود ہی کتابت کرتے اور اپنے خرچ سے چھپواتے تھے اور خود ہی فروخت بھی کرتے تھے، جامع مسجد دہلی کی سیڑھیوں پر آپ کتابیں فروخت کرتے تھے، اور پھاٹک حبش خان کوچہ مولوی قاسم (موجودہ نام تلک بازار) میں شیشہ کی دکان بھی تھی، جس میں آپ شیشہ فروخت کرتے تھے، اور اسی نسبت سے آپ "سوداگر آئینہ" بھی کہلاتے تھے، آپ کی کتابوں "آثار البرکۃ، اور ستون دین" پر آپ کے نام کے ساتھ یہ لاحقہ موجود ہے۔

آپ نے علم ظاہر کہاں سے حاصل کیا؟ نیز خطاطی میں آپ کے استاذ کون تھے؟ یہ سب باتیں پردۂ خفا میں ہیں، لیکن آپ کی تصنیفات آپ کے گہرے علم کی عکاس ہیں، آپ کی کتابیں علوم و معارف کا گنجینہ اور معلومات کا بحر بے کراں ہیں، ان کی زبان صاف ستھری، ترو تازہ، اور روحانیت و نورانیت سے معمور ہے، خاص طور پر "آثار البرکۃ" انتہائی وقیع اور اہم تصنیف ہے، یہ شاذلی افکار و نظریات کی نمائندہ کتاب ہے، وہ اس لائق ہے کہ ارباب تصوف اس کو اپنے مجلسی افادات و تعلیمات میں بطور نصاب داخل کریں، ماضی قریب میں برصغیر کی کسی خانقاہ سے شاذلیہ کے افکار و تصورات پر اتنی معیاری کتاب شائع نہیں ہوئی۔

فن خطاطی میں آپ نے بے نظیر شہرت حاصل کی، برصغیر کے مشہور خطاط "مولانا یوسف دہلوی" جنہوں نے بعد میں پاکستانی کرنسی کی ڈیزائننگ کی تھی، وہ آپ کے تلمیذ رشید تھے، ظاہر ہے کہ ان کے علاوہ بھی بہت سے تلامذہ رہے ہونگے، خطاطی کی شہرت میں آپ کی روحانی شخصیت عام لوگوں کی نگاہوں سے مستور ہوگئی، وہ اپنے وقت میں دہلی کے قطب تھے، لیکن روحانی طور پر آپ سے استفادہ کرنے والے افراد شاید اس دور میں بھی انگلیوں پر گنے جاسکتے تھے، عقیدت مندوں کی کمی نہیں تھی، لیکن آپ کا روحانی سلسلہ منورواشریف کے علاوہ کہیں نظر نہیں آتا۔

روحانی تعلیم آپ نے کس سے حاصل کی؟ اور آپ کے ظاہری پیر طریق کون تھے؟ یہ بھی واضح طور پر معلوم نہیں ہے، لیکن آپ نے اپنی کتاب "آثار البرکۃ" میں حضرت مولانا شاہ فضل رحمن گنج مرادآبادیؒ کو شیخنا لکھا ہے (آثار البرکۃ ص ۶۱ مؤلفہ حضرت مولانا شاہ محمد برکت اللہ دہلویؒ سوداگر آئینہ، مطبوعہ جید برقی پریس بلی ماران دہلی، ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے روحانیت کے اسباق حضرت گنج مرادآبادیؒ سے حاصل کئے تھے، البتہ سلسلۂ شاذلیہ کی نسبت اویسی طور پر براہ راست حضرت شیخ ابوالحسن شاذلیؒ سے ملی تھی، اور یہی نسبت آپ پر غالب رہی، آپ اپنے نام کے ساتھ شاذلی کا لاحقہ لگاتے تھے، اس دور میں آپ شاذلی افکار و نظریات کے مضبوط علمبردار تھے، آپ کی کتاب آثار البرکۃ اس موضوع پر شاہکار حیثیت رکھتی ہے۔

تاعمر آپ نے شادی نہیں کی تھی، مدیر شمع جناب مولوی محمد یوسف صاحبؒ نے (جو آپ کے مرید بھی تھے) اولاد کی طرح آپ کی خدمت کی، آخری عمر میں آپ پھاٹک حبش خان چھوڑ کر "کڑا" چلے گئے تھے، غالباً وہاں کوئی ارادت مند رہا ہوگا، جناب مولوی محمد یوسف صاحب مدیر شمع کی کوششوں سے آپ دوبارہ دہلی تشریف لائے، اور شمع کمپنی کی ایک کرایہ کی عمارت کے ایک کمرہ میں آپ نے اقامت اختیار کی، یہ گلی رنگ محل خورد میں جناب اخلاص احمد کلکتویؒ کا مکان تھا، جس کو شمع کمپنی نے کرایہ پر لے رکھا تھا، مکان نمبر تھا: ۲۴۷۴، اس حقیر نے اس مکان کی زیارت کی ہے۔

لیکن جس زمانے میں حضرت منوروی ؒ کی آپ سے ملاقات ہوئی تھی اس زمانے میں آپ کا قیام غالباً محلہ فراش خانہ، گلی میر مداری میں تھا، جیسا کہ حضرت دہلویؒ نے خود اپنے ہاتھ سے ایک کاغذ پر یہ پتہ لکھ کر حضرت منورویؒ کے حوالے کیا تھا۔

آپ نے لمبی عمر پائی، آخری عمر میں جھک گئے تھے، دبلے پتلے اور نحیف ونزار تھے، دس(۱۰) نمبر کا موٹا چشمہ پہنتے تھے ، آواز بہت نرم اور دھیمی تھی، لیکن ہمت کے دھنی تھے، بڑھاپے میں کہتے تھے کہ "اگر میں نظام الدین پیدل جانا چاہوں تو جاسکتا ہوں ،یعنی "نرم دم گفتگو اور گرم دم جستجو" کی بہترین مثال۔

آپ کی بہت سی کرامتیں مشہور ہیں، مثلاً:

☆جناب موسیٰ بٹلہ صاحب (ولادت ۱۹۳۵ء) ساکن پھاٹک حبش خان (انہوں نے شاہ برکت اللہ صاحبؒ کی زیارت کی تھی، اس وقت شاہ صاحب کی عمر قریب نوے(۹۰) سال تھی) نے اپنی بہن کا قصہ بیان کیا، کہ وہ بہت غصہ ور اور چڑچڑے مزاج کی تھیں ،ان کے والد حافظ یسین صاحبؒ (م ۱۹۷۸ء) ان کو لے کر حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے پوچھا، اس کا نام کیا ہے؟ بتایا گیا ریحانہ ہے، آپ نے فرمایا، نام کا اثر ہے، ایک جلالی بزرگ خاتون اسی نام کی گذری ہیں ،نام بدل دو ٹھیک ہو جائے گی، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور وہ ٹھیک ہو گئیں، یہ ۱۹۶۱ء کی بات ہے۔

☆بٹلہ صاحب ہی کا بیان ہے کہ ایک غیر مسلم (ہری) کی آنکھ چلی گئی تھی ،سارے علاج ومعالجہ سے مایوس ہو کر حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کی دعا سے اس کی آنکھ واپس آگئی، وہ حضرت کا ایسا معتقد ہوا کہ ساری زندگی آپ کی خدمت کرتا رہا، بٹلہ صاحب نے اس غیر مسلم کو دیکھا تھا۔

☆ آپ کی ایک خاص کرامت یہ تھی، کہ مریض کا سمت معلوم کر کے اپنی قیام گاہ پر ہی زمین پر انگلی رکھ کر دعائیں پڑھتے تھے، مریض کو لانے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، اور وہ اپنے گھر میں شفایاب ہو جاتا تھا۔

☆ مجھ سے جناب حکیم محمد احمد صاحب (عمر ۹۷ سال، شاہ صاحب کی زیارت سے مشرف ہیں) ساکن پھاٹک حبش خان دہلی تلمیذ حکیم عبد السلام دسنویؒ نے بتایا کہ کسی جادو کے اثر سے ان کو ہر جمعرات کو پیشاب میں خون آنے لگا تھا، لوگوں کے مشورہ پر ان کے والد جناب حکیم محمد شفیق صاحب (م ۱۹۸۸ء) نے حضرت سے جاکر تکلیف عرض کی، تو حضرت نے فرمایا کہ گھر جاکر گردہ کے مقام پر ہاتھ رکھو اور پانچ منٹ کے بعد ہٹالینا، والد صاحب نے ایسا ہی کیا، اور حضرت نے اپنی رہائش گاہ پر ہی دعا پڑھی، اور شفا نصیب ہو گئی۔

حکیم صاحب نے بتایا کہ حضرت کے وصال کے بعد وہ مرض پھر عود کر آیا، تو والد صاحب نے حضرت مولانا زید ابوالحسن فاروقیؒ سجادہ نشیں خانقاہ شاہ ابو الخیر دہلی کی خدمت میں حاضر ہو کر ساری کیفیت بیان کی اور تعویذ کی درخواست کی، حضرت مولاناؒ نے فرمایا، تعویذ تو میں کسی کو دیتا نہیں ہوں لیکن آپ کے کہنے پر دیتا ہوں، مگر وہ باقی نہیں رہے گی، چنانچہ حضرت مولاناؒ کی تعویذ کی برکت سے بیماری ختم ہو گئی، اور تعویذ بھی اپنے آپ غائب ہو گئی۔

☆ مذکورہ دونوں حضرات نے بیان کیا کہ حضرت انتہائی نفیس پریس کئے ہوئے کپڑے پہنتے تھے، مجھے حضرت کی ایک تصویر بھی دکھائی، جو حکیم محمد احمد صاحب کے والد حکیم شفیق صاحب مرحوم کے مطب پر نشست کی ہے، ان کے مطب پر اکثر علماء

،مشائخ اوراصحاب فن کی مجلس ہوتی تھی ،میں نے دیکھا کہ واقعی حضرت شاہ صاحبؒ انتہائی قیمتی اور عمدہ جوڑا پہنے ہوئے ہیں ،ان حضرات کا بیان ہے کہ حضرت کے پاس ایک بکس تھا جس میں ہمیشہ چند جوڑے کپڑے صاف ستھرے پریس کئے ہوئے موجود رہتے تھے ،لیکن آج تک کسی نے نہیں دیکھا کہ وہ کپڑے کون لاتا ہے، کون دھوتا اور پریس کرتا ہے، حضرت کے پاس تو بیوی بچے نہیں تھے ،اور نہ حضرت کو کبھی کپڑے دھوتے ہوئے دیکھا گیا،لوگوں کا احساس تھا کہ یہ کپڑے بھی ان کے پاس غیب سے آتے تھے ،واللہ اعلم بالصواب۔

موسیٰ بٹلہ صاحب کا بیان ہے کہ آخری عمر میں حضرت کا کھانا تینوں وقت کا میرے گھر سے جاتا تھا،اور میری والدہ کھانا تیار کرتی تھیں۔

حج کی سعادت سے بھی آپ سرفراز تھے،جیسا کہ آپ کے کتبۂ مزار پر "آپ کو حاجیٔ حرم" لکھا گیا ہے۔

آپ کی وفات ۲۷ / شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۴ / جنوری ۱۹۶۳ء کو بروز جمعرات صبح آٹھ بج کر پینتیس منٹ پر ہوئی، تجہیز و تکفین کا انتظام جناب موسیٰ بٹلہ صاحب کے والد ماجد حافظ یسین صاحب نے کیا،اور عید گاہ سے قریب سندھی مسلمانوں کے قبرستان میں مدفون ہوئے،اس قبرستان میں سوائے سندھی پنجابیوں اوران کی مسجد کے امام اور مؤذن کے کسی کو دفن کرنے کی اجازت نہیں ہے، لیکن حضرت چونکہ ان کے پیر اور معلم روحانی تھے،اس لئے آپ کی قبر شریف وہاں تیار کی گئی، سرہانے میں کتبہ لگا ہوا ہے جس پر آپ کا اسم گرامی، والد ماجد کا نام اور تاریخ وفات درج ہے، دوسری جانب درج ذیل قطعات تاریخ وفات کندہ ہیں:

مزار خورشید صداقت (۱۹۶۳ء)

اپنے رب سے جاملا تحریر کے فن کا رئیس
آہ یہ صوفی منش اہل طریقت کا جلیس
الخاطب خوش رقم فن کتابت کا امام
ایسا تھا خطاط کامل ہر قلم جس کا نفیس
تہذیب دلی کا امیں اشراف دہلی باوقار
نرم تھی گفتار جس کی اور زباں جس کی سلیس

بست وہفت شعبان ہجری تیرہ سو بیاسی (۱۳۸۲ھ) وقت صبح آٹھ پینتیس اور تھا یوم الخمیس
ہائے یہ حاجی حرم اللہ کو پیارا ہوا
وائے آغوش لحد ہے برکت اللہ خوش نویس

(حضرت شاہ صاحبؒ کے تعلق سے مذکورہ بالا معلومات جناب موسیٰ بٹلہ صاحب اور جناب حکیم محمد احمد صاحب سے اور کچھ آپ کے کتبات مزار سے حاصل ہوئیں، کچھ چیزیں آپ کی کتابوں سے بھی اخذ کی گئی ہیں)

اور بے نظیر خطاطی کے لئے پورے ملک میں مشہور تھے، استاذ برکت اللہ، یا برکت اللہ خوش نویس یا منشی برکت اللہ کے نام سے آپ جانے جاتے تھے، ملک کے طول و عرض میں آپ کے تلامذہ پھیلے ہوئے تھے ، برصغیر کے مشہور خطاط یوسف دہلویؒ[233] (۴/ستمبر ۱۸۹۴ء - ۱۱/مارچ ۱۹۷۷ء پاکستان) جنہوں نے بعد میں پاکستان کے روپیہ کی ڈیزائننگ کی، آپ کے شاگرد تھے، مشہور زمانہ شمع کمپنی کے مالک جناب مولوی محمد یوسف صاحبؒ مدیر شمع (مدفون قبرستان پنجابیان دہلی) آپ کے مرید تھے، اس زمانہ میں دہلی کی اکثر مساجد میں بلکہ بیرون دہلی بھی آپ کی خطاطی کے بہترین نمونے آویزاں ہوتے تھے، شمع والوں نے بھی آپ کی خوشنویسی کے بعض نمونے شائع کئے تھے، ان میں سبحان ربی الاعلیٰ، اور "ان اللہ علیٰ کل شئ قدیر" وغیرہ کے طغرے بہت دنوں تک مسجدوں کے محرابوں کی زینت رہے، سندھی پنجابی مسلمان ہزاروں کی تعداد میں آپ سے وابستہ تھے[234] ، اور آپ کو اپنا مرشد و رہنما تصور کرتے تھے، آپ ایک

---حواشی---

233 - خط نستعلیق کے معروف خطاط اور دہلوی طرز نستعلیق کے موجد تھے، ان کی پیدائش ۴/ستمبر ۱۸۹۴ء کو دہلی میں ہوئی، لیکن تقسیم کے بعد وہ پاکستان منتقل ہو گئے تھے اور کراچی میں سکونت اختیار کی، ان کا آبائی علاقہ ڈھاب والا نزد وزیر آباد ہے، کراچی میں ایک سڑک حادثہ میں ۱۱/مارچ ۱۹۷۷ء کو ان کی وفات ہوئی، ان کے والد منشی محمد الدین جنڈیالوی اپنے زمانہ کے معروف خطاط تھے، انہوں نے ۱۹۳۲ء میں غلاف کعبہ کی خطاطی کی تھی۔ (ماخوذ از دائرۃ المعارف ویکی پیڈیا)

234 - کہا جاتا ہے کہ آج سے تین سو (۳۰۰) سال قبل ان سندھی مسلمانوں کو ایک بزرگ حضرت شمس تبریزؒ کی بدولت نعمت اسلام نصیب ہوئی، واقعہ اس طرح ہوا کہ یہ پورا ایک ہی خاندان ہے، یہ خاندان قبل از اسلام کسی مذہبی رسم کے مطابق ندی میں نہانے کے لئے جا رہا تھا، اور لیٹ ہو گیا تھا، راستے میں حضرت شمس تبریز سے ملاقات ہوئی، حضرت نے ان کو اسلام کی دعوت دی، ان لوگوں نے کہا کہ ہم تو اپنے مذہب کے مطابق نہانے جا رہے ہیں، اور دیر ہو رہی ہے، آپ نے فرمایا کہ اگر میں وقت پر پہونچا دوں تو واپسی میں میری بات مان لوگے؟ ان لوگوں نے وعدہ کیا کہ اگر ایسا ہو جائے تو ہم مان لیں گے، غالباً ان کو امید نہیں رہی ہوگی کہ اتنی دور دراز کا راستہ وقت پر طے ہو سکے گا، حضرت شمس تبریزؒ نے کہا کہ سب لوگ اپنی آنکھیں بند کریں، پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ کھول لیں، آنکھ کھولی تو وہ آن کی آن میں اپنی منزل پر پہونچ چکے تھے، وہ بہت حیران ہوئے، انہوں نے وہاں اشنان کیا، اور پورے قافلے کے ساتھ واپس ہوئے، واپسی پر اسی جگہ حضرت شمس تبریز سے پھر ملاقات ہو گئی، حضرت نے ان کو وعدہ یاد دلایا، اور وہ سب کے سب حسب وعدہ حضرت کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔ آج وہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں، اور باہم نظم و ضبط ہے، بزرگوں کے ہمیشہ معتقد رہے، ان کا قبرستان بھی بہت منظم ہے، ایسا نظم و ضبط ہندوستان کے بہت کم قبرستانوں میں ملے گا (یہ تاریخی واقعہ مجھے جناب موسیٰ بٹلہ اور حکیم محمد احمد صاحبان نے سنایا، ان کا تعلق بھی اسی خاندان سندھ سے ہے)

نستعلیقی شخصیت کے مالک تھے، جس طرح آپ کا خط نفیس تھا آپ کی شخصیت بھی اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ نفیس تھی، ہاتھ میں عمدہ اسٹیل کی چھڑی ہوتی تھی، اور امام الطریق حضرت شیخ ابوالحسن شاذلیؒ کی طرح انتہائی نفیس لباس زیب تن فرماتے تھے، اپنے دور میں دہلی کی قطبیت پر فائز تھے، اوراس وقت کے اہل دل آپ کے اس منصب ومقام سے خوب آگاہ تھے، بظاہر آپ شیشہ و آئینہ کی سوداگری کرتے تھے، لیکن حقیقت میں آپ اس پردے میں سودائے دل بیچتے تھے، اور دلوں کو آئینہ بنانے کا کام کرتے تھے، جامع مسجد کی سیڑھیوں پر کتابوں کی فروخت کے ساتھ وہ اپنی ذمہ داریاں نبھانے کے لئے بھی وہاں موجود ہوتے تھے جو ان کے منصب کے مطابق ان پر عائد ہوتی تھیں، قطب اکثر عام انسانوں کی دسترس سے بالاتر ہوتا ہے، اس لئے اس کے حالات بھی زیادہ تر پردۂ راز میں رہتے ہیں، شاید جس وقت وہ دہلی میں موجود تھے اس وقت بھی بہت کم لوگ ان کی اصل شخصیت سے واقف تھے، اس لئے ان کی زندگی کے اکثر پہلو آج تک تشنۂ تحقیق ہیں۔

ظاہری پیر طریق

آپ اس مقام تک کیسے پہونچے اور آپ کے ظاہری پیر کون تھے، اس کا بھی علم نہیں ہے، البتہ آپ نے اپنی کتاب "آثار البرکۃ" میں حضرت مولانا شاہ فضل رحمن گنج مرادآبادیؒ کو "شیخنا ومولانا" (یعنی ہمارے شیخ) لکھاہے[235]، اس سے اندازہ ہوتاہے کہ آپ کے ظاہری پیر طریق حضرت مولانا گنج مرادآبادیؒ تھے۔

نسبت شاذلیہ

البتہ شاذلیہ کی نسبت اویسی طور پر براہ راست امام الطریق حضرت شاہ ابوالحسن شاذلیؒ کی روحانیت سے آپ کو حاصل ہوئی، اس کے بعد آپ اپنے کو حضرت شیخ ابوالحسن شاذلیؒ کی طرف منسوب کرنے لگے تھے، اوران کو اپنا شیخ روحانی قرار دیتے تھے، جیسا کہ سلسلۂ شاذلیہ کا دستور ہے، کہ جب سالک

---حواشی---

[235] - آثار البرکۃ ص ۶۱ مؤلفہ حضرت مولانا شاہ محمد برکت اللہ دہلویؒ سوداگر آئینہ، مطبوعہ جید برقی پریس بلی ماران دہلی، ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء

درجۂ کمال تک پہونچ جاتا ہے، تو اس پر حسب مقام براہ راست بالا بالا فیضان شروع ہو جاتا ہے، اور اس کی نسبت عالی ہو جاتی ہے، حضرت شیخ ابو الحسن شاذلیؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ:

"ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے شیخ کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں پہلے حضرت شیخ عبدالسلام بن مشیشؒ کی طرف نسبت کرتا تھا، لیکن اب کسی کی طرف نسبت نہیں کرتا، بلکہ دس سمندروں میں غوطہ زن رہتا ہوں، وہ دس (۱۰) سمندر یہ ہیں: حضور اکرم ﷺ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، (یہ پانچ زمینی سمندر ہیں) حضرت جبرئیلؑ، حضرت میکائیلؑ، حضرت عزرائیلؑ، حضرت اسرافیلؑ، اور روح اکبر (یہ پانچ آسمانی سمندر ہیں)[236]

غالباً اس کے بعد ہی مرتبۂ قطبیت عطا کیا جاتا ہے، کہ اس سلسلہ میں مشیخت کے لئے قطبیت لازم ہے، بلکہ اصحاب شاذلیہ کے بقول دنیا کے اکثر خطوں کے اقطاب بھی اسی سلسلے سے چنے جاتے ہیں، شاذلیہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ کسی ولی کی ولایت کی تکمیل کے لئے بھی نسبت شاذلیہ ضروری ہے، خواہ وہ کسی سلسلہ کا ولی ہو، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ تمام سلاسل کے اولیاء اللہ بلکہ عام سالکین بھی التزاماً حزب البحر اور دلائل الخیرات کا ورد رکھتے ہیں، جو کہ سلسلۂ شاذلیہ کا خاص سرمایہ ہے۔

نسبت شاذلیہ

حضرت شاہ برکت اللہ دہلویؒ کے علم ظاہر کے اساتذہ کی تفصیل معلوم نہیں ہے، لیکن ان کی کتابوں سے لگتا ہے کہ وہ علماء دیوبند سے بہت قریب تھے، بالخصوص حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ سے وہ بہت متاثر نظر آتے ہیں، ان کے بہت سے اقوال کتاب کی زینت ہیں، ممکن ہے کہ اسی چشمۂ علم کی کسی شاخ سے آپ فیضیاب ہوئے ہوں

---- حواشی --

236 ۔ طبقات الشاذلیۃ الکبریٰ (المسمیٰ جامع الکرامات العلیۃ فی طبقات السادۃ الشاذلیۃ) ص ۲۶، مؤلفہ ابو علی الحسن بن۔ محمد بن قاسم الکوھن الفاسی المغربی (م ۱۳۴۷ھ /)، تحقیق وتحشیہ: محمد علی، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۶ھ

وقیع تصنیفات

آپ کی تصنیفات آپ کے پختہ علم اور گہری بصیرت کے آئینہ دار ہیں، آپ صوفی اور عارف کے ساتھ بہت بڑے عالم ربانی بھی تھے ،اورآپ علم کی روح اوراشیاء کے حقائق تک دسترس رکھتے تھے، آپ کی دو کتابیں میرے پیش نظر ہیں، ممکن ہے کہ آپ کی اور بھی تصنیفات ہوں، ان میں ایک مختصر رسالہ "ستون دین" (١٦صفحات) ہے، جو ١٣٧٠ھ /١٩٥١ء میں دلی پرنٹنگ ورکس دہلی سے شائع ہوا ہے، یہ کلمہ، نماز، روزہ، رویت ہلال وغیرہ دین کی ضروری معلومات ومسائل پر مشتمل ہے۔

"آثارالبرکۃ" سلسلۂ شاذلیہ کی ایک شاہکار کتاب

دوسری کتاب آثارالبرکۃ (صفحات ١١٠) ہے، جو١٣٦٥ھ /١٩٤٦ء میں جید برقی پریس، بلی ماران دہلی سے شائع ہوئی ہے، یہ کتاب علم وحکمت کا گنج گرانمایہ ہے، اوراس کی مستحق ہے کہ علماء وصوفیاء اس کتاب کواپنے درس ومطالعہ میں شامل رکھیں، اس کی سطر سطر اسرار ومعارف سے لبریز ہے، اور خاص بات یہ ہے کہ ہر بات کے لئے قرآن وحدیث سے استدلال واستیناس کیا گیا ہے، جو بڑے عالم ہی سے ممکن ہے ،اسی طرح کتاب کا بڑا حصہ سلسلۂ شاذلیہ کے علوم وافکار پر مشتمل ہے، جو سلسلہ کی کتابوں سے آپ کے گہرے اشتغال اور مطالعہ کی علامت ہے، اس ضمن میں بہت سے عارفین وکاملین کے اقوال نقل کئے گئے ہیں، اس کے ایک حصہ کو کشکول کانام دیا گیا ہے، اس میں اقوال کے علاوہ بہت سے اورادواشغال اور مجرب نسخے بھی شامل ہیں۔

"آثارالبرکۃ" سے چند علمی، روحانی اور فکری تراشے

بطور نمونہ کتاب کے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں، تاکہ جن کی رسائی اصل کتاب تک نہیں ہے وہ ان لہروں سے اس بحر مواج کی وسعت وگہرائی کا اندازہ کرسکیں:

علم مکاشفہ اور علم معاملہ

☆علم کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اے بھائی! علم دو قسم کا ہے، ایک علم مکاشفہ دوسرا علم معاملہ، علم مکاشفہ اس نور کا

نام ہے جو قلب میں ظاہر ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ سے غیب کا مشاہدہ کیا کرتا ہے، اور یہ علم موجود و متحقق ہے اور تا قیامت رہے گا،۔۔۔۔اس علم مکاشفہ کو بجز اشارہ اور رمز و کنایہ صاف طور پر ظاہر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کے اظہار کی اجازت میں کوئی فعلی یا قولی روایت نہیں مل سکی، اور حدیث میں آیا ہے کہ۔۔۔بعض علوم کی یہ شان ہے جیسے پوشیدہ چیز کہ بجز اہل معرفت کے اس کو کوئی نہیں جانتا، اور یہی علم افضل ہے، اس لئے کہ مقصود بالذات ہے اور علم معاملہ اس کا وسیلہ ہے، اور علم معاملہ ان امور کی واقفیت کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ سے قریب کریں یا جو اللہ سے بعید بنادیں، اور یہ علم مقدم ہے کیونکہ علم مکاشفہ کے لئے اس کا حصول شرط ہے، کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں والذین جاھدوا فینالنھدینھم سبلنا، جولوگ مجاہدہ کرتے ہیں ہمارے متعلق ہم ضرور اپنے راستے بتا دیتے ہیں، پس جب مجاہدہ مقدم اور شرط ہوا ہدایت طریق یعنی مکاشفہ کے لئے تو مجاہدہ کا علم جس کو علم معاملہ کہتے ہیں بدرجۂ اولیٰ مقدم ہوا، اور حدیث میں آیا ہے کہ جب حارثہؓ نے دنیا سے بے رخی واعراض کرنے کے بعد اپنی حالت آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ امور غیبیہ مجھ پر منکشف ہوتے ہیں، تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم حقیقت تک پہونچ گئے ہو پس اس پر قائم رہو، البتہ اگر عنایت خداوندی بندہ کو کھینچ لے تو علم معاملہ کے بغیر ابتداءً ہی علم مکاشفہ نصیب ہو جاتا ہے، جیسا کہ جادو گران فرعون میں ہوا کہ سجدہ میں گرتے ہی ان کو جنت کے اپنے مکانات اخروی نظر آ گئے اور علم شریعت کے بغیر طریقت نصیب ہوئی، سو یہ علم معاملہ علم مکاشفہ سے جدا نہیں ہوتا چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ سے اس نور کی علامت دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا التجافی عن دار الغرور، یعنی سرائے دنیا سے دل برداشتہ ہونا اس کی شناخت ہے کہ قلب میں علم مکاشفہ کا نور آ گیا، پس یہ دو علم ہیں

جن کی شریعت میں فضیلت آئی ہے، ان کے سوا تمام علوم فضیلت سے خالی ہیں"[237]

ورثۃ انبیاء کا اصل مصداق

اسی ضمن میں ورثۃ انبیاء کی یہ تحقیق انیق اور نکتۂ لطیف بھی خاص طور پر قابل توجہ ہے:

"تفسیر بحر مواج کے مصنف شیخ شہاب الدین دولت آبادیؒ نے شیخ بدیع الدین شاہ مدارؒ کی خدمت میں لکھا کہ اس حدیث کی تحقیق کیا ہے: العلماء ورثۃ الانبیاء ،یعنی عالم لوگ پیغمبروں کے وارث ہیں ،اس میں ہمارا طائفہ (یعنی علماء ظاہر) مراد ہے یا تمہارا گروہ (یعنی علماء باطن) شاہ مدارؒ نے اس کے جواب میں لکھا کہ تمہارا علم اکتسابی ہے جس کو کسب اور کوشش سے حاصل کیا جائے، اس کو میراث نہیں کہہ سکتے ،لیکن ہمارا علم موہبی ہے (یعنی خدا کی بخشش ہے اور خود بخود دل میں القاہوتا ہے) اس لئے حدیث کو اسی پر محمول کرنا چاہئے، کیونکہ یہی لوگ تمام انسانوں کے سردار اور تمام مخلوق سے اشرف ہیں اور حق تعالیٰ کا راستہ بتانے والے ہیں"[238]

علماء اور صوفیاء سے خطاب

کتاب میں جگہ بہ جگہ علماء ظاہر اور صوفیاء کو قیمتی ہدایات کی گئی ہیں، اور بہت مؤثر پیرایۂ بیان اختیار کیا گیا ہے، مثلاً ایک جگہ علماء کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اے شخص تو مہندی سے اپنے بالوں کو سرخ کر کے خود ہی دھوکے میں پڑ گیا، اور دعویٰ کرنے لگا کہ میرے بال تو سرخ ہیں سفید نہیں ،حالانکہ جانتا ہے کہ دراصل تیرے بال سفید ہیں، جن کو ہر ہفتہ مہندی سے لال کرتا ہے، اسی طرح تو اپنی عملی

---حواشی---

237 - آثار البرکۃ ص ۶، ۷ مؤلفہ حضرت مولانا شاہ محمد برکت اللہ دہلویؒ سوداگر آئینہ ، مطبوعہ جید برقی پریس بلی ماران دہلی، ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء

238 - آثار البرکۃ ص ۲۲، ۲۳ مؤلفہ حضرت مولانا شاہ محمد برکت اللہ دہلویؒ سوداگر آئینہ ، مطبوعہ جید برقی پریس بلی ماران دہلی، ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء

و قلبی حالت سے خوب واقف ہے کہ تیرے اندر علم کا ذرا اثر نہیں، مگر زبانی تقریروں سے جیسا دوسروں کو دھوکہ دیا تھا خود دھوکہ میں پڑ گیا، اور اپنے کو سچ مچ عالم سمجھنے لگا، تو سچائی کی سواری پر مضبوطی کے ساتھ سوار ہو کر ہمت کے لشکروں سے وسوسہ اور وہم کی صفوں کو درہم برہم کرتا ہوا مخلوق کے چکر سے نکل کر خالق کے دھیان میں لگتا ہوا اس کی رسی کو مضبوط تھامتا ہوا تاکہ ہاتھ سے رسی چھوٹ کر توالگ نہ ہو جائے احتیاج کا جھنڈا اٹھا کر اس کے سامنے اپنی ذلت کا نقارہ بجاتا ہوا بیوی بچوں، مال اور اپنی ہستی اور اپنی عبادت، اپنی بیداری اور اپنی غفلت کے پردوں سے الگ ہٹتا ہوا بارگاہ قرب کی طرف توجہ کر، تیرا اپنے آپ کو بیدار سمجھنا بڑی غفلت ہے، تیرا اپنے کو منور سمجھنا گہری تاریکی ہے۔۔۔[239]

تذکر و تفکر

تذکر و تفکر کے عنوان سے مختلف عبادات و اعمال کا دقیق اور عالمانہ جائزہ لیا گیا ہے، اس کا بھی ایک اقتباس ملاحظہ کریں:

"ایک عبادت کی قسم تفکر ہے، حدیث ہے تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ سنۃ ایک ساعت کا فکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے، اور تفکر معرفت و واقفیت حق کی طلب کا نام ہے، اور تفکر سے پہلے تذکر ہوا کرتا ہے، یعنی اشیاء معلومہ کا قلب کے لئے حضور، مثلاً معلوم ہے کہ پائیدار شے بہتر ہوتی ہے ناپائیدار سے، اور یہ بھی معلوم ہے کہ آخرت پائیدار ہے اور دنیا ناپائیدار، پس ان دونوں مقدمات کی یاد کا نام تذکر ہے، اب لامحالہ یہ نتیجہ نکلے گا کہ آخرت بہتر ہے دنیا سے اور اس تحصیل نتیجہ کا نام تفکر ہے اور تفکر کا فائدہ تین چیزیں ہیں، اول علم، یعنی معرفت و آگاہی کا حاصل

۔۔۔حواشی۔۔۔

239 ۔ آثار البرکۃ ص ۳۳ مؤلفہ حضرت مولانا شاہ محمد برکت اللہ دہلویؒ سوداگر آئینہ، مطبوعہ جید برقی پریس بلی ماران دہلی، ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء

ہونا، جس سے حال پیدا ہو، دوم حال، یعنی قلب کا متاثر ہونا جس سے عمل پیدا ہو، سوم عمل، یعنی اعضائے جسمانی کی خدمت۔[240]

ذکر کی حقیقت

ذکر کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حروف کا ذکر بغیر حضور قلب کے ذکر لسانی ہے اور حضور و توجہ ذکر قلبی ہے، اور حضور سے بھی غائب ہو جانا اور مذکور میں محو ہو جانا ذکر سر ہے، پس ذکر کے وقت اگر ذکر کرنے والا شخص ذکر کو سمجھتا ہے تو ایک درجہ تنزل رکھتا ہے، اور اگر حضور بھی نہیں ہے، تو دو درجہ نیچے ہے، اور اس ذکر بلا حضور کو لقلقہ کہتے ہیں، اور خلاصہ ذکر کا مذکور میں اتنا مستغرق ہو جانا ہے کہ اثناء ذکر میں اگر ذکر کو بھی سمجھے گا تو یہ بھی حجاب ہے، اور اس مرتبۂ محویت کو فنا سے تعبیر کیا کرتے ہیں، اور فنا یہ ہے کہ اپنے نفس سے، اپنے اعضاء سے، اپنے حواس باطنی سے اور نیز جملہ اشیاء خارجی سے غائب ہو جائے اور سب کو حق تعالیٰ میں فنا کر دے اور جب کبھی ہوش میں آئے اسی کو پائے، پس اس حالت میں اگر اتنا علم بھی باقی ہو گا کہ میں ہمہ تن فانی ہو گیا تو یہ بھی کدورت ہے بلکہ کمال یہ ہے کہ فنا سے بھی فانی ہو جائے، کیونکہ فنا سے بھی فانی ہو جانا غایت فنا ہے حق تعالیٰ ہمیں اور جملہ طالبین کو یہ مرتبہ نصیب فرمادے"[241]

فقر، زہد اور قناعت وغیرہ درجات

فقر، زہد اور قناعت وغیرہ کے درجات کی تعیین کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"فقر کی تعریف یہ ہے کہ ضرورت کے قابل بھی نصیب نہ ہو، اگر اس ناداری پر

---- حواشی ----

240 - آثار البرکۃ ص ۱۵ مؤلفہ حضرت مولانا شاہ محمد برکت اللہ دہلویؒ سوداگر آئینہ، مطبوعہ جید برقی پریس بلی ماران دہلی، ۱۳۶۵ھ

241 - آثار البرکۃ ص ۴۴ مؤلفہ حضرت مولانا شاہ محمد برکت اللہ دہلویؒ سوداگر آئینہ، مطبوعہ جید برقی پریس بلی ماران دہلی، ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء

مسرور ہوا اور ضرورت سے زیادہ کو ناپسند سمجھا تو اس کو زاہد کہیں گے، اور اگر زائد سے نہ کراہت ہے نہ رغبت تو اس کا نام رضا ہے، حدیث میں آیا ہے کہ اے گروہ فقراء ! اپنے دلوں سے رضا عطا کرو، زائد کی رغبت و کراہیت دونوں کو نکال دو کہ اپنے فقر پر ثواب پاؤ اور یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں، اور اگر زائد کی طلب تو چھوڑ دی مگر محبوب یہی ہے کہ زائد ملے تو اس کو قانع کہیں گے، اور اگر زیادہ کی رغبت ہو مگر اس کی طلب کو عاجز ہونے کی وجہ سے چھوڑا تو اس کا نام حریص ہے، اور اگر ضروریات کا محتاج ہو اور میسر نہ آئے تو اس کا نام مضطر ہے اور سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ مال کا وجود اور عدم برابر ہو جائے اور اس کا نام استغنا ہے، نہ کہ غنا، کیونکہ غنا ذات باری کے ساتھ مخصوص ہے۔۔[242]

وحدۃ الوجود

متقدمین شاذلیہ کے طرز پر شیخ اکبر محی الدین بن عربیؒ کے وحدۃ الوجود کی عکاسیاں بھی کتاب میں موجود ہیں، شیخ کے اقوال بھی بکثرت نقل کئے گئے ہیں، [243]

کرامات اولیاء کی حقیقت

کرامات اولیاء پر ایسی لطیف بحث فرمائی ہے جو شاید کم جگہوں پر مل سکے، اس کا عنوان ہے " کرامت سے دل کو خوش نہ ہونا چاہئے " یہ تفصیلی بحث ہے، اس کا ابتدائی حصہ ملاحظہ کیجئے:

" اے درویشو! اگر تم سے کسی کرامت کا ظہور بھی ہو تو وہ خوشی کا مقام نہیں، یاد رکھو اولیاء اللہ کرامت کو ایسا چھپاتے ہیں جیسا عورت حیض کے خون کو چھپایا کرتی ہے، اب

---- حواشی ----

242 - آثار البرکۃ ص ۲۰ مؤلفہ حضرت مولانا شاہ محمد برکت اللہ دہلویؒ سوداگر آئینہ، مطبوعہ جید برقی پریس بلی ماران دہلی، ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء

243 - آثار البرکۃ ص ۲۲، ۲۳ وغیرہ مؤلفہ حضرت مولانا شاہ محمد برکت اللہ دہلویؒ سوداگر آئینہ، مطبوعہ جید برقی پریس بلی ماران دہلی، ۱۳۶۵ھ / ۱۹۴۶ء

سنئے، کرامت کے دو پہلو ہیں، اس کو دو کے ساتھ نسبت ہے، ایک مکرم سے جس نے کرامت عطا کی، یعنی اللہ تعالیٰ شانہ، دوسری ہم سے کہ ہمارے ہاتھ سے اس کا ظہور ہوا، اب سمجھو کہ کرامت مکرم کی نسبت سے تو بڑی قیمتی اور پیاری چیز ہے مگر ہماری نسبت پر نظر کرتے ہوئے وہ کچھ نہیں، کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس وقت کریم کے دروازہ سے اکرام وانعام آتا ہے بڑا معظم و معزز ہوتا ہے، تمام درباری لوگوں کے دل تعظیم کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں، اور جب اس کی نسبت غلام کی طرف منتقل ہوگئی اب وہ چیز سب کی نظروں میں ہلکی ہو جاتی ہے۔[244]

مقام نبوت، مقام صدیقیت اور مقام ولایت پر بھی معتدل اور محققانہ گفتگو کی گئی ہے[245]۔

سماع کی حقیقت

سماع کی حقیقت پر کئی صفحات میں انتہائی منصفانہ، مدلل اور جامع کلام کیا گیا ہے، اور بحث کو فیصلہ کن انداز میں اس طرح ختم کیا گیا ہے کہ:

"حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ تحریر فرماتے ہیں: عشق سماع عشق معائنہ سے زیادہ قوی ہے، کیونکہ معائنہ صرف آنکھوں سے ہے اور سماع دل سے متعلق ہے، اور اسلم صورت سماع سے پرہیز کرنا ہی ہے اور بات تو یہ ہے کہ منتہی کو ضرورت نہیں اور مبتدی کو نقصان ہے"[246]

غرض یہ کتاب بیش قیمت علمی، فکری اور روحانی مباحث پر مشتمل ہے اور مصنف کی شریعت و

---حواشی---

244 - آثار البرکتہ ص ۲۹ مؤلفہ حضرت مولانا شاہ محمد برکت اللہ دہلویؒ سوداگر آئینہ، مطبوعہ جید برقی پریس بلی ماران دہلی، ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۶ء

245 -- آثار البرکتہ ص ۲۹ مؤلفہ حضرت مولانا شاہ محمد برکت اللہ دہلویؒ سوداگر آئینہ، مطبوعہ جید برقی پریس بلی ماران دہلی، ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۶ء

246 -- آثار البرکتہ ص ۲۹ مؤلفہ حضرت مولانا شاہ محمد برکت اللہ دہلویؒ سوداگر آئینہ، مطبوعہ جید برقی پریس بلی ماران دہلی، ۱۳۶۵ھ/ ۱۹۴۶ء

طریقت کی جامع شخصیت کی عکاس ہے۔

حضرت شاہ صاحب اپنی تحریر کے آخر میں اپنا نام عموماً اس طرح لکھتے تھے:

"حررہ راجی الی اللہ الحقیر الفقیر سراپا تقصیر محمد برکت اللہ غفرلہ دہلوی"[247]

اور کبھی صرف محمد برکت اللہ، اس کتاب میں کئی جگہ اختتام بحث پر آپ کا نام مرقوم ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید یہ آپ کے مختلف افادات کا مجموعہ ہے یا مختلف مجلسوں میں لکھی گئی تحریریں ہیں، جن کو آثار کے نام سے آپ نے خود مرتب کر دیا تھا، واللہ اعلم بالصواب۔

شجرۂ مبارکہ سلسلۂ شاذلیہ

حضرت مولانا شاہ برکت اللہ صاحبؒ کو سلسلۂ شاذلیہ کی نسبت اویسی طور پر براہ راست امام الطریق حضرت مولانا شاہ ابوالحسن الشاذلیؒ کی روحانیت سے حاصل ہوئی تھی، اس لئے شجرہ کا آغاز حضرت شاہ ابوالحسن شاذلیؒ کے اسم گرامی سے ہوا ہے، شجرہ کا ابتدائی حصہ عربی میں ہے، پھر شجرہ کے اختتام پر اردو زبان میں سالک کے لئے ضروری ہدایات دی گئی ہیں، جن میں پوری طرح متقدمین شاذلیہ کے طرز پر توحید اور فنافی الذات کا رنگ نمایاں ہے۔ شاہ صاحبؒ کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ شجرہ ہے، ان کی عادت شریفہ تھی کہ سب کے نام کے ساتھ میاں لکھتے تھے، جیسا کہ شجرہ سے ظاہر ہوتا ہے، شجرہ کا آغاز اس طرح ہوا ہے:

الله اکبر

هذه اسماء رجال الطريقة الشاذلية المعروفين بسلسلة الذهب
فى اصطلاح الصوفية

اعوذبالله من الشيطان الرجيم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

---- حواشی ----

247 ۔ آثار البرکتہ ص ۶۸ مؤلفہ حضرت مولانا شاہ محمد برکت اللہ دہلویؒ سوداگر آئینہ، مطبوعہ جید برقی پریس بلی ماران دہلی، سنہ ۱۳۶۵ھ / سنہ ۱۹۴۶ء ☆ نیز حضرت منورویؒ کے شجرۂ شاذلیہ پر آپ نے اسی طرح دستخط فرمایا ہے، البتہ اس میں "الشاذلی" کا اضافہ ہے۔

امابعدفیقول العبدالفقیر المقر بالعجز و التقصیر من الله المدد العظیم ،عبده محمدبرکت الله انی اخذت الطریقۃ و الحقیقۃ عن شیخی واستاذی الولی الکبیر والعلم الشہیر العارف الغارف من بحر المعارف خلیفۃ الخلفاء وقدوۃ العرفاء حضرت مولانامیاں شیخ ابی الحسن الشاذلی رضی اللہ عنہ وقدس اللہ سرہ وھوعن شیخہ الشیخ القطب الشریف مولانامیاں عبدالسلام ابن مشیش الخ

اس شجرہ کے مطابق اس سلسلۂ شاذلیہ کی ترتیب اس طرح ہے:

(۱)قطب دہلی حضرت مولاناشاہ محمد برکت اللہ دہلوی الشاذلیؒ(ولادت ۱۲۸۷ھ / ۱۸۷۰ء تقریباً -وفات ۲۷ / شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۴ / جنوری ۱۹۶۳ء)

(۲)امام الطریق حضرت شیخ ابوالحسن علی شاذلی ؒ(ولادت:۵۷۱ھ یا ۵۹۳ھ / ۱۱۷۵ء یا ۱۱۹۷ء- وفات:۲۰ / ذی قعدہ ۶۵۶ھ مطابق ۱۸ / نومبر ۱۲۵۸ء)

(۳)امام الاقطاب حضرت عبدالسلام ابن مشیش ؒ(م ۶۲۲ھ یا ۶۲۵ھ / ۱۲۲۵ء یا ۱۲۲۸ء)

(۴)حضرت عبدالرحمن المدنی العطارالزیاتؒ(متوفی پانچویں صدی ہجری)[248]

حضرت زیات کوایک نسبت شیخ المشائخ،قطب ربانی حضرت ولی اللہ ابومدین شعیب بن حسن الاندلسی البجائیؒ(ولادت ۵۳۸ھ / -وفات ۵۹۲ھ / ۱۱۷۶ء)[249] سے بھی حاصل ہے،جو غوث اعظم

-----حواشی---

248 - اسم گرامی عبدالرحمن ہے اور "الزیات" لقب ہے، کہاجاتاہے کہ مدینہ منورہ میں تیل فروشوں کے محلہ میں رہائش کی بناپران کا یہ لقب پڑا، اکابر اولیاء اللہ اور رجال غیب میں سے تھے، غوثیت کاملہ کے مقام پر فائز تھے، حضرت عبدالسلام ابن مشیشؒ جب سات (۷)سال کے تھے، اوران میں جذب کاظہور ہوا، توحضرت "زیات" جلوہ افروز ہوئے اوران کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایاکہ "میں تمہاراشیخ ہوں، اور ہرحال اور ہرمقام میں تمہاراواسطہ ہوں، اوران کے تمام مقامات کی آپ نے خبردی-----بعد میں حضرت عبدالسلام بن مشیشؒ سے دریافت کیاگیاکہ شیخ آپ کے پاس آتے تھے یا آپ خودجاتے تھے،توانہوں نے جواب دیاکہ دونوں صورتیں ہوتی تھیں، پھرپوچھاگیاکہ طے الارض کے طورپر آتے تھے یاچل کر،توحضرت ابن مشیش نے فرمایاکہ طے الارض ہوتاتھا۔ آپ کی وفات پانچویں صدی ہجری میں ہوئی، متعین تاریخ معلوم نہیں ہے(طبقات الشاذلیۃ الکبریٰ-المسمیٰ جامع الکرامات العلیۃ فی طبقات السادۃ الشاذلیۃ-ص ۶۱، مؤلفہ ابوعلی الحسن بن-محمد بن قاسم الکوھن الفاسی المغربی(م ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۸ء)، تحقیق وتحشیۃ: محمد علی، ناشر: دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء)

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے خلیفہ تھے، پھر شیخ سے اوپر سلسلۂ سند وہی ہے جو سلسلۂ قادریہ کے تحت بیان کیا جاچکا ہے۔

(۵) حضرت سید تقی الدین الفقیر النہروندی الواسطی العراقیؒ (م ۵۹۴ھ / ۱۱۹۸ء)[250]

(۶) حضرت سید فخر الدینؒ

(۷) حضرت نور الدین ابو الحسن علیؒ

(۸) حضرت محمد تاج الدینؒ

(۹) حضرت محمد شمس الدینؒ

(۱۰) حضرت زین الدین القزوینیؒ

(۱۱) حضرت ابراہیم البصریؒ

(۱۲) حضرت ابو القاسم احمد بن مروانؒ

(۱۳) حضرت ابو محمد سعیدؒ

(۱۴) حضرت ابو محمد سعدؒ

---

249 - حضرت ابو مدین شعیبؒ کی ولادت ۴۳۸ھ / ۱۰۴۶ء میں ہوئی، حضرت ابو الحسن بن حرزہمؒ، ابو الحسن بن غالبؒ، اور شیخ ابویعزیٰ یلنورؒ جیسے اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا، علم باطن کی تعلیم حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ سے حاصل کی، بلند پایہ عالم ربانی، شیخ طریق، اور شریعت و حقیقت کے آپ جامع تھے، قطب ربانی کے نام سے آپ مشہور تھے، آپ کا شمار حفاظ حدیث میں ہوتا تھا، خاص طور پر آپ ترمذی کے حافظ تھے، مذہب مالکی کے مطابق فتویٰ دیتے تھے، اور آپ کی طرف لوگوں کا کافی رجوع تھا، بہت سی کرامات آپ کی طرف منسوب ہیں، آپ کی وفات ۵۷۲ھ / ۱۱۷۶ء میں ہوئی (شجرۃ النور الزکیۃ فی طبقات المالکیۃ ج ۱ ص ۲۳۶ مؤلفہ محمد بن محمد بن عمر بن قاسم مخلوف (م ۱۳۶۰ھ) دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۲۰۰۳ء / ۱۴۲۴ء)

250 - اکابر علماء و اولیاء اللہ میں تھے، حضرت شیخ احمد الرفاعیؒ (م ۵۷۰ھ) کی صحبت و تربیت میں رہے، اور ان سے خرقۂ تصوف حاصل کیا، شیخ کے ساتھ مدینہ منورہ کے اس تاریخی سفر میں بھی شامل تھے، جس میں روضۂ پاک سے سرکار دوعالم ﷺ کا دست مبارک حضرت رفاعیؒ کے لئے برآمد ہوا تھا، اس کا مشاہدہ کرنے والوں میں سے ایک آپ بھی تھے، آپ کی وفات ۵۹۴ھ / ۱۱۹۸ء میں ہوئی (طبقات الشاذلیۃ الکبریٰ - المسمیٰ جامع الکرامات العلیۃ فی طبقات السادۃ الشاذلیۃ - ص ۶۱، مؤلفہ ابو علی الحسن بن - محمد بن قاسم الکوہن الفاسی المغربی (م ۱۳۴۷ھ / ۱۹۲۸ء)، تحقیق و تحشیہ: محمد علی، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء)

(۱۵)حضرت ابو محمد فتح السعودؒ

(۱۶)حضرت سعید الغزوانیؒ

(۱۷)حضرت ابو محمد جابرؒ

(۱۸)اول اقطاب ھذہ الامۃ حضرت سیدنا امام حسن بن علیؓ

(۱۹)امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی ابن ابی طالبؓ

(۲۰)سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

اس شجرہ کے مطابق یہ سلسلہ انیس (۱۹) واسطوں سے سرکار دو عالم ﷺ تک پہونچتا ہے۔

----

(۹)

سلسلۂ چشتیہ صابریہ رزاقیہ

تعارف اور خصوصیات

سلسلۂ چشتیہ

چشتیہ سلسلہ کی داغ بیل تو حضرت شیخ ابو اسحاق شامیؒ (م ۱۴ / ربیع الثانی ۳۲۹ھ مطابق ۲۰ / جنوری ۹۴۱ء)[251] نے ڈالی تھی، لیکن اس کی شہرت واشاعت خواجۂ خواجگاں حضرت معین الحق

---- حواشی ---

251 ۔ لقب شرف الدین یا شریف الدین تھا، کہا جاتا ہے کہ آپ شام کے رہنے والے تھے، جب بیعت کا ارادہ ہوا تو چالیس (۴۰) دن تک استخارہ کیا اور پھر غیبی اشارہ پر بغداد میں حضرت خواجہ ممشاد دینوریؒ (م ۲۹۸ھ / ۹۱۰ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے، خواجہ ممشاد دینوری کے بارے میں اصحاب سیر نے لکھا ہے کہ وہ عموماً اپنی خانقاہ کا دروازہ بند رکھتے تھے، جب کوئی آتا تو پوچھتے کہ مسافر ہو یا مقیم ؟ اگر مقیم ہو تو اس خانقاہ میں آجاؤ، اور اگر مسافر ہو تو یہ خانقاہ تمہاری جگہ نہیں ہے، چونکہ جب تم چند روز یہاں رہو گے اور مجھے تم سے انس ہو جائے گا اور پھر تم جانا چاہو گے تو مجھے اس کی تکلیف ہوگی اور مجھ میں فراق کی طاقت نہیں ہے۔

جب خواجہ ابو اسحاق ان کی خانقاہ میں حاضر ہوئے تو پوچھا، تمہارا کیا نام ہے ؟ عرض کیا: ابو اسحاق شامی، فرمایا: "آج سے لوگ تجھے ابو اسحاق چشتی کہہ کر پکاریں گے، اور چشت اور اس کے نواح کے لوگ تجھ سے ہدایت پائیں گے اور ہر وہ شخص جو تیرے سلسلہ ارادت میں داخل ہوگا، اس کو قیامت تک چشتی کہہ کر پکاریں گے"

آپ سات (۷) سال شیخ کی خدمت میں رہے، اور صاحب اجازت وخلافت ہوئے، شیخ کے ایماء پر آپ نے چشت کو اپنا مرکز رشد وہدایت بنایا، آپ خواجۂ چشت کے نام سے مشہور ہوئے۔

آپ علم ظاہر وباطن کے جامع اور بڑے عابد وزاہد تھے، اور فقر وفاقہ کی زندگی بسر کرتے تھے، کہا جاتا ہے کہ آپ سات دن کے بعد افطار کرتے تھے، آپ ہی سلسلۂ چشت کی اولین خشت ہیں، آپ کے بعد بھی مسلسل کئی مشائخ چشتی کے نام سے ہوئے ہیں، اس لئے یہ سلسلہ "سلسلۂ چشتیہ" کے نام سے مشہور ہوا، بڑے صاحب تصرف تھے، آپ سماع سنتے تھے، نظر کی تاثیر کا عالم یہ تھا کہ کوئی گنہ گار آپ کی مجلس میں حاضر ہوتا تو ہمیشہ کے لئے اس دل میں گناہ سے نفرت بیٹھ جاتی، کوئی بیمار آتا تو شفایاب ہو جاتا۔۔

۔۔۔طے الارض کی کرامت اکثر صادر ہوتی تھی ، جب سفر کا ارادہ فرماتے تو سو دو سو آدمیوں کے ساتھ آنکھ بند کر کے فوراً منزل

والدین حسن سجزی چشتی اجمیریؒ (ولادت ۱۴ / رجب المرجب ۵۳۷ھ مطابق ۸ فروری ۱۱۴۳ء-وفات ۶ / رجب المرجب یوم دوشنبہ ۶۳۲ھ مطابق ۲ / اپریل ۱۲۳۵ء)[252] کی مرہون منت ہے۔

مقصود پر پہونچ جاتے۔

ایک مرتبہ قحط کے موقعہ پر بادشاہ وقت اور ہزاروں لوگ دعا کے لئے حاضر ہوئے، حضرت مجلس سماع میں تھے، وجد میں آئے اور دعا فرمائی اور بارش ہوگئی، دوسرے دن پھر کسی ضرورت سے بادشاہ آیا تو آپ رونے لگے، اس نے عرض کیا کہ حضرت کے ملال کا باعث کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بادشاہ کے بار بار آنے سے یہ ڈر ہے کہ مجھ سے کوئی گناہ تو ایسا صادر نہیں ہوا جس کی وجہ سے امراء کی مصاحبت اتنی شروع ہوگئی، اور غرباء کی مصاحبت سے اتنا وقت کم ہوگیا، مبادا میرا حشر بجائے مساکین کے امراء کے ساتھ نہ ہوجائے۔

آپ کی وفات ۱۴ / ربیع الثانی ۳۲۹ھ مطابق ۲۰ / جنوری ۹۴۱ء کو ہوئی، آپ کا مزار عکہ میں ہے جو شام کے نواح میں ہے، آپ کے خلفاء میں خواجہ ابواحمد ابدال، خواجہ ابو محمد، خواجہ تاج الدین مشہور ہوئے (تاریخ مشائخ چشت ص ۱۵۱، ۱۵۲ مؤلفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، ناشر: مکتبہ شیخ زکریا، سہارن پور، ۱۳۹۳ھ ☆ خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۳۷، ۳۸ مؤلفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۶۱ تا ۱۶۳ مؤلفہ خلیق احمد نظامی بحوالہ سیر الاولیاء (فارسی مطبوعہ چرنجی ہلی) ص ۴۰، ۳۹ و تذکرۃ الاولیاء ص ۳۸۳، ۳۸۴ (اردو ترجمہ عبد الرحمن شوق امرتسری)

252- اسم گرامی "معین الدین" ہے اور سلطان الہند، ہند الولی، اور خواجہ غریب نواز کے القاب سے مشہور ہیں، والد ماجد کا اسم گرامی غیاث الدین ہے، وہ عراق میں مدفون ہیں، والدہ ماجدہ کا اسم گرامی "خاص الملکہ" تھا، جو اصفہان کی رہنے والی تھیں، آپ کی پیدائش باتفاق اہل تاریخ ۱۴ / رجب المرجب ۵۳۷ھ مطابق ۸ فروری ۱۱۴۳ء میں ایران کے علاقہ سیتان کے قصبہ سنجر میں ہوئی (مختصر حالات بزرگان چشت اہل بہشت المعروف بہ سرکار غریب نواز ص ۱۳ مؤلفہ حضرت مولانا الحاج حکیم احمد حسن منورویؒ، طبع اول ۱۹۶۱ء) بعض کتابوں میں ۵۳۰ھ بھی لکھا ہے۔

شیخ زکریاؒ نے تاریخ مشائخ چشت میں "سنجر" لکھا ہے (ص ۱۶۵) لیکن جناب خلیق نظامی صاحبؒ کی تحقیق یہ ہے کہ صحیح لفظ "سجزی" ہے، سنجری نہیں، خواجہ صاحبؒ کا وطن سجستان تھا، اسی کی نسبت سے "سجزی" کہے جاتے تھے، کاتب کی غلطی سے یہ لفظ "سنجری" مشہور ہوگیا، رسالہ "احوال پیران چشت" غالباً پہلا قدیم مسودہ ہے، جس میں یہ لفظ صحیح لکھا ہوا میری نظر سے گذرا ہے۔

فتوح السلاطین (تصنیف ۷۵۰ھ بہ تصحیح محمد یوشع، مطبوعہ مدراس ۱۹۴۸ء، ص ۴۶۶) کے اشعار بھی "سجزی" ہی سے موزوں ہوتے ہیں، ایک شعر ہے:

معین الدین آں سجزی دیں پناہ   کہ خفت است بہ اجمیر آں مرد راہ

علامہ عصامیؒ کی فتوح السلاطین ہندوستان کے مذہبی اور غیر مذہبی لٹریچر میں پہلی کتاب ہے جس میں مشائخ چشت کا شجرہ نظم کیا گیا ہے (دیکھئے: تاریخ مشائخ چشت ص ۱۶۴، ۱۶۵ مؤلفہ خلیق احمد نظامی)

آپ کا نسب گیارہویں پشت پر حضرت امام حسینؓ سے ملتا ہے، سلسلۂ نسب اس طرح ہے:

"خواجہ معین الدین چشتیؒ بن حضرت غیاث الدین حسن چشتیؒ بن حضرت سید کمال الدین حسن چشتیؒ بن حضرت سید نجم الدین طاہرؒ بن حضرت سید عبد العزیزؒ بن سید ابراہیمؒ بن سیدنا امام موسیٰ کاظمؒ بن سیدنا امام جعفر صادقؒ بن سیدنا امام باقرؒ بن سیدنا امام زین العابدینؒ بن سیدنا امام حسینؓ بن مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ بن ابی طالب۔ (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۶۲ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ ☆ مختصر حالات بزرگان چشت اہل بہشت المعروف بہ سرکار غریب نواز ص ۱۳، ۱۴ مؤلفہ حضرت مولانا الحاج حکیم احمد حسن منورویؒ، طبع اول ۱۹۶۱ء)

پندرہ (۱۵) سال کی عمر تھی کہ والد صاحب نے انتقال فرمایا، آپ تین بھائی تھے، والد کے ترکہ سے آپ کے حصہ میں ایک وسیع وعریض باغ آیا، آپ اسی میں مشغول رہتے تھے، کہ ایک مرد قلندر ابراہیم مجذوب قہندزی (یا قندوزی) باغ میں تشریف لائے، حضرت شیخ نے ان کی بڑی تعظیم وتکریم کی، اوران کے لئے کچھ انگور اور کچھ پھل لے کر آئے، قلندر نے اپنے دانتوں سے چبا کر حضرت خواجہؒ کو دیا، کھاتے ہی آپ نے اپنے دل میں انوار الٰہی اترتے ہوئے محسوس کیا اور دنیا کی خواہشات ختم ہونے لگیں، آپ نے باغ وغیرہ سب فروخت کر کے فقراء میں تقسیم کر دیا اور سفر میں نکل گئے، پہلے سمرقند پہونچے، وہاں حفظ قرآن اور علوم ظاہری کی تکمیل کی، ان سے فراغت کے بعد عراق تشریف لے گئے، اوروہاں قصبہ ہارون پہونچ کر حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ سے بیعت ہوئے اور ایک ہی دن میں تمام منازل سلوک طے کر لئے، اور تمام علوم باطن سے بھی سرفراز ہوگئے، لیکن امتثال امر شیخ میں بیس (۲۰) سال حضرت کی خدمت میں رہے، پھر حضرت شیخ نے آپ کو ہندوستان کی ولایت پر مامور فرمایا، حضرت شیخ سے رخصت ہو کر آپ اپنے عہد کے مشاہیر مشائخ: حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ (سنجان)، حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانیؒ (جیلان)، حضرت شیخ ضیاء الدین (پیرومرشد حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ)، حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ، حضرت خواجہ محبوب سبحانی خواجہ اوحد الدین کرمانیؒ (ان سے آپ کو خرقۂ خلافت بھی حاصل ہوا) حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ (ہمدان)، حضرت ابوسعید تبریزیؒ (تبریز) (پیرومرشد شیخ جلال الدین تبریزیؒ)، حضرت محمود اصفہانیؒ (اصفہان)، خواجہ ابوسعید مہنہدیؒ، خواجہ ناصر الدین استر آبادیؒ (جو حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ کی اولاد میں تھے، اوران کی عمر ایک سوستائیس ہو چکی تھی، ان کی صحبت میں حضرت ابوسعید ابوالخیر اور شیخ ابوالحسن خرقانیؒ)، اور شیخ العارفین شیخ عبد الواحد غزنویؒ (غزنین، پیر شیخ نظام الدین ابوالمؤید) وغیرہ کی زیارت وصحبت سے مستفیض ہوئے، اور ان مقامات سے ہوتے ہوئے آپ لاہور پہونچے، راستے میں بے شمار کرامات کا ظہور ہوا، اورلوگ حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے، لاہور میں دس ماہ تک حضرت مخدوم علی ہجویریؒ (ولادت غالباً ۳۸۱ھ یا ۴۰۰ھ یا ۴۰۱ھ مطابق ۹۹۱ء یا ۱۰۰۹ء یا ۱۰۱۰ء -وفات ۴۶۵ھ تا ۴۶۹ھ / ۱۰۷۳ء تا ۱۰۷۶ء) کے مزار پر انوار پر اعتکاف فرمایا، لاہور سے روانہ ہو کر دہلی تشریف لائے، کچھ دن دہلی میں قیام فرما کر آپ دس محرم الحرام ۵۶۱ھ مطابق ۲۲/ نومبر ۱۱۶۵ء کو اجمیر شریف رونق افروز ہوئے، اجمیر میں سب سے پہلے جس نے شرف ارادت حاصل کیا وہ سید حسین خنگ سوار تھے، جو پہلے شیعہ تھے، حضرت کے ہاتھ پر توفیق توبہ نصیب ہوئی اور حلقۂ عقیدت میں داخل ہوئے، ان کے بعد ہزارہا خلقت خدا داخل سلسلہ ہوئی، جن میں اکثر غیر مسلم تھے، اسلام قبول کر کے وہ داخل سلسلہ ہوئے، کہا جاتا ہے کہ اجمیر کا انتخاب سرکار دو عالم ﷺ کی طرف سے کیا گیا تھا، حضرت نے اجمیر میں آبادی سے باہر ایک جگہ مناسب دیکھ کر ایک درخت کے نیچے پڑاؤ ڈالا، ان دنوں دلی کا راجہ

پتھورارائے بھی اجمیر آیا ہوا تھا، ساربان نے آکر کہا کہ یہ راجہ کے اونٹوں کی جگہ ہے، اس جگہ سے کہیں اور چلے جائیں، آپ وہاں سے اٹھ کر رانا ساگر تالاب کے کنارے قیام فرماہوئے، وہاں بہت سے بت بنے ہوئے، دوسری طرف راجہ کے اونٹ پچھلے مقام پر بیٹھے تو بیٹھے ہی رہ گئے، اٹھ نہ سکے، ساربان سمجھ گئے کہ اسی فقیر کی بد دعا کا اثر ہے، ان لوگوں نے جا کر حضرت سے معافی مانگی تو وہ اونٹ کھڑے ہوگئے، یہ خبر سارے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، تمام اسلام دشمن جمع ہوئے اور راجہ سے شکایت کی اور کہا کہ یہ ایک بیگانہ آدمی ہمارے بت خانے کے پاس سکونت پذیر ہے، جب تک وہ ہاں سے نہ ہٹے گا ہم وہاں نہیں جاسکتے، اس کے بعد راجہ کے مظالم کا سلسلہ شروع ہوگیا، اس نے آپ کو ہر طرح تنگ کیا، جن اور دیو کو آپ کے مقابلے میں لائے، بہت سے جادوگروں نے آپ پر جادو چلایا، واقعات مشہور ہیں مگر راجہ کی ساری تدبیریں ناکام ہوگئیں، یہاں تک کہ اللہ پاک کی طرف سے شہاب الدین غوریؒ کے ذریعہ راجہ کا کام تمام کر دیا گیا، وہاں کا سب سے بڑا مہنت رام دیو اور اس علاقہ کا سب سے بڑا جادوگر جوگی جے پال مسلمان ہوگئے، مہنت کا نام شادی دیو اور جوگی کا نام عبد اللہ بیابانی رکھا گیا۔

اللہ پاک نے آپ کو فیاض فطرت کے ساتھ دست غیب سے بھی نوازا تھا، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ فرماتے ہیں کہ میں بیس (۲۰) سال حضرت کی خدمت میں رہا، کسی مانگنے والے کو محروم نہیں کیا، مصلے کے نیچے ہاتھ ڈالتے اور جو ہاتھ میں آتا اسے مرحمت فرمادیتے، ان کا یہ بھی بیان ہے کہ اس دوران میں نے ان کو کبھی غصہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

آپ کی رہائش ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں رہتی تھی، لباس بہت سادہ تھا، دو تہی میں لپٹے ہوئے بیٹھے رہتے تھے، آپ کی غذا پانچ مثقال سے زیادہ کی روٹی نہیں ہوتی تھی۔

آپ کی وفات سلطان شمس الدین التمشؒ کے دور میں ہوئی، تاریخ وفات جمہور اہل تاریخ کے نزدیک ۶/رجب المرجب یوم دوشنبہ ۶۳۲ھ مطابق ۲/اپریل ۱۲۳۵ء ہے، بعض نے ۳۰/ذی الحجہ بھی لکھا ہے، مگر پہلا قول صحیح ہے، البتہ سن وفات میں سخت اختلاف ہے، ۶۳۲ھ، ۶۳۳ھ، ۶۳۶ھ، ۶۳۷ھ کئی اقوال ہیں، عمر میں بھی کئی اقوال ہیں، بعض نے چھیانوے (۹۶) سال، بعض نے ایک سو چار (۱۰۴) اور بعض نے ایک سو سات (۱۰۷) سال بتائی ہے، مزار مبارک اجمیر شریف مرجع خلائق ہے۔

مشہور ہے کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی پیشانی پر یہ نقش ظاہر ہوا "حبیب اللہ مات فی حب اللہ" (اللہ کا حبیب اللہ کی محبت میں دنیا سے گیا)

خلفاء اور مریدین کی تعداد بے شمار ہے، آپ سے اسلام کو اس ملک میں فروغ ہوا، کہا جاتا ہے کہ نوے (۹۰) لاکھ آدمی آپ کے دست مبارک پر مسلمان ہوئے، سلسلۂ چشتیہ پورے برصغیر میں آپ ہی کے ذریعہ پھیلا، اور آپ ہی اس سلسلہ کے امام الطریق بھی ہیں۔

حضرت خواجہ کی دو اہلیہ تھیں، ایک تو سید وجیہ الدین جو حضرت خنگ سوار کے ماموں تھے، کی بیٹی تھیں، ان کا اسم گرامی "بی بی عصمت" تھا، ان کے بطن سے تین بیٹے پیدا ہوئے۔۔۔ حضرت خواجہ کی دوسری بیوی ہندوستان کے راجاؤں میں سے ایک راجہ کی بیٹی تھیں، وہ مسلمان ہوگئی تھیں، ان کا اسلامی نام "امۃ اللہ" رکھا گیا، ان کے بطن سے ایک بیٹی "حافظہ جمال" پیدا ہوئیں، ان کے شوہر کا نام شیخ تقی الدین تھا، (اخبار الاخیار ص ۵۹ تا ۶۵ مؤلفہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی ☆ خزینۃ الاصفیاء ص ۶۱ تا ۶۷

"چشت "خراسان کے ایک مشہور شہر کا نام ہے،اسی نسبت سے سلسلۂ چشتیہ مشہور ہوا، حضرت خواجہ ابو اسحاق چشتی شامیؒ (م ۱۴ / ربیع الثانی ۳۲۹ھ مطابق ۲۰ / جنوری ۹۴۱ء) پہلے بزرگ ہیں جن کے اسم گرامی کے ساتھ تذکروں میں چشتی لکھا ہوا ملتا ہے، حضرت ابو اسحاق چشتیؒ سے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ تک مسلسل کئی اکابر کا تعلق اسی خطۂ چشت اہل بہشت سے رہا، حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ سے قبل بھی سلسلۂ چشت کے بعض اکابر ہندوستان تشریف لائے تھے، جیسا کہ حضرت جامیؒ نے خواجہ ابو محمد بن ابی احمد چشتیؒ (ولادت یکم محرم الحرام ۳۳۱ھ مطابق ۱۹ / ستمبر ۹۴۲ء۔ وفات ۱۴ / ربیع الاول ۱۱۴ھ مطابق ۱۳ / جولائی ۱۰۲۰ء یا یکم رجب ۱۱۴ھ مطابق ۲۶ / اکتوبر ۱۰۲۰ء) کا ذکر کیا ہے[253] کہ وہ سلطان محمود غزنویؒ کے ہمراہ ہندوستان (سومنات) آئے تھے، اوران کی دعا سے لشکر اسلام کو فتح نصیب ہوئی تھی[254]۔

مؤلفہ مفتی غلام سرور☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۶۵ تا ۱۷۰ مؤلفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، ناشر: مکتبہ شیخ زکریا، سہارن پور، ۱۳۹۳ھ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۶۸ خلیق نظامی)

253 ۔ آپ کا لقب ولی الدین یا ناصح الدین تھا، پیدائشی ولی تھے، کہا جاتا ہے کہ حمل کے زمانہ میں والدہ کے پیٹ سے ذکر اللہ کی آواز آتی تھی، نسباً سید حسنی تھے، آپ کی ولادت یکم محرم الحرام ۳۳۱ھ مطابق ۱۹ / ستمبر ۹۴۲ء میں ہوئی، پیدا ہوتے وقت سات مرتبہ کلمہ پڑھا، ایام رضاعت میں بھی ذکر جاری رہتا تھا، کئی غیر مسلم یہ دیکھ کر مسلمان ہوگئے، خرقۂ خلافت اپنے والد ماجد خواجہ ابو احمدؒ سے حاصل کیا، سات (۷) سال کی عمر میں بیعت ہوئے، اور بارہ (۱۲) سال کی عمر تک ایک حجرہ میں تنہا رہے، روزہ رکھتے اور مجاہدے کرتے تھے، والد کے وصال کے بعد چوبیس (۲۴) سال کی عمر میں سجادہ نشیں ہوئے، بہت سی کرامات آپ سے منسوب ہیں، ایک مرتبہ دریا کے کنارے اپنی گدڑی سی رہے تھے کہ ادھر سے بادشاہ وقت کا گذر ہوا، اس نے دینار کی ایک تھیلی ہدیہ کی، آپ نے انکار کیا، لیکن جب اس نے اصرار کیا، تو آپ نے دریا کی طرف رخ کیا اور سیکڑوں مچھلیاں دینار لئے ہوئے کنارے پر آگئیں ، حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس اس قدر خزانۂ غیبیہ موجود ہو وہ تمہاری تھیلی کی قدر کیا کرے۔

ستر (۷۰) سال کی عمر میں باشارۂ غیبی محمود غزنوی کے ساتھ سومنات کے جہاد میں شریک ہوئے، آپ کی وفات اسی (۸۰) سال کی عمر میں ۱۴ / ربیع الاول یا یکم رجب ۱۱۴ھ مطابق ۱۳ / جولائی یا ۲۶ / اکتوبر ۱۰۲۰ء کو ہوئی، "امام برحق" سے تاریخ وفات نکلتی ہے، مزار مبارک چشت میں ہے (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۴۴ تا ۴۶ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۵۵ تا ۱۵۷ شیخ زکریا کاندھلویؒ)

254 ۔ نفحات الانس للجامیؒ ص ۵۶۰، ترجمہ شمس بریلوی، ناشر دانش پبلشنگ کمپنی، دریا گنج دہلی، ۲۰۱۰ء۔

ہندوستان میں سلسلۂ چشتیہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے جاری ہوا

لیکن سلسلۂ چشتیہ کو ہندوستان میں جاری کرنے کا شرف حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کو حاصل ہوا، وہ پر تھوی راج کے عہد میں ہندوستان تشریف لائے، اور اجمیر کو اپنا مستقر بنا کر تبلیغ واشاعت کا کام شروع کیا، میر خورد نے ان کو "نائب رسول اللہ فی الہند" لکھا ہے[255]۔

اجمیر شریف کی تاریخی اور مذہبی اہمیت

ان دنوں اجمیر راجپوت سامراج کا مضبوط مرکز اور ہندوؤں کا مضبوط گڑھ تھا، دور دراز سے ہندو مذہبی رسومات کے لئے وہاں حاضر ہوتے تھے[256]، حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ اجمیر کی تاریخی و مذہبی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"پرانے زمانہ میں ہندوستان پر ایک راجہ حکمراں تھا، جس کی سلطنت برہما سے لے کر غزنی تک پھیلی ہوئی تھی، اس راجہ کا نام "آجا" تھا، جسے ہندی زبان میں آفتاب کہا جاتا ہے، اور میر ہندی زبان میں پہاڑ کے معنٰی میں ہے، اس طرح اس شہر کا نام "اجامیر" رکھا گیا، ہندی میں اس شہر کا نام آج میر یا آجامیر ہی ہے، مگر مرورِ زمانہ کے ساتھ یہ اجمیر سے مشہور ہو گیا"

ہندوؤں کی تاریخ میں لکھا ہے:

کہ ہندوستان میں پہاڑوں پر تعمیر ہونے والی دیواروں میں سب سے پہلے یہی دیوار تعمیر ہوئی، جو اجمیر کے پہاڑ کے اوپر ہے، اسی طرح سرزمین ہند میں جو سب سے پہلا حوض بنایا گیا وہ پھکر کا حوض ہے، جو اجمیر سے آٹھ میل پر ہے، اور ہندو اس کی پوجا کرتے ہیں، اور ہر سال چھ روز کے لئے تحویل عقرب کے وقت وہاں جمع ہو کر غسل کرتے ہیں، ان میں سے جو قیامت کے قائل ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ قیامت

---- حواشی --

255 - سیر الاولیاء (فارسی) ص ۴۵، ماخوذ از تاریخ مشائخ چشت ص ۱۶۵ خلیق نظامی۔

256 - تاریخ مشائخ چشت ص ۱۶۵ خلیق نظامی

بھی اسی حوض سے شروع ہو گی، اور آجانام جو اس ملک میں ہندو تھے پہلے سے رکھتے
تھے،، پتھوراسب سے آخری راجاہے جس سے مسلمانوں نے ملک ہند حاصل کیا"
[257]

چشتیہ سلسلہ آپ کے زمانے میں ہی کافی دور دراز تک پہونچ گیا تھا، بعد میں یہ آپ کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء کے ذریعہ پورے برصغیر میں پھیل گیا۔

سلسلۂ چشتیہ کی خصوصیات وامتیازات

جذب و تاثیر

☆اس سلسلہ کی بڑی خصوصیت جذب اور تاثیر ہے، یہ قول سے زیادہ عمل کی معنویت کے قائل ہیں، ان کی کوشش ہوتی ہے کہ زبان سے کچھ کہے بغیر ان کے عمل کی کشش خود بخود لوگوں کو کھینچ لے، شیخ نظام الدین اولیاءؒ کا قول ہے:

"ہر چہ علماء بزبان دعوت کنند، مشائخ بعمل دعوت کنند"[258]

(علماء جس بات کی دعوت زبان سے دیتے ہیں مشائخ عمل سے دیتے ہیں)

ایک دن ایک مسلمان ایک ہندو کو لے کر شیخ نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یہ میرا بھائی ہے، حضرت شیخ نے پوچھا:

"ایں برادر تو ہیچ میلے بمسلمانی دارد؟

(تیرا یہ بھائی مسلمانی سے بھی کچھ رغبت رکھتا ہے؟)

اس شخص نے عرض کیا: میں اسی غرض سے اسے یہاں لایا ہوں کہ جناب کی نظر التفات سے وہ مسلمان ہو جائے، شیخ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، فرمایا:

"اس قوم پر کسی کے کہنے کا اثر نہیں ہوتا، ہاں اگر کسی صالح مرد کی صحبت میں آجایا

---حواشی---

257 - اخبار الاخیار ص ۶۳ مؤلفہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی

258 - تاریخ مشائخ چشت ص ۳۰۹ خلیق نظامی بحوالہ سیر الاولیاء ص ۳۲۱

کریں توشاید اس کی برکت سے مسلمان ہو جائیں "[259]

☆کرامات ان کے یہاں بھی ثانوی درجہ کی چیز ہے، بلکہ مشائخ سلسلہ نے اظہار کرامات کی مذمت کی ہے، اور اس کو "حیض الرجال" سے تعبیر کیا ہے[260]۔

پرتو جمال

☆چشتی اکابر اکثر جمال کے پرتو ہوتے ہیں، ان کے اخلاق کی ٹھنڈک لوگوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے تھے کہ حسن اخلاق کی بنیاد تین چیزوں پر ہے:

۱-لوگوں سے خندہ پیشانی کا برتاؤ ۲-کسب حلال ۳-بندگان خدا پر توسع [261]

ہندوؤں کے لئے وسیع النظری

☆سلسلۂ چشتیہ کا اصل میدان چونکہ ہندوستان رہا اس لئے اس سلسلہ کے اکابر ہندوؤں کے

---حواشی---

259 - تاریخ مشائخ چشت ص ۳۰۹ خلیق نظامی بحوالہ فوائد الفواد ص ۱۸۲۔

(نوٹ) حضرت شیخ کا یہ جملہ ہندو قوم کی نفسیات کا بالکل صحیح تجزیہ ہے، نصیحتیں اور تقریریں اس قوم پر اثر انداز نہیں ہوتیں، وعظ کی محفلیں ان کے لئے مؤثر نہیں ہیں، یہ شکتی اور طاقت کی پوجا کرنے والی قوم دل ودماغ اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں سے محروم ہے، دلائل سے ان کو مطمئن کرنا بے سود ہے، یہ قوم صرف کرامات اور اچھی صحبتوں سے متاثر ہوتی ہے، اسی لئے ہندوستان میں اسلام زیادہ تر مشائخ اور صوفیاء سے پھیلا، جن کی زبانیں خاموش اور دل طاقتور ہوتے تھے، اگر یہ لوگ وعظ وتقریر کی محفلوں سے مسلمان ہوتے تو سارا ہندوستان مسلمان ہو چکا ہوتا، لیکن ان صفات کے حامل مشائخ ہمیشہ کم ہوئے اس لئے اس قوم کے اسلام قبول کرنے کی شرح بھی کم رہی، جب تک صوفیاء کی طاقت اسلامی معاشرہ میں موجود تھی ہندو قوم مسلمان اور اسلامی شعائر کا بہت احترام کرتی تھی، بلکہ روحانی طور پر خوفزدہ رہتی تھی، لیکن آج ہمارے یہاں ایسے مشائخ اور صوفیا نہیں رہے اسی لئے آج اس قوم کی جرأت مسلمانوں کے مقابلے میں بڑھتی جارہی ہے، آج اس ملک میں مسلمانوں کے قومی اور ملی تحفظ اور اشاعت اسلام کے لئے پھر اسی خانقاہی نظام کی ضرورت ہے جس کو لوگ چھوڑتے جارہے ہیں۔

خراب جان کر جس کو بجھا دیا تم نے
وہی چراغ جلاؤ تو روشنی ہوگی

260 - تاریخ مشائخ چشت ص ۲۵۲ خلیق نظامی

261 - تاریخ مشائخ چشت ص ۲۵۲ خلیق نظامی بحوالہ سیر الاولیاء ص ۵۶۰

سلسلے میں وسیع النظر واقع ہوئے ہیں، نافع السالکین کے حوالے سے جناب خلیق نظامی صاحب نے نقل کیاہے کہ:

"ہمارے سلسلہ کا یہ اصول ہے کہ مسلمان اور ہندو دنوں سے صلح رکھنی چاہئے:

حافظا گر وصل خواہی صلح کن باخاص وعام

با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام[262]

وہ ساری مخلوق کو اللہ کا کنبہ قرار دیتے ہیں ، اس لئے خلق خدا کے درمیان وصل کی بات کرتے تھے نہ کہ فصل کی، ایک شخص نے بابا فرید گنج شکرؒ کی خدمت میں قینچی پیش کی، تو فرمایا: مجھے تو سوئی دو، میں کاٹتا نہیں، جوڑتا ہوں[263]۔

☆ایک دن صبح کے وقت حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، امیر خسرو کے ساتھ اپنے جماعت خانہ کی چھت پر چہل قدمی کر رہے تھے، دیکھا کہ پڑوس میں کچھ ہندو بتوں کی پوجا کر رہے ہیں، فرمایا:

"ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے"

(ہر قوم کا اپنا ایک راستہ، دین اور قبلہ گاہ ہے)

امیر خسرو نے فوراً ہی دوسرا مصرعہ کہا:

من قبلہ راست کردم جانب کج کلاہے

(میں نے تو اپنا قبلہ ایک کج کلاہ کی طرف ٹھیک کر لیا ہے)

کہتے ہیں کہ اسوقت شیخ نظام الدین اولیاء کے سر پر ٹوپی ٹیڑھی رکھی ہوئی تھی۔

یہ مکالمہ ان اکابر کے افکار کا ترجمان اور چشتیہ سلسلہ کے اصولوں کا بہترین آئینہ دار ہے[264]

☆بابا فرید گنج شکرؒ کی خانقاہ میں جوگی اکثر حاضر ہوتے تھے، دو مرتبہ شیخ نظام الدین اولیاءؒ کی

---حواشی---

262 - تاریخ مشائخ چشت ص۳۰۶ خلیق نظامی بحوالہ نافع السالکین ص۱۷۶

263 - تاریخ مشائخ چشت ص۳۰۷ خلیق نظامی بحوالہ فوائد الفواد

264 - تاریخ مشائخ چشت ص۳۰۸ خلیق نظامی بحوالہ انوار العیون (قلمی) نیز تزک جہانگیری

ان سے وہاں گفتگو ہوئی، ایک بار عالم علوی اور سفلی پر بات چھڑ گئی، جوگی نے اپنے خیالات کی جو وضاحت کی تو شیخ نظام الدینؒ پر بڑا اثر ہوا اور فرمایا: "مرا سخن او خوش آمد" (مجھے اس کی بات اچھی لگی)[265]

حضرت امیر خسروؒ کا یہ شعر بھی ان کے انہی جذبات کا ترجمان ہے:

اے کہ زبت طعنہ بہ ہندو بری

ہم زوے آموز پرستش گری

(اے ہندو کو بت کا طعنہ دینے والے شخص! اس سے پرستش کا طریقہ سیکھ لے)

فوائد الفواد میں لکھا ہے کہ:

"یکے از حاضران پرسید کہ ہندوے کہ کلمہ می گوید وخدائے رابوحدانیت یاد می کند رسول رابرسالت، اماہمیں کہ مسلمان می آئند ساکت می شود عاقبت او چہ باشد"

حاضرین میں سے ایک شخص نے پوچھا کہ ایک ہندو کلمہ پڑھتا ہے، اللہ کی وحدانیت اور رسول کی رسالت پر اعتقاد رکھتا ہے، لیکن جوں ہی مسلمان آتے ہیں خاموش ہو جاتا ہے، اس کا انجام کیا ہو گا؟"

حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے جواب دیا کہ:

"معاملۂ او بحق است تا حق چہ کند، ان شاء عفا وان شاء عذب"

یعنی اس کا معاملہ حق تعالیٰ کے سپرد ہے، چاہے تو معاف کر دے اور چاہے تو عذاب دے[266]

غیر مسلموں کو ذکر کی تعلیم

مشائخ چشت ہدایت فرماتے تھے کہ اگر کوئی ہندو تمہاری صحبت سے گرویدگی یا عقیدت کی بنا پر تمہارے پاس آنے جانے لگے اور تم سے ذکر وغیرہ کے متعلق پوچھے تو فوراً بتادو، اس فکر میں نہ

حواشی

265 - تاریخ مشائخ چشت ص ۳۰۷ خلیق نظامی بحوالہ فوائد الفواد ص ۸۵

266 - تاریخ مشائخ چشت ص ۳۱۰، ۳۱۱ خلیق نظامی بحوالہ فوائد الفواد ص ۱۳۵

رہے کہ وہ باقاعدہ مسلمان ہو جائے جب اسے روحانی تعلیم دی جائے، یہی بات شاہ کلیم اللہ دہلویؒ کے ایک مکتوب میں ہے:

"صلح باہندو و مسلمان سازند وہر کہ ازیں دو فرقہ کہ اعتقاد بشماداشتہ باشند، ذکر و فکر مراقبہ وبگویند کہ ذکر بخاصیت خود اورا برقۂ اسلام خواہد کشید"[267]

سماع ایک روحانی علاج

☆سلسلۂ چشتیہ کا ایک خاص امتیازان کا ذوق سماع ہے، سماع باقاعدہ یہاں داخل سلوک ہے، اوراس کو کئی روحانی عوارض کا علاج ماناجاتاہے، مولانا محمود کاشانیؒ نے مشائخ کے لئے اس کی ضرورت بیان کرتے ہوئے لکھاہے کہ:

"اصحاب ریاضت وارباب مجاہدہ از کثرت معاملات گاہ گاہ اتفاق افتد کہ کلالتے و ملالتے در قلوب ونفوس حادث شود وقبض ویاسے کہ موجب فتوراعمال وقصور احوال بود طاری گردد، بس مشائخ متأخراز برائے رفع ایں عارضہ ودفع ایں حادثہ ترکیبے روحانی از سماع صوت طیبہ والحان تناسبہ واشعار مہیجہ مشقوقہ بروجہے کہ مشروع بود نمودہ اند[268]

(یعنی کبھی اصحاب ریاضت کو کثرت معاملات کی وجہ سے قلب ونفس میں ضعف و اضمحلال طاری ہوجاتاہے جو معمولات کی ادائیگی یاواردات وکیفیات کی راہ میں حائل ہوتاہے، متأخرین مشائخ نے اس طرح کے عوارض کو دور کرنے کے لئے سماع کوایک روحانی علاج قراردیاہے، کہ جائز طریق پر اچھی آواز اور خوبصورت ترنم کے ساتھ بامعنیٰ اشعار پڑھے جائیں، تواس سے ضعف واضمحلال دور ہوجاتاہے)

اس سے معلوم ہوتاہے کہ چشتیہ کے یہاں بھی سماع بذات خود مقصود نہیں ہے، یہ ایک علاج

---- حواشی --

267 - تاریخ مشائخ چشت ص ۳۱۰ خلیق نظامی بحوالہ مکتوبات کلیمی ص ۷۴

268 - تاریخ مشائخ چشت ص ۳۱۴ خلیق نظامی بحوالہ مصباح الہدایت ص ۱۸۲، ۱۸۳۔

ہے، جس کی ضرورت مرض کی صورت میں پیش آتی ہے، عام حالات میں اکابر چشت کے یہاں بھی سماع کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ایک روحانی غذا ہے جس میں آداب کی رعایت ضروری ہے۔

آداب و شرائط سماع

یہاں سماع کے جواز و عدم جواز کی بحث غیر ضروری ہے، اس لئے کہ جیسا کہ مذکورہ بالا اقتباس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سماع کی صرف جائز صورتوں کی گنجائش ہے، ناجائز کی نہیں، آلات کے علاوہ خود قلب کی کیفیت و احوال کا بھی سماع کے حکم پر اثر پڑتا ہے، امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیریؒ (۳۷۶ھ/۹۸۶ء-۴۶۵ھ/۱۰۷۳ء) نے حضرت شیخ ابو علی دقاقؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

"سماع عوام کے لئے حرام ہے اس لئے کہ ان کے نفوس اپنی حالت پر باقی رہتے ہیں، زاہدوں کے لئے مباح و جائز ہے، کیونکہ انہیں مجاہدات حاصل ہیں، اور ہمارے مریدوں کے لئے مستحب ہے کہ ان کے دل زندہ ہوں"۔۔۔ اور شیخ ممشاد الدینوریؒ فرماتے تھے کہ میں نے جنیدؒ کو فرماتے سنا کہ جس نے تکلفاً سماع کو چاہا اس کے لئے یہ فتنہ ہوگا، مگر جسے خود بخود یہ چیز حاصل ہو جائے، اس کے لئے سماع راحت ہے، [269]

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ سماع کی چار (۴) قسمیں ہیں:

۱- حلال، ۲- حرام، ۳- مکروہ، ۴- مباح

اگر صاحب وجد کو حق کی طرف زیادہ میل ہے تو سماع اس کے حق میں مباح ہے، اگر اس کا میلان مجاز کی طرف زیادہ ہے تو سماع اس کے حق میں مکروہ ہے، لیکن جس کا دل بالکل مجاز ہی کی طرف ہو اس کے لئے سماع حرام ہے، اور جب میلان طبع کلیتاً حق کی طرف ہو تو سماع حلال ہے [270]۔

۔۔۔۔ حواشی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

269 - الرسالۃ القشیریۃ ص ۵۰۶، ۵۰۷ مؤلفہ امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیریؒ (۳۷۶ھ/۹۸۶ء-۴۶۵ھ/۱۰۷۳ء)، ترجمہ: محمد عبد النصیر بن عبد البصیر العلوی، ناشر مکتبہ رحمانیہ لاہور

270 - تاریخ مشائخ چشت ص ۳۱۴ خلیق نظامی بحوالہ سیر الاولیاء ص ۴۹۱، ۴۹۲۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ سماع کے حلال ہونے کے لئے چار چیزیں ضروری ہیں:

۱- مسمع ۲- مستمع ۳- مسموع ۴- آلۂ سماع

☆ مسمع (یعنی گانے والا) مرد کامل ہو، لڑکا یا عورت نہ ہو۔

☆ مستمع (یعنی سننے والا) یاد حق سے خالی نہ ہو۔

☆ مسموع (یعنی جو چیز گائی جائے) فحش نہ ہو۔

☆ آلۂ سماع (یعنی مزامیر) موجود نہ ہو۔

مشائخ چشت کا خیال تھا کہ اگر ان میں سے ایک شرط بھی پوری نہ ہو تو سماع حرام ہے [271]۔

لیکن بعد کے ادوار میں رفتہ رفتہ ان شرائط کو نظر انداز کیا جانے لگا، یہاں تک کہ صرف رسم باقی رہ گئی، اور سماع کی روح ختم ہوگئی، اسی لئے سلسلۂ چشتیہ کے مشہور بزرگ حضرت شاہ کلیم اللہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ اب صرف "ہائے ہو سماع" رہ گیا ہے، شاہ صاحبؒ موجودہ دور میں کثرت سماع کو ناپسند کرتے تھے، اور اس کی وجہ یہ تحریر فرمائی کہ:

"امروز قدر راگ مشائخ نمی شناسند و آداب را رعایت نمی کنند" [272]

(یعنی آج کل مشائخ کے سماع کا معیار لوگوں کو معلوم نہیں ہے، اور لوگ آداب کی رعایت ملحوظ نہیں رکھتے)

حضرت شیخ زکریاؒ تحریر فرماتے ہیں:

"مجلس سماع کے منعقد کرنے کے لئے علماء نے دس (۱۰) شرطیں لکھی ہیں ان شرائط کے پائے جانے کے بعد غالباً اہل افتاء بھی اس کی زیادہ مخالفت نہ کریں، وہ شرائط اکابر سلسلہ کے کلام میں بڑی تفصیل سے مذکور ہیں، لیکن حضرت اقدس

---حواشی---

271 - تاریخ مشائخ چشت ص ۳۱۴ خلیق نظامی بحوالہ سیر الاولیاء ص ۴۹۲۔

272 - تاریخ مشائخ چشت ص ۳۱۴ خلیق نظامی بحوالہ مکتوبات کلیمی ص ۸۳۔

تھانویؒ نے ایک مستقل رسالہ "حق السماع" کے نام سے تحریر فرمایا ہے اور اس میں امام غزالیؒ کی کتاب احیاء العلوم سے پانچ شرائط اور پانچ موانع تحریر فرمائے ہیں"

اس کے بعد شیخ زکریا صاحبؒ نے حضرت تھانویؒ کے مذکورہ رسالہ سے کئی صفحات میں اس کے اقتباسات نقل فرمائے ہیں، جس کا آخری پیرگراف یہ ہے:

"اب اپنے زمانے کا حال دیکھ لیجئے کہ جو لوگ اس میں مبتلا ہیں، انہوں نے اس کو دال روٹی کرر کھا ہے، اور ذرا سا بہانہ مجلس منعقد کرنے کئے کافی ہو جاتا ہے، یہاں تک شرائط و عوارض کی تفصیل اور اپنے زمانہ کی حالت ہم نے دکھلا دی، اب جواز و ناجواز کا فیصلہ خود ناظرین کرلیں، ہمارے عرض کرنے کی ضرورت نہیں"[273]

اس تفصیل سے سماع کے بارے میں اکابر چشت کا نقطۂ نظر واضح ہوتا، سماع کے موضوع پر متعدد مشائخ نے تفصیلی بحثیں ملتی ہیں، مثلاً مولانا فخر الدین زراویؒ نے رسالہ "اصول السماع" میں، امام غزالیؒ نے کیمیائے سعادت" میں، حضرت شیخ ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں، اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنے رسالہ "قرع الاسماع باختلاف اقوال المشائخ واحوالھم فی السماع "وغیرہ میں مفصل روشنی ڈالی ہے، تفصیل کے لئے ان کتابوں کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

سلسلۂ چشتیہ صابریہ رزاقیہ

حضرت منورویؒ کو نسبت چشت سب سے اول اپنے نانا بزرگوار اور پیر طریق حضرت مولانا امیر الحسن قادریؒ سے حاصل ہوئی، اس لئے کہ حضرت امیرؒ کو بانسہ شریف کی مجموعی نسبت حاصل تھی ،اور حضرت بانسویؒ کو چشتیہ کی اجازت و خلافت بطریق اویسیت حضرت خواجۂ خواجگان معین الدین چشتی اجمیریؒ سے اور نیز مخدوم العالم حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولویؒ (ولادت سنہ ۷۷۶ھ / ۱۳۷۴ء—

---- حواشی ----

[273] -تاریخ مشائخ چشت ص ۱۹۴ تا ۲۰۴ مؤلفہ حضرت شیخ محمد زکریا کاندھلویؒ

وفات ۱۵ / جمادی الثانیہ ۸۳۶ھ یا ۸۳۷ھ مطابق ۱۴ / فروری ۱۴۳۳ء یا ۱۴۳۴ء)[274] سے حاصل ہوئی

----- حواشی -----

274 - اصل نام "احمد" ہے، اور عبد الحق لقب ہے، سلسلۂ نسب حضرت عمر بن الخطابؓ تک پہونچتا ہے، آپ کے دادا شیخ داؤد جو کہ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ سے نسبت رکھتے تھے، ہلاکو خان کے زمانے میں بلخ سے ہندوستان آئے، اس وقت ہندوستان میں علاء الدین خلجی کی حکومت تھی، خلجی نے ان کو اودھ کا گورنر مقرر کیا،

آپ کی پیدائش ۷۶۷ھ / ۱۳۴۷ء میں رودولی میں ہوئی، بارہ برس کی عمر میں علوم ظاہرہ کے لئے اپنے بڑے بھائی مولانا تقی الدین صاحب کے پاس دہلی پہونچے، وہ ایک بڑے عالم اور ایک دینی مدرسہ کے سربراہ تھے، وہاں کے شاہزادے ان کے معتقد تھے، اور تعلیم حاصل کرتے تھے، صرف ونحو کی کتاب شروع کی، جب یہ مثال آئی کہ ضرب زید عمرواً، تو آپ نے دریافت کیا کہ زید نے عمرو کو کیوں مارا؟ اس کا کیا قصور تھا؟ بھائی صاحب نے سمجھایا کہ یہ فرضی مثال ہے، کسی نے کسی کو نہیں مارا تو کہنے لگے کہ میں ایسی کتاب نہیں پڑھتا جس میں ابتدا ہی سے ظلم اور جھوٹ کی تعلیم دی گئی ہو، بھائی صاحب افہام و تفہیم کے لئے شہر کے دوسرے بڑے علماء کے پاس بھی آپ کو لے گئے، مگر آپ نے علم ظاہری حاصل کرنے سے صاف انکار کر دیا، وہ بچپن سے ہی صاحب حال تھے، اور سات (۷) سال عمر سے ہی تہجد کی نماز پڑھنے لگے تھے، آپ نے بھائی صاحب سے عرض کیا کہ مجھے علم باطن سکھا دیں، چنانچہ وہ علم ظاہر چھوڑ کر علم باطن میں مشغول ہو گئے اور سالہا سال تک جنگلوں میں عبادت و ریاضت کی، پیر کی تلاش میں مختلف علاقوں کا سفر کیا، حضرت نور قطب عالمؒ کے پاس بھی پہونچے، مگر مطلب براری نہیں ہوئی، وہاں سے بہار پہونچے، وہاں دو دیوانے رہتے تھے، ایک کا نام شیخ علاء الدین تھا، دوسرے کا معلوم نہیں، یہ ننگے رہا کرتے تھے، صرف معمولی لنگوٹ باندھتے تھے، ان دونوں دیوانوں سے آپ نے کافی فیض پایا، اور آپ پر جو افسردگی تھی وہ بشاشت وخوشی میں تبدیل ہو گئی، پھر ان کو حضرت شیخ جلال الدین پانی پتی کے پاس جانے کا اشارہ ہوا، اور آپ پانی پت کے لئے روانہ ہوئے، حضرت شیخ جلال الدین کو بھی از راہ کشف آپ کے آنے کی خبر ہو گئی، آپ پہونچے اور تھوڑے امتحان کے بعد شیخ نے آپ کو قبول کر لیا اور آپ داخل سلسلہ ہوئے، آپ نے از راہ تصدیق تین بار حق حق کہا، حضرت جلال نے بھی جواب میں حق حق کہا، حضرت جلال نے اسی نسبت سے آپ کو عبد الحق کا لقب دیا، حضرت جلال نے آپ کو خرقۂ خلافت سے نوازا، اور فرمایا کہ میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ وہ ہمارے سلسلے کو تمہارے واسطے سے جاری رکھے۔

شیخ کے ہزاروں خلفاء اور لاکھوں مریدین ہوئے، جو عرب و عجم سے لے کر چین اور روس تک پہونچ گئے، دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں تھا جہاں شیخ کا خلیفہ نہیں پہونچا، سلسلۂ عالیہ صابریہ چشتیہ آپ ہی کی وساطت سے پھیلا، آپ کے ایک صاحبزادے کا نام شیخ احمد محمد عارف تھا، بڑے صاحب کمال تھے۔

شیخ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے پچاس (۵۰) سال تک اپنے محلہ کی مسجد میں جھاڑو لگائے، پھر بھی مسجد کا راستہ بھول جاتے تھے، تو مریدین حق حق کہتے ہوئے آگے آگے چلتے تھے، بڑے صاحب کرامات تھے، آپ کا وصال سلطان ابراہیم مشرقی کے دور میں ۱۵ / جمادی الثانیہ ۸۳۶ھ یا ۸۳۷ھ مطابق ۱۴ / فروری ۱۴۳۳ء یا ۱۴۳۴ء کو ہوا، مزار مبارک رودولی شریف میں ہے (اخبار الاخیار ص ۳۹۴ تا ۳۹۸ مؤلفہ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ ☆ خزینۃ الاصفیاء ص ۲۷۳ تا ۲۷۸ مفتی غلام سرور لاہوریؒ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۸۶ تا ۱۹۰ مؤلفہ حضرت شیخ محمد زکریا کاندھلویؒ)

، یہاں حضرت مخدوم رودولویؒ سے حضرت سید صاحب بانسویؒ تک کا شجرۂ بیعت (جناب محمد رضا انصاری صاحب کی کتاب تذکرہ حضرت سید صاحب بانسویؒ کے مطابق) درج کیا جارہا ہے:

مشائخ سلسلۂ چشتیہ صابریہ رزاقیہ

(۱) حضرت مخدوم شیخ احمد عبد الحق ردولویؒ (ولادت سنہ ۷۷۶ھ / سنہ ۱۳۷۴ء - وفات ۱۵ / جمادی الثانیہ سنہ ۸۳۶ھ یا سنہ ۸۳۷ھ مطابق ۱۴ / فروری سنہ ۱۴۳۳ء یا سنہ ۱۴۳۴ء)

(۲) حضرت کبیر الاولیاء جلال الدین پانی پتیؒ (ولادت سنہ ۶۹۵ھ / سنہ ۱۲۹۶ء - وفات ۱۳ / ربیع الاول یا ذی قعدہ سنہ ۷۶۵ھ مطابق ۲۷ / دسمبر سنہ ۱۳۶۳ء)[275]

---- حواشی --

275 - اسم گرامی "محمد بن محمود یا خواجہ محمود ہے، لقب "جلال الدین" ہے جو شیخ کی طرف سے ملا تھا، سلسلۂ نسب امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفانؓ سے ملتا ہے، آپ کی ولادت (غالباً) سنہ ۶۹۵ھ / سنہ ۱۲۹۶ء میں ہوئی، آپ حضرت شمس الدین ترک پانی پتیؒ کے خلیفۂ اعظم ہیں، آپ نے بڑے مجاہدات کئے، اخیر عمر میں استغراق کا غلبہ ہو گیا تھا، نماز کے وقت خدام متوجہ کرتے تھے، نماز کے بعد پھر استغراق کی حالت طاری ہو جاتی تھی۔

آپ کو بہت قبول عام حاصل ہوا، آپ کی خانقاہ کے لنگر میں روزانہ کم از کم ایک ہزار آدمیوں کا کھانا بنتا تھا، آپ کے خلفاء کی تعداد چالیس (۴۰) بتائی جاتی ہے، جن میں ہر خلیفہ سے مستقل سلسلہ جاری ہوا۔

بڑے صاحب کرامات تھے، آپ کی ایک کرامت سے متاثر ہو کر لوگوں نے اپنے گاؤں کا نام جلال آباد رکھ دیا، آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کا گذر دریا کے کنارے ہوا، وہاں ایک ہندو جوگی آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا، تھوڑی دیر میں اس نے آنکھیں کھولیں، اور حضرت شیخ کی طرف متوجہ ہو کر بڑی مبارکباد دی، کہ تم بڑے اچھے وقت پر دریا پر آئے ہو، اس لئے کہ میرے پاس ایک پارس کا پتھر ہے اور میں نے اپنے دل میں یہ عہد کیا تھا، کہ آنکھیں کھولنے کے بعد جو شخص سب سے پہلے نظر پڑے گا اس کو دوں گا، اب اتفاقاً تو مل گیا، یہ کہہ کر بڑے احسان کے ساتھ وہ پتھر آپ کی نذر کر دیا، حضرت نے لے کر اس کو دریا میں پھینک دیا، وہ جوگی نہایت غصہ سے بے چین ہوا، اور شدت غم میں رونے لگا، اس نے کہا کہ تم کو نہیں لینا تھا، نہ لیتے، تم نے میری زندگی بھر کی پونجی ضائع کر دی، حضرت نے فرمایا کہ جب تم مجھے دے چکے تو مجھے اختیار تھا میں جو چاہوں کروں، اگر تم کو اتنا ہی غم ہے تو جاؤ دریا میں سے اپنا پتھر نکال لو، وہ اندر گیا تو وہاں سیکڑوں پتھر نظر آئے، حضرت نے کہا کہ اپنا ہی پتھر لانا، چوری نہ کرنا، لیکن اس نے چپکے سے ایک اور پتھر اٹھالیا، وہ دونوں پتھر لے کر دریا سے نکلا، حضرت نے فرمایا کہ یہ بد عہدی ہے، اس نے آپ کی خدمت میں آکر سر رکھ دیا، اور مسلمان ہو گیا۔

آپ نے دوبار سفر حج کیا، حضرت شیخؒ کا وصال ستر (۷۰) سال کی عمر میں ۱۳ / ربیع الاول یا ذی قعدہ سنہ ۷۶۵ھ مطابق ۲۷ /

(۳)حضرت شمس الدین ترک پانی پتیؒ (م ۱۹/ شعبان یا ۱۰/ جمادی الاولیٰ یا جمادی الثانیہ ۷۱۵ھ یا ۷۱۶ھ یا ۷۱۸ھ یا ۷۱۹ھ مطابق ۲۵ یا ۱۳/ نومبر یا ۲۸/ اگست یا ستمبر ۱۳۱۵ء یا ۱۳۱۶ء یا ۱۳۱۸ء یا ۱۳۱۹ء)[276]

دسمبر ۱۳۶۳ء یا ۱۹/ اگست ۱۳۶۴ء کو ہوا، مزار مبارک پانی پت میں ہے، آپ کے پانچ صاحبزادے تھے: خواجہ عبدالقادر، خواجہ ابراہیم، خواجہ شبلی، خواجہ کریم الدین، اور خواجہ عبدالاحد، یہ پنج گنج ولایت کہلاتے تھے، تصوف کے موضوع پر "زاد الابرار" کے نام سے آپ کی ایک تصنیف کا ذکر بھی ملتا ہے (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۲۳۷ تا ۲۳۹ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۸۴ تا ۱۸۶ شیخ زکریا کاندھلوی)

276 - سادات ترک میں سے ہیں، والد ماجد کا نام حضرت شیخ احمد بسویؒ ہیں، سلسلۂ نسب چند واسطوں سے حضرت محمد بن حنفیہ بن علی المرتضیٰ سے ملتا ہے، علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد علوم باطن کی طلب میں ماوراء النہر ہوتے ہوئے پاک پٹن تشریف لائے، اور وہاں حضرت بابا فرید گنج شکر سے بیعت ہوئے، اور خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے، پھر آپ کے حکم پر کلیر شریف میں حضرت صابر کلیریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور بیٹے کی طرح ان کی خدمت کی، حضرت صابر کلیریؒ آپ کو بیٹا ہی فرماتے تھے، پندرہ سال تک آپ حضرت صابر کے غسل، وضو، کھانا پکانے اور لکڑیاں لانے کی خدمت پر مامور رہے، وفات سے قبل حضرت صابرؒ نے خرقۂ خلافت سے سرفراز فرمایا، اور تحریری اجازت عطا فرمائی، اور اسم اعظم بتلا کر پانی پت کی ولایت پر مقرر فرمایا، اور کہا کہ میری وفات کے تین دن بعد چلے جانا، کلیر میں اس سے زیادہ نہ ٹھہرنا۔ حضرت شمس الدین نے عرض کیا کہ حضرت! پانی پت کی ولایت پر ان دنوں شاہ شرف الدین بو علی قلندرؒ فائز ہیں، میں وہاں کس طرح جا سکتا ہوں؟ حضرت نے فرمایا کہ ان کی ولایت کا دور ختم ہو چکا ہے، تم پہونچو گے تو وہ تمہیں شہر کے دروازے پر آکر ملیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضرت صابرؒ کی وفات کے تین دن بعد حضرت شمس الدین پانی پت کے لئے روانہ ہو گئے، اور وہاں حضرت شاہ بو علی قلندرؒ کو ان باتوں کو انکشاف ہو چکا تھا، حضرت شمس الدین کا قیام آپ کے کمرے ہی میں رہا، اور دونوں بڑی محبت واتحاد کے ساتھ رہے، تفصیل کتابوں میں موجود ہے۔

حضرت شمس الدینؒ بڑے صاحب مقام اور صاحب کرامات تھے، پیر و مرشد کی حیات ہی میں ان کی اجازت سے ایک بار آپ نے سلطان بلبن کے لشکر میں ملازمت کرلی تھی، سخت سردی کے موسم میں جس تالاب سے آپ وضو فرماتے تھے، اس میں آپ کے وضو کے مقام پر پانی گرم ہو جاتا تھا، اس سے اہل فوج آپ کے بہت معتقد ہوئے، شدہ شدہ یہ خبر بادشاہ تک پہونچی، بادشاہ بھی معتقد ہو گیا، اس نے قلعہ کی فتح کی دعا کے لئے التجا کی، چنانچہ آپ کی دعا کی برکت سے اسی دن قلعہ فتح ہو گیا، لیکن اس راز کے انکشاف کے بعد آپ نے ملازمت ترک کردی، اور کلیر واپس ہو گئے، پھر شیخ کے وصال کے بعد پانی پت چلے گئے، ہندوستان میں آنے سے قبل آپ نے ترکستان میں شادی کی تھی، اور ان سے سید احمد پیدا ہوئے، جن کی نسل ترکستان میں پھیلی ہوئی ہے۔

آپ کا وصال جمہور کے قول کے مطابق ۷۱۵ھ / ۱۳۱۵ء میں ہوا، بعض نے ۷۱۶ھ مطابق ۱۳۱۶ء یا ۷۱۸ھ مطابق ۱۳۱۸ء اور ۷۱۹ھ مطابق ۱۳۱۹ء بھی نقل کیا ہے، مہینہ کی تاریخ میں بھی اختلاف ہے، ۱۹/ شعبان المعظم، یا ۱۰ جمادی الاولیٰ یا جمادی

(۴) شیخ المشائخ حضرت خواجہ علاء الدین علی احمد صابر کلیری ؒ (ولادت ۱۹ / ربیع الاول ۵۹۲ھ مطابق ۲۷ / فروری ۱۱۹۶ء - وفات ۱۳ / ربیع الاول ۶۹۰ھ مطابق ۲۲ / مارچ ۱۲۹۱ء)[277]

الثانیہ ، (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۱۶۳ تا ۱۶۹ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۸۲ تا ۱۸۴ شیخ زکریا کاندھلویؒ ☆ مختصر حالات بزرگان چشت اہل بہشت المعروف بہ سرکار غریب نوازص ۹۷،۹۸ مؤلفہ حضرت منورویؒ)

[277] - آپ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے بھانجے اوراکابر خلفاء میں ہیں ، آپ کی ولادت ۱۹ / ربیع الاول ۵۹۲ھ مطابق ۲۷ / فروری ۱۱۹۶ء کو ملتان کے ایک مقام "کوتوال" پر ہوئی ، آپ کے والدماجد کانام عبدالرحیم جیلانی (م ۱۷ / ربیع الاول ۵۹۷ھ مطابق یکم جنوری ۱۲۰۱ء) اوروالدہ ماجدہ کانام ہاجرہ جمیلہ خاتون (م ۲ / محرم ۶۱۴ھ مطابق ۱۷ / اپریل ۱۲۱۷ء) ہے، نسباً آپ سید حسنی ہیں ، آپ کاسلسلۂ نسب پیران پیر حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تک پہونچتا ہے ، آپ اپنے ماموں بابافریدؒ کے لنگر خانہ کے تقریباً بارہ سال تک منتظم رہے، لیکن صریح اجازت نہ ہونے کی بنا پر کبھی لنگر سے کچھ نہیں کھایا، ہمیشہ روزہ رہے ، اور جنگل کی جڑی بوٹیوں پر اکتفافرمایا، بارہ (۱۲) سال بعد حضرت کے دریافت کرنے پر بتایا کہ غلام کی کیامجال تھی کہ بدون ارشاد حضرت اقدس کے اس میں تصرف کرتا، حضرت نے یہ جواب سن کر آپ کو صابر کاخطاب مرحمت فرمایا، اور خرقۂ خلافت سے نوازا، دہلی کی روحانی نگرانی سپرد کی ، اور حکم دیاکہ پاک پٹن سے پہلے ہانسی جاؤ، شیخ جمال الدین قطب ہانسویؒ سے اپنے خلافت نامہ پر مہر لگواؤ پھر دہلی جاؤ، چنانچہ آپ ان کی خدمت میں پہونچے مگر ملاقات کے بعد دونوں میں تلخی پیدا ہو گئی ، اور شیخ جمال نے دہلی کی ولایت کاخلافت نامہ پھاڑ دیا، آگے تفصیلی واقعات کتابوں میں موجود ہیں ، الغرض یہ دونوں حضرات بابافریدؒ کے پاس پاک پٹن پہونچے ، اور بابافریدؒ نے حضرت صابر کو کلیر کی ولایت سپرد کی اوراز سر نو خلافت نامہ تیار کرواکر دیا، اس سے آگے کے واقعات بھی معروف ہیں ، جن میں رطب ویابس بھی ہیں۔

آپ بڑے صاحب مقام تھے، حضرت خواجہ فریدؒ فرماتے تھے کہ "میرے باطنی وظاہری علوم توحضرت نظام الدین کو ملے، مگر میرے پیروں کے ظاہری اور باطنی علوم کے سمندر علاء الدین کے حصہ میں آئے، میرے سینے کے تمام علوم خواجہ نظام الدین بدایونیؒ نے حاصل کئے، مگر میرے دل کے تمام علوم واسرار علاء الدین صابر نے لئے"

حضرت صابرؒ پر اکثر استغراق کاغلبہ رہتاتھا، نیز طبیعت پر جلال بھی غالب تھا، وصال کے بعد بھی اس کے اثرات عرصہ تک باقی رہے، مزار پر ایک شعلہ چمکتاتھا، جس کی وجہ سے کسی شخص کی مجال نہ تھی کہ مزار پر حاضر ہو، بہت دنوں تک یہی کیفیت رہی ، بالآخر حضرت شاہ عبدالقدوس اپنے دور میںؒ ایک بار مزار اقدس پر حاضر ہوئے، اور صاحب مزار سے جمال کی درخواست کی ، تو یہ چمک موقوف ہوئی۔

آپ کی وفات حالت سماع میں ۱۳ / ربیع الاول ۶۹۰ھ مطابق ۲۱ / مارچ ۱۲۹۱ء چہار شنبہ کو ہوئی ، مزار مبارک کلیر شریف میں ہے، آپ کے مزار پر شہنشاہ ہند نورالدین جہانگیر نے گنبد تعمیر کرایاتھا (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۱۵۳ تا ۱۵۹ مولفہ مفتی غلام

(۵)حضرت شیخ الاسلام فرید الحق والدین گنج شکر اجودھنی فاروقیؒ(ولادت ۵۸۲ھ یا ۵۸۴ھ یا ۵۸۵ھ یا ۵۶۹ھ / ۱۱۸۶ھ یا ۱۱۸۸ء یا ۱۱۸۹ء یا ۱۱۷۳ء—وفات ۵ / محرم الحرام ۶۶۴ھ یا ۶۶۶ھ یا ۶۶۷ھ یا ۶۶۸ھ یا ۶۷۰ھ مطابق ۲۳ / اکتوبر ۱۲۶۵ء یا ۱۲۶۷ء یا ۱۲۶۸ء یا ۱۲۶۹ء یا ۱۲۷۰ء)

(۶)قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ (ولادت ۵۸۲ھ / ۱۱۸۶ء -وفات ۱۴ / یا ۲۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ یا ۶۳۴ھ مطابق ۳ یا ۱۳ / دسمبر ۱۲۳۵ء یا ۱۲۳۶ء)[278]

سرور لاہوریؒ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۸۰ تا ۱۸۲ شیخ زکریا کاندھلویؒ ☆ مختصر حالات بزرگان چشت اہل بہشت المعروف بہ سرکار غریب نواز ص ۸۱ تا ۹۷ مؤلفہ حضرت مولانا الحاج حکیم احمد حسن منورویؒ)

278 ۔حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ اکابر اولیاء اللہ اور مستجاب الدعوات بزرگوں میں تھے، آپ کا سلسلۂ نسب چند واسطوں سے حضرت امام جعفر صادقؒ سے ملتا ہے، آپ کی ولادت ماوراء النہر کے ایک قصبہ "اوش" میں ۵۸۲ھ / ۱۱۸۶ء میں آدھی رات کے وقت ہوئی، لیکن ایک جگہ حضرت قطبؒ نے خواجہ غریب نوازؒ کے آستانہ پر حاضری کی تاریخ ۵۸۴ھ / ۱۱۸۸ء لکھی ہے، اگر یہ درست ہے تو مذکورہ تاریخ پیدائش درست نہیں ہو گی، واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت مولانا الحاج حکیم احمد حسن منورویؒ نے آپ کی تاریخ پیدائش ۱۹ / ربیع الاول ۵۳۷ھ (مطابق ۱۹ / اکتوبر ۱۱۴۲ء)روز دوشنبہ، وقت صبح صادق تحریر کی ہے (مختصر حالات بزرگان چشت اہل بہشت المعروف بہ "سرکار غریب نواز" ص ۶۴ مؤلفہ حضرت منورویؒ)

آپ کو "کاکی" اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ کو زمانۂ غربت میں غیب سے مصلیٰ کے نیچے سے روٹی ملتی تھی، "کاک" کے معنیٰ روٹی کے ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے اپنی اہلیہ سے کہہ دیا تھا کہ بوقت ضرورت فلانے طاق سے روٹی لے لیا کرو، مل جائے گی، مگر کسی سے قرض نہ لینا، مفصل واقعہ کتابوں میں موجود ہے، اور بھی کئی روایات نقل کی گئی ہیں، یہاں صرف اشارہ پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

ڈیڑھ (یا ڈھائی- مختصر حالات بزرگان چشت اہل بہشت المعروف بہ "سرکار غریب نواز" ص ۶۴ مؤلفہ حضرت منورویؒ) سال کی عمر تھی کہ والد ماجد حضرت سید کمال الدین احمد بن موسیٰؒ کا انتقال ہو گیا، والدہ ماجدہ نے اپنے یتیم بیٹے کی پرورش کی، پانچ (۵) سال کے ہوئے تو آپ کی والدہ نے اپنے کسی پڑوسی کے ساتھ ایک معلم کے پاس آپ کو بھیجا، راستہ میں ایک بزرگ ملے انہوں نے دریافت کیا، کہ اس لڑکے کو کہاں لے جاتے ہو، پڑوسی نے جواب دیا کہ تعلیم کے لئے مکتب لے جا رہا ہوں، فرمایا کہ میرے حوالے کر دو، میں ایک معلم کے پاس بٹھا دوں گا، وہ بزرگ خواجہ ابو حفص اوشیؒ کے پاس لے گئے اور فرمایا کہ احکم الحاکمین کا حکم ہے، کہ اس لڑکے کو توجہ سے پڑھاؤ، اور یہ کہہ کر وہ چلے گئے، حضرت استادؒ نے دست شفقت پھیر کر شاگرد سے فرمایا کہ بڑے صاحب نصیب ہو کہ حضرت خضرؑ تمہیں میرے حوالہ فرما گئے ہیں۔۔۔۔

ایک روایت یہ ہے کہ جب خواجہ قطب الدین قصبہ اوش میں پہونچے تو ان کی عمر چار سال چار ماہ تھی، آپ حضرت شیخ کی خدمت میں علم ظاہری کی تحصیل کے لئے حاضر ہوئے، حضرت استاذ نے تختی لے کر کچھ تحریر فرمانے کا ارادہ کیا، کہ ندائے غیبی موصول ہوئی کہ خواجہ صاحبؒ کی تحصیل ظاہری قاضی حمید الدین ناگوریؒ کے حوالہ ہے، اس لئے حضرت شیخؒ نے وہ تختی رکھ دی، اس کے بعد قاضی حمید الدین صاحب سے آپ نے کلام مجید ختم فرمایا، تعلیم الدین میں ہے کہ ہاتف غیبی کی آواز سے قاضی حمید الدین ناگوریؒ چشم زدن میں آنکھیں بند کئے وہاں پہونچے، تختی لے کر پوچھا، اے قطب الدین! کہاں سے شروع کروں؟ آپ نے فرمایا لکھئے: سبحان الذی اسریٰ بعبدہ الآیۃ، قاضی صاحب نے حیران ہو کر پوچھا، کہ پچھلے پندرہ پارے؟ عرض کیا کہ میں نے والدہ سے یاد کر لئے ہیں، اس کے بعد چار دن میں آپ نے قرآن مجید ختم کر لیا، پھر باقی دیگر علوم ظاہرہ کی تکمیل بھی جلد ہی کر لی۔

علم ظاہری سے فراغت کے بعد حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ سے بیعت ہوئے، اور سترہ (۱۷) سال کی عمر میں خرقۂ اجازت حاصل کیا، آپ حضرت غریب نوازؒ کے اول خلیفہ ہیں، پھر حضرت خواجہ صاحبؒ نے دہلی کی ولایت پر فائز کر کے آپ کو دہلی روانہ کیا۔

دہلی میں آپ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اور دہلی میں آپ کے قیام سے سلسلہ چشتیہ کو کافی فروغ ملا، وہاں حکمران وقت سے لے کر عام آدمی تک سب ہی آپ سے متاثر تھے، سلطان شمس الدین التمش آپ کا ایسا گرویدہ ہوا کہ اس نے آپ کی یادگار میں قطب مینار تعمیر کرایا،۔۔۔ البتہ حاسدین کی بھی ایک بڑی جماعت موجود تھی، جس میں بڑی بڑی شخصیتیں بھی شامل تھیں، جس سے بددل ہو کر ایک بار آپ نے دہلی چھوڑ دینے کا ارادہ کر لیا، اور حضرت اجمیریؒ کے ساتھ دہلی سے روانہ ہو گئے، لیکن لوگوں کی بے پناہ طلب اور اصرار پر حضرت خواجہ اجمیریؒ نے آپ کو واپس کر دیا۔

آخری عمر میں آپ پر استغراق کی کیفیت رہنے لگی تھی، کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو دیر تک اس کی آمد کا آپ کو علم نہیں ہوتا، ایک مرتبہ شیخ علی سکزیؒ (جو حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے رشتہ دار تھے، اور قطب صاحب کے پڑوس میں رہتے تھے) کے مکان پر مجلس احباب گرم تھی، حضرت خواجہؒ بھی مجلس میں موجود تھے، محفل سماع میں قوال نے شیخ احمد جامؒ کا یہ شعر پڑھا:

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است
(خنجر تسلیم ورضا کے شہیدوں کو ہر گھڑی غیب
سے ایک نئی زندگی عطا ہوتی ہے)

یہ سن کر آپ چار روز حالت سکر میں رہے اور اسی حالت میں پانچویں دن انتقال فرمایا، آپ کا وصال پچاس یا باون یا چوہتر سال کی عمر میں ۱۴ / یا ۲۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ یا ۶۳۴ھ مطابق ۳ یا ۱۳ / دسمبر ۱۲۳۵ء یا ۱۲۳۶ء دوشنبہ کو ہوا۔

آپ نے وصال سے قبل وصیت کی تھی کہ میرے جنازہ کی نماز وہ شخص پڑھاوے جس نے کبھی حرام کے لئے کمر بند نہ کھولا ہو، کسی غیر محرم پر اس کی غلط نظر نہ پڑی ہو، سنت عصر اور تکبیر اولیٰ کبھی فوت نہ ہوئی ہو۔

(۷)امام الطریق خواجۂ خواجگان سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین سجزی چشتی اجمیریؒ(ولادت ۵۳۷ھ /۱۱۴۲ء -وفات ۶ / رجب المرجب یوم دوشنبہ ۶۳۲ھ مطابق ۲ / اپریل ۱۲۳۵ء)

(۸)حضرت خواجہ ابوالنور عثمان ہارونیؒ(ولادت ۵۲۶ھ /۱۱۳۲ء -وفات ۵ / شوال المکرم ۶۱۷ھ یا ۶۰۳ھ یا ۵۶۷ھ یا ۵۹۷ھ یا ۶۳۳ھ مطابق ۹ / دسمبر ۱۲۲۰ء یا ۱۲۰۷ء یا ۱۱۷۲ء یا ۱۲۰۱ء یا ۱۲۳۶ء)[279]

جنازہ سے قبل آپ کے خلیفہ خواجہ ابوسعید تبریزیؒ نے حضرت کی یہ وصیت سنائی ،توبڑے بڑے لوگ جنازے میں موجود تھے ،سب حیران ہوئے کہ ایسا شخص کہاں تلاش کیاجائے ،آخرکارجب لوگ مایوس ہوگئے تو مجبوراً سلطان التمش(م ۱۴ / شعبان ۶۳۳ھ مطابق ۲۹ / اپریل ۱۲۳۶ء) آگے بڑھے اور فرمایا کہ حضرت!آپ نے میرا راز فاش کر دیا،اور پھرانہوں نے جنازہ کی نماز پڑھائی ،مزارمبارک مہرولی میں ہے،پہلے قبر کچی تھی ،۹۴۸ھ /۱۵۴۱ء سے وہاں کچھ عمارت وغیرہ بنناشروع ہوئی (اخبارالاخیار ص ۶۷ تا ۶۹ مؤلفہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ☆ خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۱۷۶ تا ۱۹۰ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۷۱ تا ۱۷۶ شیخ زکریا کاندھلویؒ)

279 -اسم گرامی "عثمان "اورکنیت ابوالنوریاابوالمنصورہے، آپ کی ولادت نیشاپورکے نواح میں "ہارون" کے مقام پر ۵۲۶ھ /۱۱۳۲ء میں ہوئی،اوروہیں سکونت بھی تھی،حافظ قرآن اور شریعت وطریقت کے جامع تھے،ہر روزایک قرآن ختم کرتے،آپ حضرت شیخ حاجی شریف زندنیؒ کے اجل خلفاء میں ہیں،شیخ نے خلافت کے وقت کلاہ چارترکی (چارکلیوں کی ٹوپی)پہنائی تھی،اورارشادفرمایاکہ اس سے چارترکوں کی طرف اشارہ ہے،ترک دنیا،ترک آخرت (بجزحق تعالیٰ شانہ)،ترک کھاناوسونا(مگراتناکہ زندگی باقی رہے) اور ترک خواہش نفس۔

ستر(۷۰)سال تک مجاہدہ فرمایا،کہتے ہیں کہ مجاہدہ میں آپ کی نظیر نہیں تھی، کبھی بھرپیٹ کھانانہیں کھایا،ساتویں دن منہ بھرپانی پیتے تھے۔بہت صاحب کرامات تھے،اکثرسفرمیں رہتے تھے،ایک مرتبہ آتش پرستوں کے شہر میں تنور میں ایک بچہ کو لے کر دوگھنٹے تک بیٹھے رہے اوردونوں پر آگ نے کوئی اثرنہیں کیا،یہ ولایت ابراہیمی ہے،اس پر پوراگاؤں مع سردار مسلمان ہوگیا، سردارکااسلامی نام عبداللہ رکھاگیا،اوراس بچے کاابراہیم۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ ارشادفرماتے ہیں کہ ایک بار میں شیخ کے ساتھ دریاپر پہونچاکوئی کشتی نہیں تھی، شیخ نے ارشاد فرمایاکہ آنکھیں بندکرلو،پھر تھوڑی دیر میں ارشادفرمایاکھول دو،میں نے آنکھیں کھول کر دیکھاتودریاکے اس پار کھڑے تھے، مجھ کچھ پتہ نہ چلاکہ کس طرح اس پارآگئے۔

حضرت شیخؒ کاوصال اکانوے(۹۱)سال کی عمرمیں ۵ / شوال المکرم ۶۱۷ھ یا ۶۰۳ھ یا ۵۶۷ھ یا ۵۹۷ھ یا ۶۳۳ھ

(۹) حضرت خواجہ نیر الدین حاجی شریف زندنیؒ (ولادت ۴۹۲ھ/۱۰۹۹ء-وفات ۳یا ۱۰/رجب المرجب ۶۱۲ھ مطابق ۳یا ۱۰/نومبر ۱۲۱۵ء، یا ۵۸۴ھ/۱۱۸۸ء یا ۵۸۰ھ/۱۱۸۴ء)[280]

مطابق ۹/دسمبر ۱۲۲۰ء یا ۱۲۰۷ء یا ۱۱۷۲ء یا ۱۲۰۱ء یا ۱۲۳۶ء کو ہوا، مزار مبارک مکہ مکرمہ میں ہے، آپ کے چار خلفاء مشہور ہوئے، ۱-حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ، ۲-حضرت خواجہ نجم الدین صغریؒ، ۳-شیخ سوری منگوہیؒ، ۴-خواجہ محمد ترک (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۱۵۷ تا ۱۶۱ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۷۱ تا ۱۷۶ شیخ زکریا کاندھلویؒ بحوالہ خزینۃ الاولیاء، ملفوظات انوار العاشقین، سفینۃ الاولیاء، تعلیم الدین)

280 -اسم گرامی "شریف" اور لقب "نیر الدین" تھا، ولادت ۴۹۲ھ/۱۰۹۹ء میں بمقام "زندنہ" ہوئی، آپ مقتدائے مشائخ اور پیشوائے ابدال تھے، چودہ (۱۴) سال کی عمر سے باوضو رہنے لگے تھے، خرقۂ خلافت حضرت شیخ خواجہ مودود چشتیؒ سے حاصل کیا، بہت مجاہدے کئے، چالیس (۴۰) سال تک ایک جنگل میں رہے، اور درختوں کے پتوں اور پھلوں پر گذارا کیا، فقر و تجرید پر کاربند تھے، اکثر پرانے کپڑے پہنتے تھے، تین دن پر ایک بار بے نمک کی سبزی سے افطار کرتے تھے۔

خدمت خلق کے جذبۂ بے پایاں سے سرشار تھے، ایک غریب شخص کی سات لڑکیوں کی شادی کے اخراجات کے لئے سات (۷) سال تک ایک یہودی کی غلامی قبول کی، اور پیشگی سات ہزار (۷۰۰۰) دینار اس ضرورت مند کو دلوادیئے، اور خود اس کی غلامی میں حسب وعدہ رہے، بادشاہ کو اطلاع ملی تو اس نے آپ کے پاس سات ہزار بھجوادیئے کہ اپنا قرضہ ادا کرکے اس غلامی سے نجات پاجائیں، لیکن آپ نے وعدہ خلافی کرنا مناسب نہیں جانا اور بادشاہ کی بھیجی ہوئی رقم بھی غرباء میں تقسیم کردی، یہودی نے حضرت کے ایثار واخلاق اور جذبۂ استقامت کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوا، اور اپنا قرضہ معاف کرکے آپ کو آزاد کردیا، حضرت نے بھی اللہ پاک سے دعا کی کہ پروردگار! اس نے مجھے قرض سے آزاد کیا تو اسے کفر سے آزاد فرمادے، اللہ پاک نے آپ کی دعا قبول کی اور وہ یہودی مسلمان ہوگیا، اور حضرت کی صحبت میں رہ کر کاملین واصلین میں ہوا۔

یہ فقر ان کا اختیاری تھا، ایک شخص نے بطور نذرانہ کچھ رقم لے کر حاضر ہوا، تو آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، اس نے اصرار کیا تو فرمایا کہ یہ جنگل پورا بھرا ہوا ہے، حضرت کے اشارہ پر اس نے دیکھا تو سونے کی نہر رواں دواں تھی۔

آپ کے بارے میں مؤرخین کا بیان ہے کہ آپ کا پس خوردہ (بچا ہوا) جو شخص کھالیتا تھا وہ مجذوب ہو جاتا تھا، اگر آپ کا سماع سن لیتا تو اس قدر روتا کہ بے ہوش ہو جاتا۔

آپ پر رقت وخشیت کا غلبہ تھا، اکثر آنکھوں سے آنسو جاری رہتے، اور نعرہ مار کر بے ہوش ہو جاتے تھے۔

آپ کی وفات ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی عمر میں ۳یا ۱۰/رجب المرجب ۶۱۲ھ مطابق ۳یا ۱۰/نومبر ۱۲۱۵ء کو ہوئی بعض نے سن وفات ۵۸۴ھ/۱۱۸۸ء اور بعض نے ۵۸۰ھ/۱۱۸۴ء لکھا ہے، آپ کے جائے مزار میں بھی اختلاف ہے، قنوج، زندنہ اور شام تینوں اقوال ہیں، آپ کے سب سے مشہور خلیفہ حضرت عثمان ہارونیؒ ہوئے (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۵۷ تا ۵۹ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۶۰ تا ۱۶۲ شیخ زکریا کاندھلویؒ)

(۱۰)قطب الاقطاب حضرت خواجہ مودود چشتیؒ(ولادت ۴۳۰ھ / ۱۰۳۹ء - وفات یکم رجب ۵۲۷ھ مطابق ۱۴/ مئی ۱۱۳۳ء)[281]

(۱۱)خواجہ سید ناصر الدین ابویوسف بن سمعان الحسینی الچشتیؒ(م ۳/ رجب المرجب ۴۵۹ھ مطابق ۲۵/ مئی ۱۰۶۷ء)[282]

----حواشی---

281 -خواجہ مودود چشتیؒ کالقب "قطب الاقطاب اور قطب الدین "تھا،"شمع صوفیان وچراغ چشتیان وغیرہ خطابات سے بھی یاد کئے جاتے ہیں، پیدائشی ولی، یگانہ روزگار، محبوب پروردگار، صاحب الاسرار اور مخزن الانوار تھے، آپ کی ولادت ۴۳۰ھ / ۱۰۳۹ء میں ہوئی، نسباً سید حسنی تھے، اپنے والد ماجد خواجہ ابویوسفؒ سے خرقۂ اجازت حاصل کیا، سات (۷) سال کی عمر میں حفظ قرآن کریم مکمل کیا، اور سولہ (۱۶) سال کی عمر میں علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہوئے، بعض اہل تاریخ کی رائے یہ ہے کہ علم ظاہر کی تکمیل ،علم باطن کی تحصیل کے بعد حضرت شیخ احمدؒ کے مشورہ سے کی، انیتس (۲۹) سال کی عمر میں والد کے انتقال کے بعد والد کے جانشین ہوئے، کہاجاتاہے کہ آپ کے ایک ہزار مشہور خلفاء تھے (شیخ زکریا کاندھلویؒ نے دس ہزار خلفاء تحریر کیاہے)اور مریدین کی تو گنتی نہیں تھی۔

آپ کو طی الارض کی کرامت حاصل تھی ،جب جی چاہتامکہ مکرمہ پہونچ کر طواف وزیارت سے مشرف ہوجاتے، فضامیں اڑنے کی بھی صلاحیت رکھتے تھے، کشف قلوب اور کشف صدور بھی آپ کو حاصل تھا، فقراء سے بہت محبت فرماتے، معمولی لباس استعمال کرتے، آپ کی وفات ستانوے(۹۷) سال کی عمر میں یکم رجب ۵۲۷ھ مطابق ۱۴/ مئی ۱۱۳۳ء کو ہوئی، تجہیز وتکفین کے بعد ایک ہیبت ناک آوازآئی جس کی دہشت سے لوگ درہم برہم ہوگئے، یہ رجال غیب کی جماعت تھی، نماز جنازہ پہلے رجال غیب نے پڑھی، اس کے بعد عام آدمیوں نے اداکی، نماز جنازہ کے بعد تابوت خود بخوداڑنے لگا، اور قبر تک جاپہونچا، کہاجاتاہے کہ اس کرامت سے قریب دس ہزار غیر مسلم مسلمان ہوگئے، مزار مبارک چشت میں ہے، آپ نے بڑی تعداد میں نسبی اورروحانی اولاد کے علاوہ منہاج العارفین اور خلاصۃ الشرقیۃ جیسی اہم تصانیف یادگار چھوڑیں (خزینۃ الاصفیاءج ۲ص ۴۹ تا ۵۴ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۵۹، ۱۶۰ شیخ زکریا کاندھلویؒ)

282 -اسم گرامی "ابویوسف "اور لقب "ناصر الدین "تھا، والد ماجد کااسم گرامی "سید محمد سمعان "تھا، نسب مبارک تیرہ (۱۳) واسطوں سے حضرت امام حسینؓ تک پہونچتاہے، ولادت چشت میں ہوئی، خرقۂ اجازت اپنے ماموں خواجہ ابو محمد چشتیؒ سے حاصل کیا، وہ آپ کو بیٹے کی طرح عزیز رکھتے تھے، آپ کی عمر چھتیس (۳۶) سال کی تھی توماموں جان کاانتقال ہوا، اور آپ سجادہ نشین ہوئے۔

آپ نے بہت مجاہدے کئے، خواجہ حاجی (خلیفہ حضرت ابواسحاق شامیؒ) کے مقبرہ کے پاس (اوربقول شیخ زکریا کاندھلویؒ اپنے مکان میں) ایک چلہ خانہ بناکر بارہ (۱۲) سال تک اس میں چلہ کھینچا، آپ جمال طریقت اور کمال حقیقت کے مالک تھے، بڑے صاحب کرامات تھے، ایک بار سفر میں پتھر پر پانی ماراتوچشمہ جاری ہوگیا، جس سے تمام رفقاء سفر سیر اب ہوئے، یہ ولایت

(۱۲)حضرت خواجہ ناصح الدین محمد ابو محمد بن ابی احمد چشتیؒ (ولادت یکم محرم الحرام ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹/ستمبر ۹۴۲ء۔وفات ۱۴/ربیع الاول ۴۱۱ھ مطابق ۱۳/جولائی ۱۰۲۰ء یا یکم رجب ۴۱۱ھ مطابق ۲۶/اکتوبر ۱۰۲۰ء)

(۱۳)قطب العالمین قدوۃ الدین حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ (ولادت ۶/رمضان المبارک ۲۶۰ھ مطابق ۲۸/جون ۸۷۴ء۔وفات یکم یا ۳/جمادی الثانیہ ۳۵۵ھ مطابق ۳۱/مئی ۹۶۶ء)[283]

موسوی ہے، کہاجاتا ہے کہ یہ چشمہ اب تک جاری ہے، اوراس کو پینے سے بیماروں کو شفا ملتی ہے، اس کا پانی گرمی میں ٹھنڈا اور سردی میں گرم رہتا ہے۔

آپ حافظ قرآن نہیں تھے، اس کا آپ کو بڑا قلق تھا، ایک مرتبہ باشارۂ ربانی سو(۱۰۰)مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھی تو پورا قرآن شریف حفظ ہوگیا، اس کے بعد سے پانچ (۵) ختم روزانہ کیا کرتے تھے، آپ کی وفات چوراسی(۸۴) سال کی عمر میں اکثر مؤرخین کے نزدیک ۳/رجب المرجب ۴۵۹ھ مطابق ۲۵/مئی ۱۰۶۷ء کو ہوئی، بعض نے اوائل جمادی الآخر، بعض نے یکم جمادی الاولیٰ، اور بعض نے ۴/ربیع الثانی بھی لکھا ہے، مزار مبارک چشت میں ہے، آپ کی شادی کنک کے مقام پر ایک درویش کی بیٹی سے ہوئی تھی، آپ کے صاحبزادے خواجہ مودود چشتیؒ کے علاوہ خواجہ عبد اللہ انصاریؒ بھی آپ کے مشہور خلیفہ ہوئے ہیں (خزینۃ الاصفیاء ج۲ص ۴۶ تا۴۹ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری☆تاریخ مشائخ چشت ص ۱۵۷، ۱۵۸ شیخ زکریا کاندھلویؒ)

283 - آپ کا لقب "قدوۃ الدین" تھا، نسباً سید حسنی تھے، سلسلۂ نسب چند واسطوں سے حضرت حسن المثنیٰ سے ملتا ہے، صاحب اسرار اور باتفاق اہل زمانہ قطب ابدال تھے، حضرت ابو اسحاق شامیؒ کے خلیفۂ اکبر تھے، ریاضت و مجاہدہ میں بے مثال اور خوارق و کرامات میں لاثانی، والد ماجد کا اسم گرامی سید ابراہیم تھا، وہ فرغانہ کے سلطان تھے، آپ کی ولادت ۶/رمضان المبارک ۲۶۰ھ مطابق ۲۸/جون ۸۷۴ء کو قصبہ چشت میں ہوئی، یہ خلیفہ معتصم باللہ کا دور تھا، حسن ظاہر اور حسن باطن دونوں سے مالامال تھے، سات(۷)سال کی عمر سے حضرت خواجہ ابو اسحٰق شامیؒ کی خدمت میں حاضری شروع کردی تھی، علم ظاہر اور علم باطن دونوں حضرت ہی سے حاصل کئے، سولہ (۱۶)سال کی عمر میں علم ظاہر سے فارغ ہوئے، اور پھر آپ ہی سے بیعت ہوگئے، بعض لوگوں کی رائے ہے کہ تیرہ(۱۳)سال کی عمر ہی میں بیعت ہوگئے تھے۔۔۔۔ بچپن سے ہی زاہدانہ مزاج تھا، والد صاحب ایک شراب خانہ کے مالک تھے، ایک دن لڑکپن ہی میں شراب خانہ میں گھس کر شراب کے تمام مٹکوں کو توڑدیا، پھر اللہ پاک نے والد صاحب کو بھی توفیق توبہ نصیب کی، یہ ۲۸۰ھ/۸۹۳ء کی بات ہے۔

ایک مرتبہ اپنے والد کے ہمراہ شکار پر جارہے تھے، کہ اتفاقاً ایک پہاڑی علاقے میں راستہ گم ہوگیا، اورآپ تنہا رہ گئے، ادھر ادھر گھومتے ہوئے ایک جگہ پہونچے تو دیکھا حضرت شاہ ابو اسحٰق صاحبؒ چالیس(۴۰) بزرگوں (یہ رجال الغیب تھے) کے

(۱۴)حضرت خواجہ ابو اسحاق شامی ؒ(م ۱۴ / ربیع الثانی ۲۹ ۳ھ مطابق ۲۰ / جنوری ۹۴۱ء)

(۱۵)حضرت کریم الدین منعم خواجہ علو ممشاد دینوریؒ(م ۱۴ / محرم الحرام ۲۹۹ھ مطابق ۱۵ / ستمبر ۹۱۱ء یا ۲۹۷ھ / ۹۰۹ء یا ۲۹۸ھ / ۹۱۰ء)[284]

ساتھ کھڑے ہیں، یہ دیکھ کر حضرت کے قدموں پہ گر گئے، اوران کے ہمراہ چلے گئے، پھر انہی کے ساتھ تقریباً آٹھ (۸) سال رہے ،اور خرقۂ خلافت سے سر فراز ہوئے، گھر والوں کو معلوم ہوا کہ وہ فلاں پہاڑ پر حضرت ابو اسحاقؒ کے ساتھ رہتے ہیں، آدمی بھیجا کہ آجائیں، لیکن حضرت کی رفاقت کی لذت آپ کو ایسی مل گئی تھی کہ آپ نے سلطانی پر گدائی کو ترجیح دی، تیس (۳۰) برس تک آپ بستر پر نہیں سوئے، روزانہ دن میں دو اور شب میں دو قرآن ختم فرماتے تھے، نذرانے قبول نہیں فرماتے تھے، اچھے لباس اور اچھے کھانے سے بھی احتراز کرتے تھے۔

بڑے صاحب کرامت تھے، ایک بار کفار کی ایسی بستی سے گذرے جہاں کے لوگ گذرنے والے راہگیر مسلمانوں کو آگ میں جلادیتے تھے، آپ نے آگ پر ہی اپنا مصلیٰ بچھایا، اور آگ سرد ہوگئی، اس کرامت کو دیکھ کر پورا گاؤں مسلمان ہوگیا، آپ کی وفات یکم یا ۳ / جمادی الثانیہ ۳۵۵ھ مطابق ۳۱ / مئی ۹۶۶ء کو ہوئی، مزار مبارک چشت میں ہے، "قطب العالمین" سے تاریخ وفات نکلتی ہے (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۳۹ تا ۴۲ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۵۳ تا ۱۵۵ شیخ زکریا کاندھلویؒ)

[284] - آپ کا لقب کریم الدین منعم تھا، بغداد اور ہمدان کے درمیان ایک شہر دینور کے رہنے والے ہیں، آپ حضرت ردیم، حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ کے معاصر تھے، پہلے آپ بہت مالدار تھے، آپ کے جود وسخا کا دور دور تک چرچا تھا، اوراسی وجہ سے آپ کا لقب کریم الدین منعم پڑگیا تھا، لیکن بعد میں فقر وفاقہ اختیار کر کے مکہ معظمہ چلے گئے تھے، حافظ قرآن تھے، علم ظاہر وباطن دونوں کے امام تھے، ابن جلاء اوران کے اکابر کی صحبت سے مشرف ہوئے، خواجہ ہبیرہؒ کے علاوہ اور بھی چند سلسلوں میں آپ کو اجازت حاصل ہے۔

خواجہ ممشاد دینوریؒ اور خواجہ دینوری دو جداگانہ شخصیتیں یا ایک؟

اس میں اختلاف ہے کہ خواجہ ممشاد دینوریؒ اور خواجہ دینوریؒ ایک ہی شخص ہیں یا الگ الگ، چونکہ زمانۂ وفات اور حالات میں بڑی یکسانیت ہے، اس لئے بظاہر ایک ہی معلوم ہوتے ہیں، اور چونکہ دونوں کا سلسلۂ خاندان علٰحدہ ہے، اس لئے بعض لوگوں نے دو جدا شخصیتیں قرار دیا ہے، خواجہ علو دینوریؒ کو سلسلۂ چشتیہ میں اور خواجہ ممشاد دینوریؒ کو سلسلۂ سہروردیہ میں شمار کیا ہے، حضرت شیخ زکریاؒ نے پہلے قول کو ظاہر قرار دیا ہے، لیکن صاحب خزینۃ الاصفیاء کی تحقیق یہ ہے کہ الگ الگ والا قول ہی درست ہے، اور صاحب سفینۃ الاولیاء کی بھی یہی رائے نقل کی ہے۔

شیخ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے، چالیس (۴۰) سال تک دن میں کبھی کھانا نہیں کھایا، بیعت سے قبل حضرت خضرؑ کی صحبت میں رہے، اوران کے اشارہ سے بیعت بھی ہوئے تھے، اسی لئے بیعت کے فوراً بعد ہی شیخ نے اجازت وخلافت دے دی، شیخ نے توجہ کی تو بے ہوش ہوگئے، پھر ہوش میں آئے، اس طرح چالیس (۴۰) بار ہوا، آخر میں شیخ نے اپنا لعاب دہن منہ میں ڈالا تو بالکل ہوش میں

(۱۶)حضرت خواجہ امین الدین ہبیرہ یاابوہبیرہ بصریؒ(ولادت ۱۶۷ھ / ۷۸۳ء-وفات ۷/شوال المکرم ۲۸۷ھ مطابق ۹/اکتوبر ۹۰۰ء یا ۲۷۹ھ / ۸۹۳ء)[285]

(۱۷)حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ المرعشی ؒ(م ۷/شوال ۲۷۶ھ مطابق ۵/فروری ۸۹۰ء یا ۲۴/شوال ۲۵۲ھ مطابق ۱۰/نومبر ۸۶۶ء یا ۱۴یا۲۴/شوال ۲۰۲ھ مطابق ۲۸/اپریل ۸۱۸ء یا ۲۰۷ھ / ۸۲۳ھ)[286]

آ گئے،اور فرمایا کہ جوبات تیس (۳۰) برس کے مجاہدہ میں حاصل نہیں ہوئی وہ شیخ کی تھوڑی توجہ سے حاصل ہو گئی۔

بڑے صاحب تاثیر تھے،ایک مرتبہ چندبت پرستوں سے فرمایا کہ تم کوشرم نہیں آتی کہ غیر خداکوپوجتے ہواس کااتنااثرہواکہ سب مسلمان ہوگئے۔

آپ کاوصال ۱۴/محرم الحرام ۲۹۹ھ مطابق ۱۵/ستمبر ۹۱۱ء کوہوا،امام شعرانی نے طبقات میں ۲۹۷ھ / ۹۰۹ء اور صاحب خزینۃ الاصفیاء نے سن وفات ۲۹۸ھ / ۹۱۰ء لکھاہے،اوراس پر وقائع نگاروں کااتفاق نقل کیاہے،یہ مقتدر باللہ کازمانۂ خلافت ہے،مزار مبارک دینور میں ہے (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۳۹ تا ۴۲ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۴۸ تا ۱۵۱ شیخ زکریاکاندھلویؒ بحوالہ انوارالعاشقین،خزینۃ الاولیاء،تذکرۃ الفقراء،تعلیم الدین)

285 - اکثر مشائخ نے آپ کانام "ہبیرۃ" لکھاہے،اور بعض نے "ابوہبیرہ" بتایاہے،لقب "امین الدین" تھا،ولادت ۱۶۷ھ / ۷۸۳ء میں بمقام بصرہ ہوئی ،سترہ (۱۷)سال کی عمر میں حفظ قرآن اور تمام علوم ظاہرہ سے فارغ ہوگئے،مجاہدہ کے شروع سے خوگر تھے،روزانہ دوکلام مجید ختم کیاکرتے تھے، تیس (۳۰)سال تک مجاہدہ کیاکہ ہدایت کاراستہ کھلے،جب مایوس ہوگئے تومغفرت کی بشارت کے ساتھ آوازآئی کہ علم باطن کے لئے خواجہ مرعشیؒ کے پاس جاؤ،خواجہ صاحب کے پاس حاضر ہوئے توصرف ایک ہفتہ میں درجۂ کمال کوپہونچ گئے،اوراجازت وخلافت سے مشرف ہوئے،طبیعت پر یکسوئی غالب تھی،پوری عمرایک حجرہ میں گذاردی،ہمیشہ روزہ رکھتے تھے،لذائذ دنیاسے الگ تھلگ رہتے تھے،آپ کی صحبت سے بڑے بڑے کاملین پیداہوئے،ایک سوبیس سال کی عمر میں ۷/شوال المکرم ۲۸۷ھ مطابق ۹/اکتوبر ۹۰۰ء کووصال فرمایا،بعض نے ۲۷۹ھ / ۸۹۳ء تحریر کیاہے،مزار مبارک بصرہ میں ہے(خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۳۴ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۴۷، ۱۴۸ شیخ زکریاکاندھلویؒ بحوالہ انوارالعاشقین،خزینۃ الاولیاء،تعلیم الدین)

286 - اسم گرامی "حذیفہ "اور لقب "سدید الدین" تھا،بڑے عالم،عابداور فقیہ تھے،علم سلوک کے موضوع پر صاحب تصانیف ہیں ،سات (۷) سال کی عمر میں قرأت سبعہ کے حافظ وقاری ہوگئے تھے،اور سولہ (۱۶)سال کی عمر میں علوم ظاہر سے فارغ ہوچکے تھے،اس کے بعد حضرت خضرؑ کی رہنمائی میں حضرت سلطان ابراہیم بن ادہمؒ تک رسائی ہوئی،اور چھ (۶) ماہ میں درجۂ کمال تک پہونچ گئے،ہمیشہ روزہ رکھتے تھے ،اور چھ (۶) دن کے بعد افطار کرتے تھے،اور فرماتے تھے کہ اہل دل کی غذالاالٰہ الااللہ ہے، تیس

(۱۸) حضرت خواجہ سلطان ابراہیم بن ادہم بن منصورؒ (م بروز جمعہ ۲۸ / جمادی الاولیٰ ۲۸۰ھ مطابق ۱۸ / اگست ۸۹۳ء یا ۲۶۱ھ / ۸۷۵ء یا ۲۶۵ھ / ۸۷۹ء یا ۱۶۲ھ / ۷۷۹ء یا ۱۶۱ھ / ۷۷۸ء)[287]

(۳۰) سال تک بلاوجہ بے وضو نہیں رہے، آپ پر گریہ وزاری کا غلبہ تھا، آپ کی وفات مشہور قول کے مطابق ۱۴ یا ۲۴ / شوال ۲۰۲ھ مطابق ۲۸ / اپریل ۸۱۸ء کو ہوئی، شعرانیؒ نے سن وفات ۲۰۷ھ / ۸۲۳ء لکھا ہے، یہ بات شیخ زکریاؒ نے لکھی ہے، لیکن صاحب خزینۃ الاصفیاء نے تذکرۃ العاشقین کے حوالے سے سن وفات (۷ / شوال) ۲۷۶ھ مطابق ۵ / فروری ۸۹۰ء نقل کیا ہے اور سیر الاقطاب کے حوالے سے ۲۴ / شوال ۲۵۲ھ مطابق ۱۰ / نومبر ۸۶۶ء لکھا ہے، اوران میں پہلی تاریخ کو درست قرار دیا ہے، تمام تذکرہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے وصال کے بعد آپ نو(۹) سال تک باحیات رہے، جناب محمد رضا انصاری صاحب نے بھی ۲۷۶ھ والی تاریخ ہی نقل کی ہے (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۳۲، ۳۳ مولفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۴۵، ۱۴۶ شیخ زکریا کاندھلویؒ بحوالہ سفینۃ الاولیاء، ملفوظات خواجگان چشت، تعلیم الدین ☆ تذکرہ حضرت سید صاحب بانسویؒ ص ۱۱۰ تا ۱۱۲ مؤلفہ جناب محمد رضا انصاری)

287 - اسم گرامی ابراہیم ، اورکنیت ابواسحاق ہے، والد ماجد کا نام ادہم ہے، یہ مرد قلندر تھے، اور بادشاہ وقت کی اکلوتی شاہزادی کے شوہر تھے (جس کا عجیب وغریب پس منظر کتابوں میں مرقوم ہے)۔

آپ کا سلسلۂ نسب پانچ (۵) واسطوں سے حضرت عمر بن الخطابؓ تک پہونچتا ہے، بعض لوگ آپ کو سید حسینی بھی بتاتے ہیں، آپ کی ولادت شہر بلخ میں ہوئی، خرقۂ اجازت خواجہ فضیل بن عیاضؒ سے ملا، ان کے علاوہ خواجہ عمران بن موسیٰؒ، خواجہ امام باقرؒ، شیخ منصور سلمیؒ، اور خواجہ اویس قرنیؒ سے بھی اجازت حاصل ہے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی مجالس میں بھی حاضر ہوتے تھے ، اورامام صاحبؒ آپ کو سیدنا و سندنا کے القاب سے یاد فرماتے تھے ، کثرت سے روزے رکھتے تھے، اور چار پانچ دن پر افطار کرتے تھے، بہت کم سوتے تھے اور پیوند لگے کپڑے پہنتے تھے۔

ابتدا میں آپ شاہ بلخ کے متبنیٰ ہونے کی بنا پر ولی عہد اور پھر بادشاہ ہوگئے تھے، جس کے قصے عام طور پر مشہور ہیں، لیکن پھر آپ پر فقر کا غلبہ ہوا اور آپ نے تخت شاہی چھوڑ کر صحرا نوردی اختیار کرلی ، اور ایک پہاڑ پر جاکر سکونت اختیار کی ، جمعرات کے روز اس پہاڑ سے باہر نکلتے اور لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرتے، اس میں آدھی رقم راہ خدا میں صدقہ کردیتے اور باقی آدھی اپنے ہفتہ بھر کے خرچ کے لئے رکھتے ، ایک زمانہ تک مجاہدات میں مشغول رہے، پھر باشارۂ غیبی مکہ مکرمہ حاضر ہوئے، اور حضرت فضیل بن عیاضؒ سے بیعت ہوکر منازل سلوک طے کئے، حضرت جنیدؒ فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیمؒ علوم کی کنجی ہیں۔

ترک سلطنت کے بعد امراء ووزرائے بلخ نے دوبارہ واپسی کے لئے بارہا اصرار کیا، لیکن آپ نے اسے قبول نہیں کیا۔۔

۔۔۔آپ سے بہت سی کرامات وواقعات منسوب ہیں۔

آپ کی تاریخ وفات کے بارے میں مختلف اقوال ہیں ،حافظ ابن حجرؒ کی تحقیق کے مطابق آپ کی وفات ایک سو دو (۱۰۲) برس کی عمر میں ۱۶۲ھ / ۷۷۹ء میں ہوئی، سمعانیؒ نے ۱۶۱ھ / ۷۷۸ء کا قول نقل کیا ہے، محدثین کا قول تاریخی حیثیت

(۱۹)حضرت خواجہ ابو علی فضیل بن عیاض ؒ(وفات ۳/ ربیع الاول ۱۸۷ھ مطابق ۴/ مارچ ۸۰۳ء یا ۱۸۶ھ / ۸۰۲ء)[288]

(۲۰)حضرت خواجہ ابو الفضل عبد الواحد بن زید ؒ(م ۲۷/ صفر المظفر ۱۷۰ھ مطابق ۳۱/ اگست

سے زیادہ قابل اعتماد ہے، یہ بات حضرت شیخ زکریاؒ نے لکھی ہے، لیکن صاحب خزینۃ الاصفیاء نے لکھا ہے کہ سیر الاقطاب میں آپ کی وفات بروز جمعہ ۲۸/ جمادی الاولیٰ ۲۸۰ھ مطابق ۱۸/ اگست ۸۹۳ء لکھی ہے، اور سفینۃ الاولیاء میں ۲۶۱ھ / ۸۷۵ء ہے، مخبر الواصلین میں ۲۶۵ھ / ۸۷۹ء ہے، جناب محمد رضا انصاری صاحبؒ نے بھی قریب یہی بات لکھی ہے، آپ کا مزار شام میں بتایا جاتا ہے، اور بعض لوگوں نے مدینہ منورہ بتایا ہے، آپ کے دو خلفاء تھے، ایک خواجہ شقیق بلخیؒ، دوسرے حضرت حذیفہ المرعشیؒ (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۲۴ تا ۳۲، مولفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۴۵، ۱۳۷ شیخ زکریا کاندھلویؒ بحوالہ تعلیم الدین، انوار العاشقین، نفحات، انوار الاتقیاء، طبقات شعرانی، تنبیہ المغترین)

288 - آپ کی کنیت "ابو علی"، "ابو الفضل" اور ابو الفیض ہے، اصل وطن کوفہ ہے، آپ کی ولادت سمرقند یا بخارا میں ہوئی، آپ کو خلافت خواجہ عبد الواحدؒ کے علاوہ حضرت ابو عیاض بن منصور بن معمر سلمٰی عن محمد بن مسلم عن محمد بن حبیب عن ابی بکر الصدیقؓ سے بھی حاصل ہے، اور اس طرح سے یہ سلسلہ حضرت صدیق اکبرؓ کے واسطے سے حضور ﷺ تک پہونچتا ہے، ابتداءً آپ کا پیشہ رہزنی اور لوٹ مار تھا، بلکہ آپ ڈاکوؤں کے سردار تھے، لیکن نماز روزہ کا اہتمام اس وقت بھی قائم تھا، ایک بار اسی طرح کے کسی سفر میں جارہے تھے کہ کان میں یہ آیت کریمہ پڑی: أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ **(الحدید: ۱۶)** یہ سنتے ہی دل کی کایا پلٹ گئی، توبہ کی اور تمام چھینے ہوئے مال اس کے مالکان واپس کئے، سب کی تفصیل ان کے پاس پہلے سے لکھی ہوئی موجود تھی، توبہ کے بعد کوفہ حاضر ہوئے، اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں کچھ دن مقیم رہے، وہاں سے حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے بیعت کے خیال سے بصرہ آئے، مگر ان کی وفات ہو چکی تھی، اس لئے خواجہ عبد الواحد سے بیعت ہو گئے، آپ کا ذریعۂ معاش لوگوں کے لئے پانی بھرنا تھا، اسی کی اجرت سے اپنی اور گھر والوں کی ضروریات پوری کرتے تھے۔

آپ صائم الدہر تھے، پانچ دن پر افطار کرتے تھے، پانچ سو (۵۰۰) رکعات نفل روزانہ ادا کرتے تھے، روزانہ دو ختم قرآن کرتے تھے، اتباع سنت کا بڑا لحاظ رہتا تھا، وقت کے اکابر علماء آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، اور استفادہ کرتے تھے آپ کے پانچ خلفاء ہوئے: ۱-سلطان ابراہیم بن ادہمؒ، ۲-شیخ محمد شیرازیؒ، ۳-خواجہ بشر حافیؒ، ۴- شیخ ابو رجا عطاریؒ، ۵-خواجہ عبد الباریؒ، آپ کی وفات ۳/ ربیع الاول ۱۸۷ھ مطابق ۴/ مارچ ۸۰۳ء کو (کسی قاری سے سورۃ القارعۃ کی تلاوت سن کر) حرم شریف میں ہوئی، مخبر الواصلین میں سن وفات ۱۸۶ھ / ۸۰۲ء درج ہے، جنۃ المعلیٰ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے جوار میں مدفون ہوئے، بعض لوگوں نے ماہ وفات محرم لکھا ہے (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۲۰ تا ۲۴، مولفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۳۰ تا ۱۳۷ شیخ زکریا کاندھلویؒ بحوالہ تعلیم الدین، روضۃ الریاحین، طبقات شعرانی، تنبیہ المغترین)

۸۶ے ۸ء یا ۷۷ھ / ۹۳ے ۸ء / یا ۷۶ھ / ۹۲ے ۸ء یا ۷۸ھ / ۹۴ے ۸ء)[289]

(۲۱) حضرت تاج العرفاء خواجہ ابو سعید حسن بصری ؒ (ولادت ۲۱ھ / ۶۴۲ء - وفات یکم یا ۴ / محرم الحرام ۱۱۰ھ یا ۱۱۱ھ مطابق ۱۱ / مئی ۷۲۸ء یا ۷۲۹ء) بصرہ

(۲۲) حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ (ولادت ۱۳ / رجب المرجب بعد از واقعۂ فیل تیس (۳۰) سال - وفات ۲۱ / رمضان المبارک ۴۰ھ مطابق ۳۰ / جنوری ۶۶۱ء) نجف اشرف

(۲۳) سرور کائنات، سید الموجودات حضرت رسول اللہ ﷺ[290]

اس طرح یہ نسبت چشتیہ حضرت عبد الرزاق بانسوی ؒ سے سرکار دوعالم ﷺ تک تیئیس (۲۳) واسطوں سے پہونچتی ہے۔

---- حواشی --

289 - آپ کی کنیت ابو الفضل ہے، والد ماجد کا نام زید ہے، حضرت خواجہ حسن بصری ؒ کے اجل خلفاء میں ہیں، ان کے شاگرد بھی ہیں، حضرت علی ؓ اور حضرت امام ابو حنیفہ ؒ سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے، علاوہ حضرت عبد اللہ ؓ اور حضرت عبد الرحمن بن عوف ؓ اور خواجہ کمیل بن زیاد ؒ سے بھی خرقۂ تبرک حاصل ہوا تھا، طبیعت پر تجرید و تفرید غالب تھی، صائم الدہر تھے، تین دن پر افطا کرتے تھے، بیعت سے قبل چالیس (۴۰) سال تک مجاہدہ کیا، مختلف علاقوں کی سیاحی کی، بڑے صاحب کرامات تھے، آپ کی سیر آفاقی اور کرامات کے بڑے واقعات کتابوں میں منقول ہیں۔

آپ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے، ۲۷ / صفر المظفر ۱۷۰ھ مطابق ۳۱ / اگست ۷۸۶ء یا ۷۷ھ / ۷۹۳ء / یا ۷۶ھ / ۷۹۲ء یا ۷۸ھ / ۷۹۴ء متعدد اقوال ہیں، صاحب خزینۃ الاصفیاء نے ۷۷ھ والی روایت کو ترجیح دی ہے، مزار مبارک بصرہ میں ہے، آپ کے اجل خلفاء تین ہیں: خواجہ فضیل بن عیاض ؒ، خواجہ ابو الفضل بن رزین ؒ، خواجہ ابو یعقوب سوسی ؒ۔ حضرت شیخ ابو النجیب سہروردی اور شیخ نجم الدین کبریٰ کا سلسلہ خواجہ ابو یعقوب سوسی ؒ سے ملتا ہے، (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۱۵ تا ۲۰، مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری ؒ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۲۱ تا ۱۳۰ شیخ زکریا کاندھلوی ؒ بحوالہ تعلیم الدین، خزینۃ الاولیاء، سیر الاولیاء، روضۃ الریاحین)

290 - تذکرہ حضرت سید صاحب بانسوی ؒ ص ۱۱۰ تا ۱۱۲ مؤلفہ جناب محمد رضا انصاری

(۱۰)

سلسلۂ چشتیہ نظامیہ رزاقیہ

حضرت سید عبدالرزاق بے کمر بانسویؒ کو چشتیہ کی دوسری نسبت بطریق اویسیت حضرت خواجہ نصیر الدین محمود روشن چراغ دہلیؒ (م ۱۸/ رمضان المبارک ۷۵۷ھ مطابق ۲۱/ ستمبر ۱۳۵۶ء یا ۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء)[291] سے حاصل تھی، اوران کو حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی خواجہ نظام الحق والدین اولیاء بدایونیؒ (ولادت ۲۷/ صفر المظفر ۶۳۶ھ یا ۶۳۴ھ مطابق ۱۵/ اکتوبر ۱۲۳۸ء یا ۱۲۳۶ء۔ وفات بروز چہار شنبہ یا جمعرات ۱۷ یا ۱۸/ ربیع الاول یا ربیع الثانی ۷۲۵ھ مطابق ۱۱/ مارچ یا ۱۰/ اپریل

---- حواشی ----

291 - آپ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے اجل خلفاء میں ہیں، بڑے صاحب اسرار، عابد وزاہد اور کریم النفس بزرگ تھے، حضرت سلطان المشائخؒ کے وصال کے بعد دہلی کی ولایت پر آپ ہی فائز ہوئے تھے، آپ حسنی سادات سے ہیں، آپ کے جدامجد کا اسم گرامی حضرت عبداللطیف یزدیؒ ہے، آپ کے والدماجد حضرت یحیٰ لاہور میں پیدا ہوئے، مگر شیخ نصیر الدین محمود اودھ میں پیدا ہوئے، ابھی آپ کی عمر نو (۹) سال کی تھی کہ والدماجد کا انتقال ہو گیا، آپ کی والدہ ماجدہ نے جو سیدۂ زمانہ اور عارفۂ وقت تھیں، آپ کی خصوصی تربیت کی، علوم ظاہرہ کی کتابیں حضرت مولانا عبدالکریم شروانیؒ اور پھر حضرت مولانا افتخار الدین گیلانیؒ سے پڑھیں، نوجوانی ہی میں ترک وتجرید کے آثار ظاہر ہونے لگے تھے، بالغ ہونے کے بعد ایک نماز بھی جماعت کے بغیر ادا نہیں کی ،ہمیشہ روزہ رکھتے تھے، چالیس (۴۰) سال کی عمر میں اودھ سے دہلی آئے، اور حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے، حضرت نظام الدین اولیاءؒ ان دونوں دیوگری میں دریا کے کنارے ایک نو تعمیر بالاخانہ میں رہتے تھے، اوراس خلوت خانہ میں حضرت خواجہ نصیر الدینؒ کے بغیر کسی کو آنے کی اجازت نہیں تھی، حضرت نظام الدینؒ نے آپ کو چراغ دہلی کے خطاب سے سرفراز فرمایا، حضرت شیخ نصیر الدینؒ کے یہاں سماع ہوتا تھا، لیکن مزامیر کا استعمال ممنوع تھا، صرف تالی یا نعرہ کی آواز سے سماع ہوتا تھا۔

آپ کے مزاج میں تحمل اور عفو تھا، ایک بار تنہائی میں مراقب تھے کہ ایک دشمن نے موقعہ پاکر چاقو سے آپ پر حملہ کیا، اور پھر مردہ سمجھ کر چلا گیا، لوگ اس کو پکڑ کر لے آئے اوراس سے انتقام لینا چاہتے تھے، لیکن آپ نے منع فرمادیا، بلکہ بیس روپے انعام دیئے کہ اس کو چاقو چلانے میں بڑی محنت کرنی پڑی، اس حادثہ کے بعد آپ تین (۳) سال زندہ رہے، آپ کی وفات ۱۸/ رمضان المبارک ۷۵۷ھ مطابق ۲۱/ ستمبر ۱۳۵۶ء کو ہوا، بعض حضرات نے سن وفات ۷۵۲ھ / ۱۳۵۱ء لکھا ہے، مگر قول اول صحیح ہے (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۲۱۹ تا ۲۲۵، مولفہ مفتی غلام سرور لاہوری ☆ اخبار الاخیار ص ۱۸۱ تا ۱۹۵ مؤلفہ حضرت شیخ دہلویؒ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۲۰۱ تا ۲۰۵ خلیق نظامی)

۱۳۲۵ء)[292] سے اوران کو حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ سے آخر تک (اسی کے مطابق جو سلسلۂ نہم میں گذرا)[293]

---- حواشی ---

292 - حضرت بابا فریدؒ کے خلیفۂ خاص اور محرم اسرار تھے، آپ کا اسم گرامی سید محمد بن سید احمد دانیال بن سید علی بخاریؒ ہے، القاب: سلطان المشائخ، سلطان الاولیاء اور سلطان السلاطین ہیں، محبوب الٰہی کے خطاب سے بھی مشہور ہیں، نفحات الانس میں آپ کا اسم گرامی "شیخ نظام الدین خالدی دہلوی "لکھا گیا ہے، آپ نجیب الطرفین سادات حسینی الحسنی سے تھے، پورا سلسلۂ نسب تاریخ نظامی میں موجود ہے، آپ کے جد بزرگوار حضرت سید علیؒ اور جد مادری (نانا) خواجہ سید عرب بخاریؒ دونوں آپ کے والد احمد دانیال کے ساتھ بخارا سے ہجرت کر کے لاہور تشریف لائے، کچھ عرصہ لاہور میں رہے، پھر بدایون میں آکر قیام پذیر ہوئے۔

حضرت شیخ نظام الدینؒ کی ولادت بدایوں میں ۲۷ / صفر المظفر ۶۳۶ھ یا ۶۳۴ھ مطابق ۱۵ / اکتوبر ۱۲۳۸ء یا ۱۲۳۶ء کو ہوئی، اسی سال سلطان التمشؒ اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا انتقال ہوا، ابھی پانچ (۵) سال کے تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہو گیا، اور وہ بدایوں میں مدفون ہوئے، آپ کی والدہ جن کا اسم گرامی "بی بی زلیخاؒ" تھا، بڑی عارفہ اور کاملہ تھیں، انہوں نے آپ کی بہترین پرورش کی، گھر میں غربت تھی، حضرت خواجہ نظام الدینؒ فرماتے تھے، کہ جس دن گھر میں کھانے کو کچھ نہ ہوتا تو اماں جان فرماتیں کہ "آج ہم خدا کے مہمان ہیں"

والدہ ماجدہ نے آپ کو مکتب میں بٹھایا، مکتب کے بعد عربی کی تعلیم شروع کی، مقامات حریری حضرت مولانا شمس الملکؒ سے، مشارق الانوار حضرت مولانا کمال الدین محدثؒ سے، تجوید اور قرأت سبعہ شہرۂ آفاق قاری مولانا شادی نقری سے، پڑھی، آپ بارہ (۱۲) سال کی عمر ہی میں تمام علوم مروجہ اور متداولہ سے فارغ ہو گئے، اور دستار فضیلت سے سرفراز ہوئے، علم حدیث، تفسیر، فقہ، اصول، ہیئت، ہندسہ، منطق،، معانی وغیرہ جملہ علوم میں آپ نے کمال حاصل کیا، علوم عقلیہ سے خصوصی دلچسپی کی بنا پر اس دور میں طلبہ آپ کو "نظام الدین منطقی" کہہ کر پکارتے تھے۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد سولہ (۱۶) سال کی عمر میں بدایوں سے دہلی تشریف لائے، کچھ عرصہ دہلی میں اپنی والدہ ماجدہ اور ہمشیرہ کے ساتھ مقیم رہے، اور یہیں ان کی ملاقات حضرت نجیب الدین متوکلؒ (جو حضرت بابا فریدؒ کے برادر حقیقی تھے) سے ہوئی، آپ نے محلہ سرائے نمک میں ایک مکان کرایہ پر لے لیا تھا، کچھ عرصہ کے بعد یہ مکان بدل دیا اور زیر مسجد ہلال طشت دور قیام فرمایا، یہاں تک کہ آپ کی بیس (۲۰) سال کی عمر ہو گئی، اور تمام علوم میں مہارت تامہ حاصل ہو گئی، ایک دن آپ نے شیخ نجیب الدین سے عرض کیا کہ "شہر کا منصب قضا مل جائے تو بہتر ہے، حضرت شیخ نے تبسم کیا اور فرمایا "نظام الدین! قاضی مشو چیزے دیگر شو" نظام الدین! قاضی مت بنو، کچھ اور بن جاؤ، تم ایک ایسے بادشاہ ہو گے کہ ایک عالم تمہارے زیر سایہ آرام پائے گا، اور تم ایسے ماہ منور ہو گے کہ سارا جہاں تمہارے نور سے منور ہو گا" حضرت شیخ کی بات سن کر آپ کا ارادہ بدل گیا، اور تکمیل علم باطن کا ارداہ کر لیا، اسی اثناء ایک دن جامع مسجد میں صبح کی اذان کے وقت مؤذن نے منارہ پر یہ آیت کریمہ پڑھی: الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ الآیۃ۔ اس آیت کریمہ کا سننا تھا کہ دل کی دنیا بدل گئی، پھر حضرت شیخ نجیبؒ ہی کی

وساطت سے آپ کو حضرت خواجہ فریدؒ کے حضور رسائی ہوئی، اور آپ پاک پٹن تشریف لے گئے، ۱۵/رجب المرجب ۶۵۵ھ مطابق ۴/اگست ۱۲۵۷ء روز چہار شنبہ کو پاک پٹن بابا فرید کی خدمت میں پہونچے، حضرت بابا فریدؒ سے آپ نے قرآن کریم کے چھ (۶) پارے تجوید کے ساتھ پڑھے، عوارف کے چھ باب کا درس لیا، تمہید ابو شکور سلمی اور بعض دیگر کتب بھی شیخ سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، حضرت کی صحبت میں آپ درجۂ کمال کو پہونچے اور خرقۂ خلافت سے سرفراز کئے گئے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ بابا فریدؒ کی حیات میں پاک پٹن تین بار اور وصال کے بعد سات بار یعنی کل دس (۱۰) بار تشریف لے گئے، پہلی بار سات ماہ سترہ (۱۷) روز قیام فرمایا، پھر دو سال تک سالانہ حاضر ہوتے رہے۔

پیر و مرشد نے ہندوستان کی ولایت سپرد کر کے آپ کو دہلی روانہ کیا، دہلی میں آپ نے "رادت عرض" کے مکان میں قیام فرمایا، یہ سہ منزلہ مکان تھا، اس میں کھڑکیاں اور طاق بہت زیادہ تھے، اوپر کی منزل پر سید محمد کرمانیؒ ٹھیرے، درمیانی منزل میں حضرت سلطان المشائخ اور نیچے درجہ میں اجودھن سے آئے ہوئے لوگ، دو سال کے بعد مالک مکان نے یہ مکان خالی کرا لیا، اس کے بعد شیخ صدر الدینؒ کے مرید سعید کاغذی کے مکان کے بالاخانہ پر ایک ماہ رہے، تھوڑے دنوں شادی گلابی کی حویلی میں بھی رہے، پھر چند سال آپ کے ایک عقیدت مند شمس الدین رکابدار کے مکان میں رہے۔

رکابدار صاحب کے مکان میں حضرت کو کوئی تکلیف نہیں تھی، لیکن شہری زندگی سے طبیعت اباء کرتی تھی، اور دل گوشۂ عافیت اور تنہائی کا متقاضی تھا، ایک دن اسی خیال میں حوض رانی چلے گئے اور اس کے کنارے بیٹھ کر اللہ پاک سے کسی گوشۂ تنہائی کی دعا مانگی، غیب سے "غیاث پور کا اشارہ ملا، آپ نے یہ مقام نہ دیکھا تھا نہ سنا تھا، اس کی دریافت کے لئے اپنے ایک دوست محمد نیشاپوریؒ کے گھر پہونچے، لیکن وہ گھر پر موجود نہیں تھے، معلوم ہوا کہ وہ غیاث پور گئے ہوئے ہیں، حضرت یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور بالآخر ان کے گھر والوں کی مدد سے آپ غیاث پور پہونچے، دیکھا کہ ایک معمولی اور چھوٹا سا گاؤں ہے، آخر یہیں دریائے جمنا کے کنارے سکونت اختیار کر لی۔

انہی دنوں معز الدین کیقباد جو غیاث الدین بلبن کا پوتا تھا، اس نے موضع کیلو کھڑی میں جو کہ غیاث پور کے قریب ہی تھا قصر شاہی کی بنیاد ڈالی تھی اور نیا شہر آباد کیا تھا، اور مسجد جامع بھی وہیں بنوائی تھی، اس لئے موضع غیاث پور میں حضرت کی ولایت کا شہرہ سن کر لوگوں کی آمد و رفت بڑھنے لگی، جب کہ اسی بھیڑ سے بچنے کے لئے آپ نے دہلی سے نقل مکانی کی تھی، اس لئے اس مقام کو چھوڑ دینے کا ارادہ کر لیا، لیکن ایک مرد غیب نے آکر آپ کو اس ارادہ سے روک دیا، اور پھر آپ کہیں نہیں گئے۔

موضع غیاث پور میں جہاں آپ نے قیام فرمایا تھا، وہاں پہلے پھوس کے چھپر تھے، انہی چھپروں میں اپنے مریدین کے ساتھ رہتے تھے، اگر کوئی معتقد خانقاہ بنانے کی خواہش ظاہر کرتا تو آپ منع فرمادیتے تھے، آخر ضیاء الدین وکیل عماد الملک نے خانقاہ بنانے کی التجا پیش کی، آپ نے انکار کر دیا، پھر حضرت خواجہ ابو بکر چشتیؒ، خواجہ اقبالؒ، حضرت محمد کرمانیؒ، اور سید حسین کرمانیؒ جیسے اکابر کی سفارشات پر آپ نے اجازت دے دی، اور ایک ماہ میں خانقاہ تیار ہو گئی، یہ خانقاہ اب بھی مقبرۂ ہمایوں کے شمال میں موجود ہے، خانقاہ تیار ہونے کے بعد ضیاء الدین صاحب کا انتقال ہو گیا۔۔۔ اب یہ پوری آبادی بستی حضرت نظام الدینؒ کے نام سے جانی جاتی ہے۔

یہاں ابتدا میں حضرت کو فقر و فاقہ کا سامنا رہا، لیکن پھر ایک مجذوب کی آمد کے بعد جس نے کھولتی ہوئی ہنڈیا توڑ دی تھی، فتوحات کے دروازے کھل گئے، اس مجذوب نے کہا کہ آج سے تم ظاہر و باطن کے بادشاہ ہو"

سلطان علاء الدین خلجی نے یہاں وسیع و عریض خانقاہ تعمیر کرائی، آپ کی خانقاہ میں کافی بڑا لنگر چلتا تھا، کہا جاتا ہے کہ دو ہزار روپے روز کا خرچ تھا، لیکن خلجی کے بعد جب اس کا بیٹا قطب الدین خلجی حاکم دہلی ہوا، تو بعض وجوہات سے وہ حضرت کا مخالف ہو گیا، اور آنے جانے والوں اور ذرائع آمدنی پر کئی پابندیاں عائد کر دیں، حضرت کو اس کی خبر ملی تو آپ نے لنگر کا خرچ دوگنا کر دینے کا اعلان فرمایا، یعنی دو ہزار کی جگہ چار ہزار (۴۰۰۰) روپے، اور فرمایا کہ پیسے کی ضرورت ہو تو فلانے طاق سے لے لینا اور بسم اللہ کر کے خرچ کرنا۔ بادشاہ کو اس کی خبر ملی تو بہت شرمندہ ہوا۔۔۔

کہتے ہیں کہ آپ کے پیر حضرت بابا صاحبؒ نے دعا فرمائی تھی کہ "تمہارے باورچی خانے میں ہر روز تہتر (۷۳) من نمک استعمال ہو" اس دعا کا عملی مظاہرہ حضرت محبوب الٰہیؒ کی زندگی میں ہوا۔

سلطان قطب الدین خلجی کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ دیگر درباری علماء و مشائخ کی طرح حضرت بھی اس کے دربار میں حاضری دیں، لیکن آپ نے اس کی بات کبھی نہیں مانی، اس کی وجہ سے اس نے آپ کو بہت ستایا، لیکن اللہ پاک نے آپ کی حفاظت کی

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے تا عمر شادی نہیں کی، اور مجرد رہے، بڑے کرامات وواقعات آپ کی ذات گرامی سے وابستہ ہیں، اکانوے (۹۱) سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی، موت سے چالیس (۴۰) دن قبل آپ نے کھانا ترک کر دیا تھا، اور آخری ایام میں ہر نماز دوبار پڑھتے تھے، آٹھ (۸) روز تک آپ کا پیشاب بند رہا، آپ نے لنگر سمیت اپنی تمام ذاتی چیزیں لوگوں میں تقسیم کر دیں، بروز جمعرات ۱۸ / ربیع الاول ۷۲۵ھ مطابق ۱۱ / مارچ ۱۳۲۵ء کو وصال پر ملال ہوا، اخبار الاخیار میں تاریخ وفات بعد طلوع آفتاب بروز چہار شنبہ ۱۷ / ربیع الاول ۷۲۵ھ درج ہے، ممکن ہے کہ ۱۷ کو وفات ہوئی ہو اور رات دیر گئے تدفین عمل میں آئی ہو، بعض لوگوں (مثلاً مخبر الواصلین) نے آپ کی عمر چورانوے (۹۴) سال لکھی ہے، تاریخ نظامی میں تاریخ وفات ۱۸ / ربیع الثانی ۷۲۵ھ مطابق ۱۰ / اپریل ۱۳۲۵ء تحریر کی گئی ہے، سلطان غیاث الدین تغلق آپ سے ایک ماہ اور اٹھارہ دن قبل فوت ہوا تھا۔

آپ کے خلفاء اور مریدین کی تعداد حد وشمار سے فزوں تر ہے، آپ کے ملفوظات وافادات کا مجموعہ حضرت امیر حسن علائی سنجریؒ (م ۷۳۸ھ / ۱۳۳۷ء) نے "فوائد الفواد" کے نام سے مرتب کیا، جس کو شہرۂ آفاق حیثیت حاصل ہوئی، حضرت محبوب الٰہیؒ کی زندگی میں یہ کتاب مرتب ہو گئی تھی، اس کتاب کی تدوین ۷۰۲ھ / ۱۳۰۳ء میں شروع ہوئی ۷۱۷ھ / ۱۳۱۷ء میں مکمل ہوئی، حضرت محبوب الٰہی نے خوش ہو کر مرتب کو اپنا جبۂ مبارک عنایت فرمایا، خواجہ امیر خسروؒ نے ہدیۂ تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا: "حسن! اپنی کتاب مجھے دے دو اور میری زندگی کی ساری تحریریں تم لے لو"

حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے قریب ایک سو (۱۰۰) سال کی زندگی پائی، اس دوران آپ نے سات (۷) بادشاہوں کا عہد حکومت دیکھا، جن میں کچھ آپ کے معتقد تھے اور کچھ حاسد و مخالف، وہ سات بادشاہ یہ ہیں: ۱- سلطان غیاث الدین بلبن (م ۶۸۶ھ / ۱۲۸۷ء)، ۲- سلطان معز الدین کیقباد (م ۶۸۹ھ / ۱۲۹۰ء) یہ بادشاہ آپ کا معتقد تھا، ۳- سلطان جلال الدین خلجی (م ۶۹۹

(۱۱)

سلسلہ چشتیہ صابریہ قدوسیہ مجددیہ

علماء دیوبند کا سلسلۂ طریق بھی سلسلۂ صابریہ قدوسیہ ہی ہے، البتہ وہ مجددیہ نہیں ہے، اوپر حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ سے نیچے کی طرف حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی تک شجرہ بدل جاتا ہے، باقی اوپر کوئی فرق نہیں ہے، درمیانی ناموں کے احوال کے لئے مطالعہ کریں تاریخ مشائخ چشت (حضرت شیخ زکریا کاندھلویؒ)۔

یہاں پر حضرت منورویؒ کے سلسلہ کو درج کیا جاتا ہے۔

(۱) حضرت مولانا شاہ زید ابوالحسن فاروقی مجددیؒ (ولادت ۲۵/رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۳/نومبر ۱۹۰۶ء—وفات ۱۷/جمادی الثانیہ ۱۴۱۴ھ مطابق ۱/دسمبر ۱۹۹۳ء) بلحاظ اجازت۔

(۲) حضرت مولانا شاہ ابوالخیر مجددی دہلویؒ (ولادت: ۲۷/ربیع الآخر ۱۲۷۲ھ مطابق ۶/جنوری ۱۸۵۶ء—وفات: ۲۹/جمادی الثانیہ ۱۳۴۱ھ مطابق ۱۶/فروری ۱۹۲۳ء) بلحاظ بیعت

(۳) حضرت ابوالسعادات شاہ محمد عمرؒ (ولادت ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲۹ء—وفات ۱۲۹۸ء ۱۸۸۰ء

ھ/۱۳۰۰ء)، یہ بھی آپ کا معتقد تھا، ۴-سلطان علاء الدین خلجی (م ۶/شوال ۷۱۵ھ مطابق/جنوری ۱۳۱۶ء)، ناخواندہ بادشاہ تھا اور آپ کا معتقد تھا، ۵-سلطان قطب الدین خلجی (م ۲۹/شوال ۷۲۰ھ مطابق ۹/دسمبر ۱۳۲۰ء)، یہ آپ کا سخت مخالف تھا، اس کے بعد وقتی طور پر خسرو خان نے حکومت پر قبضہ کیا تھا، لیکن غیاث الدین تغلق کے آنے کے بعد الگ ہو گیا، خسرو خان حضرت کا معتقد تھا، ۶-غیاث الدین تغلق (م ۷۲۵ھ/۱۳۲۵ء)، یہ آپ کا مخالف تھا، ۷-محمد تغلق (م ۲۱/محرم الحرام ۷۵۲ھ مطابق ۲۷/مارچ ۱۳۵۱ء) یہ آپ کا معتقد تھا (خزینۃ الاصفیاء ج ۲ ص ۱۷۵ تا ۱۹۳، مولفہ مفتی غلام سرور لاہوریؒ ☆ اخبار الاخیار ص ۱۲۹ تا ۱۴۱ مؤلفہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ ☆ نفحات الانس للجامیؒ ص ۷۵۱، ۷۵۲ ☆ تاریخ نظامی ص ۷ تا ۷۳ مؤلفہ پیر ضامن نظامی سید بخاری سابق سجادہ نشیں درگاہ حضرت نظام اولیاء، ناشر: پیر زادہ خواجہ احمد نظامی، منیجت کتب خانہ نظامی دہلی)

293 - تذکرہ حضرت سید صاحب بانسویؒ ص ۱۱۲ مؤلفہ جناب محمد رضا انصاری

(۴)حضرت ابوالمکارم شاہ احمد سعیدؒ (ولادت ۱۲۱۷ھ مطابق ۱۸۰۲ء- وفات ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸۶۰ء)

(۵)حضرت زکی القدر شاہ ابوسعید مجددیؒ (ولادت ۱۱۹۶ھ / ۱۷۸۲ء-وفات ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۵ء

(۶)حضرت شاہ عبداللہ المعروف بہ شاہ غلام علی دہلویؒ (ولادت ۱۱۵۶ھ / ۱۷۴۳ء – وفات ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء)

(۷)حضرت حبیب اللہ میرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ (ولادت ۱۱۱۱ھ یا ۱۱۱۳ھ / ۱۷۰۰ء یا ۱۷۰۱ء- وفات ۱۱۹۵ھ / ۱۷۸۱ء)

(۸)حضرت سید السادات نور محمد بدایونیؒ (م ۱۱۳۵ھ / ۱۷۲۳ء)

(۹)قطب العارفین محی السنۃ حضرت خواجہ سیف الدین مجددی سرہندیؒ (ولادت ۱۰۴۹ھ / ۱۶۳۹ء—وفات ۱۰۹۶ھ / ۱۶۸۵ء)

(۱۰)عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ (ولادت ۱۰۰۷ھ م ۱۵۹۹ء—وفات ۱۰۷۹ھ م ۱۶۶۸ء)

(۱۱)حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ (ولادت ۹۷۱ھ م ۱۵۶۴ء—وفات ۱۰۳۴ھ م ۱۶۲۴ء)

(۱۲)حضرت مولانا شیخ عبدالاحد سرہندیؒ (م ۱۷/ رجب المرجب ۱۰۰۷ھ مطابق ۱۳/ فروری ۱۵۹۹ء یا ۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۰۰۷ھ مطابق ۲۶/ دسمبر ۱۵۹۸ء)[294]

---حواشی---

294 - حضرت شیخ عبدالاحدؒ کا شجرۂ نسب حضرت شیخ شہاب الدین فرخ کابلیؒ تک پہونچتا ہے، آپ علوم ظاہری کی تحصیل و تکمیل میں مصروف تھے، کہ جذبۂ محبت الٰہی کے ہاتھوں مغلوب ہو کر اس زمانہ کے شہرۂ آفاق چشتی صابری بزرگ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ (م ۹۴۴ھ / ۱۵۳۷ء) کی خدمت میں حاضری دی، اوران کے دست مبارک پر سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں شرف بیعت حاصل کیا، پیرو مرشد نے ضروری تعلیم و تلقین کے بعد علم ظاہر کی تکمیل کا حکم دیا، اور فرمایا کہ علم کے بغیر درویش بے نمک کھانے کے مانند ہوتا ہے، آپ نے پیرو مرشد کی کبر سنی کا خیال کرتے ہوئے عرض کیا، کہ حضرت مجھے خوف ہے کہ علوم دین کی تکمیل کر کے یہاں

حاضر ہوا تو شاید یہ دولت ہاتھ نہ لگے ، حضرت شیخ گنگوہیؒ نے ارشاد فرمایا: "اگر میں حیات نہ رہا تو میرے فرزند رکن الدین سے یہ دولت حاصل کر لینا"

آپ پیر و مرشد کے حکم کے مطابق واپس جا کر تحصیل علم میں مصروف ہو گئے، اسی دوران حضرت کے وصال کی خبر ملی اور آپ کا وہ اندیشہ درست ثابت ہوا، اور بے حد صدمہ پہونچا۔

علم ظاہر سے فراغت کے بعد مختلف شہروں کی سیاحت کی اور کئی بزرگوں سے استفادہ کے بعد حضرت شیخ رکن الدینؒ (م ۹۸۳ھ / ۱۵۷۵ء) کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ اپنے صاحبزادے حضرت شیخ رکن الدینؒ کو حضرت شیخ الاحدؒ کے بارے میں ہدایت فرما گئے تھے، اس لئے حضرت شیخ رکن الدین نے آپ کے ساتھ بہت شفقت اور خصوصیت کا معاملہ فرمایا، اور بہت جلد آپ نے منازل سلوک طے کر کے ۹۷۹ھ / ۱۵۷۱ء، ۱۵۷۲ء میں قادریہ اور چشتیہ صابریہ کی خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے، حضرت شیخ رکن الدین نے آپ کو فصیح وبلیغ عربی زبان میں تحریری خلافت نامہ عطا فرمایا تھا، جو برکات احمدیہ (زبدۃ المقامات) میں درج ہے۔

آپ نے سرہند شریف سے چار فرسنگ دور قصبہ پائل میں حضرت شاہ کمال کیتھلی قادریؒ (م ۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء) کی خدمت میں رہ کر سلسلۂ قادریہ کے فوائد و برکات بھی اخذ کئے، اور ان سے نسبت فردیت وخلافت حاصل کی، آپ نے حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ کے پوتے حضرت شاہ سکندر قادریؒ (م ۱۰۲۵ھ / ۱۶۱۶ء) سے بھی استفادہ کیا۔

علاوہ ازیں آپ نے کابل سے بنگال تک سیاحت فرمائی، اور اس دوران حضرت شیخ اللہ دادؒ، مولانا فخر الدینؒ، حضرت سید علی قوام نظامیؒ (جونپور) اور دیگر مشائخ سے بھی استفادہ کیا، اور پھر سرہند واپس تشریف لائے، اور آخر تک یہیں مقیم رہے۔

آپ کو تمام علوم پر کامل دسترس حاصل تھی، فقہ واصول میں آپ کی نظیر نہیں تھی، اصول بزدوی کی تدریس میں آپ کو خاص شہرت حاصل تھی، کتب تصوف میں تعرف، عوارف المعارف، اور فصوص الحکم بھی بڑی عمدگی سے پڑھاتے تھے۔

آپ تحقیق وذوق کے لحاظ سے حضرت شیخ ابن العربی (م ۶۳۸ھ / ۱۲۴۰ء) کے مشرب پر تھے، مگر شریعت کا ضبط واحترام بھی پوری طرح قائم تھا، زبان سے سکر وشطحیات کی کوئی بات نہیں نکلتی تھی، مسئلۂ وحدت الوجود کی تفہیم وجودی طریقے سے کرتے تھے۔۔۔ آپ پر بے نفسی اور تفرید کا غلبہ تھا، شاگردوں کی کثرت کے باوجود کبھی کسی سے کوئی خدمت نہیں لیتے تھے، گھریلو ضروریات کی اشیاء خریدنے کے لئے خود بازار جایا کرتے تھے۔

آپ کی بیعت وخلافت گو سلسلۂ چشتیہ و قادریہ میں تھی، مگر آپ سلسلۂ نقشبندیہ سے کمال اشتیاق کا اظہار کرتے اور اس کے متعلق بلند کلمات فرماتے تھے، اور اسی چیز نے آپ کے صاحبزادے حضرت مجددؒ کو سلسلۂ نقشبندیہ کا اسیر کیا۔ اور پھر یہ خاندان ساری دنیا میں نقشبندیت کی ایک علامت بن گیا۔

آپ کی شادی اٹاوہ کے نزدیک سکندرہ کے مقام پر ایک معزز گھرانہ میں ہوئی، آپ کی تمام اولاد امجاد انہی کے بطن سے پیدا ہوئیں، اللہ پاک نے آپ کو سات (۷) صاحبزادے عطا فرمائے۔

(۱۳) حضرت شاہ رکن الدین گنگوہیؒ (ولادت ۱۵ / جمادی الاولیٰ ۸۹۷ھ مطابق ۲۳ / مارچ ۱۴۹۲ء۔ وفات ۱۵ / ذی الحجہ ۹۷۵ھ مطابق ۲۰ / جون ۱۵۶۸ء یا ۹۷۲ھ مطابق ۱۵۶۴ء یا ۹۸۳ھ مطابق ۱۵۷۵ء)[295]

(۱۴) قطب العالم حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ (ولادت ۸۵۲ھ یا ۸۶۰ھ / ۱۴۴۸ء یا ۱۴۵۶ء

آپ کا آخری وقت آیا تو کئی بار ارشاد فرمایا کہ: بات وہی ہے جو شیخ نے فرمائی تھی، حضرت مجدد صاحبؒ حاضر خدمت تھے، انہوں نے سمجھا کہ شیخ سے مراد شیخ ابن عربیؒ ہیں، لیکن آپ کے پوچھنے پر فرمایا کہ نہیں، حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ، انہوں نے دریافت کیا کہ وہ بات کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

"حقیقت میں حق سبحانہ تعالیٰ ہستی مطلق ہے، لیکن لباس کونیہ محجوبوں کی آنکھ پر ڈال کر انہیں دور و مہجور رکھتا ہے"۔

آپ کا وصال اسی (۸۰) سال کی عمر میں ۱۷ / رجب المرجب ۱۰۰۷ھ مطابق ۱۳ / فروری ۱۵۹۹ء کو وصال فرمایا، بعض مؤرخین نے آپ کی تاریخ وصال ۲۷ / جمادی الاولیٰ ۱۰۰۷ھ مطابق ۲۶ / دسمبر ۱۵۹۸ء لکھی ہے، مزار مبارک سرہند شریف میں ہے۔۔۔ اولاد اور مریدین کے علاوہ کئی اہم تصنیفات (مثلاً کنوز الحقائق، اسرار التشہد) یادگار چھوڑیں (تاریخ وتذکرہ خانقاہ سرہند شریف ص ۲۰۹ تا ۲۱۵ مؤلفہ محمد نذیر رانجھا)

295 ۔حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ کے فرزند دوم اور سچے جانشین ہیں، طریقۂ چشتیہ کے مشہور اکابر میں ہیں، اسم گرامی "محمد" اور "رکن الدین" سے مشہور ہیں، آپ کی پیدائش شاہ آباد میں ۱۵ / جمادی الاولیٰ ۸۹۷ھ مطابق ۲۳ / مارچ ۱۴۹۲ء کو ہوئی، جیسا کہ آپ نے خود "لطائف قدوسی" میں تحریر کیا ہے، بڑے ہوئے تو علوم و معارف کے اشتیاق میں مرکز علم و فن دہلی تشریف لے گئے، اور وہاں شیخ فتح اللہ بن نصیر الدین دہلویؒ، شیخ سید احمد الحسینی الملتانیؒ، اور شیخ ابراہیم بن معین الحسینیؒ سے درسیات کی جملہ کتابیں پڑھیں، علم ظاہر سے فراغت کے بعد علم باطن کے لئے اپنے والد ماجد حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ سے رجوع ہوئے، اور درجۂ کمال تک پہونچے، سلسلۂ قادریہ کی تعلیم اپنے استاذ شیخ ابراہیم الحسینیؒ سے حاصل کی، شیخ رکن الدین کے مقام کو سمجھنے کے لئے اتنا کافی ہے کہ شیخ عبد القدوسؒ نے فرمایا کہ اگر اللہ نے پوچھ لیا کہ دنیا سے کیا لائے ہو، تو شیخ جلال الدین تھانیسریؒ، اور عزیزم مولانا رکن الدین کو پیش کر دوں گا، آپ صاحب تصنیف بزرگ ہیں، مرج البحرین، لطائف قدوسیہ، اور مکتوبات کئی کتابیں یادگار چھوڑیں، آپ کا وصال ۱۵ / ذی الحجہ ۹۷۵ھ مطابق ۲۰ / جون ۱۵۶۸ء یا ۹۷۲ھ / ۱۵۶۴ء یا ۹۸۳ھ / ۱۵۷۵ء میں گنگوہ میں ہوا، مزار مبارک گنگوہ میں ہے (نزہۃ الخواطر ج ۴ ص ۴۱۱ مؤلفہ حضرت مولانا عبد الحی لکھنوی ☆ حضرت مجدد الف ثانی ص ۵۸ مؤلفہ شاہ زوار حسین، بحوالہ زبدۃ المقامات ص ۱۰۱، ۱۰۲ ☆ مختصر حالات بزرگان چشت اہل بہشت المعروف بہ سرکار غریب نواز ص ۱۰۰ مؤلفہ حضرت منورویؒ ☆ تذکرہ اکابر گنگوہ ج ا ص ۱۸۲ تا ۱۸۴ مرتبہ مفتی خالد سیف اللہ گنگوہی، ناشر: مکتبہ شریفیہ گنگوہ، ۱۴۳۵ھ)

ء-وفات ۲۰/ جمادی الثانیۃ ۹۴۴ھ مطابق ۳/ دسمبر ۱۵۳۷ء یا ۹۴۵ھ / ۱۵۳۸ء یا ۲۳/ جمادی الثانیہ ۹۴۴ھ مطابق ۶/ دسمبر ۱۵۳۷ء یا ۹۴۰ھ / ۱۵۳۳ء یا ۹۲۵ھ / ۱۵۱۹ء)[296]

----حواشی--

296 - آپ کا اسم گرامی "اسمٰعیل" اور لقب "شاہ عبدالقدوس" ہے، اپنے لقب ہی سے زیادہ مشہور ہیں، بعض لوگوں نے اسمٰعیل آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی قرار دیا ہے، اور سلسلۂ نسب اس طرح تحریر کیا ہے: شاہ عبدالقدوس بن اسمعیل، بن صفی، بن نصیر الحنفی الردولوی الگنگوہی۔

آپ کی ولادت ۸۵۲ھ یا ۸۶۰ھ / ۱۴۴۸ء یا ۱۴۵۶ء (علیٰ اختلاف الروایۃ) میں ہوئی، آپ ردولی شریف کے رہنے والے ہیں، پینتیس (۳۵) سال آپ کا قیام ردولی شریف میں رہا، ۸۹۶ھ / ۱۴۹۱ء میں عمر خان کاشی (جو سلطان سکندر لودھی کے امراء میں سے تھے) کی خواہش واصرار پر آپ شاہ آباد تشریف لے گئے، اور پینتیس (۳۵) سال وہاں بھی مقیم رہے، ۹۳۲ھ / ۱۵۲۶ء میں ظہیر الدین بابر کے زمانہ میں آپ گنگوہ تشریف لائے، اور یہاں چودہ (۱۴) سال قیام فرما کر وصال فرمایا اور یہیں کی نسبت سے مشہور ہوئے۔

علوم ظاہرہ وباطنہ دونوں میں آپ کو کمال حاصل تھا، آپ پیدائشی ولی تھے، بچپن ہی میں صاحب کرامات ہو گئے تھے، آپ حضرت شیخ محمد بن شیخ عارفؒ کے خلفاء میں ہیں، لیکن آپ نے حضرت شیخ عبدالحق ردولویؒ کی روحانیت سے بھی استفادہ کیا، جیسا کہ حضرت نے اپنی کتاب "انوار العیون" میں اس کی صراحت کی ہے، اور حضرت کی ہی روحانیت نے آپ کو اپنے پوتے حضرت شیخ محمد بن شیخ عارفؒ سے رجوع کرنے کی ہدایت کی تھی، آپ کو اپنے شیخ کے علاوہ شیخ قاسم اودھیؒ (جو سلسلۂ سہروردیہ کے اکابر میں ہیں) سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی۔

آپ کا پیشہ زراعت تھا، لیکن اس کی آمدنی کا بڑا حصہ فقراء میں تقسیم کر دیتے تھے ---- آپ کو سماع کا ذوق تھا، اور مجلس سماع میں بڑے شوق سے شرکت فرماتے تھے۔

آپ ایک صاحب تصنیف عالم تھے، مؤلفات میں ایک کتاب "انوار العیون" مشہور ہے، جس کو سات فنون پر مرتب کیا گیا ہے، اور حقائق ودقائق تصوف سے لبریز ہے، اس میں فن اول کا زیادہ حصہ حضرت شیخ عبدالحق کے حالات پر مشتمل ہے، ان کے علاوہ تعلیقات علیٰ شرح الصحائف (علم کلام کے موضوع پر)، حاشیۃ التعرف شرح بسیط عوارف المعارف، مرآۃ الاسرار، اقتباس الانوار، اور انوار العارفین بھی آپ کی اہم کتابیں ہیں۔

آپ کے سات (۷) صاحبزادے تھے اور سب ہی صاحب فضل وکمال ہوئے، آپ کا وصال چوراسی (۸۴) سال کی عمر میں بحالت نماز ۲۰/ جمادی الثانیۃ ۹۴۴ھ مطابق ۳/ دسمبر ۱۵۳۷ء کو ہوا (یہ آپ کے صاحبزادہ حضرت شیخ رکن الدینؒ کی کتاب "لطائف قدوسی" کے مطابق ہے) بعض لوگوں نے ۹۴۵ھ / ۱۵۳۸ء لکھا ہے (حضرت مجدد الف ثانیؒ ص ۵۸ حاشیہ مؤلفہ مولانا شاہ زوار حسینؒ)، بعض نے ۲۳/ جمادی الثانیہ ۹۴۴ھ مطابق ۶/ دسمبر ۱۵۳۷ء اور بعض نے ۹۴۰ھ / ۱۵۳۳ء لکھا ہے، ایک قول ۹۲۵ھ / ۱۵۱۹ء کا بھی ہے، مگر شیخ زکریا صاحبؒ نے اول الذکر ۹۴۴ھ / ۱۵۳۷ء کے قول کو ترجیح دی ہے (اخبار الاخیار ص ۴۵۰ تا

(۱۵) حضرت شیخ محمدؒ (م ۱۷ / صفر ۸۹۸ھ مطابق ۱۶ / دسمبر ۱۴۹۲ء)[297]

(۱۶) حضرت شیخ احمد عارفؒ (م ۱۷ / صفر ۸۵۹ھ مطابق ۱۴ / فروری ۱۴۵۵ء یا ۸۸۲ھ / ۱۴۷۷ء)[298]

(۱۷) حضرت مخدوم شیخ احمد عبد الحق ردولوی ؒ (ولادت ۷۷۶ھ / ۱۳۷۴ء - وفات ۱۵ / جمادی الثانیہ ۸۳۶ھ یا ۸۳۷ھ مطابق ۱۴ / فروری ۱۴۳۳ء یا ۱۴۳۴ء)

(۱۸) حضرت کبیر الاولیاء جلال الدین پانی پتیؒ (ولادت ۶۹۵ھ / ۱۲۹۶ء - وفات ۱۳ / ربیع الاول یا ذی قعدہ ۷۶۵ھ مطابق ۲۷ / دسمبر ۱۳۶۳ء)

(۱۹) حضرت شمس الدین ترک پانی پتی ؒ (م ۱۹ / شعبان یا ۱۰ / جمادی الاولیٰ یا جمادی الثانیہ ۷۱۵ھ یا ۷۱۸ھ یا ۷۱۹ھ مطابق ۲۵ / نومبر یا ۲۸ / اگست یا ستمبر ۱۳۱۵ء یا ۱۳۱۸ء یا ۱۳۱۹ء)

(۲۰) شیخ المشائخ حضرت خواجہ علاء الدین علی احمد صابر کلیری ؒ (ولادت ۵۹۲ھ / ۱۱۹۶ء -

---

۴۵۴ مؤلفہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ ☆ تاریخ مشائخ چشت ص ۱۹۳ تا ۲۰۹ مؤلفہ حضرت شیخ محمد زکریاؒ، بحوالہ خزینۃ الاولیاء ، انوار العاشقین، تعلیم الدین، افاضات یومیہ، السنۃ الجلیہ، حق السماع)

297 - آپ حضرت شیخ عارف بن شیخ عبد الحقؒ کے صاحبزادے اور سچے جانشین ہیں، آپ پر اکثر استغراق کا غلبہ رہتا تھا، وصال کا وقت قریب آیا تو اپنے صاحبزادے شیخ الاولیاء معروف بہ شیخ بدھؒ اور مرید خاص حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ (جو اس وقت شاہ آباد میں تھے) طلب فرمایا، نزع کا وقت تھا، سکر سے جب بھی ہوش میں آتے فرماتے "الحمد اللہ سمجھ گیا" حضرت گنگوہیؒ نے دریافت کیا کہ "کیا چیز سمجھ گئے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ توحید مطلق کو سمجھ گیا، اس کے بعد آپ نے اپنی تمام امانات و معارف اور اسم اعظم وغیرہ جو مشائخ سے ملتی آرہی تھیں حضرت مولانا شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے حوالے کیا، آپ کی وفات کا صحیح حال معلوم نہیں ہے، مگر شجرات کے مطابق تاریخ وفات ۱۷ / صفر ۸۹۸ھ مطابق ۱۶ / دسمبر ۱۴۹۲ء ہے، آپ کے صاحبزادے بھی صاحب فضل وکمال ہوئے، ان کو باپ سے خلافت حاصل تھی، اور بعض لوگوں کے مطابق ان کی تکمیل حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ کے پاس ہوئی (تاریخ مشائخ چشت ص ۱۹۱، ۱۹۲ مؤلفہ حضرت شیخ محمد زکریاؒ)

298 - آپ کا اسم گرامی "عارف" اور بقول بعض شیخ احمد ہے، آپ حضرت شیخ عبد الحق ردولویؒ کے صاحبزادے اور سچے جانشین ہیں ، علم شریعت اور طریقت کے جامع تھے، والد کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے، والد کے وصال کے وقت آپ کی عمر سترہ (۱۷) سال تھی، اور شیخ کامل ہو چکے تھے، آپ کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے، بعض لوگوں نے ۱۷ / صفر ۸۵۹ھ مطابق ۱۴ / فروری ۱۴۵۵ء لکھا ہے، بعض نے ۸۸۲ھ / ۱۴۷۷ء لکھا ہے، مزار مبارک ردولی شریف میں ہے (تاریخ مشائخ چشت ص ۱۹۰، ۱۹۱ مؤلفہ حضرت شیخ محمد زکریاؒ)

وفات ۱۳ / ربیع الاول ۶۹۰ھ مطابق ۲۲ / مارچ ۱۲۹۱ء)

(۲۱) حضرت شیخ الاسلام فرید الحق والدین گنج شکر اجودھنی فاروقیؒ (ولادت ۵۸۲ھ یا ۵۸۴ھ یا ۵۸۵ھ یا ۵۶۹ھ / ۱۱۸۶ھ یا ۱۱۸۸ء یا ۱۱۸۹ء یا ۱۱۷۳ء —وفات ۵ / محرم الحرام ۶۶۴ھ یا ۶۶۶ھ یا ۶۶۷ھ یا ۶۶۸ھ یا ۶۷۰ھ مطابق ۲۳ / اکتوبر ۱۲۶۵ء یا ۱۲۶۷ء یا ۱۲۶۸ء یا ۱۲۶۹ء یا ۱۲۷۰ء)

(۲۲) قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ (ولادت ۵۸۲ھ / ۱۱۸۶ء -وفات ۱۴ / یا ۲۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ یا ۶۳۴ھ مطابق ۳ یا ۱۳ / دسمبر ۱۲۳۵ء یا ۱۲۳۶ء)

(۲۳) امام الطریق خواجۂ خواجگان سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین سجزی چشتی اجمیریؒ (ولادت ۵۳۷ھ / ۱۱۴۲ء -وفات ۶ / رجب المرجب یوم دوشنبہ ۶۳۲ھ مطابق ۲ / اپریل ۱۲۳۵ء)

(۲۴) حضرت خواجہ ابو النور عثمان ہارونیؒ (ولادت ۵۲۶ھ / ۱۱۳۲ء—وفات ۵ / شوال المکرم ۶۱۷ھ یا ۶۰۳ھ یا ۵۶۷ھ یا ۵۹۷ھ یا ۶۳۳ھ مطابق ۹ / دسمبر ۱۲۲۰ء یا ۱۲۰۷ء یا ۱۲۱۷ء یا ۱۲۰۱ء یا ۱۲۳۶ء)

(۲۵) حضرت خواجہ نیر الدین حاجی شریف زندنیؒ (ولادت ۴۹۲ھ / ۱۰۹۹ء - وفات ۳ یا ۱۰ / رجب المرجب ۶۱۲ھ مطابق ۳ یا ۱۰ / نومبر ۱۲۱۵ء، یا ۵۸۴ھ / ۱۱۸۸ء یا ۵۸۰ھ / ۱۱۸۴ء)

(۲۶) قطب الاقطاب حضرت خواجہ مودود چشتیؒ (ولادت ۴۳۰ھ / ۱۰۳۹ء- وفات یکم رجب ۵۲۷ھ مطابق ۱۴ / مئی ۱۱۳۳ء)

(۲۷) خواجہ سید ناصر الدین ابو یوسف بن سمعان الحسینی الچشتیؒ (م ۳ / رجب المرجب ۴۵۹ھ مطابق ۲۵ / مئی ۱۰۶۷ء)

(۲۸) حضرت خواجہ ناصح الدین محمد ابو محمد بن ابی احمد چشتیؒ (ولادت یکم محرم الحرام ۳۳۱ھ مطابق ۱۹ / ستمبر ۹۴۲ء—وفات ۱۴ / ربیع الاول ۴۱۱ھ مطابق ۱۳ / جولائی ۱۰۲۰ء یا یکم رجب ۴۱۱ھ مطابق ۲۶ / اکتوبر ۱۰۲۰ء)

(۲۹)قطب العالمین قدوۃ الدین حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ (ولادت ۶/ رمضان المبارک ۲۶۰ھ مطابق ۲۸/ جون ۸۷۴ء-وفات یکم یا ۳/ جمادی الثانیہ ۳۵۵ھ مطابق ۳۱/ مئی ۹۶۶ء)

(۳۰)حضرت خواجہ ابو اسحاق شامیؒ (م ۱۴/ ربیع الثانی ۳۲۹ھ مطابق ۲۰/ جنوری ۹۴۱ء)

(۳۱)حضرت کریم الدین منعم خواجہ علو ممشاد دینوریؒ (م ۱۴/ محرم الحرام ۲۹۹ھ مطابق ۱۵/ ستمبر ۹۱۱ء یا ۲۹۷ھ/ ۹۰۹ء یا ۲۹۸ھ/ ۹۱۰ء)

(۳۲)حضرت خواجہ امین الدین ہبیرہ یا ابو ہبیرہ بصریؒ (ولادت ۱۶۷ھ/ ۷۸۳ء-وفات ۷/ شوال المکرم ۲۸۷ھ مطابق ۹/ اکتوبر ۹۰۰ء یا ۲۷۹ھ/ ۸۹۳ء)

(۳۳)حضرت خواجہ سدید الدین حذیفہ المرعشیؒ (م ۷/ شوال ۲۷۶ھ مطابق ۵/ فروری ۸۹۰ء یا ۲۴/ شوال ۲۵۲ھ مطابق ۱۰/ نومبر ۸۶۶ء یا ۱۴ یا ۲۴/ شوال ۲۰۲ھ مطابق ۲۸/ اپریل ۸۱۸ء یا ۲۰۷ھ/ ۸۲۳ھ)

(۳۴)حضرت خواجہ سلطان ابراہیم بن ادہم بن منصورؒ (م بروز جمعہ ۲۸/ جمادی الاولیٰ ۲۸۰ھ مطابق ۱۸/ اگست ۸۹۳ء یا ۲۶۱ھ/ ۸۷۵ء یا ۲۶۵ھ/ ۸۷۹ء یا ۱۶۲ھ/ ۷۷۹ء یا ۱۶۱ھ/ ۷۷۸ء)

(۳۵)حضرت خواجہ ابو علی فضیل بن عیاضؒ (وفات ۳/ ربیع الاول ۱۸۷ھ مطابق ۴/ مارچ ۸۰۳ء یا ۱۸۶ھ/ ۸۰۲ء)

(۳۶)حضرت خواجہ ابو الفضل عبد الواحد بن زیدؒ (م ۲۷/ صفر المظفر ۱۷۰ھ مطابق ۳۱/ اگست ۷۸۶ء یا ۱۷۷ھ/ ۷۹۳ء/ یا ۱۷۶ھ/ ۷۹۲ء یا ۱۷۸ھ/ ۷۹۴ء)

(۳۷)حضرت تاج العرفاء خواجہ ابو سعید حسن بصریؒ (ولادت ۲۱ھ/ ۶۴۲ء-وفات یکم یا ۴/ محرم الحرام ۱۱۰ھ یا ۱۱۱ھ مطابق ۱۱/ مئی ۷۲۸ء یا ۷۲۹ء) بصرہ

(۳۸)حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ (ولادت ۱۳/ رجب المرجب بعد از واقعۂ فیل تیس (۳۰) سال-وفات ۲۱/ رمضان المبارک ۴۰ھ مطابق ۳۰/ جنوری ۶۶۱ء) نجف اشرف

(۳۹) سرور کائنات، سید الموجودات حضرت رسول اللہ ﷺ[299]

اس طرح یہ سلسلہ اڑتیس (۳۸) واسطوں سے حضرت سرور کائنات ﷺ تک پہونچتا ہے۔
اس سلسلہ کا شجرۂ منظومہ درج ذیل ہے:

شجرۂ منظومہ عالیہ چشتیہ

یا خدا اپنے جمال کبریا کے واسطے
سرور عالم محمد مصطفیٰ کے واسطے
اپنی الفت کر عطا کل اولیا کے واسطے
کچھ نہیں مطلب دو عالم کے گل و گلزار سے
کر مشرف مجھ کو تو دیدار پر انوار سے
مصطفیٰ کے واسطے خیر الوریٰ کے واسطے
دور کر دل سے حجاب جہل و غفلت میرے سب
کھول دے دل پر در علم حقیقت میرے سب
ہادیٔ عالم علیؓ مشکل کشا کے واسطے
کر عنایت مجھ کو توفیق حسن اے ذوالمنن
تا کہ ہوں سب کام میرے تیری رحمت سے حسن
شیخ حسن بصریؒ امام الاولیاء کے واسطے
کر میرے دل سے تو واحد اب دوئی کا حرف دور
دل میں اور آنکھوں میں بھر دے سر بسر وحدت کا نور
خواجہ عبد الواحدؒ زید شہا کے واسطے
راہ زن میرے ہیں دو قزاق با گرز گراں

حواشی

299 ۔ مختصر حالات بزرگان چشت اہل بہشت ص ۱۰۳ تا ۱۱۱ شجرۂ عالیہ چشتیہ، مؤلفہ حضرت مولانا الحاج حکیم احمد حسن منورویؒ،

تو پہونچ فریاد کو میری کہیں اے مستعاں
شہ فضیل ابن عیاضؒ اہل دعا کے واسطے
نے طلب شاہی کی نے خواہش گدائی کی مجھے
بخش اپنے در تلک طاقت رسائی کی مجھے
شیخ ابراہیم ادہمؒ بادشاہ کے واسطے
عیش و عشرت سے دو عالم کی نہیں مطلب مجھے
چشم گریاں سینہ بریاں کر عطا یارب مجھے
شیخ حذیفہ مرعشیؒ صاحب صفا کے واسطے
ہے مرے تو پاس ہردم لیک میں ہوں بے خبر
بخش وہ نور بصیرت جس سے تو آوے نظر
بو ہبیرہؒ شاہ بصری پیشوا کے واسطے
شادی و غم سے دو عالم کے مجھے آزاد کر
اپنے درد و غم سے یارب دل کو میرے شاد کر
خواجۂ ممشاد علویؒ بو العلا کے واسطے
حد سے گزرا درد فرقت اب تو اے پروردگار
کر مری شام خزاں کو وصل سے روز بہار
شیخ ابو اسحاق شامیؒ خوش ادا کے واسطے
صدقہ احمدؐ کے یہ ہے امید تیری ذات سے
تو بدل کر دے مرے عصیاں کو اب حسنات سے
احمد ابدال چشتیؒ باسخا کے واسطے
مست اور بے خود بنا بوئے محمدؐ سے مجھے
محترم کر خوارئ کوئے محمد سے مجھے

بو محمدؒ محترم شاہ دلا کے واسطے

رحم کر مجھ پر تواب چاہ ضلالت سے نکال
بخش عشق و معرفت کا مجھ کو یارب ملک و مال
شاہ بویوسفؒ شہ شاہ وگدا کے واسطے

آتش شوق اس قدر دل میں مرے بھرائے ودود
ہر بن موسے مرے نکلے تری الفت کا دود
خواجۂ مودود چشتیؒ پارسا کے واسطے

دور کر مجھ سے غم موت وحیات مستعار
زندہ کر ذکر شریف حق سے اے پروردگار
شہ شریف زندنیؒ بااتقا کے واسطے

یاالٰہی بخش ایسا بےخودی کا مجھ کو جام
جس سے جز عشق نبیؐ مجھ کو نہ ہووے اور کام
خواجۂ عثمانؒ باشرم وحیا کے واسطے

بے طرح ہے نفس وشیطاں درپئے ایمان ودین
جلد ہو یارب میرا آکر مددگار و معین
شہ معین الدینؒ حبیب کبریا کے واسطے

عشق کی رہ میں ہوئے جو اولیاء اکثر شہید
خنجر تسلیم سے اپنے مجھے بھی کر شہید
خواجہ قطب الدینؒ مقتول ولا کے واسطے

دے ملاحت مجھ کو حق تمکینئ ایمان سے
اور حلاوت بخش تو گنج شکر عرفان سے
شہ فرید الدیں شکرؒ گنج بقا کے واسطے

اے میرے اللہ رکھ ہر وقت ہر لیل ونہار
عشق میں اپنے مجھے بے صبر و بے تاب و قرار
شیخ علاء الدین صابرؒ بارضا کے واسطے

ہے مکدر ظلمت عصیاں سے میرا شمس دیں
کر منور نور سے عرفاں کے میرا شمس دیں
شیخ شمس الدین ترکؒ شمس الضحیٰ کے واسطے

دین و دنیا کا نہیں درکار کچھ جاہ و جلال
ایک ذرہ درد کا یا حق مرے دل میں تو ڈال
شہ جلال الدین کبیر الاولیاءؒ کے واسطے

کھول دے راہ طریقت قلب پر یارب میرے
کر تجلی حقیقت قلب پر یارب میرے
احمد عبد الحقؒ شہ ملک بقا کے واسطے

کر عطا راہ شریعت روئے احمدؐ سے مجھے
اور دکھا نور حقیقت خوئے احمدؐ سے مجھے
شیخ احمد عارفؒ صاحب عطا کے واسطے

کر معطر روح کو بوئے محمدؐ سے مری
اور منور چشم کو روئے محمدؐ سے مری
اے خدا شیخ محمدؒ رہنما کے واسطے

حب دنیاوی سے کر کے پاک مجھ کو اے حبیب
اپنے باغ قدس کی کر سیر تو میرے نصیب
عبد قدوسؒ شہ قدس وصفا کے واسطے

ہے یہی بس دین میرا اور یہی سب ملک و مال

یعنی اپنے عشق میں کرمجھ کوباجاہ وجلال
شاہ رکن الدینؒ جلیل اصفیاکے واسطے
شرک وعصیان وضلالت سے بچاکر اے کریم
کرہدایت مجھ کواب راہ صراط المستقیم
شیخ عبدالاحدؒ باصدق وصفاکے واسطے
حب حق حب الٰہی حب مولا حب رب
الغرض کردے مجھے محومحبت سب کاسب
شہ مجددالف ثانیؒ باخداکے واسطے
داغ عصیان وجرائم سے نہ ہوخجلت مجھے
اتقاوعفت وعصمت کادے خلعت مجھے
خواجۂ معصومؒ میر اصفیاکے واسطے
میں بنوں مردمجاہدحق کی منزل کے لئے
سیف ہومیری زباں تردیدباطل کے لئے
شاہ سیف الدینؒ تاج الاولیا کے واسطے
معصیت عصیاں نہ آئے بھول کرمیرے قریب
روزوشب مجھ کوتراذوق عبادت ہونصیب
حضرت نورمحمدؒ پرضیاء کے واسطے
مجھ کوازسرتابہ پاکرمظہرصدق وصفا
اورمیری اولادبھی ہومتقی وپارسا
جان جاناں شاہ مظہرمیرزاؒ کے واسطے
ہوخیال ماسوا سے اے خداہرگزنہ کام
روزوشب ہروقت ہرساعت رہوں تیراغلام

شہ غلام باعلیؒ مرد رضا کے واسطے

کامل انسانیت کے حسن سے ہوں ارجمند
چرخ رفعت پر میرا انجم سعادت ہو بلند
بو سعیدؒ پاک نجم اہتدا کے واسطے

جلوۂ حسن مجازی میں حقیقت ہو عیاں
بن کے میں تیرا محب ہو جاؤں محبوب جہاں
حضرت احمد سعیدؒ مقتدا کے واسطے

بادۂ حسن تجلی سے مجھے مخمور کر
میرے دل کو معرفت کے نور سے معمور کر
مولوی شاہ عمرؒ صدق وصفا کے واسطے

اس طریقہ پر چلوں مطلق نہ ہو جس میں غلو
دے مجھے دنیا و عقبیٰ میں شرافت اور علو
حضرت بوالخیرؒ شاہ پر صفا کے واسطے

بندگی میں تیری استغراق ہو لیل ونہار
تیرے نیک و پاک بندوں میں ہو میرا بھی شمار
مرشد زید حسنؒ صاحب ولا کے واسطے

مبتدی ہوں کر میری تکمیل اے رب غفور
اور بشارت دے مجھے اپنے کرم کی اے غفور
عاجز و مسکین احمدؒ بے نوا کے واسطے

ان بزرگوں کے تئیں یارب غرض ہر کار میں
کر شفاعت کا وسیلہ اپنے تو دربار میں
مجھ ذلیل وخوار و مسکین وگدا کے واسطے

آپڑا در پہ ترے میں ہر طرف سے ہوں ملول
کرتو ان ناموں کی برکت سے دعا میری قبول
یاالٰہی اپنی ذات کبریا کے واسطے

ربناتقبل منا انک انت السمیع العلیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیرخلقہ محمدو آلہ و اصحابہ اجمعین[300]

----حواشی--

300 ۔ مختصر حالات بزرگان چشت اہل بہشت ص ۱۰۳ تا ۱۱۱ شجرۂ عالیہ چشتیہ، مؤلفہ حضرت مولانا الحاج حکیم احمد حسن منورویؒ۔

بعض اہم مسائل

و

مصطلحات تصوف

(تصوف کے بعض اہم اور حساس مسائل کی توضیح

اور مخصوص اصطلاحات کی تشریح)

تصوف کے کئی نام ہیں، علم القلب، علم الاخلاق، احسان، سلوک اور طریقت، یہ سب ایک ہی حقیقت کے مختلف نام ہیں ،قرآن وسنت میں اس کے لئے زیادہ تر"احسان "کالفظ استعمال ہوا ہے، اور ہمارے زمانے میں لفظ"تصوف "زیادہ مشہور ہے۔

تصوف کی حقیقت

تصوف کا مقصد انسان کے معنوی رذائل کی اصلاح اور باطنی وروحانی ترقی ہے، قرآن وسنت میں بہت سے باطنی اعمال وخصائل کی نشاندہی کی گئی ہے،مثلاً: تقویٰ،محبت الٰہی، اخلاص ،توکل ،صبر وشکر،تواضع ،خشوع ،قناعت ،حلم ،سخاوت،حیا،رحم دلی وغیرہ ،ان کو فضائل یااخلاق حمیدہ کہاجاتاہے،ان کی تحصیل اسلام میں مطلوب ہے،انہی فضائل کے حصول کانام روحانی ترقی ہے۔

اور بہت سے باطنی اعمال وعادات اللہ پاک کوناپسند ہیں،مثلاً تکبر ،عجب ،غرور ،ریا، حب مال ،حب جاہ ،بخل ،بزدلی ،لالچ ،دشمنی ،کینہ ،سنگدلی،اور شہوت وغضب کاغلبہ وغیرہ ان کورذائل یااخلاق رذیلہ کہاجاتاہے،ان کوترک کرنے کانام اصلاح باطن ہے۔

تصوف کاخلاصہ بس یہی دوچیزیں ہیں ،اصلاح باطن اورترقی باطن ،قرآن وحدیث میں بے شمار مقامات پران فضائل ورذائل کاذکر آیاہے،اوران کے حصول واجتناب کی تلقین وہدایت کی گئی ہے،صوفیاء کے یہاں جوکچھ ہے سب اسی کی محنت ہے۔

بعض بزرگوں نے تصوف کاخلاصہ بتاتے ہوئے ارشاد فرمایاکہ اس کی ابتدا تصحیح نیت ہے (انماالاعمال بالنیات الحدیث[301])اورانتہامرتبۂ احسان کی تحصیل ہے(ان تعبد اللہ کانک تراہ الحدیث[302])،ان کے علاوہ جوکچھ ہے وہ زوائدیاتحسینات ہیں،ان پرتکمیل کاانحصار نہیں ہے[303]

-----حواشی---

[301] - صحيح البخاري ج 1ص 1المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6 مع الكتاب : تعليق د. مصطفى ديب البغا

بیعت کی ضرورت اور ثبوت

مگر یہ چیزیں خود سے پیدا نہیں ہو جاتیں ،ان کے لئے شیخ کامل اور طبیب حاذق کی ضرورت پڑتی ہے،جو انسان کے احوال اور مزاج ومذاق کے اعتبار سے علاج تجویز کرے،اسی لئے بیعت کی ضرورت ہے، یہ بیعت اسلام یا بیعت امارت یا بیعت جہاد نہیں ہے بلکہ طالب اپنے مرشد کے سامنے ترک معاصی اور توبہ کا عہد کرتا ہے،اور پھر ساری زندگی اس عہد کی پابندی کرتا ہے، اور یہ عہد گو کہ بظاہر اپنے پیر کے ہاتھ پر کرتا ہے لیکن اصلاًوہ ہاتھ حضرت رسول اللہ ﷺ کا نمائندہ ہوتا ہے،یہ بیعت حضور ﷺ نے بھی صحابہ سے لی تھی، حضرت عبادہ ابن الصامت ؓ جو بدر اور بیعت عقبہ میں بھی شریک رہ چکے تھے،روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے گرد صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی تھی ،آپ نے فرمایا:

(بايعوني على أن لاتشركوابالله شيئاولاتسرقواولاتزنواولاتقتلوا أولادكم ولاتأتوا ببهتان تفترونه بين أيديكم وأرجلكم ولاتعصوافي معروف[304]

ترجمہ :تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ تم شرک نہ کروگے ،چوری نہ کروگے،زنا نہ کروگے،اپنی اولاد کو قتل نہ کروگے،کسی پر بہتان نہ لگاؤگے،اور معروف میں اطاعت سے سرکشی نہ کروگے"

---

[302] **- صحيح البخاري ج 1ص 27 حديث نمبر:50 المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء:6 مع الكتاب : تعليق د. مصطفى ديب البغا**

[303] ۔تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں :احیاء علوم الدین للغزالی ج اول ،اورالتشرف فی معرفۃ احادیث التصوف مؤلفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ وغیرہ

[304] **- صحيح البخاري ج 1 ص 15 حديث نمبر :18المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء:6مع الكتاب:تعليق د. مصطفى ديب البغا**

ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت

یہ بیعت کبھی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بھی کی جاتی تھی ، حضرت عوف بن مالک الاشجعیؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ سات، آٹھ، نو آدمی حضور ﷺ کے پاس حاضر تھے:

فَقَالَ أَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ اللَّهِ وَكُنَّا حَدِيثَ عَهْدٍ بِبَيْعَةٍ فَقُلْنَا قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ثُمَّ قَالَ أَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ اللَّهِ فَقُلْنَا قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ثُمَّ قَالَ أَلَا تُبَايِعُونَ رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَبَسَطْنَا أَيْدِينَا وَقُلْنَا قَدْ بَايَعْنَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَعَلَامَ نُبَايِعُكَ قَالَ عَلَى أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَتُطِيعُوا وَأَسَرَّ كَلِمَةً خَفِيَّةً وَلَا تَسْأَلُوا النَّاسَ شَيْئًا[305]

ترجمہ : حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم لوگ بیعت نہیں کروگے ؟ ہم لوگوں نے تازہ تازہ کچھ دنوں قبل بیعت (اسلام) کی تھی، ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ !ہم تو آپ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں، پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم لوگ رسول اللہ سے بیعت نہیں کروگے ؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم تو بیعت کر چکے ہیں، مگر جب آپ نے تیسری بار یہ جملہ ارشاد فرمایا تو ہم نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور عرض کیا کہ فرمایئے اب کس چیز پر ہم بیعت کریں، آپ نے فرمایا کہ بیعت کرو اس بات پر کہ اللہ کی عبادت کروگے،اس کے ساتھ شرک نہ کروگے، اور پانچوں نمازوں کی پابندی کروگے ،اطاعت کروگے ،اورایک بات آہستہ سے فرمائی ،اور فرمایا کہ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کروگے "

---حواشی---

[305] - الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم ج 3 ص 97 حديث نمبر:2450المؤلف : أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري المحقق :الناشر : دار الجيل بيروت + دار الأفاق الجديدة ـ بيروت الطبعة :عدد الأجزاء : ثمانية أجزاء في أربع مجلدات [ملاحظات بخصوص الكتاب]1– الكتاب مشكول2– موافق للمطبوع كاملاً بحمد الله3 – معنون

بیعت طریقت سنت ہے واجب نہیں

یہی وہ بیعت ہے جو صوفیا اور مشائخ کے یہاں مروج ہے، اس کو بیعت طریق کہتے ہیں، یعنی سیدھے راستہ پر چلنے کی بیعت، یہ بیعت واجب نہیں ہے، اسی لئے تمام صحابہ سے حضور ﷺ نے یہ بیعت نہیں لی، جب کہ بیعت اسلام، بیعت امارت اور بیعت جہاد سب کے لئے واجب ہے، لیکن بیعت طریق سنت ہے، اس بیعت سے انسان کے اندر خیر کے محرکات پیدا ہوتے ہیں اور شر کے محرکات کمزور پڑتے ہیں، یہ وہ تجربہ ہے جو عہد نبوی سے آج تک مشائخ نے کیا ہے۔

متعدد سلاسل وطرق اور اصول واصطلاحات

پھر ہر شیخ کا اپنا اپنا طریقہ، اپنے اصول اور اپنی اصطلاحات ہیں، جو مشائخ کے اجتہاد و تجربہ پر مبنی ہیں، اسی لئے کئی سلسلے اور طریقے وجود میں آگئے، اور دین کے دیگر شعبوں کی طرح یہاں بھی بہت سے مسائل وفروع پیدا ہوگئے، ان میں بہت سے مسائل واصطلاحات کا ذکر گذشتہ صفحات میں سوانحی حالات کے ضمن میں آچکا ہے، لیکن چند اہم چیزیں ابھی تشنۂ تفصیل ہیں، جن کا سمجھنا طالبین بلکہ عام مسلمانوں کے لئے بھی ضروری ہے۔

شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت

شریعت : مجموعۂ احکام کا نام ہے اس میں احکام ظاہری وباطنی سب شامل ہیں، پہلے اس کے لئے فقہ کی اصطلاح استعمال ہوتی تھی، فقہ کی تعریف امام صاحب سے منقول ہے:

معرفة النفس مالها وما عليها،

بعد میں یہ اصطلاح تبدیل ہوگئی، اور فقہ صرف اعمال ظاہرہ کے مجموعہ کا نام ہو گیا، اور اعمال باطنہ کے مجموعہ کو تصوف کہنے لگے۔

طریقت : اعمال باطنہ کے مجموعہ کا نام ہے، یعنی سینہ وقلب کے اندر ایسا نور پیدا ہو جس سے انسان میں عشق، محبت، شکر، صبر، اخلاص اور تقویٰ پیدا ہو جائے، اور اخلاق ذمیمہ اور اعمال رذیلہ سے

سینہ و قلب صاف ہو جائے۔

حقیقت: ان اعمال باطنہ کی درستی سے قلب میں جو جلا اور صفا پیدا ہوتا ہے، اس سے قلب پر بعض حقائق کونیہ (متعلقہ اعیان واعراض بالخصوص اعمال حسنہ وسیئہ) وحقائق الٰہیہ صفاتیہ وفعلیہ (بالخصوص اللہ اور بندہ کے درمیانی معاملات سے متعلق) منکشف ہوتے ہیں، ان مکشوفات کو حقیقت کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک حقیقت ربوبیت کے مشاہدہ کا نام ہے۔ جس بزرگ پر یہ باتیں ظاہر ہوں اس کو محقق اور عارف کہتے ہیں۔

معرفت یا وصلت: اور اس انکشاف کو معرفت کہتے ہیں، بایں طور کہ کسی لمحہ خدا کی یاد سے دل غافل نہ ہو، اور دل عشق الٰہی سے زندہ ہو جائے[306]۔

حضرت داتا ہجویریؒ تحریر فرماتے ہیں:

"مشائخ صوفیاء نے تصریح فرمائی ہے کہ وہ علم جو حال کے نزدیک ہے اس کا علم اپنے حال سے جو بیان کرتا ہے، وہ معرفت ہے، اور اس کے عالم کو عارف کہتے ہیں ، اور جو علم معنیٰ سے جدا اور معاملات سے خالی ہو، اسے علم کہتے ہیں ، اور اس کے جاننے والے کو عالم۔۔۔ شریعت نام ہے اس کا جس پر نسخ و تبدل روا ہو، جیسے احکام واوامر ، تو شریعت بندہ کا فعل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی محافظت کرے ، تو معلوم ہوا کہ شریعت کا قیام بلا وجود حقیقت محال ہے، اور بلا شریعت وجود حقیقت بھی محال ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک شخص زندہ جان سے ہوتا ہے، جب جان جاتی ہے، تو وہ شخص مردہ ہو جاتا ہے، اور جان اس کے ساتھ ایسے ہے کہ ان کی قدر و قیمت ایک دوسرے کے ساتھ ہے، اسی طرح شریعت بلا حقیقت ریاکاری ہے، اور حقیقت بلا شریعت نفاق[307]۔

۔۔۔۔ حواشی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

306 ۔ امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۱۷۸، ۱۷۹ مجموعۂ فتاویٰ حضرت تھانویؒ و دیگر کتب تصوف

307 ۔ کشف المحجوب ص ۵۹۳ مؤلفہ حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش، ترجمہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری ، ناشر: مکتبہ شمس و قمر لاہور، فروری ۲۰۱۲ء / ربیع الاول ۱۴۳۳ھ۔

معرفت کی تفصیلی بحث کشف المحجوب میں کشف حجاب کے ضمن میں موجود ہے، داتا ہجویریؒ نے اس موضوع پر دقیق علمی گفتگو کی ہے[308]۔

سلسلۂ نقشبندیہ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے اور باقی سلاسل حضرت علیؓ سے جاری ہونے کی حکمت

سلاسل کی بحث میں ضمناً یہ بات آچکی ہے کہ مختلف صحابہ سے مختلف روحانی سلاسل جاری ہوئے ، ان میں خاص طور پر حضرت ابو بکر صدیقؓ سے سلسلۂ نقشبندیہ جاری ہوا، اور باقی تمام سلاسل کا منبع حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات گرامی ہے، اس کی حقیقی وجہ تو اللہ کو معلوم ، لیکن بعض اہل اللہ نے اس کی کچھ توجیہات بیان کی ہیں ، حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ایک اقتباس اس موضوع پر بے حد اہم ہے جو اہل معرفت کے لئے اپنے اندر ایک جہان معنیٰ پوشیدہ رکھتا ہے:

> "اور جاننا چاہیئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولایت ، ولایت محمدی ﷺ کے دائیں طرف واقع ہوئی ہے، اور ولایت عیسوی کے بائیں طرف ، اور چونکہ حضرت امیرؓ (حضرت علیؓ) ولایت محمدی ﷺ کے حامل ہیں ، اس لئے مشائخ و اولیاء کے اکثر سلسلے ان سے منتسب ہوئے ہیں ، اور حضرت امیرؓ کے کمالات حضرات شیخینؓ کے کمالات کی نسبت اکثر اولیائے عظام پر جو کمالات ولایت سے مخصوص ہیں ، زیادہ تر ظاہر ہوئے ہیں ، اگر شیخین کی افضلیت پر اہل سنت کا اجماع نہ ہوتا ، تو اکثر اولیائے عظام کا کشف حضرت امیرؓ کی افضلیت کا حکم کر دیتا، کیونکہ حضرات شیخینؓ کے کمالات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مشابہ ہیں ، اور صاحبان ولایت کا ہاتھ ان کے کمالات کے دامن سے کوتاہ ہے، اور اہل کشف کا کشف ان کے

---- حواشی ----

308 ۔دیکھئے: کشف المحجوب ص ۴۴۵ تا ۴۵۶ مؤلفہ حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش، ترجمہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری، ناشر: مکتبہ شمس و قمر لاہور، فروری ۲۰۱۲ء / ربیع الاول ۱۴۳۳ھ۔

کمالات کے درجوں کی بلندی کے باعث راہ میں ہیں،ولایت کے کمالات ان کے کمالات کے مقابلے میں مطروح فی الطریق (راہ میں پھینکے ہوئے)کی طرح ہیں ،کمالات ولایت کمالات نبوت پر چڑھنے کے لئے بمنزلہ زینہ کے ہیں،پس مقدمات کو مقاصد کی کیا خبر،اور مطالب کو مبادی کا کیاشعور،آج یہ بات عہد نبوت کے بعد کے باعث اکثرلوگوں کوناگواراور قبول سے دور معلوم ہوتی ہے۔۔۔اورآپ کو معلوم ہے کہ اولیاء کے تمام سلسلوں کے درمیان سلسلۂ علیہ نقشبندیہ حضرت صدیقؓ کی طرف منسوب ہے،پس صحو کی نسبت ان میں غالب ہوگی ،اوران کی دعوت اتم ہوگی ،اور حضرت صدیقؓ کے کمالات ان پر ظاہر ہونگے،ناچاران کی نسبت تمام سلسلوں کی نسبتوں سے بڑھ کر ہوگی،دوسروں کوان کے کمالات کاکیاپتہ ،اوران کے معاملہ کی حقیقت کی کیا خبر،میں نہیں کہتا کہ تمام مشائخ نقشبندیہ اس معاملہ میں برابر ہیں،ہر گز ایسانہیں ہے،بلکہ ہزاروں میں سے ایک بھی اس صفت کامل جائے توغنیمت ہے،میرا خیال ہے کہ حضرت مہدئ موعودؑجوولایت کی اکملیت کے لئے مقرر ہیں،ان کو یہ نسبت حاصل ہوگی،اوراس سلسلۂ علیہ کی تتمیم وتکمیل فرمائیں گے،کیونکہ تمام ولایتوں کی نسبت اس نسبت علیہ سے نیچے ہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی سب ولایتوں کومرتبہ نبوت کے کمالات سے بہت کم حصہ حاصل ہے،اوریہ ولایت حضرت صدیقؓ کی طرف منسوب ہونے کے باعث ان کمالات سے وافر حصہ رکھتی ہے۔جیسے کہ ابھی بیان ہوچکاہے۔

ع　　　بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اے بھائی!چونکہ حضرت امیرؓ ولایت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا بوجھ اٹھانے والے ہیں،اس لئے اقطاب وابدال واوتاد(جو اولیاءے عزلت میں سے ہیں،اور

کمالات ولایت کی جانب ان میں غالب ہے) کے مقام کی تربیت حضرت امیرؓ کی امدادواعانت کے سپرد ہے"[309]

حضرت الاستاذ مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے اس کی توجیہ اس طرح کی ہے:

"جو نسبت احسانیہ حضرت علیؓ کو آنحضرت ﷺ سے حاصل ہوئی تھی، اس کو انہوں نے خلیفۂ اول (صدیق اکبرؓ) سے پھر خلیفۂ ثانی (حضرت عمر فاروقؓ) سے پھر خلیفۂ ثالث (حضرت عثمان غنیؓ) سے راسخ اور مستحکم کیا تو یوں سمجھئے کہ ان کی نسبت رسول اکرم ﷺ اور آپ کے خلفاء ثلاثہ کے فیضان کا مجموعہ تھی، جس طرح حضرت عثمان غنیؓ کی نسبت حضور ﷺ اور شیخین کے فیضان کا مجموعہ تھی، ان حضرات میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ تنہا ایسے شخص تھے، جن کی تربیت و تکمیل میں آنحضرت ﷺ کے سوا اور کسی انسان کا حصہ نہیں لہٰذا جو سلاسل بھی حضرت علیؓ سے چلے وہ خلفاء ثلاثہ کے فیضان سے خالی نہیں،۔۔۔خلفاء اربعہ کو دونوں طرح کی امامت کاملہ (ظاہرہ وباطنہ) حاصل تھی اور اعلیٰ درجہ کی جانشینی کے منصب پر فائز تھے اور اس جامعیت میں دیگر صحابہؓ سے افضل تھے[310]۔

ایک شیخ سے بیعت ہونے کے بعد دوسرے شیخ کی طرف رجوع

☆تصوف کے مسائل میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ کسی متبع سنت پیر کامل سے بیعت ہونے کے بعد اگر طالب کو فائدہ کا احساس نہ ہو تو کیا پیر تبدیل کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟ یعنی پیر کی

---حواشی---

309 ۔ مکتوبات امام ربانی مکتوب ۲۵۱ ج ۲ حصہ چہارم ص۵۱۰ تا۵۱۵، اردو ترجمہ: مولانا محمد سعید نقشبندی، ناشر پروگریسو بکس ،لاہور، طبع دوم ۲۰۱۲ء۔

310 ۔ فتاویٰ محمودیہ ج۴ ص ۳۷۱، ۳۷۲ مجموعۂ فتاویٰ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، ناشر: جامعہ فاروقیہ کراچی

زندگی ہی میں اس کی اجازت ورضا کے بغیر دوسرے پیر سے بیعت ہوناازروئے طریقت درست ہے یا نہیں؟

پیر کامل کی تلاش

دراصل اس کی بنیاد جستجو اور تتبع پر ہے، انسان عجلت پسند اور جذباتی واقع ہوا ہے، کسی سے وقتی طور پر متاثر ہوتا ہے اور بیعت ہو جاتا ہے، پھر بعد میں پچھتاتا ہے ،بیعت کوئی کھیل نہیں ہے، یہ زندگی بھر کا معاہدہ ہے، اس لئے انسان کو پیر کامل کی تلاش میں پہلے کچھ وقت صرف کرنا چاہئے، بسا اوقات عمریں بیت جاتی ہیں اور انسان کو مرشد کامل نہیں مل پاتا، **حضرت مجدد الف ثانیؒ نے شیخ کامل کی تلاش پر اپنے مکاتیب میں بہت زور دیا ہے**[311]، اس لئے انسان کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ خوب تحقیق وجستجو کے بعد پیر طریق کا انتخاب کرے، اس کے بعد استقامت کے ساتھ اس کی صحبت کو لازم پکڑلے، اور کسی حال میں اس کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ جو کچھ جانچنا یا جائزہ لینا ہو بیعت سے قبل جانچ لے، بیعت ہونے کے بعد امتحان لینا اور جائزہ لینا جرم ہے ،اس سے بدعقیدگی اور بدگمانی مترشح ہوتی ہے، جو نسبت وفیض کے لئے قاطع ہے۔

ظاہری فائدہ یا لذت معیار نہیں ہے

جہاں تک میں نے صوفیاء کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے ان کی روشنی میں ظاہری فائدہ اس باب میں کوئی معیار نہیں ہے، اس لئے کہ کبھی فوری فائدہ نہیں ہوتا یا فائدہ ہوتا ہے لیکن بسا اوقات طالب کو محسوس نہیں ہوتا، اور کبھی شروع میں لذت وحلاوت کا احساس ہوتا ہے، پھر بے کیفی ہو جاتی ہے، بقول حضرت مجدد الف ثانیؒ:

> **"اس طریقہ میں ابتداء میں حلاوت ووجدان ہے اور انتہاء میں بے مزگی اور فقدان ہے، اس طریقہ میں ابتداء میں قرب وشہود ہے اور انتہاء میں بعد وحرمان ہے،**

---حواشی---

311 ۔دیکھئے مکتوبات امام ربانی مکتوب ۲۳ پیر ناقص سے اخذ طریق سے ممانعت کے بیان میں ،ج ۱ دفتر اول حصہ اول ص ۸۱ تا ۸۴ ،اردو ترجمہ: مولانا محمد سعید نقشبندی، ناشر پروگریسو بکس، لاہور، طبع دوم ۲۰۱۲ء۔

اوراس طریقہ کے اکابر نے احوال و مواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا ہے ،اور اذواق و معارف کو علوم شرعیہ کا خادم گردانا ہے[312]۔

اس لئے شروع یا بعد کی بے کیفی، اضمحلال یا عدم نفع سے انسان کو بد دل نہیں ہونا چاہئے، اور نہ اس کو تبدیلی بیعت کے لئے معیار بنانا چاہئے۔

یہ ایذائے شیخ اور بے برکتی کا سبب ہے

اسی وجہ سے اکثر صوفیاء نے پیر کی حیات میں اس کی مرضی واجازت کے بغیر تبدیلی بیعت کی اجازت نہیں دی ہے، گو کہ شریعت میں ایسی پابندی نہیں ہے، اور جن علماء سے اس کی اجازت منقول ہے وہ شرعی نقطۂ نظر ہے، لیکن ازروئے طریقت شیخ کی زندگی میں تبدیلی بیعت شیخ اول کی اذیت کا باعث بن سکتی ہے، اور ایذاء مسلم جائز نہیں ہے، اور اگر ایذاء نہ بھی ہو بایں طور کہ شیخ کو اس کا علم ہی نہ ہو، یا یہ کہ وہ نظر انداز کر دیں تو بھی بے برکتی کا موجب ضرور ہے، بلکہ زیادہ اندیشہ یہ ہے کہ اس سے طالب کو نقصان پہونچے گا، انسان کو ہمیشہ اولیاء اللہ کی غیرت سے ڈرنا چاہئے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحؒ لکھتے ہیں کہ:

"معصیت (ازروئے شرع) تو نہیں لیکن موجب بے برکتی اور احیاناً سبب تأذی شیخ اول ہے، اور اس تأذی کا افضاء الی المعصیۃ بواسطہ اسباب اختیاریہ کے ممکن ہے گو لازم نہیں، بہر حال محل خطر ہوا۔

ونظیرنفی المعصیۃ واثبات الاذیۃ وافضاءھا الیٰ بعض المضار الدینیۃاحیاناًرواہ مسلم فی قصۃ خطبۃ علی لبنت ابی جہل علیٰ فاطمۃ من قولہ علیہ السلام انی لست احرم حلالاًولااحل حراماًوقولہ علیہ السلام الا ان یحب ابن ابی طالب ان یطلق ابنتی وینکح ابنتہم فانما ابنتی بضعۃ منی یریبنی مارابھاویوذینی ماآذاھا(باب مناقب فاطمۃ)[313]

---حواشی---

312 ۔دیکھئے مکتوبات امام ربانی مکتوب ۲۲۱ پیر ناقص سے اخذ طریق سے ممانعت کے بیان میں ،ج ۲ حصہ چہارم ص ۴۵۸ تا ۴۶۰ ،اردو ترجمہ: مولانا محمد سعید نقشبندی، ناشر پروگریسو بکس، لاہور، طبع دوم ۲۰۱۲ء۔

ارتداد طریق

بلکہ بعض متقدمین اکابر نے اسے ارتداد طریق سے تعبیر کیاہے اور ایسے شخص کو مرتد طریق قرار دیاہے، مثلاً: متقدمین صوفیا میں حضرت مخدوم شرف الدین یحیٰ منیریؒ اونچے درجے کے مشائخ طریق بلکہ ائمۂ طریق میں گذرے ہیں، ان کے مکاتیب تصوف میں سند کا درجہ رکھتے ہیں، ان کے ایک طویل مکتوب کا یہ اقتباس اس معاملے میں کافی واضح اور بصیرت افروز ہے:

"لیکن چوں با پیرے صحبت کرد بے اجازت وے از آنجا نرود واز صحبت وے جدا نہ گردد، ایں نگاہ دارد و بر جملہ از غیرت پیراں احتراز باید گرد، اگر بے اجازت ایشاں یا بر طریق بطلان از پیر اول نزد پیر دیگر شود روانباشد ہر کہ چنیں کند مرتد طریق باشد" (مکتوب پنجم در طلب پیر والحاح در دعاء وسوال)

"(ترجمہ) بہر کیف مسئلہ یہ ہے کہ جب کسی پیر کی صحبت اختیار کرلی، تو بغیر اجازت اس کی صحبت سے الگ نہیں ہوسکتا اور دوسرے پیر کی طرف رجوع نہیں کرسکتا، اس امر کی سخت نگہداشت رکھنی چاہئے، اور پیروں کی غیرت سے بچنا چاہئے، کیونکہ اگر بغیر اجازت یا بطریق بطلان اپنے پیر کو چھوڑ کر مرید دوسرے پیر کی طرف رجوع کرے گا تو وہ مرتد طریقت شمار ہوگا[314]۔

☆ رسالہ المجیب پھلواری شریف میں حضرت مولانا شاہ علی سجاد نعمتی پھلوارویؒ کا ایک فارسی مکتوب جناب مولوی حکیم سید محمد یوسف پھلواروی کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہوا ہے، اس میں بھی یہی مضمون تفہیم کے انداز میں آیا ہے:

بہر کیف وہر قدر کہ ممکن باشد بر معمولات مستقیم باشند واز توقف حصول بے دل نشوند انشاء اللہ ظہور مقصود خواہند یافت، امیدواراں ماہہا وسالہا بر در کافراں وعملہ

---

313 - امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۲۷، ۲۲۸ مؤلفہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ، بہ ترتیب جدید حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، مکتبہ دارالعلوم کراچی، جولائی ۲۰۱۰ء

314 - مکتوبات صدی مع ترجمہ حضرت سید شاہ نجم الدین فردوسی ص ۴۷ ناشر بیت الشرف خانقاہ بہار شریف ۱۹۷۳ء۔

روبرائے روز گار تنگ ودومیکنند وسودے نمی بخشد اگر در بار گاہ جہاں آفریں بے نیاز دربر آمد کار توقف رونمود جائے بے دلی نیست، ثمر پریشانی دنیا بجز خسراں ونقصان نیست، وحیرانی وپریشانی درراہ خدا دریں جہاں ودرآں جہاں ثمرہ می دہد۔

"(ترجمہ) جس طرح اور جس قدر بھی ممکن ہو معمولات پر قائم رہیں، حصول مراد میں توقف کی وجہ سے بے دل نہ ہوں انشاء اللہ نفع ہو گا اور مقصود حاصل ہو گا، امیدوار مہینوں اور سالہاسال کافروں اوران کے عملوں کے دروازے پر دوڑ دھوپ کرتے ہیں اور کوئی فائدہ نہیں ہوتا اگر جہاں آفریں بے نیاز کی بار گاہ کے دروازے پر حصول مقصود میں توقف رونماہوتوبے دلی کی کوئی وجہ نہیں ہے، دنیاوی پریشانی کا ثمرہ نقصان اور گھاٹے کے سوا کچھ نہیں لیکن خدا کی راہ میں حیرانی اور پریشانی دونوں جہان میں نفع بخش ہے[315]۔

پیر کی اجازت ورضاسے تبدیلی بیعت درست ہے

حضرت مجدالف ثانیؒ کے نزدیک پیر کی اجازت ورضاسے تبدیلی بیعت درست ہے ،اس لئے کہ مقصد وصول الی اللہ ہے، پیر تو محض ایک وسیلہ ہے،یعنی پیر کے انکار یاتکلیف کی صورت میں درست نہیں ہے:

"بدانکہ مقصود حق است وپیر وسیلہ است بوصول جناب قدسی حق تعالیٰ،اگر طالبے رشد خودرا پیش شیخ دیگر بیندودل درصحبت اوحق سبحانہ جمعہ یابر دراست کہ درحیات پیرے اذن پیر طالب پیش اذن شیخ برودوطلب رشد ازو نماید،امابایدکہ از پیر اول انکارنہ کندوجزبہ نیکی یانماید"[316]۔

---حواشی---

315 ۔رسالہ المجیب پھلواری شریف پٹنہ ص ۴۳ شمارہ ا ج ۱۱ ماہ رمضان ۱۳۸۹ھ مطابق نومبر ۱۹۶۹ء۔

316 ۔مکتوبات مجدالف ثانی ج ۲ ص ۱۷۵ دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب ۱۳ بحوالہ فتاویٰ حقانیہ جلد ۲ ص ۲۵۸ افادات حضرت شیخ مولاناعبدالحق اکوڑہ خٹک۔

پیر کی وفات یا کسی دینی خلل کی بنیاد پر تبدیلئ بیعت کی اجازت ہے

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے لکھا ہے کہ اگر پیر کی وفات کے بعد دوسرے پیر سے بیعت ہو یا پہلے پیر میں کوئی خلل واقع ہو جانے کی بنا پر بیعت تبدیل کرے تو اس کی گنجائش ہے لیکن بلاعذر تبدیلئ بیعت طریقت کے ساتھ کھلواڑ ہے:

"تکرار بیعت: آنحضرت ﷺ سے دوسری بیعت لینا ثابت ہے، اسی طرح مشائخ صوفیاء سے بھی دوسری دفعہ بیعت لینا منقول ہے، اگر دوسرے مرشد سے بیعت پہلے پیر میں کسی خلل یا غیر مشروع بات ظاہر ہونے کی وجہ سے ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، اسی طرح مرشد کی وفات کا اس کے اس طرح غائب ہو جانے کی صورت میں بھی کوئی حرج نہیں جس میں اس کی واپسی کی امید باقی نہ رہی ہو، البتہ بلاوجہ دوسرے شیخ سے بیعت کرنا اسے ایک کھیل سمجھنا ہے، اس طرح نہ تو برکت حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی مشائخ دلی توجہ کرتے ہیں[317]"

القول الجمیل کے عربی ترجمہ "شفاء العلیل" کی عبارت اس طرح ہے:

فان کان بظہورخلل فی من بایعہ فلاباس،وکذلک بعد موتہ اوغیبۃ منقطعۃ ،واما بلاعذرفانہ یشبہ المتلاعب ویذھب بالبرکۃ و یصرف قلوب الشیوخ عن تعھدہ[318]

حضرت مولانا عبد الحی فرنگی محلیؒ کی رائے بھی حضرت شاہ ولی اللہؒ کے مطابق ہے[319]

صاحب البہجۃ السنیۃ نے شیخ محمد بن عبد اللہ الخالدی النقشبندی الحنفی کا قول نقل کیا ہے، اگر شیخ اول منع نہ کرے تو دوسرے شیخ سے استفادہ کرنا درست ہے:

---- حواشی ----

317 - القول الجمیل فی بیان سواء السبیل (مجموعۂ رسائل امام شاہ ولی اللہ) ج ۶ ص ۲۵۷، ۲۵۸، اردو ترجمہ، مولانا سید محمد فاروق قادری، تحقیق و تعلیق: مفتی عطاء الرحمن قاسمی، ناشر: شاہ ولی اللہ انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، مارچ ۲۰۱۵ء

318 - شفاء العلیل ،الفصل الثانی ص ۲ ،کلکتہ

319 - مجموعۂ فتاویٰ مولانا عبد الحیؒ ج ۲ ص ۲۱۸

"قال الشیخ محمدبن عبداللہ الخالدی النقشبندی الحنفی و جوزواالتعددبل فی حیاۃ الشیخ الاول اذرأی الطالب رشدہ فی موضع آخریجوزلہ من غیرانکارلشیخہ الاول ان یذھب الیہ ویأخذ علیہ ویتخذہ شیخاًثانیاً[320]

مبتدی اور منتہی کا فرق

☆حضرت مولانامفتی رشید احمد لدھیانویؒ (صاحب احسن الفتاویٰ)نے کسی ناپختہ مسترشد کے لئے اپنے شیخ کی موجودگی میں کسی دوسرے شیخ کی صحبت کو بھی مضر قرار دیاہے، البتہ پختگی کے بعد اپنے شیخ کے علاوہ دوسرے مشائخ کی صحبت سے بھی استفادہ کی گنجائش ہے ، مفتی رشید احمد صاحب کے نزدیک جب تک اپنے شیخ سے ربط واستفادہ کی شکل موجودہو دوسرے شیخ کی طرف التفات صحیح نہیں ہے[321]۔

فیضان وترقی مرید کی قلبی حالت پر منحصر ہے، شیخ کی خواہش پر نہیں

بیعت وفیضان کاتعلق مرید کی عقیدت وارادت اور قلبی حالت سے ہے، شیخ کے فعل وارادہ کااس میں زیادہ دخل نہیں ہوتا،یعنی طالب کی عقیدت سچی ہواورپورے خلوص ومحبت کے ساتھ شیخ کی ہدایات پر عمل کرے توخواہ شیخ اس کی طرف زیادہ متوجہ ہویانہ ہو، طالب کامیاب ہوگااورترقی وکمال حاصل کرلے گا، اس کے برعکس اگر شیخ کسی مرید کے بارے میں حسن ظن رکھتاہو ،اوراس کو آگے بڑھانے کاخواہشمند بھی ہو، لیکن مرید کواپنے شیخ سے زیادہ عقیدت نہ ہواورنہ اس کے احکام وہدایات پر خلوص کے ساتھ عامل ہوتو محض شیخ کی توجہ و انعطاف سے وہ کامیاب نہیں ہوسکے گا،اورنہ کمال تک پہونچے گا،انسان کواس کااپناعمل آگے بڑھاتاہے ،اوراس کی بے عملی کے ساتھ کسی کی توجہ عام حالات میں مفید نہیں ہوتی۔

---حواشی---

320 ۔البهجة السنية فی آداب الطريقة النقشبندية ص ٣٠ باب فی بيان المشيخة

321 ۔احسن الفتاویٰ ج۱۰ص۱۲۹،۱۳۰مؤلفہ حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ،ناشر:الحجاز پبلشرز،کراچی،۱۴۳۱ھ۔

اگر پیر کسی مرید کو اپنی بیعت سے خارج کر دے

اسی سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ اگر پیر کسی مرید کو اپنی بیعت سے خارج کر دے لیکن مرید کے دل سے اس کی عقیدت ختم نہ ہو بلکہ بدستور خلوص کے ساتھ اپنے معمولات طریق پر گامزن رہے تو اس کو اپنی عقیدت کا فیض پہونچتا رہے گا، اور پیر کے قطع تعلق کر لینے کے باوجود وہ کمال تک پہونچ جائے گا اور اسی کے سلسلے سے منسوب رہے گا، لیکن اگر کسی مرید کے دل میں اپنے شیخ سے خاطر خواہ عقیدت ومحبت موجود نہ ہو، اور نہ اس کے حلقۂ ارادت میں وہ رہنا چاہتا ہو، لیکن شیخ باصرار اس کو اپنے حلقہ میں شامل رکھے اور خارج نہ ہونے دے مگر اس سے طالب کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا، اور پیر کے نہ چاہنے کے باوجود وہ ان کے سلسلۂ بیعت سے خارج ہوجائے گا، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ (جو شریعت وطریقت دونوں کے شناور تھے اور دونوں میدانوں میں اجتہادی شان کے حامل تھے) نے ان دونوں مسئلوں کے لئے دو حدیثوں سے استدلال کیا ہے[322]۔

☆ایک حدیث حضرت ابی بن کعبؓ کی ہے، جن کو غزوۂ تبوک میں ایک غلطی کی بناپر خود حضور ﷺ کے حکم پر سماجی بائیکاٹ کا سامنا کرنا پڑا تھا، اور معاملات کے لحاظ سے یک گونہ ان کو اسلامی معاشرہ سے خارج کر دیا گیا تھا، لیکن حضرت ابی بن کعبؓ کی قلبی حالت اور صدق وخلوص میں کوئی فرق نہیں آیا تو ان کا ایمان باقی رہا، اور اللہ پاک ان پر متوجہ ہوئے اور وہ کامیابی کی منزل سے ہم کنار ہوئے[323]۔

دوسری طرف اس اعرابی کا واقعہ ہے جو مدینہ پاک حاضر ہو کر مسلمان ہوا، حضور پاک ﷺ

---حواشی---

322 -امدادالفتاویٰ ج ۵ ص ۱۹۳ مجموعۂ فتاویٰ حضرت تھانویؒ، اس حقیر نے اپنے لفظوں میں اس بحث کو پیش کیا ہے۔ حضرت مولانا سید شاہ زوار حسین صاحب نے بھی عمدۃ السلوک میں یہی بات لکھی ہے (عمدۃ السلوک ص ۴۷ مؤلفہ حضرت مولانا سید شاہ زوار حسین صاحبؒ، ناشر: ادارۂ مجددیہ، ناظم آباد کراچی، ۱۳۹۳ھ / ۱۹۷۳ء۔

323 -**المعجم الكبيرج19 ص 46 حديث نمبر: 15762المؤلف : سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم الطبراني الناشر : مكتبة العلوم والحكم – الموصل الطبعة الثانية ، 1404 – 1983تحقيق : حمدي بن عبدالمجيد السلفي عدد الأجزاء : 20۔**

کے دست مبارک پر بیعت کی، لیکن ایک وقتی تکلیف کی بنا پر اس کے ارادہ میں تزلزل پیدا ہوا اور اس نے اپنی بیعت ختم کرنے کی خواہش کی، لیکن حضور ﷺ نے اس کی بیعت منسوخ نہیں فرمائی، لیکن حضور ﷺ کی سعی و خواہش کے باوجود وہ اس بیعت کو برقرار نہ رکھ سکا اور آخر مدینہ چھوڑ کر فرار ہو گیا، حضور ﷺ نے اس پر ارشاد فرمایا کہ مدینہ ایک ایسی بھٹی ہے جو کھرے اور کھوٹے کو خود الگ کر دیتی ہے۔

عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما: أن أعرابيا بايع رسول الله صلى الله عليه و سلم على الإسلام فأصابه وعك فقال أقلني بيعتي فأبى ثم جاءه فقال أقلني بيعتي فأبى فخرج فقال رسول الله صلى الله عليه و سلم (المدينة كالكير تنفي خبثها وتصنع طيبها)[324]

سلب نسبت کی حقیقت

بزرگوں کے یہاں ایک چیز سلب نسبت ہے، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے حوالے سے بیان فرمایا کہ:

"نسبت قرب الٰہی کا نام ہے، اس کو کوئی سلب نہیں کر سکتا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک چیز حق تعالیٰ بندے کو عطا فرمائیں اور دوسرا اسے سلب کر لے، ہاں کیفیات سلب ہو سکتی ہیں، مثلاً ذوق و شوق میں کمی واقع ہو جائے، مگر نسبت کیفیات کا نام نہیں ہے۔

سلب کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ کسی تصرف سے کسی کیفیت نفسانیہ کو مضمحل

---حواشی---

[324] - **صحيح البخاري ج 6 ص 2636 حديث نمبر :6783 المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987**

تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6مع الكتاب : تعليق د. مصطفى ديب البغا

کردیا جائے ،جس سے نشاط کی جگہ غباوت پیدا ہو جائے مگروہ اس کامقابلہ
کر سکتاہے، لیکن اگر مقاومت نہ کی توپھر اخلال عمل کے سبب اس کا اثر نسبت تک
بھی پہونچ جاتاہے "[325]

علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین

تصوف کا مقصد انسان کے یقین کی طاقت کو مضبوط کرنا ہے،یوں تو ایمان نام ہی ہے مغیبات پر یقین رکھنے کا، لیکن انسان دنیا کی مختلف مشغولیتوں میں الجھ کر اپنے یقین کی طاقت کو کمزور لیتاہے ،غفلت اسی یقین کی کمزوری کی علامت ہے، جس قدر یقین طاقتور ہو گا اسی قدر اللہ پر اعتماد،یقین اور توکل پیدا ہو گا،اورانسان خلق سے بے نیاز ہو تا جائے گا۔

یقین کے حصول کے تین ذرائع ہیں،ایک دلیل کے ذریعہ، جس کا طریقہ شرعی علوم کی تحصیل ہے ، اس کو علم الیقین کہتے ہیں ،مثلاً دلیل سے یہ بات ثابت ہے کہ آگ جلاتی ہے، دوسرا مشاہدہ کے ذریعہ ،مثلا اپنی آنکھ سے کسی چیز کو آگ میں جلتے ہوئے دیکھا، یہ عین الیقین ہے، جس کے لئے تزکیۂ قلب اور تربیت باطن کی ضرورت ہے ،اور تیسرا تجربہ کے ذریعہ ،یعنی وہ کیفیت مشاہدہ سے گذر کر اپنی حالت اور تجربہ بن جائے، مثلاً آگ میں خود اپنا ہاتھ جل جائے، یہ حق الیقین ہے۔

قرآن کریم نے سورۂ تکاثر میں یقین کا تذکرہ غفلت (الھاکم) کے بالمقابل کیاہے، اور علم الیقین اور عین الیقین دونوں کو الگ الگ بیان کیاہے،اور حق الیقین توان دونوں کا حاصل اور لب لباب ہے اس لئے وہ اس کے اندر خود موجود ہے، بیان کرنے کی ضرورت نہیں:

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ(1) حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (2) كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ (3) ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ (4) كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ (5) لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ (6) ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ (7) ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ (8)[326]

---حواشی---

325 ۔آپ بیتی شیخ محمد زکریاکاندھلویؒ ج ۲ ص ۳۵۲ بحوالہ الافاضات ج ا ص ۶۱۔
326 ۔سورۃ التکاثر

علامہ آلوسیؒ اس کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الأولى المعرفة والثانية المشاهدة والمعاينة وقيل يجوز أن يكون المراد لترون الجحيم غير مرة إشارة إلى الخلود وهذا نحو التثنية في وقوله تعالى { ثم ارجع البصر كرتين } [الملك : 4] وهو خلاف الظاهر جداً . { عَيْنَ اليقين } أي الرؤية التي هي نفس اليقين فإن الانكشاف بالرؤية والمشاهدة فوق سائر الانكشافات فهو أحق بأن يكون عين اليقين فعين بمعنى النفس مثله في نحو جاء زيد نفسه وهو صففة مصدر مثدر أي رأية عين اليقين والعامل فيه لترونها و جوز أن يكون متنازعاً فيه للفاعلين قبله وفي إطلاقه كلام لا أظنه يخفى عليك واليقين في اللغة على ما قال السيد السندالعلم الذي لاشك فيه وفي الاصطلاح اعتقاد الشيء إنه كذا مع اعقاد أنه لا يمكن إلا كذا اعتقاداً مطابقاً للواقع غير ممكن الزوال وقال الراغب اليقين من صفة العلم فوق المعرفة والدراية و إخواتهما يقال علم يقين ولا يقال معرفة يقين وهو سكون النفس مع ثبات الفهم وفسر السيد اليقين بما سمعت ونقل عن أهل الحقيقة عدة تفسيرات فيه وعلم اليقين بما أعطاه الدليل من إدراك الشيء على ما هو عليه وعين اليقين بما أعطاه المشاهدة والكشف وجعل وراء ذلك حق اليقين وقال على سبيل التمثيل علم كل عاقل بالموت علم اليقين وإذا عاين الملائكة عليهم السلام فهو عين اليقين وإذا ذاق الموت فهو حق اليقين ولهم غير ذلك[327]

حافظ ابن حجر ہیثمیؒ لکھتے ہیں:

علم اليقين هوماينشأعن النظروالاستدلال ،عين اليقين وهو مايكون من طريق الكشف والنوال ،وحق اليقين

---حواشی---

[327] - روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني ج 23 ص 117المؤلف : شهاب الدين محمود بن عبد الله الحسيني الألوسي (المتوفى : 1270هـ)مصدر الكتاب : موقع التفاسير

وھومشاھدۃ الغیب مشاھدۃ العیان کما یشاھدالرائی[328]

علامہ قشیریؒ نے لکھاہے کہ علم الیقین اہل عقل کو، عین الیقین اہل علم کو اور حق الیقین اہل معرفت کو حاصل ہوتاہے:

علم اليقين وعين اليقين وحق اليقين – هذه عبارات عن علوم جلية.فاليقين: هو العلم الذي لا يتداخل صاحبه ريب على مطلق العرف.ولا يطلق في وصف الحق سبحانه؛ لعدم التوقيف.فعلم اليقين: هو اليقين، وكذلك عين اليقين: نفس اليقين، وحق اليقين: نفس اليقين.فعلم اليقين، على موجب اصطلاحهم ما كان بشرط البرهان.وعين اليقين ما كان بحكم البيان.وحق اليقين ما كان بنعت العيان.فعلم اليقين لأرباب العقول وعين اليقين لأصحاب العلوم. وحق اليقين لأصحاب المعارف.[329]

حضرت داتاہجویریؒ لکھتے ہیں:

"علم الیقین عالموں کا درجہ ہے،اس سبب سے کہ وہ احکام امور پر استقامت کرتے ہیں،اور عین الیقین عارفوں کا مقام ہے اس حکم سے کہ وہ صورت کی استعداد رکھتے ہیں،اور حق الیقیں محبوں کا مقام فناہے،کیونکہ وہ کل موجودات سے روگرداں ہوتے ہیں ،علم الیقین مجاہدہ سے ہوتاہے،اور عین الیقین انس سے اور حق الیقین مشاہدہ سے حاصل ہوتاہے،ایک عام ہے،دوسرا خاص اور تیسرا خاص الخاص،واللہ اعلم[330]"

---حواشی---

[328] -الفتاویٰ الحدیثیۃ ص 405 مطلب فی الفرق بین الیقین ،قدیمی

[329] - **الرسالة القشيرية ج 1 ص 43المؤلف : عبد الكريم بن هوازن بن عبد الملك القشيري (المتوفى : 465هـ)مصدر الكتاب : موقع الوراق**

[330] -کشف المحجوب ص ۵۹۲ مؤلفہ حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف بہ داتاگنج بخش،ترجمہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری ،ناشر: مکتبہ شمس وقمرلاہور،فروری ۲۰۱۲ء / ربیع الاول ۱۴۳۳ھ)

قطب، غوث، ابدال، اوتادو غیرہ– مفہوم اورمأخذ

روحانیت ایک وسیع دنیاہے ، یہاں انسان محنت وتوفیق کے ذریعہ بلند سے بلند تر مقامات تک پہونچ سکتاہے،اور جس طرح ہر فن میں بعد کے مجتہدین اور محققین نے تقریب فہم اور سہولت کے لئے کچھ اصطلاحات اور درجات مقرر کئے ہیں اسی طرح تصوف کے باب میں بھی ائمہ طریق اور محققین صوفیاء نے کچھ اصطلاحات اور مقامات کا تعین کیاہے،اس لئے جس طرح ہر فن کی اصطلاحات اور مقامات کو اختراع جدید قرار دے کر رد نہیں کیاجاتاہے اسی طرح تصوف کی ان مصطلحات وغیرہ کو بھی مسترد نہیں کیاجاسکتا،بلکہ ان میں کئی چیزوں کا ذکر صراحتاًیااشارتاً قرآن وحدیث میں بھی موجود ہے ،اور فی الجملہ ان کی حقیقت نصوص سے ثابت ہے،مثلاً:

اولیاء اللہ

☆اولیاء اللہ ، اللہ کے دوستوں اور خاص بندوں کو کہاجاتاہے،ان کا ذکر صراحت کے ساتھ

قرآن

کریم میں موجود ہے مثلاً:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ[331]

صوفیاءنے اولیاء اللہ کی بارہ قسمیں تحریر کی ہیں:-(۱)ابدال(۲)ابرار(۳)اخیار(۴)اقطاب (۵)امامین(۶)اوتاد(۷)عمد(۸)غوث(۹)مفرواں(۱۰)مکتوماں(۱۱)نجباء(۱۲)اورنقباء۔

ابدال

☆اسی طرح ابدال کا تذکرہ احادیث میں آیاہے،جومسلمانوں میں اختلاف کے وقت ظاہر ہونگے ،بعض روایات میں ہے کہ شام کے علاقے میں چالیس (۴۰)ابدال ہیں،جب ایک کاانتقال ہوجاتا ہے تودوسرااس کی جگہ پرنامزد کیاجاتاہے،ان کی بدولت بارش اور دشمنوں پر فتح کی دعامانگی جاتی ہے،ان

----حواشی--

[331] -یونس :62

کی برکت سے اہل شام سے عذاب ٹل جاتا ہے، ایک روایت میں ہے کہ اس امت میں تیس (۳۰) ابدال ہونگے، ایک حدیث میں ہے کہ یہ زمین اللہ کے چالیس (۴۰) دوستوں سے کبھی خالی نہیں ہو گی، اور روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ مقام نماز وروزہ وغیرہ کی بدولت نہیں ملتا بلکہ سخاوت اور مسلمانوں کے ساتھ سچی خیر خواہی کی بدولت حاصل ہوتا ہے، ایک بار مصر کے کچھ لوگوں نے اہل شام کو برا بھلا کہا تو حضرت عوف بن مالک نے ان کو ٹوکا کہ اہل شام کو برا بھلا مت کہو اس لئے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ شام میں ابدال کی جماعت موجود ہے، اس مضمون کی بہت سی روایات مختلف طرق سے منقول ہے، البتہ ان میں کوئی طریق ضعف سے خالی نہیں ہیں:

☆عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ –صلى الله عليه وسلم– عَنِ النَّبِيِّ –صلى الله عليه وسلم– قَالَ«يَكُونُ اخْتِلاَفٌ عِنْدَ مَوْتِ خَلِيفَةٍ فَيَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ هَارِبًا إِلَى مَكَّةَ فَيَأْتِيهِ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ فَيُخْرِجُونَهُ وَهُوَ كَارِهٌ فَيُبَايِعُونَهُ بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ وَيُبْعَثُ إِلَيْهِ بَعْثٌ مِنَ الشَّامِ فَيُخْسَفُ بِهِمْ بِالْبَيْدَاءِ بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ فَإِذَا رَأَى النَّاسُ ذَلِكَ أَتَاهُ أَبْدَالُ الشَّامِ[332]

(باب ما جاء في الابدال وأنهم بالشام) عن شريح بن عبيد قال ذكر أهل الشام وهو عند على وهو بالعراق فقالوا العنهم يا أمير المؤمنين قال لا إنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول البدلاء بالشام وهم أربعون رجلا كلما مات رجل أبدل الله رجلا مكانه يستقى بهم العيث وينتصر بهم على الاعداء ويصرف عن أهل الشام بهم العذاب.

حواشی

[332] - سنن أبي داود ج4ص 175 حديث نمبر :4288 المؤلف : أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني الناشر : دار الكتاب العربي . بيروت عدد الأجزاء : 4مصدر الكتاب : وزرارة الأوقاف المصرية وأشاروا إلى جمعية المكنز الإسلامي[1– موافق للمطبوع* مسند الإمام أحمد بن حنبل ج 6ص 316 حديث نمبر : 26731المؤلف : أحمد بن حنبل أبو عبدالله الشيباني الناشر : مؤسسة قرطبة – القاهرة عدد الأجزاء : 6 ،الأحاديث مذيلة بأحكام شعيب الأرنؤوط عليها

رواه أحمدورجاله رجال الصحيح غير شريح بن عبيد وهو ثقة وقد سمع من المقداد وهو أقدم من على.وعن عبادة بن الصامت عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال الابدال في هذه الامة ثلاثون مثل خليل الرحمن عزوجل كلما مات رجل أبدل الله تعالى مكانه رجلا.رواه أحمد ورجاله رجال الصحيح غير عبد الواحد بن قيس وقد وثقه العجلى وأبو زرعة وضعفه

*عن أنس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لن تخلو الارض من أربعين رجلا مثل خليل الرحمن فبهم تسقون وبهم تنصرون ما مات منهم أحد إلاأبدل الله مكانه آخر.قال سعيد وسمعت قتادة يقول لسنا نشك أن الحسن منهم.رواه الطبراني في الاوسط وإسناده حسن.

*وعن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يزال أربعون رجلامن أمتى على قلب ابراهيم يدفع الله بهم عن أهل الارض يقال لهم الابدال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إنهم لم يدركوها بصلاة ولا بصوم ولا صدقة قالوا يارسول الله فبم أدركوها قال بالسخاء والنصيحة للمسلمين.رواه الطبراني من رواية ثابت بن عياش الاحدب عن أبى رجاء الكلبى وكلاهما لم أعرفه ، وبقية رجاله رجال الصحيح.

*وعن شهر بن حوشب قال لما فتحت مصر سبوا أهل الشام فأخرج عوف بن مالك رأسه من برنس ثم قال يا أهل مصر لاتسبوا أهل الشام فانى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول فيهم الابدال فبهم تنصرون وبهم ترزقون.رواه الطبراني وفيه عمرو بن واقد وقد ضعفه جمهور الائمة ووثقه محمد بن المبارك الصوري ، وشهر إختلفوا فيه ، وبقية رجاله ثقات-----

*عن على بن أبى طالب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يكون في آخر الزمان فتنة تحصل الناس كما يحصل الذهب في المغدن فلا

تسبوا أهل الشام ولكن سبوا شرارهم فان فيهم الابدال[333]

*باب ما جاء في الشام وأهله(فيه) حديث زيد بن أرقم وسيأتي في الفتن في باب الإيمان بالشام، وحديث ابن حوالة وسيأتي أيضا في الفتن في باب الإيمان بالشام.[1/7054] وعن صفوان بن عبد الله– أو عبد الله بن صفوان – قال: " قال رجل يوم صفين: اللهم العن أهل الشام. فقال علي– رضي الله عنه–: لا تسبوا أهل الشام جما غفيرا، فإن بها الأبدال– قالها ثلاثا ".رواه إسحاق، ورواته ثقات.[2/7054]وأحمد بن حنبل ولفظه: عن شريح بن عبيد قال: " ذكر أهل الشام وهو عند علي بن أبي طالب وهو بالعراق فقالوا: العنهم يا أمير المؤمنين. قال: لا،إني سمعت رسول الله – صلى الله عليه وسلم – يقول: الأبدال تكون بالشام، وهم أربعون رجلا، كلما مات رجل أبدل الله مكانه رجلا يستقى، بهم الغيث، وينتصر بهم على الأعداء، ويصرف عن أهل الشام بهم العذاب[334]

ایک طریق کوعلامہ شوکانیؒ نے سند حسن قرار دیاہے، لیکن سچ یہ ہے کہ اس میں بھی ضعف وانقطاع موجودہے:

قال في اللآلىء: وقد ورد ذكر الأبدال من حديث علي رضي الله عنه وسنده حسن .ومن حديث عبادة بن الصامت.وسنده حسن،

اسکے حاشیہ پرہے:

-----حواشی-----

333 - مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج 10 ص 62، 63 ،317 و ج 7 ص 317المؤلف : نور الدين علي بن أبي بكر بن سليمان الهيثمي (المتوفى : 807هـ)* إطراف المُسْنِد المعتَلِي بأطراف المسنَد الحنبلي ج 2ص 652 حديث نمبر:3002المؤلف : أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى : 852هـ)الناشر : [دار ابن كثير ، دار الكلم الطيب] – [دمشق – بيروت]عدد المجلدات: 9

334 - إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة ج7 ص 126المؤلف : شهاب الدين أحمد بن أبي بكر بن اسماعيل البوصيري (المتوفى : 840هـ)-

هو من طريق شريح بن عبيد الحضرمي الشامي، قال (ذكر أهل الشام عند علي بن أبي طالب..الخ) قال ابن عساكر 278/1 (هذا منقطع بين شريح وعلي،فإنه لم يلقه) هذا هو الصواب، ووهم الهيثمي اغتراراً بما ذكره المزي في ترجمة شريح، وقد تعقبه ابن حجر كذا في اللآلیء للسيوطي،ويقال أنه قال في النكت(صحيح)وكلاهما مردود ،ذكر الإمام أحمد في المسند سند هذا الخبر، وبعض متنه، ثم قال (فيه كلام غير هذا، وهو منكر) وهو من طريق الحسن بن ذكوان عن عبد الواحد ابن قيس عن عبادة، وفيه أمور، الأول: أن في الحسن، وعبد الواحد كلاما شديداً، راجع ترجمتيهما في التهذيب، وإنما خرج البخاري للحسن حديثاً واحداً متابعة، لأنه قد ثبت من روايه غيره، وصرح فيه بالسماع. الثاني: أن الحسن يدلس تدليساً شديداً يسمع الخبر من كذاب عن ثقة، فيذهب يرويه عن ذاك الثقة، ويسقط اسم الكذاب، ولم يصرح هنا بالسماع. الثالث: أن عبد الواحد ابن قيس لا يتحقق له ادراك لعبادة، بل الظاهر البين أنه لم يدركه. توفي عبادة سنة 34، ومن زعم أنه تأخر الى خلافة معاوية، إنما اغتر بحوادث جرت له مع معاوية في إمارته، والمراد بالإمارة إذ كان عاملا على الشام فب خلافة عمر وعثمان، ولو عاش عبادة بعد عثمان لكان له شأن، وعامة شيوخ عبد الواحد من التابعين، روى عن أبي أمامة المتوفى سنة 86، وذكروا أنه روى عن أبي هريرة ولم يره فإن لم يدرك أبا هريرة، فلم يدرك عبادة ؛ لان أبا هريرة عاش بعد عبادة نيفاً و عشرين سنة، وإن كان أدركه، ومع ذلك روى عنه ولم يسمعه، فهذا ضرب من التدليس يحتمل أن يقع منه في الرواية عن عبادة على فرض ادراكه له.[335]

----حواشی---

[335] - الفوائد المجموعة في الأحاديث الموضوعة ج 1 ص 248 المؤلف : محمد بن علي بن محمد الشوكاني (المتوفى : 1250هـ)المحقق : عبد الرحمن بن يحي المعلمي اليماني الناشر : دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان

ابدال کی پہچان یہ بتائی گئی ہے کہ کوئی ان پر ظلم کرے تو اس کو معاف کر دیں، بد سلوکی کرے ،تو اس کے ساتھ حسن سلوک کریں، اور خلق خدا کو اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے فیضیاب کریں۔

ابدال کی تفصیل

صوفیاء کے مطابق ابدال کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ابدال چالیس (۴۰) ہوتے ہیں: بائیس (۲۲) یا بارہ (۱۲) شام میں، اور اٹھارہ (۱۸) یا اٹھائیس (۲۸) عراق میں رہتے ہیں،

ایک دوسری روایت کے مطابق یہ سات (۷) ہوتے ہیں، اور سات اقالیم پر متعین ہوتے ہیں ،ان کا مشرب سات انبیاء کے مشرب پر ہوتا ہے، ان کا کام مدد معنوی اور عاجزوں کی فریادرسی ہے ،جیسا کہ بعض روایات میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

عن ابن مسعودإن لله عز وجل ثلثمائة قلوبهم على قلب آدم وله أربعون قلوبهم على قلب موسى وله سبعة قلوبهم على قلب إبراهيم وله خمسةقلوبهم على قلب جبريل وله ثلاثة قلوبهم على قلب ميكائيل وله واحدقلبه على قلب إسرافيل فإذامات الواحدأبدل الله مكانه من الثلاثةوإذامات من الثلاثة فبهم يحيى ويميت ويمطر وينبت ويدفع البلاء [336]

یہ سات (۷) ابدال حسب ذیل ہیں:

(۱) ابدال اقلیم	اول	بر قلب	حضرت ابراہیمؑ	نام عبدالحی
(۲) ابدال اقلیم	دوم	بر قلب	حضرت موسیٰؑ	نام عبدالعلیم

---حواشی---

[336] - كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال ج 12 ص 194 حديث نمبر :34629 المؤلف : علاء الدين علي بن حسام الدين المتقي الهندي البرهان فوري (المتوفى : 975هـ)المحقق : بكري حياني – صفوة السقاالناشر : مؤسسة الرسالة الطبعة : الطبعة الخامسة ،1401هـ/1981مصدر الكتاب : موقع مكتبة المدينة الرقمية* جامع الأحاديث ج 9 ص 222 حديث نمبر :8289المؤلف : جلال الدين السيوطي

(۳)ابدال اقلیم	سوم	بر قلب	حضرت ہارونؑ	نام عبد المرید
(۴)ابدال اقلیم	چہارم	بر قلب	حضرت ادریسؑ	نام عبد القادر
(۵)ابدال اقلیم	پنجم	بر قلب	حضرت یوسفؑ	نام عبد القاہر
(۶)ابدال اقلیم	ششم	بر قلب	حضرت عیسیٰؑ	نام عبد السمیع
(۷)ابدال اقلیم	ہفتم	بر قلب	حضرت آدمؑ	نام عبد البصیر

ان سات ابدالوں میں سے عبد القادر اور عبد القاہر وہ ہیں جنہیں اس ملک یا اس قوم پر مسلط کیا جاتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ قہر نازل فرماتا ہے اور یہی ذریعۂ مقہوری بنتے ہیں، ان سات ابدالوں کو قطب اقلیم بھی کہتے ہیں۔

متذکرہ بالا کے علاوہ پانچ (۵) ابدال اور بھی ہوتے ہیں، جو یمن میں رہتے ہیں، اور جنہیں قطب ولایت کہتے ہیں، قطب عالم کا فیض قطب اقالیم پر، اور قطب اقالیم کا فیض قطب ولایت پر، اور قطب ولایت کا فیض جملہ اولیاء پر وارد ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں تین سو پچاس (۳۵۰) ابدال اور بھی ہوتے ہیں، جن میں سے تین سو (۳۰۰) قلب آدم علیہ السلام پر ہیں، بقول میر سید محمد جعفر مکیؒ یہ تین سو پچاس نہیں بلکہ چار سو چار (۴۰۴) ابدال ہیں، جو مختلف انبیاء کے مشرب پر ہوتے ہیں، اور مختلف خدمات جن کی تفویض میں رہتی ہیں[337]۔

ابرار

اکثر صوفیاء نے ان ہی کو ابدال کہا ہے، بروایت دیگر ان ہی میں سے چالیس ابدال ابرار کہلاتے ہیں۔

اخیار

اخیار پانچ سو یا سات سو ہوتے ہیں، اور ان کو ایک جگہ قرار نہیں، سیاح ہوتے ہیں، ان کا نام حسین ہوتا ہے، ایک دوسری روایت کے مطابق متذکرہ بالا ابدال میں سے سات ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں

---- حواشی ----

337 ۔ تذکرۂ نقشبندیہ خیریہ ص ۱۴۰، ۱۴۱ مؤلفہ محمد صادق قصوری

انہیں اخیار کہتے ہیں، اور نام ان سب کا حسین ہے[338]۔

نقباء، نجباء اور اوتاد

☆بعض روایات میں نقباء، نجباء اور اوتاد کی اصطلاحات اور ان کی تعداد اور مقامات وغیرہ کا بھی ذکر آیا ہے، مثلاً:

ومنها ما في تاريخ بغداد للخطيب البغدادي عن الكتاني قال النقباء ثلاثمائة ، والنجباء سبعون ، والأبدال أربعون ، والأخيار سبعة ، والعمد أربعة،والغوث واحد ، فمسكن النقباء المغرب ، ومسكن النجباء مصر ، ومسكن الأبدال الشام ، والأخيار سياحون في الأرض ، والعمد في زوايا الأرض،ومسكن الغوث مكة ، فإذا عرضت الحاجة من أمر العامة ابتهل فيهاالنقباءثم النجباء ثم الأبدال ثم الأخيار ثم العمد ، فإن أجيبوا ، وإلا ابتهل الغوث،فلا تتم مسألته حتى تجاب دعوته ، قال الزرقاني في شرح المواهب والمراد بالعمد – بضمتين – الأوتاد ، وبالغوث القطب المفرد الجامع ، والمراد يكون الأبدال مسكنهم الشام أكثرهم ، فلا يخالف ما ورد أن ثمانية عشر بالعراق إن صح ، ثم المراد أن محل إقامتهم بها ، فلا ينافي تصرفهم في الأرض كلها ، وقيل إن الغوث مسكنه اليمن، والأصح أن إقامته لا تختص بمكة ولا بغيرها ، بل هو جوال ، وقلبه طواف في حضرة الحق تعالى وتقدس لا يخرج من حضرته أبدا ، ويشهده في كل جهة ومن كل جهة انتهى وقد أفرد الأبدال بالتأليف السخاوي وسماه نظم اللآل ، وكذا السيوطي وسماه القول الدال (فائدة) للأبدال علامات : منها ما ورد في حديث مرفوع ثلاث من كن فيه فهو من الأبدال : الرضا بالقضاء ، والصبر عن المحارم ، والغضب لله ومنها ما نقل عن معروف الكرخي أنه قال من قال اللهم أرحم أمة محمد في كل يوم كتبه

---حواشی---

338 ۔تذکرۂ نقشبندیہ خیریہ ص۱۴۱ مؤلفہ محمد صادق قصوری

الله من الأبدال ، وهو في الحلية لأبي نعيم بلفظ من قال في كل يوم عشر مرات اللهم أصلح أمة محمد اللهم فرج عن أمة محمد اللهم أرحم أمة محمد كتب من الأبدال ، ومنها ما نقل عن بعضهم أنه قال علامة الأبدال أنهم لا يولد لهم ، وروي في مرفوع معضل : علامة أبدال أمتي أنهم لا يلعنون شيئا[339]

لیکن ان میں سے بھی کوئی روایت ضعف سے خالی نہیں ہے:

أحاديث الأقطاب والأغواث والنقباء والنجباء والأوتاد)لم يصح منها شيء وتقدم الكلام على أحاديث الأبدال في بابه(أحاديث المهدي)كلها ضعيفة ليس فيها ما يعتمد عليه ولا يغتر بمن جمعها في مؤلفات[340]۔

بہر حال احادیث کے ضعف کے باوجود ان اصطلاحات کی حقیقت واصلیت کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اسی لئے عہد سلف کے اکابر نے بھی ان حقائق کو فی الجملہ تسلیم کیا ہے، مثلاً:

صحابہ کرام اورائمہ عظام کے کلام میں ان کا مأخذ

☆حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت عمارؓ کو کوفہ کا امیر اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو ان کا وزیر بنا کر بھیجا تو اہل کوفہ کے نام ایک خط میں ان دونوں بزرگوں کا نجباء کا خطاب دیا[341]۔

☆ایک بار حضرت علیؓ نے اپنی جماعت کے لئے "نجباء" کا لقب استعمال فرمایا[342]۔

☆حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے تھے کہ اگر بغداد میں کوئی ابدال ہے تو ابو اسحاق ابراہیم

---حواشی---

339 - كشف الخفاء ومزيل الالباس عما اشتهر من الاحاديث على ألسنة الناس ج 1 ص 28 المؤلف : إسماعيل بن محمد العجلوني الجراحي (المتوفى : 1162هـ)مصدر الكتاب : برنامج المحدث المجاني

340 - أسنى المطالب في أحاديث مختلفة المراتب ج 1ص 344 المؤلف : الحوت، محمد بن درويش بن محمدالمحقق :الناشر :دار الكتب العلمية الطبعة :عدد الأجزاء :1

341 - مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج 9 ص 291 المؤلف : نور الدين علي بن أبي بكر بن سليمان الهيثمي (المتوفى : 807هـ)مصدر الكتاب : موقع يعسوب

342 - جامع الأحاديث ج 30 ص 468المؤلف : عبد الرحمن بن أبو بكر، جلال الدين السيوطي (المتوفى : 911هـ)

بن ہانیؒ ہیں[343]۔

اگر شریعت میں ابدال کا کوئی وجود نہیں ہے تو اس کے مصداق پر گفتگو کیوں ہے؟

☆امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت نضر بن کثیر السعدی ابو سہلؒ کا شمار ابدال میں ہوتا تھا[344]۔

☆حضرت محمد بن المثنیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے ایک شخص کے بارے میں سوال کیا؟ تو امام صاحب نے فرمایا کہ تم نے سات (۷) ابدالوں میں سے چوتھے ابدال کے بارے میں پوچھا ہے[345]۔

☆حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ حضرت معروفؒ ابدال میں سے تھے اور مستجاب الدعوات تھے[346]۔

☆ابن ابی حاتمؒ نے نقل کیا ہے کہ ابو یعلیٰ الخلیلیؒ بڑے زاہد تھے اور ابدال میں شمار ہوتے تھے، ابو حاتم نے عبد الکبیر ابن المعافی کو بھی ابدال میں شمار کیا ہے، اسی طرح ابو داؤد نے حضرت ابو توبہؒ (م سنہ ۲۴۱ھ) کو ابدال میں شمار کیا ہے[347]۔

---حواشی---

[343] - العلل الواردة في الاحاديث النبوية ج 6 ص 29 المؤلف : أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي بن مسعود بن النعمان بن دينار البغدادي الدارقطني (المتوفى : 385هـ)مصدر الكتاب: موقع يعسوب

[344] - العلل الواردة في الاحاديث النبوية ج 6 ص 63 المؤلف : أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي بن مسعود بن النعمان بن دينار البغدادي الدارقطني (المتوفى : 385هـ)مصدر الكتاب: موقع يعسوب

[345] - موسوعة أقوال الإمام أحمد بن حنبل في الجرح والتعديل ج 1 ص 333 المؤلف : أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى : 241هـ)جمعه ورتبه : أبو المعاطي النوري رحمه الله وأيمن الزاملي ومحمود خليل أعده للشاملة : أبو عمر 80 عضو في ملتقى أهل الحديث۔

[346] - موسوعة أقوال الإمام أحمد بن حنبل في الجرح والتعديل ج 7 ص 419 المؤلف : أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني (المتوفى : 241هـ)جمعه ورتبه : أبوالمعاطي النوري رحمه الله وأيمن الزاملي ومحمود خليل أعده للشاملة : أبو عمر 80 عضو في ملتقى أهل الحديث۔

[347] -علل الحديث ج 1 ص 11 وج3 ص 214 ،418رسالة الدكتوراة – تحقيق جزء من علل ابن أبي حاتم: بعض الجنائز، البيوع كاملا، جزء من النكاح المؤلف : عبد الرحمن بن محمد بن إدريس بن المنذر التميمي، الحنظلي، الرازي ابن أبي حاتم (المتوفى : 327هـ)تحقيق : د / علي الصياح

صوفیاء کے مطابق نجباء کی تعداد چالیس یاستر (۷۰) ہے اور مصر میں رہتے ہیں، سب کا نام حسن ہے۔

نقباء کی تعداد تین سو (۳۰۰) ہے، اور ملک مغرب میں رہتے ہیں، سب کا نام علی ہے۔

اوتاد چار ہوتے ہیں، اور عالم کے چاروں کھونٹ پر ان میں سے ایک ایک متعین ہوتا ہے:

(۱) ایک مغرب میں ہوتا ہے جس کا نام عبد الودود ہوتا ہے۔

(۲) دوسرا مشرق میں جس کا نام عبد الرحمن ہوتا ہے۔

(۳) تیسرا جنوب میں جس کا نام عبد الرحیم ہے۔

(۴) چوتھا شمال میں جس کا نام عبد القدوس ہے، قیام عالم میں ان سے میخوں کا کام لیا جاتا ہے، اور یہ بمنزلہ پہاڑ کے ہوتے ہیں۔

غوث و قطب

ابدال و اوتاد وغیرہ سے اونچا مقام غوث و قطب کا ہے، غوث و قطب ایسے فرد فرید کو کہتے ہیں جو مقرب بارگاہ الہی ہو، جو مصدر فیوض ربانی ہو، جس کا رابطہ اللہ پاک سے بے انتہا مضبوط ہو، جو خلائق سے بے نیاز ہو، اور خلق کثیر اس سے نفع اندوز ہو، بعض اہل سلاسل اس کو غوث اور بعض قطب کہتے ہیں، دونوں ایک ہی مقام کے الگ الگ نام ہیں، غوث یہاں مغیث کے معنیٰ میں نہیں ہے جو صفت باری تعالیٰ ہے بلکہ ایک صوفیانہ اصطلاح ہے جس کا اطلاق ایسی شخصیتوں پر ہوتا ہے جو مخصوص خطوں اور حلقوں کے لئے مصدر فیوض ہوں، اور لوگوں کی شرعی وروحانی رہبری کا فریضہ ادا کرتے ہوں۔

شیخ اکبر محی الدین ابن العربیؒ تحریر فرماتے ہیں:

ومن هذه الحقيقة أتخذ أهل الله الخلوة للأنفراد لما رأوه تعالى أتخذها للأنفرادبعبده ولهذالايكون في الزمان ألاواحديسمى الغوث والقطب و هوالذي ينفرد به الحق ويخلو به دون خلقه[348]

---حواشی---

[348] - الفتوحات المكية ج1 ص 40للشيخ الأكبر ابن عربي

ارغام المرید میں ہے:

قال الشیخ محمدزاهد بن الشیخ حسن الدوزجوی قال السید الغوث هوالقطب حین مایلتجأ الیہ ولایسمیٰ فی غیرذلک الوقت غوثاًاه،والقطب عبارة عن الواحدالذی هوموضع نظر الله فی کل زمان اعطاه الطلسم الاعظم من لدنہ بیده قسطاس الفیض الاعم وزنہ یتبع علمہ وعلم الحق یتبع الماهیات الغیرالمجعولۃ فهویفیض روح الحیات علی الکون الاعلیٰ والاسفل [349]

قطب الاقطاب، غوث الاغواث، غوث اعظم

☆ پھر (صوفیاء کے نزدیک) ان قطبوں میں سے سارے عالم کے لئے چار یا سات اوتاد ہوتے ہیں، اوران چاروں کے سربراہ کو قطب عالم، یا قطب کبریٰ، یا قطب ارشاد یا قطب مدار یا قطب جہان یا جہانگیر عالم یا قطب الاقطاب یا غوث الاغواث یا غوث اعظم کہا جاتا ہے، یہ حق تعالیٰ سے براہ راست اور بلاواسطہ فیض حاصل کرتا ہے، اوراس فیض کو اپنے ماتحت اقطاب میں تقسیم کرتا ہے، ایک کے انتقال کے بعد باقاعدہ دوسرا اس منصب پر فائز ہوتا ہے، صوفیاء سلف نے مختلف ادوار کے اقطاب و اغواث نیز قطب الاقطاب وغیرہ کی بھی نشاندہی کی ہے۔

حضرت ملا علی القاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال قال رسول الله خيار أمتي في كل قرن خمسمائة والأبدال أربعون فلا الخمسمائة ينقصون ولا الأربعون كلما مات رجل أبدل الله عز وجل من الخمسمائة مكانه وأدخل في الأربعين وكأنهم قالوا يا رسول الله دلنا على أعمالهم قال يعفون عمن ظلمهم ويحسنون إلى من أساء إليهم ويتواسون فيما آتاهم الله عز وجل وبإسناده أيضا عن عبد الله قال قال رسول الله إن لله عز وجل في الخلق سبعة و

---حواشی---

349 ۔ارغام المرید فی شرح النظم العتید ص 56 ماخوذ از فتاویٰ فریدیہ ج ۱ ص ۳۷۶ افادات مفتی محمد فرید صاحب، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، ناشر: مولانا حافظ حسین احمد نقشبندی، ستمبر ۲۰۰۵ء

ساق الحديث إلى قوله فبهم يحيي ويميت ويمطر وينبت ويدفع البلاء --- --وقال الشيخ زكريا رحمه الله في رسالته المشتملة على تعريف غالب ألفاظ الصوفية القطب ويقال له الغوث هو الواحد الذي هو محل نظر الله تعالى من العالم في كل زمان أي نظرا خاصا يترتب عليه إفاضة الفيض واستفاضته فهوالواسطة في ذلك بين الله تعالى وبين عباده فيقسم الفيض المعنوي على أهل بلاده بحسب تقديره ومراده ثم قال الأوتاد أربعة منازلهم على منازل الأركان من العالم شرق وغرب وشمال و جنوب مقام كل منهم مقام تلك الجهة قلت فهم الأقطاب في الأقطار يأخذون الفيض من قطب الأقطاب المسمى بالغوث الأعظم فهم بمنزلة الوزراء تحت حكم الوزير الأعظم فإذا مات القطب الأفخم أبدل من هذه الأربعة أحد بدله غالبا ثم قال الأبدال قوم صالحون لا تخلو الدنيا منهم إذامات واحد منهم أبدل الله مكانه آخروهم سبعة قلت الأبدال اللغوي صادق على رجال الغيب جميعا وقد سبق للبدل معنى آخر فالأولى حمله عليه ولعلهم خصوا بذلك لكثرتهم ولحصول كثرة البدل فيهم لغلبتهم فإنهم أربعون على ما في الحديث السابق أو سبعون على ما ذكره صاحب القاموس فقوله وهم سبعة وهم ثم قال النقباء هم الذين استخرجواخبايا النفوس وهم ثلثمائة أقول لعله أخذ هذا المعنى من النقب بمعنى الثقب والأظهر أن النقباء جمع نقيب وهو شاهد القوم وضمينهم وعريفهم على مافي القاموس ومنه قوله تعالى وبعثنا منهم اثني عشر نقيبا المائدة أي شاهدا من كل سبط ينقب عن أحوال قومه و يفتش عنهاأوكفيلايكفل عليهم بالوفاء بماأمروابه وعاهدواعليه على مافي البيضاوي والظاهرأنهم خمسمائةعلى ماسبق في الحديث ثم قال النجباء هم المشتغلون بحمل أثقال الخلق وهم أربعون أقول كأنه أخذ هذا المعنى من اللغة ففي القاموس ناقة نجيب ونجيبة وجمعه نجائب والأنسب ما ذكر فيه أيضامن

أن النجيب الكريم والجمع نجباءوالمنتجب المختار ونجائب القرآن أفضله هذا[350]۔

امامین

قطب الاقطاب کے دووزیر ہوتے ہیں، جنہیں امامین یااماماں کہاجاتاہے،ایک اس کے داہنے ہاتھ پر ہوتاہے، جس کانام عبدالملک ہے،اوردوسرابائیں ہاتھ پر ہوتاہے، جس کانام عبدالرب ہے، داہنےہاتھ والا قطب مدارسے فیض حاصل کرتاہے،اورعالم علوی پرافاضہ کرتاہے،اوربائیں ہاتھ والا قطب مدارسے فیض حاصل کرکے عالم سفلی پرافاضہ کرتاہے، لیکن بائیں ہاتھ والے کامرتبہ دائیں ہاتھ والے سے بلندترہے، جب قطب الاقطاب کی جگہ خالی ہوتی ہے تو بائیں ہاتھ والے کوملتی ہے،اوردائیں ہاتھ والابائیں ہاتھ والے کی جگہ آجاتاہے، عالم کون وفساد میں انتظام رکھنازیادہ مشکل ہے بہ نسبت عالم علوی کے،اس لئے بائیں ہاتھ کاوزیرزیادہ قوی اور تجربہ کاررکھاجاتاہے[351]۔

عمد

عمد چار ہوتے ہیں، زوایائے ارض (زمین کے چاروں گوشوں) میں رہتے ہیں،اوران سب کانام محمد ہے[352]۔

مفرداں

مفرداں افراد کوکہتے ہیں، جب قطب عالم ترقی کرتاہے، توفرد ہوجاتاہے، فردانیت میں پہونچ کروہ تصرفات سے کنارہ کش ہوجاتاہے، فردانیت مقام انبساط وموانست اوریہاں آکرمراد باقی نہیں رہتی ، بعض اولیاء کو تجلی افعالی ہوتی ہے، بعض کو تجلی اسمائی اور بعض کو تجلی آثاری ، بعض مقام صحو میں

----حواشی--

350 -مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ج15 ص455، 458، 459 المؤلف : الملا علي القاري ، علي بن سلطان محمد (المتوفى : 1014هـ)المصدر : موقع المشكاة الإسلامية إعداد البرنامج وتركيبه : المفتي محمد عارف بالله القاسمي

351 -تذکرۂ نقشبندیہ خیریہ ص۱۴۱تا۱۴۴مؤلفہ محمد صادق قصوری

352 -تذکرۂ نقشبندیہ خیریہ ص۱۴۱تا۱۴۴مؤلفہ محمد صادق قصوری

ہوتے ہیں اور بعض مقام سکر میں ۔۔۔ مگر اہل فردانیت ان جملہ مقامات سے برتر ہیں ،۔۔۔۔ افراد جب مزید ترقی کر کے فردانیت میں کامل ہو جاتے ہیں تو محبوبیت کا مرتبہ پاتے ہیں ، پھر محبوبیت میں بھی بعض مقبولان بارگاہ الٰہی ایک خاص امتیازی شان سے نوازے جاتے ہیں ، جیسے حضرت سید عبد القادر جیلانیؒ ،سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ وغیرہ[353]۔

مکتوماں

یہ لوگ پوشیدہ اور چھپے ہوتے ہیں، ان کی تعداد چار ہزار ہوتی ہے، آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں لیکن اپنے آپ کو نہیں پہچانتے ،ایسے لباس میں ہوتے ہیں کہ اغیار نہیں پہچان سکتے[354]،واللہ اعلم بالصواب۔

ناسوت، ملکوت، جبروت، لاہوت، ہاہوت، ہفت منزل

ولایت کے کئی درجات ہیں:

ناسوت: بشریت ،عالم بشریت ،عبادت میں ایسا مشغول ہو کہ کسی وقت بھی غفلت نہ ہو، عبادت اس کی طبیعت ثانیہ بن جائے۔

ملکوت: اخلاص وعبادت میں ملائکہ کی طرح ہو،عبادت میں ایسا اخلاص ، عشق اور ذوق پیدا ہو جائے کہ غیر اللہ کا بالکل خیال نہ رہے۔ یہ مقام رضا ہے ،جو صحابۂ کرام کی صفت تھی ،رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

جبروت: دین سماوی الٰہی کی ظاہری وباطنی پابندیوں سے پورے عالم پر تصرف جاری ہو جائے،

---حواشی---

353 ۔تذکرۂ نقشبندیہ خیریہ ص ۱۴۱ تا ۱۴۴ مؤلفہ محمد صادق قصوری

354 ۔تذکرۂ نقشبندیہ خیریہ ص ۱۴۱ تا ۱۴۴ مؤلفہ محمد صادق قصوری

یہ مقام قطب عالم کا ہے۔

لاہوت :، گنج مخفی ، مقام فنا، محویت تامہ ، حقیقت وحدت ، سالک کے اندر ایسانور پیدا ہو جس میں تجلی ذات ہو، چون وچناں کی گنجائش نہ ہو تو ایسا شخص عارف باللہ کہلاتا ہے اور یہ ولایت کا سب سے بلند مرتبہ ہے۔

ہاہوت: وہ مقام ہے جس کی جانب "کنت کنز امخفیاً[355]" میں اشارہ کیا گیا ہے۔

ہفت منزل : یہ وہ سات وادیاں ہیں جو سالک کو راہ سلوک میں پیش آتی ہیں ،اور جنہیں حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ نے اپنی کتاب منطق الطیر میں بیان فرمایا ہے:

(۱)وادیٔ طلب (۲)وادیٔ عشق (۳)وادیٔ معرفت (۴)وادیٔ استغناء (۵)وادیٔ توحید (۶) وادیٔ حیرت (۷)وادیٔ فقر و فنا[356]۔

----حواشی---

[355] -پوری روایت اس طرح ہے:کنت کنزا مخفیا فأحببت أن أعرف فخلقت خلقا فبي عرفوني(یعنی میں ایک مخفی خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ لوگ مجھے جانیں، تو میں نے مخلوق پیدا کی ،اس طرح لوگوں نے میرے ہی ذریعہ مجھے جانا) یہ روایت صوفیاء کے یہاں بہت سے اصول ومقامات کی بنیاد ہے ،لیکن اکثر محدثین نے ان الفاظ میں اس کو بے اصل قرار دیاہے، لیکن ملاعلی قاری اور علامہ طرابلسی وغیرہ کئی محدثین نے اس کے مضمون کو درست قرار دیاہے:

> کنت کنزا لا أعرف ، فأحببت أن أعرف ، فخلقت خلقا ، فعرفتهم بي فعرفوني.وفي لفظ فتعرفت إليهم فبي عرفوني ، قال ابن تيمية ليس من كلام النبي صلى الله عليه وسلم ولا يعرف له سند صحيح ولا ضعيف.وتبعه الزركشي والحافظ ابن حجر في اللآلئ والسيوطي وغيرهم.وقال القاري لكن معناه صحيح مستفاد من قوله تعالى * (وما خلقت الجن والإنس إلا ليعبدون) * أي ليعرفوني كما فسره ابن عباس رضي الله عنهما.والمشهور على الألسنة كنت كنزا مخفيا فأحببت أن أعرف فخلقت خلقا فبي عرفوني.وهو واقع كثيرا في كلام الصوفية ، واعتمدوه وبنوا عليه أصولا لهم (كشف الخفاء ومزيل الالباس عما اشتهر من الاحاديث على ألسنة الناس ج 2 ص132المؤلف : إسماعيل بن محمد العجلوني الجراحي (المتوفى : 1162هـ)مصدر الكتاب : برنامج المحدث المجاني٭ اللؤلؤ المرصوع فيما لا أصل له أو بأصله موضوع ج 1 ص 143محمد بن خليل بن إبراهيم المشيشي الطرابلسي سنة الولادة 1223 هـ/ سنة الوفاة 1305 هـ تحقيق فواز أحمد زمرلي الناشر دار البشائر الإسلامية سنة النشر 1415 هـ مكان النشر بيروت عدد الأجزاء 1)

لطائف عشرہ

انسان دس(۱۰) لطائف کا مجموعہ ہے،ان میں پانچ عالم امر (مجردات) سے متعلق ہیں اور پانچ عالم خلق(مادیات) سے۔عالم امر سے متعلق لطائف یہ ہیں:

(۱)لطیفۂ قلب: یہ بائیں پستان کے نیچے بائیں طرف مائل دوانگلی کے فاصلے پر واقع ہے،اس کا نور سرخ ہے۔

یہاں قلب صرف گوشت کے لوتھڑے کے معنٰی میں نہیں ہے جو جانوروں میں بھی ہوتا ہے ،بلکہ یہ ایک ربانی اورروحانی لطیفہ ہے جسے اس گوشت کے لوتھڑے سے ایک خاص قسم کا تعلق ہوتا ہے، یہ لطیفہ ربانی حق تعالیٰ کی طرف سے مرکز علم ہوتا ہے،اس کے ذریعہ ایسی چیزوں کا ادراک ہوتا ہے جس کا ادراک خیال ووہم کے ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ حقیقت انسان یہی لطیفۂ ربانی ہے، تمام لطائف میں اس کی حیثیت بادشاہ کی ہے،اوراسی کو مخاطب کیا جاتا ہے، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ[357]

(۲)لطیفۂ روح: دوسرا لطیفہ روح ہے،اس کا محل دائیں پستان کے نیچے دوانگشت کے فاصلے پر دائیں طرف مائل ہے،اس کا نور سفید ہے۔

جسم روح کا ایک فانی لباس ہے،روح ہی اصل ہے، جسم کچھ نہیں،روح سے مراد وہ روح طبعی اوردھواں نہیں ہے جو قلب کے جوف میں سیاہی مائل خون سے پیدا ہوتا ہے،اور رگ وپے کے ذریعہ سارے بدن میں پھیل جاتا ہے، جس کو اطباء روح کہتے ہیں اور جو جانوروں میں بھی موجود ہوتی ہے،بلکہ اس سے مراد وہ لطیفۂ ربانی ہے جس کا قلب سے تعلق ہے،اوریہی حقیقت انسانی اور مرکز علم ہے، قرآن نے اس کو "امر رب" قرار دیا ہے،جو انسانی علم وادراک سے بالاتر ہے۔

(۳)لطیفۂ سر: تیسرا لطیفہ لطیفۂ سر ہے، جس کی جگہ بائیں پستان کے وسط سینے کی دوانگشت

---

356 ۔ترجمان شریعت وطریقت ص ۵۵ افادات حضرت مولاناشاہ عبدالغفورالعباسی المدنیؒ،مؤلفہ حضرت مولانافضل سبحانی العباسیؒ ،ناشر:ادارۃالصدیق کراچی ☆ تاریخ نقشبندیہ خیریہ ص ۱۵۵تا۱۵۹ مؤلفہ علامہ صادق قصوری

357 ۔ق : 37

کے فاصلے پر ہے۔اس کانور سبز ہے۔

(۴)لطیفۂ خفی: چوتھا لطیفہ خفی ہے جس کی جگہ پستان کے برابر سینے کی طرف دو انگشت کے برابر کے فاصلے پر ہے۔اس کانور نیلگوں ہے۔

(۵)لطیفۂ اخفیٰ: پانچواں لطیفہ اخفیٰ ہے،اس کی جگہ وسط سینہ کے برابر بالکل اوپر (ام الدماغ) ہے،اس کانور سیاہ مثل سیاہی چشم ہے۔

عالم خلق سے متعلق لطائف درج ذیل ہیں:

(۶)لطیفۂ آتش، حرارت کی طرف

(۷)لطیفۂ باد، سردی کی طرف

(۸)لطیفۂ آب، نمی کی طرف

(۹)لطیفۂ خاک، خشکی کی طرف

(۱۰)لطیفۂ نفس،جومذکورہ بالاچاروں عناصر کاخلاصہ ہے،اوراس کا محل وسط پیشانی ہے یازیرناف ہے،اس کانورزرد ہے[358]۔

مصطلحات صوفیہ

حضرت شیخ ابوالقاسم قشیریؒ نے رسالۂ قشیریہ میں بہت سی صوفیانہ اصطلاحات کاذکر کیاہے، ان میں سے بعض یہ ہیں:

مقام: اس سے مراد ان صفات کے منازل ودرجات ہیں جو سالک کوریاضت وعبادت میں محنت کرنے سے حاصل ہوتے ہیں،مثلاً: مقام توبہ،مقام تقویٰ،مقام زہدوغیرہ بشرطیکہ بالترتیب ان مقامات کو طے کیاجائے۔

----حواشی--

358 ۔ ترجمان شریعت وطریقت ص۱۱۷تا۱۴۳ افادات حضرت مولاناشاہ عبدالغفورالعباسی المدنیؒ،مؤلفہ حضرت مولانافضل سبحانی العباسیؒ،ناشر:ادارۃالصدیق کراچی

حال: اس سے وہ اندرونی کیفیت مراد ہے جو بغیر کسی سعی وارادہ کے قلب پر وارد ہو، یہ یکایک آتی بھی ہے اور یکایک چلی بھی جاتی ہے، مثلاً: کیفیت طرب، کیفیت حزن، کیفیت بسط، قبض، شوق، قلق ، ہیبت، احتیاج وغیرہ۔

قبض: ان واردات کو کہتے ہیں، جن سے سالک کو توحش اور ہجران اور انقباض طبع ہو، عبادت کی طرف رغبت نہ ہو، کبھی قبض بسط کے بعد آتا ہے اور کبھی بسط سے پہلے، اکثر اوقات سالک کی ترقی کے لئے قبض واقع ہوتا ہے اور یہ قبض محمود ہے۔

بسط: سیر الی اللہ میں کشائش قلب کو کہتے ہیں، سالک کے لئے قبض اور بسط مثل بازوؤں کے ہیں ، انہیں بازوؤں سے سالک اپنے معشوق حقیقی کی طرف پرواز کرتا ہے، سالک کو چاہئے کہ جو اسرار وانوار اس کے دل میں وارد ہوں ان کا کسی سے ذکر نہ کرے، پوشیدہ رکھے، اظہار مضر ہو جائے گا، بصورت اخفا جلد منزل مقصود تک رسائی ہو جائے گی۔

ہیبت وانس: یہ دونوں حالتیں بھی قبض اور بسط سے پیدا ہوتی ہیں، ہیبت کی حالت قبض سے پیدا ہوتی ہے، انس کی حالت بسط سے پیدا ہوتی ہے، ہیبت کا حق بے ہوشی ہے، انس کا حق ہوشیاری ہے، دونوں حالتیں اسی وقت طاری ہوتی ہیں جب سالک پر حقیقت کا ظہور ہونے لگے۔

مگر اہل حقیقت ہیبت وانس کی ان دونوں حالتوں کو ایک قسم کا نقص شمار کرتے ہیں، کیونکہ اس سے سالک کی حالت متغیر ہو جاتی ہے، اور اہل تمکین کے احوال تغیر سے بالاتر ہیں، وہ کبھی بدلتے نہیں ہیں بلکہ وہ تو عین وجود میں محو ہوتے ہیں ان کے لئے ہیبت ہے نہ انس، نہ علم ہے نہ حس کچھ بھی نہیں۔

تواجد: یہ ہے کہ ایک قسم کے اختیار سے وجد کی طلب کی جائے اور چونکہ اس میں ایک قسم کا تکلف ہے اس لئے بعض صوفیہ اس حالت کو حالت تسلیم نہیں کرتے۔

وجد: وہ حالت ہے جو بغیر کسی ارادہ وآرزو کے قلب پر وارد ہوتی ہے، وجد اس بات کا نتیجہ ہے کہ سالک اپنے باطنی احکام یعنی ہوائے نفس کی پیروی سے گریز کرے۔

وجود: یہ ہے کہ سلطان حقیقت کے ظہور سے سالک بالکل اس میں فنا ہو جائے، جب کہ وجد حقیقت میں استغراق ہے اور تواجد حقیقت کا استیعاب۔

صاحب تواجد اس شخص کے مشابہ ہے جس نے دریا کو دیکھا اور اس کے سامنے پہونچ گیا، صاحب وجد اس کے مانند ہے جو دریا پر سوار ہوا، اور صاحب وجود کی مثال یہ کہ گویا خود دریا میں ڈوب گیا اور اس کی ترتیب یوں ہے کہ پہلے کشود، پھر ورود، پھر شہود اور پھر وجود اس کے بعد خمود کی حالت حاصل ہوتی ہے۔

جمع: شہود حق کو کہتے ہیں۔

جمع الجمع: خلق کو حق اور حق کو خلق میں دیکھنا، نیز حق کو حق میں اور خلق کو خلق میں مشاہدہ کرنا، یعنی خلق کو خلق، اور حق کو حق اور خلق کو عین حق اور حق کو عین خلق دیکھنا۔

جمع مع الفرق: وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت دیکھنا یعنی ذات میں صفات کو اور صفات میں اسماء کو، اور اسماء میں افعال کو اور افعال میں آثار کو، ذات کو عین اسماء اور اسماء کو عین صفات ، اور صفات کو عین افعال اور افعال کو عین آثار دیکھنا اسی کو وحدت در کثرت اور کثرت در وحدت کہتے ہیں

جمع کی حالت سے جمع الجمع کی حالت بالاتر ہے یہ بالکل فنا ہے، جس کے بعد سلطان حقیقت کا غلبہ ہونے پر ماسوی اللہ کا احساس تک جاتا رہتا ہے۔

جمع الجمع کے بعد ایک اور بڑی بلند حالت ہے جس کو فرق ثانی کہتے ہیں، اسکی یہ کیفیت ہے کہ سالک فرائض خداوندی ادا کرنے کے وقت حالت صحو کی طرف رجوع کرتا ہے۔

صحو اور سکر: صحو غیبت کے بعد شعور کی جانب واپس آنے کا نام ہے، اور سکر اس بات کا نام ہے کہ کسی قوی وارد کے ذریعہ سے غیبت کی حالت طاری ہو جائے جسے سکر کی کیفیت ہوا کرتی ہے، اس کا سکر بھی اتنا قوی ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ صاحب غیبت سے بھی زیادہ اپنے آپ سے غائب ہو جاتا ہے،۔۔۔۔۔

صحو کا درجہ سکر کے درجہ کے مطابق ہے اگر سکر حق ہے تو صحو بھی حق ہے، جس کا سکر کسی حظ میں آلودہ ہو گا، اس کا صحو بھی حظ کے ساتھ ہو گا۔ سکر صاحب دل کو ہوتا ہے، صحو صاحب کشف کو حقائق عیوب معلوم کرنے کے لئے ہوتا ہے، صحو و سکر کی حالتین ذوق و شرب کی حالتوں کے بعد ہوا کرتی ہیں۔

ذوق اور شرب: یہ دونوں حالتیں نتائج تجلی ہیں، پہلے حالت ذوق حاصل ہوتی ہے، اس کے بعد

حالت شرب، سب سے آخر میں حالت سیر ابی عیاں ہوتی ہے، چنانچہ صاحب ذوق متسا کر ہوتا ہے، اور صاحب شرب سکران یعنی شراب محبت کے نشہ میں بدمست ہوتا ہے اور صاحب الرائے یعنی سیر ابی کی حالت پر فائز شخص ہوشیار ہوتا ہے۔

محو اور اثبات: احکام بندگی میں عادت کے اوصاف کا رفع کر دینا محو ہے، احکام عبادت کا قائم رکھنا اثبات کہلاتا ہے۔ محو و اثبات کے حقائق کا صدور منجانب اللہ ہوتا ہے، ان کا انحصار مشیت ایزدی ہی پر ہے۔

ستر اور تجلی: عوام ستر کے حجاب میں ہیں، اور یہ ان کی غفلت کی سزا ہے، خواص کو ہمیشہ تجلی الٰہی کے مشاہدہ کا لطف حاصل رہتا ہے، تجلی باری تعالیٰ جس طرح بندگان خدا پر ظاہر ہوتی ہے، اسی طرح ان پر ایک پردہ بھی ڈالتی ہے، اور یہ پردہ ان کے حق میں رحمت ہوتا ہے، خواص کے لئے استغفار کے یہی معنیٰ ہیں۔

محاضرہ: اس حال کا نام ہے کہ خدا کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر قلب کو اس کا حضور حاصل ہو، اور کبھی یہ حالت قدرت الٰہی کے دلیل اور آثار قلب پر پے در پے ہونے سے ہوتی ہے، جسے یہ حالت حاصل ہے اگر وہ غلبہ یاد الٰہی کی وجہ سے ہے تو ستر کے بعد ہوتی ہے اور اس سے بالاتر ہے۔

مکاشفہ: امور غیبی اور اسرار خفیہ کا سالک کے دل پر اس طرح ظہور ہو کہ سالک چشم ظاہر بند کرے اور مراقب ہو کر قلب کو حق کی طرف متوجہ کر کے چشم قلب سے دیکھے اسوقت قلب پر تجلیات وارد ہونگی، یعنی شہود ذات کو صفات کی صورت پر مشاہدہ کرے گا اس کشف کو کشف صغریٰ اور کشف کونی بھی کہتے ہیں۔

مشاہدہ: صور تجلیات حق بغیر حجاب اشیا کے دیکھے اور اشیاء سے قطع نظر کر کے چشم باطن کو ذات حق پر محکم رکھے اسی کو مشاہدہ کہتے ہیں۔۔۔ حق یہ ہے کہ جب تک ربط و اتصال قلب محکم اور متحقق ہے اس وقت تک مشاہدہ حاصل ہے، یہ بھی ہے کہ انوار اور انکشافات کبھی ہوتے ہیں کبھی نہیں بھی ہوتے۔

محاضرہ صاحب تلوین اور صاحب علم الیقین کا حق ہے، مشاہدہ صاحب تمکین اور صاحب حق الیقین کا حق ہے، اور مکاشفہ ایسا امر ہے جو صاحب تلوین اور صاحب تکوین کے بین بین ہے، اور صاحب

عین الیقین کے بھی۔

لوائح، طوالع، لوامع: یہ کیفیات ترقی قلب کی ابتدائی منزلیں ہیں، جو مبتدیوں پر وارد ہوتی ہیں ،وہ کبھی تجلی میں کبھی استتار میں ہوتی ہے، جب ان کے قلب پر نفسانی خطوط مسلط ہوتے ہیں، اور اسے تاریک بناتے ہیں اسی وقت کشف کے لوائح ان پر جلوہ فگن ہو جاتے ہیں، ایسے لوگ اپنے سر کے زمانے میں اچانک لوائح کے ورود کے متوقع اور منتظر رہتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ لوائح کی کیفیت بجلی کی تڑپ سے مشابہ ہے، ادھر ظاہر ہوئی ادھر چھپ گئی، لوامع لوائح کی بہ نسبت زیادہ ظاہر اور نمایاں ہیں، وہ کبھی دیر تک بھی قائم رہتے ہیں، اسی تیزی کے ساتھ زائل نہیں ہوتے جو لوائح میں ہے۔

طوالع لوامع سے بھی زیادہ دیر تک رہتے ہیں، یہ اس سے اثر میں بھی قوی تر ہیں اور ان کا قیام بھی زیادہ ہے۔

بوادہ اور ہجوم: بوادہ کسی چیز کا قلب میں اچانک وارد ہونا جس سے حالت قبض یا بسط کی پیدا ہو جائے۔۔۔ اور ہجوم وہ کیفیت ہے جو بغیر کسی آرزو کے وقت کی قوت سے قلب پر وارد ہونا، ان دونوں حالتوں میں کمی بیشی کے لحاظ سے اختلاف بھی ہوتا ہے، کبھی کمزور ہوتی ہے کبھی قوی۔

تلوین: طالب کا صراط مستقیم طلب کرنا، تلوین کو تلوین اس لئے کہتے ہیں، کہ اس میں صفات بشریہ ارباب تلوین کے بدل جاتے ہیں، یہ تلوین ارباب حال کی صفت ہے، جب تک سالک سلوک میں ہے تو صاحب تلوین ہے۔

تمکین: مقام استقامت وثبات کو کہتے ہیں، جب تک سالک راہ میں ہے صاحب تلوین ہے، جب واصل ہوا صاحب تمکین ہوا۔

تلوین کی مثال حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر معاً از خود رفتہ ہو جانے والی عورتوں کی حالت ہے، اور تمکین کی مثال زلیخا کی کیفیت کہ حضرت یوسفؑ کی محبت نے ان کی رگ و پے میں اثر کر لیا تھا۔

قلب سلیم: صوفیاء کے نزدیک قلب سلیم اس دل کو کہتے ہیں، جو درج ذیل بیس (۲۰) خصلتوں سے پاک اور بیس (۲۰) خصلتوں سے معمور ہو۔

جن خصلتوں سے پاک ہونا ضروری ہے وہ درج ذیل ہیں:

(۱)شرک(۲)نفاق(۳)عداوت(۴)رغبت(۵)حرص(۶)شک(۷)جہالت(۸)ضد(۹) تکبر(۱۰)علاقہ (۱۱)طمع (۱۲)امید(۱۳)گریہ وزاری (۱۴)خودپسندی (۱۵)بخل (۱۶)ناامیدی (۱۷)رشک(۱۸)حسد(۱۹)بدگمانی(۲۰)نسیان۔

مطلوب خصلتیں یہ ہیں:

(۱)توحید(۲)اخلاص (۳)نصیحت(۴)زہد(۵)محبت (۶)قناعت (۷)یقین (۸) علم (۹) تفویض (۱۰)انسانوں سے ناامیدی (۱۱)صبر (۱۲)امیدوں کا کم کرنا(۱۳)ممنوعہ چیزوں کی یاد (۱۴)ترک احسان(۱۵)سخاوت(۱۶)توبہ(۱۷)تواضع(۱۸)خوف(۱۹)امید(۲۰)یادخدا۔

توجہ :سالک کا اپنے وجود کو معدوونابود کر دینا اور حق کو ہست وموجود جاننا، دوسرے یہ معنٰی ہیں کہ اپنی طاقت قلب کو دوسروں کے قلوب پر ڈالنا اور دوسرے کے قلب کو اپنے اختیار میں لانا۔ اسی کو تصرف بھی کہتے ہیں جس کا ذکر پچھلے صفحات میں آچکا ہے، بعض صوفیاء نے اس کی کئی اقسام بیان کی ہیں:

توجہ انعکاسی: یہ ایسی ہے جیسے کوئی شخص خوب عطر لگا کر مجلس میں آئے اور اس عطر کی خوشبو تمام اہل مجلس کے دماغوں کو معطر کر دے، اس کا اثر صحبت کے باقی رہنے تک محدود رہتا ہے۔

توجہ القائی: جیسے کوئی شخص بتی اور تیل ایک برتن میں ڈال کر لایا اور دوسرے کے پاس آگ تھی ،اس نے روشن کر دیا، بس چراغ تیار ہو گیا، اس کا اثر مجلس کے بعد بھی باقی رہتا ہے، جب تک کہ کوئی آفت پیدا نہ ہو۔

توجہ اصلاحی: یہ اس طرح ہے جیسے پانی کو دریا سے یا کنویں سے لا کر کسی حوض میں جمع کر دیں، حوض کے راستے کو بالکل صاف کر دیں، اس حوض میں فوارہ بھی ہو، اس کا راستہ بھی خوب صاف کر دیں ،اس حوض میں فوارہ بھی ہو، اس کا راستہ بھی صاف کر دیں اور پانی چھوڑ دیں، اس کی تاثیر پہلی توجہات سے زیادہ طاقتور ہے، اس سے نفس او لطائف کی درستگی کا بھی کام لیا جاتا ہے۔

توجہ اتحادی: وہ یہ ہے کہ شیخ اپنی روح کو طالب کی روح سے پوری قوت کے ساتھ ملائے، تا کہ شیخ کی روح کا کمال طالب کی روح میں اتر جائے، اور یہ سب سے طاقتور توجہ ہے۔

اشراق: قلب کا نور محبت سے معمور ہو جانا یہ تجلی حسی کے لوازمات سے ہے۔

الہام: کسی شے کا سالک کے قلب پر یقین کامل کے ساتھ صفائی قلب کے بعد وارد ہونا، یہ صفائی قلب ذکر و شغل کے کسب سے ہو یا محض عنایت ایزدی سے ہو یا بلا کسب کے ہو، ابتدا میں سالک کے دل میں الہام ہوتا ہے اور انتہا میں بلا واسطۂ حق مکالمہ ہوتا ہے۔

القاء: علام الغیوب کی طرف سے کسی مخفی بات کا علم عارف سالک کے دل پر وارد ہونا۔

تفرید: غیر حق کو اپنی نظر سے دور کرنا اور حق کو اپنے میں دیکھنا۔

تجرید: اپنی خودی اور ماسوا اللہ سے دور ہونے اور حق کی خودی سے مل جانے کو کہتے ہیں۔

خلوت : اپنی ہستی اور ماسوا سے بیگانہ ہونے کو کہتے ہیں اس سے مراد بلا خطرات غیر حضوری بحق ہے۔

درویش : اس طالب صادق کو کہتے ہیں، جو سوائے حق کے کسی چیز کا طالب نہ ہو اور نہ کسی سے کام رکھے۔

فقیر: اسے کہتے ہیں جس کی خودی بالکل زائل ہوگئی ہو اسے فنا اور فناء الفنا کا مرتبہ حاصل ہو، مخلوق سے بالکل التفات نہ رکھے، قناعت اور فقر اختیار کر چکا ہو، خلق سے روکش ہو کر عزلت اختیار کئے ہوئے ہو، کسی کا محتاج نہ ہو۔

فقیر کے لئے چار باتیں ضروری ہیں: علم، ورع، یقین، اور ذکر۔

خرقہ : اس لباس کو کہتے ہیں جو شیخ مرید کو دیتا ہے، اور اسے اجازت و خلافت عطا کرتا ہے۔ یہ کئی طرح سے ہوتا ہے:

خرقۂ تبرک : یعنی شیخ اپنے مرید یا طالب کو جو دوسرے شخص کا مرید ہو خرقہ دے، تاکہ اسے برکت حاصل ہو۔

خرقۂ خلافت: اس کی دو قسمیں ہیں، کبریٰ، صغریٰ:

کبریٰ یہ ہے کہ شیخ اپنے مرید خاص کو بحکم خداوندی خلافت دے، صاحب خلافت کبریٰ ایک ہوتا ہے۔

صغریٰ یہ ہے کہ شیخ طالب میں قابلیت دیکھ کر اجازت دے، یہ متعدد ہو سکتے ہیں۔

خرقۂ سماع: یہ ہے کہ شیخ سماع وغیرہ کے وقت وجد کی حالت میں اپنا کوئی ملبوس پڑھنے یا گانے والے کو دے دے۔

نسبت: سالک کا ملکات محمودہ سے ملکہ حاصل کرنا اس طرح کہ وہ اس کی روح کو کل جہات سے احاطہ کر لے، اس صفت کے ساتھ لازم ذات ہو جائے اسے نسبت کہتے ہیں۔

طامات: لاف وگذاف، خود نمائی وخود فروشی اور عوام الناس کے لئے فریب وتسخیر اور اظہار کشف وکرامت۔

شطحیات: شطح کی جمع ہے،، ان کلمات کو کہتے ہیں جو عشق ومستی اور ذوق محبت کے وقت کسی واصل کی زبان سے بظاہر خلاف شرع صادر ہوں۔

یادداشت: سالک ہر وقت اور ہر حال میں بر سبیل ذوق اللہ پاک کی طرف متوجہ رہے۔

فناوبقا: صوفیاء کرام نے فنا سے یہ مراد لی ہے کہ آدمی کے برے خصائل دور ہو جائیں، بقا سے یہ غرض ہے کہ انسان میں قابل تعریف اوصاف قائم ہو جائیں۔

عارف کا اپنے نفس اور خلق سے فانی ہونا یہ معنیٰ رکھتا ہے کہ اسے اپنی ذات اور خلق کا کوئی احساس نہیں رہتا، جب بندہ مذکورہ بالا طور سے اپنی ذات وصفات سب کو بھلا بیٹھتا ہے اس وقت وہ محض صفات حق تعالیٰ کے ساتھ باقی رہ جاتا ہے، اور صفات حق تعالیٰ کو بھی فنا کر کے شہود حق کے ساتھ رہتا ہے، پھر شہود فناء حق کو بھی فنا کر لے تو وجود حق تعالیٰ میں مستہلک ہو کر مطلوب اصلی تک پہونچ جاتا ہے۔

ع ہستی قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا

فانی: اس سالک کو کہتے ہیں جو حق میں بالکل محو ہو جائے، اور اس کی ہستی کا نام ونشان تک باقی نہ رہے۔

فنافی الشیخ: سالک اپنے وجود کو مرشد میں گم کر کے اس کے اقوال وافعال کی متابعت کرے، اس کے لئے بعض صوفیاء نے شغل ذکر رابطہ یعنی تصور شیخ کا طریقہ ذکر کیا ہے، یعنی سالک شیخ کی صورت کو

اپنے خیال یا دل میں نگاہ رکھے یا اپنی صورت کو شیخ کی صورت تصور کرے، جب یہ رابطہ بڑھ جاتا ہے تو ہر ایک چیز شیخ کی صورت میں نظر آتی ہے، اوراسی کو فنافی الشیخ کہتے ہیں۔

خسرو رین سہاگ کی سوئی میں پی کے سنگ

تن مورا من پیو کا، دونوں ایک ہی انگ

فنافی الرسول: سالک اپنا وجود رسول ﷺ کے وجود میں فنا کر دے، اور اپنی ذات حضور انور ﷺ کی ذات اقدس سے متحد کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے، فنافی الشیخ کے بعد فنافی الرسول کی منزل آتی ہے۔

فنافی اللہ :سالک اپنا وجود حق میں فنا کر کے علائق غیر سے رہائی پا جائے، فنافی الرسول کے بعد فنافی اللہ کی منزل آتی ہے۔

فنا کی چار قسمیں ہیں:

فنائے خلق: یعنی ماسوا سے امید و بیم کو ختم کر دینا۔

فنائے ہوا: یعنی دل میں سوائے ذات مولیٰ کے کوئی دوسری آرزو نہ رہے۔

فنائے ارادت: یعنی سالک کی ہر خواہش زائل ہو جائے، جیسے مردوں کی۔

فنائے فعل: جس کی ادنیٰ حالت یہ ہے کہ بندہ فاعل ہو اور حق تعالیٰ آلہ ہو۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

وما يزال عبدي يتقرب إلي بالنوافل حتى أحبه فإذا أحببته كنت سمعه الذي يسمع به وبصره الذي يبصر به ويده التي يبطش بها ورجله التي يمشي بها[359]

---حواشی---

359 - [صحيح البخاري ج 5 ص 2384 حديث نمبر:6137المؤلف : محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي الناشر : دار ابن كثير ، اليمامة – بيروت الطبعة الثالثة ، 1407 – 1987
تحقيق : د. مصطفى ديب البغا أستاذ الحديث وعلومه في كلية الشريعة – جامعة دمشق عدد الأجزاء : 6مع الكتاب : تعليق د. مصطفى ديب البغا

ترجمہ: بندہ مجھ سے مسلسل نوافل کے ذریعہ قربت حاصل کرتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کو چاہنے لگتا ہوں، پھر میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

اور فنا کی اعلیٰ حالت یہ ہے کہ بندہ آلہ ہو اور حق تعالیٰ فاعل ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى[360]

فنا کے بعد جو کیفیت حاصل ہوتی ہے، اس کو بقا اور فناء الفناء کے بعد کی کیفیت کو بقاء البقاء کہتے ہیں، فنا کے لئے بے خودی لازم نہیں ہے، جس میں بے خودی ہوتی ہے وہ غیبت ہے اس کو فنا نہیں کہتے ۔نسبت فنا زائل نہیں ہوتی، البتہ مقام ہو جاتی ہے۔

بقا: سالک کے لئے ایک مقام ہے کہ رویت حق کے لئے کوئی شے اس کو حاجب نہیں۔

بقاباللہ: اس مقام میں مطلقا! غیریت سالک کی نظر سے اٹھ جاتی ہے، اور سالک صفات حق کے ساتھ باقی ہوتا ہے، اس کی بشریت باعث جامعیت کمال اسمائی ہوتی ہے، اور جسم روح کی خاصیت اختیار کرلیتا ہے۔

پاس انفاس: اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک اپنی سانسوں پر آگاہ رہے، اور جب سانس باہر نکلے تو دل کی زبان سے لا الہٰ کہے اور جب اندر جائے تو الا اللہ کہے، خطروں اور وسوسوں کے دور ہونے میں اس کا بڑا اثر ہے۔

اگر تو پاس داری پاس انفاس | بسلطانی رسانندت ازیں پاس[361]

---حواشی---

[360] :الاعراف ،17

[361] - الرسالة القشيرية ص 30 تا149المؤلف : عبد الكريم بن هوازن بن عبد الملك القشيري (المتوفى : 465هـ .) مصدر الكتاب : موقع الوراق* عرفان تصوف مؤلفہ ص۷۷ تا۱۶۰ مؤلفہ سید درویش احمد ثروت قادری رزاقی، مرتبہ: سید اسلم میاں، ناشر اسلامک ونڈرس بیورو، دریاگنج، نئی دہلی، ۱۴۳۸ھ / ۲۰۱۷ء ☆ عمدۃ السلوک ص ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۶، ۱۰۵، ۱۰۱، ۱۷۱، ۱۷۲ مؤلفہ مولانا شاہ زوار حسینؒ

اصطلاحات نقشبندیہ

(۱) یاد کرد: یعنی زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر حضوری دل کے ساتھ کرنا، شیخ نے مرید کو جو ذکر تلقین کیا ہو، اسم ذات ہو یا نفی و اثبات، زبانی ہو یا قلبی، ہر وقت اس میں مصروف رہے۔

(۲) بازگشت: یعنی ذکر کے وقت جیسے زبان دل سے اللہ اللہ یا لا الٰہ الا اللہ کہہ رہا ہے، ایسے ہی اپنے باطن میں بھی خشوع و خضوع کے ساتھ کہے "اے اللہ !میرا مقصود تو اور تیری رضا ہے، میں نے تیرے لئے دنیا و آخرت کو ترک کر دیا ہے، تو مجھے اپنی محبت و معرفت نصیب فرما"۔

شروع میں رسمی طور پر ہی یہ جملہ کہے، اللہ چاہے گا تو کچھ دنوں بعد یہ حقیقت میں تبدیل ہو جائے گا۔

(۳) نگہداشت: خطرات قلب پر نگاہ رکھنا، اور نسبت کی حفاظت کرنا جہاں تک ممکن ہو، اس سے مراد یہ ہے کہ سالک ذکر کی حالت میں خطرات اور وسوسوں سے دل کی حفاظت کرتا رہے، اور پریشاں خیالات سے دل کو متاثر نہ ہونے دے۔

ہر روز گھنٹہ دو گھنٹہ یا اس سے زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خیال نہ آئے، اور اس کی مشق اس قدر کرے کہ اللہ کے ماسوا سب کچھ بھول جائے۔

(۴) یادداشت: یعنی باقی باللہ ہونا اور کیفیت سکر سے حالت صحو میں آنا، یا حق تعالیٰ کی حضوری کا غلبہ حب ذاتی کے ساتھ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب وجدانی ذوق کے طور پر دائمی حضوری و آگاہی نصیب ہو جائے، اس کو حضور بے غیبت بھی کہتے ہیں، نیز اسے نسبت خاصہ نقشبندیہ کا نام بھی دیتے ہیں

(۵) ہوش در دم: یعنی کوئی سانس اندر جائے یا باہر، بغیر یاد خدا کے نہ جائے اور نہ آئے، طریقۂ نقشبندیہ کا دارومدار اہی ہوش در دم پر ہے، خواجہ عبید اللہ احرارؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص دم کی نگہبانی نہیں کرتا تو سمجھ لو کہ وہ طریقۂ شریفہ بھول گیا، اس کے لئے ہر وقت اپنا احتساب ضروری ہے، اگر مسلسل اپنی نگرانی رکھی جائے تو بتدریج دوام حضور حاصل ہو جائے گا۔

(٦) نظر بر قدم: سالک کو چاہئے کہ اپنے چلنے پھرنے کے دوران سوائے پشت قدم کے کہیں نظر نہ ڈالے، اس لئے کہ مختلف رنگوں پر نظر ڈالنے سے سالک کی طبیعت کا ارتکاز متأثر ہوتا ہے، اور اپنی منزل سے دور ہو جاتا ہے، نظر بر قدم ہی میں یہ بھی شامل ہے کہ لوگوں کی آوازوں اور باتوں پر دھیان نہ دے، یہ مبتدی کے لئے ہے، اور منتہی کے لئے اس اصطلاح کا مطلب یہ ہوگا اس کی نگاہ انبیاء بالخصوص حضور ﷺ کے قدموں پر ہو، کہ ان کے نقش قدم سے انحراف تو نہیں ہو رہا ہے۔

(۷) سفر در وطن: ناپسندیدہ بشری صفات سے پاکیزہ ملکوتی صفات کی طرف بڑھنا۔

یہ دس مقامات ہیں: ۱-توبہ، ۲-انابت، ۳-صبر، ۴-شکر، ۵-قناعت، ۶-ورع، ۷-تقویٰ، ۸-تسلیم، ۹-توکل، ۱۰-رضا۔

(۸) خلوت در انجمن: اس سے مراد ہے ظاہر میں لوگوں کے ساتھ رہنا اور باطن میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہنا، سالک کا زندگی اس طرح گذارنا کہ خلق خدا کے ساتھ تعلقات رکھتے ہوئے وہ مطلوب حقیقی سے کٹ نہ جائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رجال لاتلهيهم تجارة ولابيع عن ذكر الله[362]

ترجمہ: یعنی وہ لوگ جنہیں اللہ کی یاد سے کوئی تجارت، یا خرید و فروخت غافل نہیں کرتی۔

(۹) وقوف عددی: ذکر میں سانس چھوڑتے وقت عدد طاق کا لحاظ رکھنا۔

(۱۰) وقوف قلبی: اس درجہ استحضار قلب کہ بیرونی خطرات کا دل میں دخل نہ ہو، اور ہر لمحہ ذات الٰہی پر توجہ مرتکز رہے، خواجۂ نقشبندؒ نے ذکر کے وقت حبس نفس اور رعایت عدد کو لازم قرار نہیں دیا ہے، لیکن وقوف قلبی کو ذکر میں لازم قرار دیا ہے[363]۔

طریقۂ نقشبندیہ کا دار و مدار

طریقۂ نقشبندیہ کا دار و مدار تین باتوں پر ہے: (۱) اہل سنت والجماعت کے عقائد پر ثابت قدم

---حواشی---

---

362 -النور: 37

363 - تاریخ وتذکرہ خانقاہ سرہند شریف ص ۱۴۳ تا ۱۴۵ تالیف محمد نذیر رانجھا

رہنا(۲)دوام آگہی (۳)عبادت ۔اگر کسی شخص کی ان تین چیزوں میں سے ایک میں بھی خلل وفتور آجائے تووہ ہمارے طریقہ سے خارج ہے[364]۔

مراقبات

مراقبہ ترقب سے لیا گیاہے،اور ترقب انتظار کرنے کو کہتے ہیں ،چونکہ سالک ایک خاص طریقے پر بیٹھ کرفیوضات الٰہیہ کاانتظار کرتاہے،اس لئے ان اسباق کو مراقبات کہتے ہیں:

(۱)مراقبۂ احدیت : اس میں سالک انتظار کرتاہے کہ فیض اس ذات پاک کی طرف سے آتاہے جو تمام صفات کمال کاجامع اور تمام نقائص سے پاک ہے،اوراس فیض کے وارد ہونے کی جگہ قلب ہے،اس مراقبۂ احدیت میں جمع قلب اور حضور حاصل ہوتاہے،اور لطائف اپنے اصول تک پہونچتے ہیں ،اورآفاق میں انوار کامشاہدہ ہوجاتاہے اور نفس میں بھی ، اس لئے کہ مراقبۂ احدیہ کادائرہ عالم خلق اور عالم امر کے لطائف پر حاوی ہے،توجب سالک کو مراقبۂ احدیہ میں فیض حاصل ہوجائے تواہل سلوک مشارب اللطائف کامراقبہ کراتے ہیں، کیونکہ مراقبات مشارب اللطائف سے فناحاصل ہوتی ہے،جو ہر سالک کی منزل مقصود ہے۔

(۲)مراقبہ لطیفۃ القلب : دوسرامراقبہ اور مشارب کاپہلامراقبہ لطیفۃ القلب ہے، واضح رہے کہ ہر لطیفہ کی ایک اصل تجلیات الٰہیہ میں موجودہے،مراقبۂ لطیفۂ قلب کاطریقہ یہ ہے کہ اپنے قلب کو حضور ﷺ کے قلب مبارک کے مقابل سمجھے ،اور خیال کی زبان سے یہ دعاپڑھے ،کہ "الٰہی تجلیات الٰہیہ کافیض جس کوتونے آنحضرت ﷺ کے لطیفۂ قلب سے حضرت آدم علیہ السلام کے لطیفۂ قلب میں القاکیاپیران عظام کے وسیلے سے میرے لطیفۂ قلب میں القافرمادے"۔

اس طریقہ سے جو سالک مقصود تک پہونچے اس کو آدمی المشرب کہاجاتاہے۔

----حواشی---

364 ۔تاریخ وتذکرہ خانقاہ سرہند شریف ص۱۴۹ تالیف محمد نذیر رانجھا

(۳)مراقبہ لطیفۃ الروح: یہ کل مراقبات کا تیسرا اور مراقبات مشارب کا دوسرا مراقبہ ہے۔
اس کا طریقہ یہ ہے کہ طالب لطیفۂ روح کو حضرت محمد ﷺ کے لطیفۂ روح کے مقابل تصور کرے اور یہ دعا پڑھے، کہ "اے رب! تجلیات صفات ثبوتیہ کا فیض میرے لطیفۂ روح پر القا کر دے، جس کو تو نے حضور ﷺ کے لطیفۂ روح سے سیدنا نوح علیہ السلام اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لطیفۂ روح پر القا کیا تھا"۔۔۔

اس طریقہ سے جو طالب مقصود تک پہونچے اس کو ابراہیمی المشرب کہتے ہیں۔

(۴)مراقبہ لطیفۃ السر: یہ کل مراقبات کا چوتھا اور مراقبات مشارب کا تیسرا مراقبہ ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے لطیفہ سر کو حضور ﷺ کے لطیفۂ سر کے ساتھ تصور کر کے یہ دعا مانگے کہ "الٰہی! تجلیات شئونات ذاتیہ کا فیض میرے لطیفہ سر پر القا کر دے جسے تو نے حضور ﷺ کے لطیفۂ سر سے حضرت موسیٰ ؑ کے لطیفۂ سر پر القا فرمایا تھا۔

اس طریقہ پر منزل کو پہونچنے والا سالک موسوی المشرب کہلاتا ہے۔

(۵)مراقبہ لطیفۃ الخفی: یہ کل مراقبات کا پانچواں اور مراقبات مشارب کا چوتھا مراقبہ ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے لطیفۂ خفی کو حضور ﷺ کے لطیفۂ خفی کے مقابل تصور کر کے ان تجلیات صفات سلبیہ کے القا کی دعا کرے جو اللہ پاک نے حضور ﷺ سے حضرت عیسیٰ ؑ کے لطیفۂ خفی پر القا فرمایا تھا۔

اس طریق سے مقصود پانے والے کو عیسوی المشرب کہتے ہیں۔

(۶)مراقبہ لطیفۃ الاخفیٰ: یہ کل مراقبات کا چھٹا اور مراقبات مشارب کا پانچواں مراقبہ ہے۔
اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے لطیفۂ اخفیٰ کو سرکار دوعالم ﷺ کے لطیفۂ اخفیٰ کے روبرو تصور کر کے رب العالمین سے ان تجلیات کے القا کی دعا مانگے جو حضور ﷺ کے لطیفۂ اخفیٰ پر القا ہوئے تھے۔

اس طریقہ سے کامیاب ہونے والے سالک کو محمدی المشرب کہتے ہیں، حضور ﷺ کا لطیفہ منبع

فیوض ہے،[365]

(۷)مراقبہ ولایت صغریٰ: مراقبات مشارب پر عبور حاصل ہونے کے بعد ولایت بشریہ کی طرف سالک کو توجہ کرنی چاہئے، جس کو اہل تصوف ولایت صغریٰ کہتے ہیں، یہ معیت الٰہیہ کا مراقبہ ہے، اس میں سالک اللہ کو اپنے ساتھ تصور کرتا ہے، اس فیض کا منشأ ولایت صغریٰ کا دائرہ ہے جو اولیاء عظام کی ولایت ہے، حق تعالیٰ کے اسماء مبارکہ کی ظل ہے، اور مورد فیض لطیفۂ قلب ہے۔

(۸)مراقبہ ولایت کبریٰ: ولایت صغریٰ کے کمالات کے حصول کے بعد سالک ولایت کبریٰ کے دوائر میں داخل ہوتا ہے، جو کہ انبیاء کرام کی موروثی ولایت ہے، جو ان کی اتباع کامل کی بدولت حاصل ہوتی ہے، یہ ولایت تین دائروں اور ایک قوس پر مشتمل ہے، اس میں نحن اقرب الیہ من حبل الورید کے مضمون کا مراقبہ کیا جاتا ہے، اس تصور کے ساتھ کہ اس پر فیض کا القاء ہو رہا ہے اس ذات کریم کی جانب سے جو اس کی روح سے بھی زیادہ قریب ہے، اور منشأ فیض ولایت کبریٰ کا دائرۂ اولیٰ ہوتا ہے۔

(۹)مراقبۂ محبۃ الاولیٰ: ولایت کبریٰ کا دوسرا مراقبہ اہل طریقت کے نزدیک "دائرۂ محبت اولیٰ "کے ساتھ مشہور ہے، اس میں آیت کریمہ (**يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ**) کے مضمون کا مراقبہ کیا جاتا ہے، فیض کا منشا ولایت کبریٰ کا دائرۂ ثانیہ ہے، جو انبیاء عظام کی ولایت ہے اور دائرۂ اولیٰ کے لئے اصل ہے، اس میں مورد فیض لطیفۂ نفس ہے۔

(۱۰)مراقبۃ القوس: ولایت کبریٰ کا یہ تیسرا مراقبہ ہے، یہ تصور کرے کہ اس ذات سے فیض آتا ہے جو مجھ سے محبت رکھتی ہے، اور میں اس سے محبت رکھتا ہوں، منشأ فیض ولایت کبریٰ کا تیسرا دائرہ ہے۔

(۱۱)مراقبہ اسم الظاہر: ولایت کبریٰ کی سیر ختم ہو جانے کے بعد سالک کو مراقبہ اسم الظاہر

---حواشی---

365 ۔ترجمان شریعت وطریقت ص ۱۵۰ تا ۱۶۳ افادات حضرت مولانا شاہ عبد الغفور العباسی المدنیؒ، مؤلفہ حضرت مولانا فضل سبحانی العباسیؒ، ناشر: ادارۃ الصدیق کراچی۔

کرایا جاتا ہے ،اور سالک تصور کرتا ہے کہ اللہ پاک کے اسم ظاہر سے فیض مل رہا ہے،اور مورد فیض میر الطیفۂ نفس اور عالم امر کے پانچوں لطیفے ہیں۔

(۱۲)مراقبہ اسم الباطن :اسم ظاہر سے فراغت کے بعد اسم باطن کی منزل ہے،اس میں سالک اسم باطن سے موسوم ذات سے فیض ملنے کا تصور کرتا ہے، منشأفیض ولایت علیا کا دائرہ ہے، جو ملائکۂ اعلیٰ کی ولایت ہے،اور مورد فیض عنصر خاکی کے سوا میرے تینوں عناصر ہیں۔ اللہ پاک کے ہر نام میں ایک الگ تاثیر ہے، جس نام کا وظیفہ پڑھے گا یا مراقبہ کرے گا اس کے اثرات ظاہر ہونگے۔

(۱۳)مراقبہ کمالات النبوۃ: اس کا طریقہ یہ ہے کہ سالک ملحوظ کرے کہ ورود فیض اس ذات سے آتا ہے جو کہ کمالات نبوت کا منشأ ہے اور میر امورد فیض لطیفہ عنصر خاکی ہے۔

(۱۴)مراقبہ کمالات الرسالۃ :اس کا طریقہ یہ ہے کہ ملاحظہ کرے کہ فیض اس ذات سے آتا ہے جو کہ منشأ کمالات رسالت کا ہے،اور مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔

(۱۴)مراقبہ کمالات اولوالعزم :اس میں یہ ملحوظ رکھے کہ ورود فیض اس ذات سے ہو رہا ہے جو کہ منشأ ہے کمالات اولوالعزم کا،اور مورد فیض میرا ہیئت وحدانی ہے۔

(۱۵)مراقبہ کعبۂ ربانیہ :مراقبۂ کمالات نبوت ورسالت واولوالعزم کے بعد دو طریقے ہیں :ایک طریقہ حقائق الٰہیہ ،دوسرا طریقہ حقائق انبیاء علیہم السلام، حقائق الٰہیہ میں پہلا مراقبہ "مراقبۂ کعبۂ ربانیہ" ہے،اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ سالک ملاحظہ کرے کہ فیض اس ذات واجب الوجود سے آرہا ہے جو تمام کائنات کی مسجود ہے،اور منشأفیض "کعبۂ ربانیہ" ہے،اور مورد فیض میری ہیئت وحدانیہ" ہے۔

بعض اہل سلوک فرماتے ہیں کہ مکہ کی حقیقت تجلی الوہیت ہے اور مدینہ کی حقیقت تجلی عبدیت ہے۔

(۱۶)مراقبۂ حقیقت قرآنی :اس میں یہ ملاحظہ کرے کہ فیض آتا ہے اس ذات بے مثل وسعت والے سے جو منشأ حقیقت قرآن مجید ہے،اور مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔

(۱۷)مراقبہ حقیقت صلوٰۃ: اس کا طریقہ یہ ہے کہ سالک ملاحظہ کرے کہ فیض آتا ہے اس ذات بے مثل وسعت والے سے جو حقیقت صلوٰۃ کا منشأ ہے اور مورد فیض میری شکل وحدانی ہے۔

(۱۸) مراقبۂ معبودیت صرفہ: اس میں سالک خیال کرے کہ اس ذات سے فیض آتا ہے جو کہ معبود محض ہے اور مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔ سیر فی الحقیقۃ الالٰہیہ اس مراقبہ پر آکر تمام ہو جاتا ہے۔

(۱۹) مراقبۂ حقیقت ابراہیمی: طریق حقائق انبیاء کی ابتدا اس مراقبہ سے ہوتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ سالک ملاحظہ کرے کہ فیض اس ذات سے آتا ہے جو حقیقت ابراہیم کی منشأ ہے اور مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔

(۲۰) مراقبہ حقیقت موسوی: اس میں لحاظ کرے کہ فیض اس ذات عالی سے آتا ہے جو حقیقت موسویہ کی منشأ ہے، اور مورد فیض میری شکل وحدانی ہے۔

(۲۱) مراقبہ حقیقت محمدی: اس میں سالک ملاحظہ کرے کہ فیض اس ذات عالی سے آتا ہے جو منشأ حقیقت محمدی کے لئے محب اور محبوب لنفسہ ہے، اور مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے۔

(۲۲) مراقبہ حقیقت احمدی: پھر مراقبۂ دائرۂ احمدیہ ہے، اور اس میں خیال کرے کہ فیض آتا ہے اس ذات سے جو محبوب لنفسہ ہے اور منشأ ہے حقیقت احمدیہ کا، اور مورد فیض میرا ہیئت وحدانی ہے۔

(۲۳) مراقبہ حب الصرف: اس میں سالک ملاحظہ کرے کہ فیض اس ذات سے آتا ہے جو کہ منشأ ہے حب صرف کا اور مورد فیض میری شکل وحدانی ہے۔

(۲۴) مراقبہ دائرۂ لا تعیین: اس میں سالک ملاحظہ کرتا ہے کہ فیض اس ذات سے آتا ہے جو کہ تعیینات سے مبرا اور منزہ ہے، اور مورد فیض میری ہیئت وحدانی ہے[366]۔

باقی دقیق مباحث کے لئے تصوف کی مطولات کی طرف رجوع کیا جائے۔

---حواشی---

366 ۔ ترجمان شریعت وطریقت ص ۱۶۳ تا ۲۰۸، افادات حضرت مولانا شاہ عبد الغفور العباسی المدنیؒ، مؤلفہ حضرت مولانا فضل سبحانی العباسیؒ، ناشر: ادارۃ الصدیق کراچی۔